قرآن و احادیثِ آلِ محمدؑ کی روشنی میں

زندگی کے

اخلاق و آداب

جلد دوم

تالیف

حجۃ الاسلام استاد محمد یوسف عابدی

ترتیب، تنظیم و استخراجِ منابع

مجاور عباس اعوان

قرآن و احادیثِ آلِ محمد علیہم السلام کی روشنی میں

اخلاق و آدابِ زندگی

(ماہ محرم الحرام کا بہترین تحفہ)

(جلد دوم)

مؤلف

حجۃ الاسلام استاد محمد یوسف عابدی (مدظلہ)

ترتیب، تنظیم واستخراجِ منابع

مجاور عباس اعوان

ناشر:
معراج کمپنی

شناسنامہ کتاب

نام کتاب: قرآن واحادیث کی روشنی میں اخلاق وآدابِ زندگی (جلدِ دوم)
(ماہ محرم الحرام کا بہترین تحفہ)

موضوع: اخلاق وآداب

مؤلف: حجۃ الاسلام والمسلمین استاد محمد یوسف عابدی (مدظلہ)

ترتیب، تنظیم واستخراج منابع: مجاور عباس اعوان

کمپوزنگ وڈیزائننگ: مجاور عباس اعوان

چھاپ اول: شعبان ۱۴۴۳ھ.ق / مارچ ۲۰۲۲ء.

بتعاون: موسسہ امام سجاد (علیہ السلام)، کراچی

ناشر: معراج کمپنی

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی (اہل بیت آن لائن سٹور)

دوکان نمبر 58 فرسٹ فلور بالمقابل حیدر سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
0423-736 12 14
0320-497 12 14
www.facebook.com/merajcompanypakistan

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست موضوعات

فصلِ اول/۳۳

فصل دوم/۸۵

فصل سوم اخلاقِ خانوادہ/۱۰۵

فصل چہارم: حقوقِ خانوادہ/۱۹۳

فصل ششم/۵۳۷

فصل اول

زندگی میں اخلاق کی اہمیت اور ضرورت

پسندیدہ صفات، خوش اخلاقی، انسانی کمالات اور خوبیوں کو اپنانا دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت ہے، خوش اخلاقی انسان کی تمام تر کامیابیوں، رفعت اور بلندیوں کو پانے کا وسیلہ ہے، خوش اخلاقی در حقیقت صفاتِ انبیاءؑ کو اپنانے، کمالِ ایمان اور تمام رزایلِ نفسانی سے اپنے آپ کو دور کرنے اور تمام انسانی کمالات اور خوبیوں کو اپنے وجود میں پیدا کرنے کا نام ہے، خوش اخلاقی اُن عظیم صفات میں سے ہے جن کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں جنت بن جاتی ہیں اور دونوں جہانوں میں کرامت و بزرگی اور کامیاب زندگی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے جناب مفضّل سے فرمایا: اے مفضّل کوئی شخص اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک عقل سے کام نہ لے... خوش اخلاقی الفت و محبت کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے... اور اگر تم دونوں جہانوں کی بزرگی اور کامیابی کو پانا چاہتے ہو تو پسندیدہ صفات اور خوش اخلاقی کو اپناؤ اور اگر دونوں جہانوں میں تحقیر و توہین چاہتے ہو تو بد اخلاقی اختیار کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَا مُفَضَّلُ لَا يُفْلِحُ مَنْ لَا يَعْقِلُ ... وَ حُسْنُ الْخُلُقِ

مَجْلَبَةٌ لِلْمَوَدَّةِ... وَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُكْرَمَ فَلِنْ وَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُهَانَ فَاخْشُنْ»[1]

اور مولائے کائنات نے فرمایا: اللہ تعالی نے بندہ مومن کو دنیاو آخرت دونوں میں جو کامیابیاں، خیر اور سعادت نصیب عطا کی ہیں وہ سب بہترین اخلاق، خدا پر امید اور نیک نیتی کی وجہ سے ملی ہیں۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ: مَا أَعْطَى اللهُ سُبْحَانَهُ الْعَبْدَ شَيْئاً مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ إِلَّا بِحُسْنِ خُلُقِهِ وَ حُسْنِ نِيَّتِهِ»[2]

خوش اخلاقی وہ عظیم معجزہ ہے جس کے ذریعے سے سرور کائنات ﷺ نے پوری دنیا کو فتح کیا ہے، خوش اخلاقی اور پسندیدہ صفات کے ذریعے سے آپؐ تمام عرب معاشرے میں قلیل عرصے میں دین اسلام کو پھیلانے اور تاریخ اسلام کے عظیم انسانوں کی تربیت کرنے میں کامیاب ہوئے، اسی وجہ سے اللہ رب العزت آپؐ کو بار بار خوش اخلاقی و پسندیدہ صفات اور انسانوں کے ساتھ نہایت شائستہ انداز و خوش اسلوبی کے ساتھ پیش آنے کی تاکید کرتے رہے ہیں، جیسا کہ خود رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالی نے مجھے ہمیشہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کی اسی طرح تاکید فرمائی ہے جس طرح فرائض کے انجام دینے کی تاکید فرمائی۔

«قال رسول الله صلى الله عليه و آله أمرني ربي بمداراة الناس كما أمرني بأداء الفرائض»[3]

ایک اور روایت میں آپؐ نے فرمایا: اللہ رب العزت کی جانب سے جبرئیل امین مجھ پر نازل ہوئے

---

[1] الکافی، ج۱، ص۲۶

[2] عیون الحکم ص ۴۸۳

[3] روضۃ المتقین، ج۱۲، ص۲۶۰

اور یہ پیغام الٰہی پہنچایا کہ :اے اللہ کے رسول ﷺ خوش اخلاقی کو اپنے لیئے ضروری قرار دو، اس لیئے کہ خوش اخلاقی دنیاو آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت ہے اور بد اخلاقی سے اجتناب کرو اس لیئے کہ بد اخلاقی دنیاو آخرت دونوں کو نابود کرتی ہے، پھر آپؐ نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ تم لوگوں میں سے وہ شخص مجھ سے زیادہ شباہت رکھتا ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِّ ص... إِنَ جَبْرَئِیلَ الرُّوحَ الْأَمِینَ نَزَلَ عَلَيَّ مِنْ عِنْدِ رَبِّ الْعَالَمِینَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ عَلَیْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ یَذْهَبُ بِخَیْرِ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ أَلَا وَ إِنَّ أَشْبَهَكُمْ بِي أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً» [1]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس انسان کو دنیا میں چار چیزیں عطا ہو جائیں تو اس نے دنیاو آخرت دونوں کی کامیابی کو پالیا اور یہ شخص دنیاو آخرت دونوں میں اپنا حصہ پانے میں کامیاب ہوا ہے؛

۱) ایسا تقوی اور پرہیز گاری جو اسے تمام حرام کاموں سے روکے۔

۲) ایسا پسندیدہ اخلاق جس کے ذریعے لوگوں کے درمیان کامیاب زندگی کرے۔

۳) ایسا حلم وبردباری جس کے ذریعے جاہلوں کی جہالت کو دور کر سکے۔

۴) ایسی نیک وصالح زوجہ جو اس شخص کے ساتھ دنیاو آخرت دونوں کے امور میں تعاون کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِّ (صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ): مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعَ خِصَالٍ فِي الدُّنْیَا، فَقَدْ أُعْطِيَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ، وَ فَازَ بِحَظِّهِ مِنْهُمَا: وَرَعٌ یَعْصِمُهُ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ، وَ حُسْنُ خُلُقٍ

---

[1] الأمالي (صدوق) ص ۲۷۰

يَعِيشُ بِهِ فِي النَّاسِ، وَ حِلْمٌ يَدْفَعُ بِهِ جَهْلَ الْجَاهِلِ، وَ زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ تُعِينُهُ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»[۱]

اسی طرح خوش اخلاق انسان کے لئے جنت کی ضمانت دیتے ہوئے سرور کائنات ﷺ نے ایک اور روایت میں فرمایا: میں تین اشخاص کے لئے جنت میں اعلیٰ درجے کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱) وہ شخص جو کسی سے لڑائی اور جھگڑا نہ کرے اگرچہ حق بجانب ہی کیوں نہ ہو۔

۲) وہ شخص جو کسی سے جھوٹ نہ بولے اگرچہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔

۳) وہ شخص جو پسندیدہ اور بہترین اخلاق کا مالک ہو۔

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ وَ بَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ وَ بَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ إِنْ كَانَ مُحِقّاً وَ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَ إِنْ كَانَ هَازِلًا وَ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ»[۲]

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: سخی اور خوش اخلاق انسان ہمیشہ رحمتِ الٰہی کے سائے میں رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور اللہ نے جتنے بھی انبیاء کو مبعوث کیا ہے سب کے سب سخی تھے، میرے پدرِ بزرگوار ہمیشہ مجھے سخاوت اور بہترین اخلاق کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے چلے گئے۔

«وَ قَالَ ابی الحسن موسی ع السَّخِيُّ الْحَسَنُ الْخُلُقِ فِي كَنَفِ اللهِ لَا يَتَخَلَّى اللهُ عَنْهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَ مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيّاً إِلَّا سَخِيّاً وَ مَا زَالَ أَبِي يُوصِينِي بِالسَّخَاءِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ

۱۔ الأمالي (طوسي) ص ۵۷۷

۲۔ الخصال ج ۱ ص ۱۴۴

حَتَّى مَضَى»[1]

ان روایات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیاو آخرت دونوں کی سعادت، خوشبختی، کامیابی، عزت، بزرگی، جنت میں اعلیٰ مقام اور خدا کی رضاو خوشنودی کا حصول پسندیدہ صفات، اعلیٰ کردار اور بہترین اخلاق پر موقوف ہے، جبکہ خوش اخلاقی کے مقابل میں بد اخلاقی اور بری صفات دنیاو آخرت دونوں کو جہنم بنادیتی ہیں، دنیاو آخرت دونوں میں عظیم مشکلات اور پریشانیوں کا باعث ہیں۔

لہٰذا ہم ان شاء اللہ سب سے پہلے حسن خُلق کی تعریف اور پھر روایات کی روشنی میں خوش اخلاقی کے دنیاو آخرت دونوں میں فوائد و آثار کو اور بد اخلاقی کے بھی دنیاو آخرت دونوں کے مفاسد، نقصانات اور بدترین انجام کو بیان کریں گے۔

خوش اخلاقی کی تعریف

علامہ مجلسی نے حُسنِ خُلق (خوش اخلاقی) کی تعریف کرتے ہوئے فرمایاہے: لفظِ خُلق انسان کے اُن ملکات وصفات کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اس کے نفس و باطن میں راسخ ہوچکی ہیں، چاہے یہ صفات اچھی ہوں یابری اور اکثراوقات لفظِ حُسن الخُلق بہترین معاشرت اور لوگوں کے ساتھ شائستہ وپسندیدہ زندگی گزارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

«الْخُلق بالضم يطلق على الملكات و الصفات الراسخة في النفس حسنة كانت أم قبيحة و هي في مقابلة الأعمال، و يطلق حسن الخلق غالبا على ما يوجب حسن المعاشرة و مخالطة الناس بالجميل»[2]

۱تحف العقول ص ۴۱۲

۲مرآۃالعقول، ج۸، ص۱۶۶

اور راغبِ اصفہانی نے اس طرح تعریف کی ہے کہ: لفظِ خَلق فتح کے ساتھ اور خُلق ضمہ کے ساتھ دونوں کی اصل ایک ہے لیکن لفظِ خَلق ظاہری نظر آنے والی شکل وخوبصورتی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جبکہ لفظِ خُلق باطنی خوبیوں، خوبصورتیوں اور پسندیدہ صفات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

«والخَلْقُ والخُلْقُ في الأصل واحد، لكن خصّ الخلق بالهيئات والأشكال والصّور المدركة بالبصر، وخصّ الخلق بالقوى والسّجايا المدركة بالبصيرة» [۱]

حُسنِ خُلق کی تعریف قرآن کی روشنی میں

سورہ شمس میں پروردگارِ عالَم نے گیارہ قسموں کے بعد تمام انسانوں کی کامیابی اور سعادت تزکیہ نفس میں قرار دیا ہے اور تزکیہ نفس کا مفہوم، نفس کو تمام باطنی رزائل، عیوب اور آلودگیوں سے پاکیزہ قرار دینا اور تمام خوبیوں اور کمالات وفضائل نفسانی سے آراستہ کرنا ہے۔ اور اسی کا دوسرا نام خوش اخلاق ہے، یعنی خوش اخلاق انسان تمام اخلاقی کمالات وفضائل کو اپنے باطن میں پرورش کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ فلاح وسعادتِ ابدی کو پالیتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا اعلان ہے؛

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ (الشمس/ ۹)

جبکہ اس کے مقابل میں نفس کو رزائل، عیوب اور باطنی خباثت میں آلودہ کرنا دونوں جہانوں کی بدبختی اور ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ (الشمس/ ۱۰)

۱مفردات راغب، ج۱، ص۲۹۷

اخلاق کی تعریف امیر المومنینؑ کی نگاہ میں

امیر المومنین نے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: پسندیدہ اخلاق تمام حرام چیزوں سے اجتناب کرنا اور رزق حلال کا طلب کرنا اور اپنے اہل وعیال کے لئے سہولت و آسائش فراہم کرنے کا نام ہے۔

«وَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع حُسْنُ الْخُلُقِ فِي ثَلَاثٍ اجْتِنَابِ الْمَحَارِمِ وَ طَلَبِ الْحَلَالِ وَ التَّوَسُّعِ عَلَى الْعِيَالِ»[۱]

اخلاق کی تعریف امام صادقؑ کی نگاہ میں

کسی نے امام صادقؑ سے حُسنِ خُلق کے بارے میں سوال کیا کہ حُسنِ خُلق کی تعریف کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حُسنِ خلق تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے؛

۱ – تواضع، انکساری اور فروتنی سے پیش آنا۔

۲ – پسندیدہ اور پاکیزہ کلام کے ساتھ گفتگو کرنا۔

۳ – خندہ پیشانی، کشادہ روئی اور بہترین انداز سے ملاقات کرنا۔

یعنی اخلاق بہترین کردار اور بہترین گفتار اور بہترین رفتار کا نام ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا حَدُّ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ تُلِينُ جَنَاحَكَ وَ تُطِيبُ كَلَامَكَ وَ تَلْقَى أَخَاكَ بِبِشْرٍ حَسَنٍ»[۲]

---

۱ بحار الانوار ج ۶۸؛ ص ۳۹۴

۲ الکافي ج ۲؛ ص ۱۰۳

حقیقتِ دین بہترین اخلاق اور کردار کا نام

حضور ﷺ نے فرمایا: نصفِ دین خوش اخلاقی ہے، آپ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک مسلمان کیلئے خدا کی بہترین عطا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پسندیدہ اور بہترین اخلاق خدا کی سب سے بہترین عطا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص حُسْنُ الْخُلُقِ نِصْفُ الدِّينِ وَ قِيلَ لَهُ ص مَا أَفْضَلُ مَا أُعْطِيَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمَ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ»[1]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص سامنے سے سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول دین کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پسندیدہ اور بہترین اخلاق دین ہے، پھر یہ شخص دائیں جانب سے پھر کر آیا اور سوال کیا کہ دین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بہترین اخلاق دین ہے، پھر یہ شخص بائیں جانب سے پھر کر آیا اور سوال کیا کہ دین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بہترین اخلاق دین ہے، پھر یہ شخص پیچھے کی طرف سے آیا اور سوال کیا کہ دین کیا ہے؟ تو پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں سمجھتے حقیقتِ دین بہترین اخلاق اور کردار کا نام ہے اور اس میں سے ایک غصے کو قابو کرنا بھی ہے، پھر آپ سے سوال کیا بد بختی اور نحوست کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بد اخلاقی اور ناپسندیدہ اخلاق۔

«جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ص مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الدِّينُ فَقَالَ حُسْنُ الْخُلُقِ ثُمَّ أَتَاهُ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ مَا الدِّينُ فَقَالَ حُسْنُ الْخُلُقِ ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِهِ فَقَالَ مَا الدِّينُ فَقَالَ حُسْنُ الْخُلُقِ ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ وَرَائِهِ فَقَالَ مَا الدِّينُ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ وَ قَالَ أَ مَا تَفْقَهُ

---

[1] بحار الأنوار ج ۶۸؛ ص ۳۹۳

الدِّينُ هُوَ أَنْ لَا تَغْضَبَ وَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الشُّؤْمُ قَالَ سُوءُ الْخُلُقِ» ۱

اخلاق کی اہمیت وفضیلت رسولِ اکرم ﷺ کی نگاہ میں

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کے دلوں کو مال و دولت کے ذریعے سے تو حاصل نہیں کر سکتے ہو لیکن خندہ پیشانی اور بہترین اخلاق کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں تک رسائی پاسکتے ہو۔

«وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ فَسَعُوهُمْ بِبَسْطِ الْوُجُوهِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ» ۲

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں کسی کی زندگی میں ہوں تو اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے اس شخص کے لیئے کھول دیتا ہے، پھر اس کی مرضی ہے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

۱ - بہترین اخلاق کا مالک ہو۔ ۲ - خلوت اور جلوت میں خوفِ خدا رکھتا ہو۔

۳ - لوگوں سے لڑائی و جھگڑا نہ کرتا ہو اگر چہ حق بہ جانب ہی کیوں نہ ہو۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: ثَلَاثٌ مَنْ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ مَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ وَ خَشِيَ اللهَ فِي الْمَغِيبِ وَ الْمَحْضَرِ وَ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ إِنْ كَانَ مُحِقّاً» ۳

سرورِ کائنات ﷺ نے صاحبِ اخلاق شخص کے مقام و منزلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو

---

۱ بحار الانوار ج ۶۸؛ ص ۳۹۳

۲ بحار الانوار ج ۶۸ ص ۳۹۳

۳ الکافی ج ۲ ص ۳۰۰

شخص اپنے غصے سے لوگوں کو محفوظ رکھے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس شخص کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص اپنے اخلاق کو پسندیدہ بنائے تو اللہ تعالی اس کو وہ مقام عطا کرتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کا مقام ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ: مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللهُ عَنْهُ عَذَابَهُ وَ مَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ بَلَّغَهُ اللهُ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ»[1]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے خوش اخلاق انسان کو جنت میں اپنے ساتھ قریب ترین ساتھی قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں میں سے قیامت کے دن میرے نزدیک ترین وہ شخص ہو گا جس میں یہ پانچ صفات موجود ہوں گی:

۱- گفتگو میں سب سے زیادہ صداقت وسچائی کا مالک ہو۔

۲- سب سے زیادہ امین ہو۔ ۳- سب سے زیادہ عہد وپیمان کا پابند (وفادار) ہو۔

۴- سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو۔ ۵- لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ترین ہو (لوگوں کے لئے سب سے زیادہ مہربان اور دلسوز ہو)۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَقْرَبُكُمْ مِنِّي غَداً فِي الْمَوْقِفِ أَصْدَقُكُمْ لِلْحَدِيثِ وَ آدَاكُمْ لِلْأَمَانَةِ وَ أَوْفَاكُمْ بِالْعَهْدِ وَ أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً وَ أَقْرَبُكُمْ مِنَ النَّاسِ»[2]

اخلاق کی اہمیت وفضیلت کے لئے سرورِ کائنات ﷺ کا یہی فرمان کافی ہے کہ آپ نے فرمایا: تین چیزیں جس کی زندگی میں نہ ہوں تو اس کا تعلق نہ خدا سے ہے اور نہ مجھ سے، آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ

---

۱ عیون أخبار الرضا ع ج ۲: ص ۷۱

۲ نہج الفصاحۃ: ص ۴۶۸

تین چیزیں کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

۱- ایسی برداشت اور تحمل جس کے ذریعے سے جاہلوں کی جہالت کو دور کیا جائے۔

۲- ایسا پسندیدہ اخلاق کہ جس کے ذریعے سے لوگوں میں شائستہ زندگی گزاری جائے۔

۳- ایسا تقویٰ وپرہیزگاری کہ جس کے ذریعے سے خدا کی نافرمانی اور گناہوں سے باز رہا جائے۔

«قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: ثَلاثٌ مَنْ لَمْ تَكُنْ فيهِ فَلَيْسَ مِنّي وَ لا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. قيلَ: يا رَسولَ اللّٰهِ، وَ ما هُنَّ؟ قالَ: حِلْمٌ يَرُدُّ بِهِ جَهْلَ الجاهِلِ وَ حُسْنُ خُلُقٍ يَعيشُ بِهِ فِي النّاسِ وَ وَرَعٌ يَحْجُزُهُ عَنْ مَعاصِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ»[1]

اخلاق کی اہمیت اور فضیلت امیر المومنینؑ کی نگاہ میں

امیر المؤمنینؑ نے ہمیشہ اپنے چاہنے والوں کو بہترین اخلاق اور بہترین کردار کی تاکید وسفارش کی ہے، بہترین اخلاق وکردار کو دنیا وآخرت دونوں کی سعادت وخوش بختی کی ضمانت قرار دیا ہے اور اس کے مقابل میں ہمیشہ بد اخلاقی اور اخلاقی رزائل وخامیوں سے دور رہنے کی بھی تاکید وسفارش کرتے رہے اور متعدد روایات میں آپؑ نے نہ صرف اپنے چاہنے والوں کو بد اخلاقی اور باطنی عیوب وکمزوریوں سے دور رہنے کی تاکید کی ہے بلکہ ان بُری صفات کو دنیا وآخرت دونوں کی تباہی اور زندگی میں بہت ساری پریشانیوں اور مشکلات کا سبب قرار دیا ہے۔

جیسا کہ آپؑ نے اپنے فرزند جناب محمد حنفیہ کو آدابِ معاشرت اور بہترین زندگی کے اصولوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے فرزند خبردار! خود پسندی، بد اخلاقی اور بے صبری سے ہمیشہ

---

[1] الخصال، ص ۱۴۵

اجتناب کرنا کیونکہ ان تین بری صفات کے ساتھ تمہارا نہ کوئی دوست باقی رہے گا اور نہ ہی کوئی اجنبی تمہارا چاہنے والا ہوگا بلکہ سب لوگ تم سے دور ہو جائیں گے، ہمیشہ لوگوں کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ پیش آؤ اور لوگوں کی سختیوں اور بد اخلاقیوں کو برداشت کرنا اور اپنے دوست کے لئے جان و مال کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنا جس کی تم معرفت رکھتے ہو اور جس کے ساتھ ہمیشہ زندگی کرتے ہو، تمام لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق اور محبت سے پیش آؤ اور اپنے دشمن سے عدل و انصاف سے پیش آؤ اور اپنے دین اور اپنی آبرو کو ہر ایک سے بچاؤ، اس لئے کہ اس انداز سے زندگی کرنا تمہارے دین و دنیا دونوں کی سلامتی کا سبب ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي وَصِيَّتِهِ لاِبْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحَنَفِيَّةِ: إِيَّاكَ وَ اَلْعُجْبَ وَ سُوءَ اَلْخُلُقِ وَ قِلَّةَ اَلصَّبْرِ فَإِنَّهُ لاَ يَسْتَقِيمُ لَكَ عَلَى هَذِهِ اَلْخِصَالِ اَلثَّلاَثِ صَاحِبٌ وَ لاَ يَزَالُ لَكَ عَلَيْهَا مِنَ اَلنَّاسِ مُجَانِبٌ وَ أَلْزِمْ نَفْسَكَ اَلتَّوَدُّدَ وَ صَبِّرْ عَلَى مَئُونَاتِ اَلنَّاسِ نَفْسَكَ وَ اُبْذُلْ لِصَدِيقِكَ نَفْسَكَ وَ مَالَكَ وَ لِمَعْرِفَتِكَ رِفْدَكَ وَ مَحْضَرَكَ وَ لِلْعَامَّةِ بِشْرَكَ وَ مَحَبَّتَكَ وَ لِعَدُوِّكَ عَدْلَكَ وَ إِنْصَافَكَ وَ اِضْنَنْ بِدِينِكَ وَ عِرْضِكَ عَنْ كُلِّ أَحَدٍ فَإِنَّهُ أَسْلَمُ لِدِينِكَ وَ دُنْيَاكَ»[1]

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے اپنے تمام چاہنے والوں کو خوبصورت و پسندیدہ زندگی گزارنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اپنے نفس کو خوش اخلاقی اور اچھی زندگی کی عادت کراؤ تاکہ تمہاری زندگی لذیذ و شیریں ہو جائے۔

---

[1] الخصال، ص ۱۴۷

«عَوِّدْ نَفْسَكَ الْجَمِيلَ فَبِاعْتِيادِكَ إِيّاهُ يَعودُ لَذيذاً» [1]

ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے تمام اخلاقی صفات کو حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: کتنا ہی سخت دشوار ہے اخلاقی فضائل و کمالات کو حاصل کرنا اور کتنا ہی آسان ہے ان اخلاقی فضائل کو کھودینا۔

«ما أَصْعَبَ اِكْتِسابَ الْفَضائِلِ وَ أَيْسَرَ إِتْلافَها» [2]

ایک اور مقام پر بہترین اخلاق کو دنیاو آخرت دونوں میں رزق کے خزانے قرار دیتے ہوئے فرمایا: اخلاق کی وسعت میں (خوش اخلاقی میں) رزق کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

«فی سَعَةِ الأَخْلاقِ كُنوزُ الأَرْزاقِ» [3]

ایک اور مقام پر امیر المؤمنینؑ نے بد اخلاقی کی مذمت اور اس کے مفاسد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بد اخلاق انسان بہت زیادہ خطا کرتا ہے اور اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

«اَلسَّيِّئُ الْخُلُقِ كَثيرُ الطَّيْشِ مُنَغَّصُ الْعَيْشِ» [4]

ایک اور مقام پر آپؑ نے بہترین اخلاق کو عزت و سربلندی اور بد اخلاقی کو ذلت ورسوائی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: کتنے ہی ایسے عزیز لوگ تھے کہ جن کو ان کی بد اخلاقیوں نے ذلیل کر دیا اور کتنے ہی ایسے ذلیل وپست افراد تھے کہ جن کو ان کے بہترین اخلاق نے عزت و سربلندی عطا کی۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۲۰، ص ۲۶۶

[2] ایضاً، ص ۲۵۹

[3] الکافی، ج ۸، ص ۲۳

[4] غرر الحکم، ح ۱۶۰۴

«رُبَّ عَزيزٍ اَذَلَّهُ خُلقُهُ وَ ذَليلٍ اَعَزَّهُ خُلقُهُ»[۱]

ایک اور مقام پر آپؑ نے خوش اخلاقی کو آخرت میں کامیابی وحساب میں آسانی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: اپنے اخلاق کو سنوارو اور پسندیدہ بناؤ تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے حساب کو آسان کر دے۔

«حَسِّنْ خُلقَكَ يُخَفِّفِ اللهُ حِسابَكَ»[۲]

اخلاق کی اہمیت اور فضیلت امام صادقؑ کی نگاہ میں

حضرت امام صادقؑ نے اخلاق کی اہمیت وفضیلت اور اس کے عظیم آثار کو بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا: بہترین اخلاق دنیا میں زینت وجمال کا اور آخرت میں گناہوں سے پاکیزگی اور طہارت کا سبب ہے، اور اخلاق ہی دین کے کمال اور تقربِ خدا کا وسیلہ ہے، اخلاق وہ عظیم نعمتِ الٰہی ہے کہ جو صرف اولیائے الٰہی اور خدا کے برگزیدہ ہستیوں میں پائی جاتی ہے، اس لئے کہ پروردگارِ عالَم بہترین صفات اور اپنی الطاف کو انسانِ کامل اور برگزیدہ ہستیوں کو عطا کرتا ہے، اور اخلاق وہ خاص عنایت الٰہی ہے جس کو خدا نے ان لوگوں کے ساتھ خاص کیا ہے جو اس نعمت (اخلاق) کی معرفت رکھتے ہیں، اور حُسنِ خُلق اتنی بلند وعظیم صفت ہے کہ جسکی حقیقت وعظمت کو سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جان سکتا، پھر امامؑ نے خوش اخلاقی کی فضیلت واہمیت کو بیان کرنے کیلئے سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ذکر کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تمام خوبیوں اور اچھی صفات کی بنیاد، دین میں سب سے لطیف اور عظیم ترین نعمت اور روزِ قیامت نامہ اعمال میں سب سے سنگین ترین چیز بہترین اخلاق ہے، جبکہ اس کے مقابل میں بد اخلاقی اس

---

[۱] بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۳۹۶

[۲] امالی صدوق، ص ۲۷۸

طرح نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو برباد کرا دیتا ہے، اور اگر بد اخلاقی میں بہت آگے بڑھ جائے تو اس کا انجام ہلاکت وبدبختی اور جہنم ہی ہے، مزید سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: حُسنِ خُلق جنت میں ایک درخت کا نام ہے کہ جو شخص اس کے کسی شاخ کو تھام لے تو اُسے یہ جنت میں پہنچا دیتا ہے اور بد اخلاقی جہنم میں ایک درخت کا نام کہ جو شخص بھی اس کے کسی شاخ کو تھام لے تو اُسے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

«قَالَ الصادق ع الْخُلُقُ الْحَسَنُ جَمَالٌ فِي الدُّنْيَا وَ نُزْهَةٌ فِي الْآخِرَةِ وَ بِهِ كَمَالُ الدِّينِ وَ الْقُرْبَةُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَا يَكُونُ حُسْنُ الْخُلُقِ إِلَّا فِي كُلِّ وَلِيٍّ وَ صَفِيٍّ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَبَى أَنْ يَتْرُكَ أَلْطَافَهُ بِحُسْنِ الْخُلُقِ إِلَّا فِي مَطَايَا نُورِهِ الْأَعْلَى وَ جَمَالِهِ الْأَزْكَى لِأَنَّهَا خَصْلَةٌ يَخُصُّ بِهَا الْأَعْرَفِينَ بِهِ وَ لَا يَعْلَمُ مَا فِي حَقِيقَةِ حُسْنِ الْخُلُقِ إِلَّا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ص خَاتَمُ زَمَانِنَا إِلَى حُسْنِ الْخُلُقِ وَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ أَلْطَفُ شَيْءٍ فِي الدِّينِ وَ أَثْقَلُ شَيْءٍ فِي الْمِيزَانِ وَ سُوءُ الْخُلُقِ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ وَ إِنِ ارْتَقَى فِي الدَّرَجَاتِ فَمَصِيرُهُ إِلَى الْهَوَانِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص حُسْنُ الْخُلُقِ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ صَاحِبُهُ مُتَعَلِّقٌ بِغُصْنِهَا يَجْذِبُهُ إِلَيْهَا وَ سُوءُ الْخُلُقِ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ وَ صَاحِبُهُ مُتَعَلِّقٌ بِغُصْنِهَا يَجْذِبُهُ إِلَيْهَا»[1]

ایک اور مقام پر امام صادقؑ نے گھر والوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنے کی تاکید وسفارش کرتے ہوئے فرمایا: ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے گھر میں اہل وعیال کے ساتھ تین صفات کو ضرور اپنائے، اگر اس کے وجود میں یہ تین صفات نہ ہوں تو اسے چاہئے کہ ان صفات کو حاصل کرے؛

۱۔گھر والوں کے ساتھ پسندیدہ اور بہترین اخلاق سے پیش آئے۔

۱بحار الانوار ج ۶۸؛ ص ۳۹۳

۲-گھر والوں کیلئے اندازے کے مطابق وسعت اور آسائش کو مہیا کرے۔

۳-غیرت اور پاکدامنی اختیار کرے۔

«قَالَ الصـادق ع إِنَّ اَلْمَرْءَ يَحْتَاجُ فِي مَنْزِلِهِ وَ عِيَالِهِ إِلَى ثَلاَثِ خِلاَلٍ يَتَكَلَّفُهَا وَ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي طَبْعِهِ ذَلِكَ مُعَاشَرَةٌ جَمِيلَةٌ وَ سَعَةٌ بِتَقْدِيرٍ وَ غَيْرَةٌ بِتَحَصُّنٍ»[1]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: مؤمن میں چھ چیزیں کبھی نہیں پائی جائیں گی؛

۱-بداخلاقی ۲-بے برکتی ۳-حسد ۴-ضد اور ہٹ دھرمی

۵-جھوٹ ۶-ظلم وستم۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: سِتَّةٌ لاَ تَكُونُ فِي مُؤْمِنٍ اَلْعُسْرُ-وَ اَلنَّكَدُ وَ اَلْحَسَدُ وَ اَللَّجَاجَةُ وَ اَلْكَذِبُ وَ اَلْبَغْيُ»[2]

ایک اور مقام پر حضرت امام صادقؑ نے خوش اخلاقی کو اہل جنت کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: اہل جنت کی چار نشانیاں ہیں؛

۱-خندہ پیشانی اور خوش اخلاق ۲-بہترین زبان

۳-مہربان دل ۴-عطا کرنے والا ہاتھ (سخاوت)۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ قَالَ: إِنَّ لِأَهْلِ اَلْجَنَّةِ أَرْبَعَ عَلاَمَاتٍ وَجْهٌ

---

[1] تحف العقول، ج۱، ص ۳۱۵

[2] بحار الانوار، ج۷۵، ص ۲۶۲

مُنْبَسِطٌ وَ لِسَانٌ لَطِيفٌ وَ قَلْبٌ رَحِيمٌ وَ يَدٌ مُعْطِيَةٌ»[۱]

حضرت امام محمد باقرؑ خوش اخلاقی کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی لوگوں میں اُلفت ومحبت اور خدا سے قربت کا وسیلہ ہے، جبکہ بد اخلاقی اور چہرے کو بیگاڑ کر لوگوں کے ساتھ پیش آنا عداوت ونفرت اور خدا سے دوری کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: اَلْبِشْرُ الْحَسَنُ وَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ مَكْسَبَةٌ لِلْمَحَبَّةِ وَ قُرْبَةٌ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ عُبُوسُ الْوَجْهِ وَ سُوءُ الْبِشْرِ مَكْسَبَةٌ لِلْمَقْتِ وَ بُعْدٌ»[۲]

حضرت امام صادقؑ نے سرور کائنات ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر دوں کہ تم میں سے کون شخص مجھ سے زیادہ شباہت رکھتا ہے؟ سب نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا: وہ شخص سب سے زیادہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے جو سب سے زیادہ پسندیدہ اخلاق کا مالک ہو، سب سے زیادہ نرم مزاج، سب سے زیادہ رشتے داروں کے ساتھ نیکی کرنے والا، برادرانِ دینی کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والا، حق پر سب سے زیادہ صبر کرنے والا، سب سے زیادہ غصے پر قابو پانے والا، سب سے زیادہ عفو وگذشت کرنے والا، سب سے زیادہ عدل وانصاف کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

اس روایت میں سرور کائنات ﷺ نے سچے مومن اور پیغمبر کی سیرت پر چلنے والے انسان کی آٹھ صفات کو بیان فرمایا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ

---

[۱] تنبیہ الخواطر، ج۲، ص۹۱

[۲] مستدرک الوسائل، ج۸، ص۴۵۳

بِأَشْبَهِكُمْ بِي قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً وَ أَلْيَنُكُمْ كَنَفاً وَ أَبَرُّكُمْ بِقَرَابَتِهِ وَ أَشَدُّكُمْ حُبّاً لِإِخْوَانِهِ فِي دِينِهِ وَ أَصْبَرُكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَ أَكْظَمُكُمْ لِلْغَيْظِ وَ أَحْسَنُكُمْ عَفْواً وَ أَشَدُّكُمْ مِنْ نَفْسِهِ إِنْصَافاً فِي الرِّضَا وَ الْغَضَبِ»[1]

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا جو شخص رحمت الٰہی کو اور قیامت کے دن جنت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ اپنے اخلاق کو پسندیدہ بنائے، لوگوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئے، یتیموں پر رحم کرے، ضعیف انسانوں کی مدد کرے اور خدا کے سامنے ہمیشہ تسلیم خم اور متواضع رہے۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ الصَّائِغِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الصَّادِقَ يَقُولُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُدْخِلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِي رَحْمَتِهِ وَ يُسْكِنَهُ جَنَّتَهُ فَلْيُحْسِنْ خُلُقَهُ وَ لْيُعْطِ النَّصَفَةَ مِنْ نَفْسِهِ وَ لْيَرْحَمِ الْيَتِيمَ وَ لْيُعِنِ الضَّعِيفَ وَ لْيَتَوَاضَعْ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُ»[2]

اور حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرزندان عبد المطلب کو جمع کر کے ان کو اخلاق کی تاکید اور اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوے فرمایا: اے فرزندانِ عبد المطلب تم لوگوں کے دلوں پر مال ودولت کے ذریعے سے حکومت نہیں کر سکتے ہو پس لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام يَقُولُ: «قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ، فَالْقَوْهُمْ بِطَلَاقَةِ الْوَجْهِ وَ حُسْنِ الْبِشْرِ»[3]

۱۔ الکافی، ج۲، ص۲۴۰؛ روضۃ المتقین ج ۱۲ ص ۲۳

۲۔ الامالی ص۳۸۹

۳۔ الکافی ج۳ ص۲۶۶

اخلاق کی اہمیت وضرورت جنابِ لقمان حکیم کی نگاہ میں

جنابِ لقمان حکیم ان ہستیوں میں سے ہیں جن کی نصیحتوں کو پروردگارِ عالَم نے قرآنِ پاک میں آیات کی صورت میں ذکر کیا ہے اور انسان کی سعادت وہدایت کے لئے جنابِ لقمان حکیم کے حکمت آمیز کلمات کو خالق نے نمونے کے طور پر سورہ لقمان میں پیش کیا ہے، جیسا کہ جنابِ لقمان نے اپنے فرزند کو خدا کی عبادت وبندگی کی تاکید اور شرک ودیگر گناہوں سے دور رہنے کی نصیحت اور نماز وامر بالمعروف اور زندگی میں صبر واستقامت کی تاکید کی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا؛ اے میرے بیٹے خبردار کبھی بھی خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دینا کیونکہ بے شک شرک ایک عظیم اور بڑا ظلم و گناہ ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان/ ۱۳)

اور دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: بیٹا نیکی یا بدی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں پر ہو یا زمین کی گہرائیوں میں ہو تو بھی خدا روزِ قیامت ضرور اُسے سامنے لائے گا کہ وہ لطیف بھی ہے اور باخبر بھی ہے ٥ بیٹا نماز قائم کرو، نیکیوں کا حکم دو، برائیوں سے منع کرو اور اس راہ میں جو مصیبت پڑے اس پر صبر کرو کہ یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے ٥ اور خبردار لوگوں کے سامنے اکڑ کر مُنہ نہ بھلا لینا اور زمین میں غُرور کے ساتھ نہ چلنا کہ خدا اکڑنے والے اور مغرور کو پسند نہیں کرتا۔

﴿يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ٭ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ

الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ * وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (لقمان/ ۱٦-۱۸)

جس طرح پروردگارِ عالَم نے قرآنِ پاک میں لقمانِ حکیم کی نصیحتوں کوذکر کیا ہے اسی طرح آلِ محمدؐ نے بھی انسانوں کی ہدایت ونجات کے لئے لقمانِ حکیم کی نصیحتوں کواپنے فرامین میں بیان کیا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے جنابِ لقمانِ حکیم کی وہ نصیحتیں جن میں انہوں نے اپنے فرزند کو اخلاق کے اپنانے اور بد اخلاقی سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہوئے اور زندگی میں اہم ترین آدابِ معاشرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

اے بیٹا تنبلی، بد اخلاقی اور بے صبری سے دور رہو، کیونکہ جو شخص تنبل، بد اخلاق اور بے صبر ہوجائے تو اس کو تمام لوگ اکیلا چھوڑ دیتے ہیں، اپنی پوری زندگی میں لوگوں کے ساتھ پیار ومحبت سے پیش آؤ، لوگوں کی بد اخلاقیوں وکجرویوں پر صبر وتحمل سے کام لو، تمام لوگوں کے ساتھ پسندیدہ اخلاق سے پیش آؤ، اے میرے بیٹے اگر رشتے داروں اور لوگوں کے ساتھ نیکی نہ کرسکو تو خندہ پیشانی اور پسندیدہ اخلاق سے ضرور پیش آنا کیونکہ جو شخص پسندیدہ اخلاق وشائستہ کردار کے ساتھ لوگوں سے ساتھ پیش آتا ہے اُسے تمام دوست احباب پسند کرتے ہیں اور دشمن واجنبی لوگوں کے شر سے بھی محفوظ رہتا ہے، جو کچھ خدا نے تمہیں عطا کیا ہے اس پر قانع وراضی رہنا، کیونکہ اس صورت میں تمہاری زندگی خوشحال ہوگی اور اگر دنیا کی ساری عزت کو حاصل کرنا چاہو تو لوگوں سے امید کو منقطع کردو اور ساری امیدیں خدا کی ذات سے وابستہ کرلو، کیونکہ انبیاء اور صدیقین کو جو مقام ومرتبہ ملا ہے وہ انہی اعلیٰ وپسندیدہ صفات کی وجہ سے اللہ نے ان کو عطا کیا ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ :قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ إِيَّاكَ وَ الضَّجَرَ وَ سُوءَ الْخُلُقِ وَ قِلَّةَ الصَّبْرِ فَلَا يَسْتَقِيمُ عَلَى هَذِهِ الْخِصَالِ صَاحِبٌ وَ أَلْزِمْ نَفْسَكَ التُّؤَدَةَ فِي أُمُورِكَ وَ

صَبْرٌ عَلَى مَئُونَاتِ الْإِخْوَانِ نَفْسَكَ وَ حُسْنٌ مَعَ جَمِيعِ النَّاسِ خُلُقَكَ يَا بُنَيَّ إِنْ عَدِمَكَ مَا تَصِلُ بِهِ قَرَابَتَكَ وَ تَتَفَضَّلُ بِهِ عَلَى إِخْوَتِكَ فَلَا يَعْدِمَنَّكَ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ بَسْطُ الْبِشْرِ فَإِنَّهُ مَنْ أَحْسَنَ خُلُقَهُ أَحَبَّهُ الْأَخْيَارُ وَ جَانَبَهُ الْفُجَّارُ وَ اقْنَعْ بِقَسْمِ اللهِ لَكَ يَصْفُ عَيْشُكَ فَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ تَجْمَعَ عِزَّ الدُّنْيَا فَاقْطَعْ طَمَعَكَ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ فَإِنَّمَا بَلَغَ الْأَنْبِيَاءُ وَ الصِّدِّيقُونَ مَا بَلَغُوا بِقَطْعِ طَمَعِهِمْ[۱]

پیغمبر ﷺ کی کامیابی اور تمام انبیاء پر فضیلت وبرتری کا راز

پوری کائنات میں تمام انبیاء، اولیاء اور مقربین میں سے جس ہستی کو ذاتِ حق نے چن لیا ہے اور سب پر فضیلت وبرتری عطا کی ہے اور آپ کو سید الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین اور شہنشاہِ بشریت، سلطانِ انبیاء قرار دیا ہے، آپ کی برتری اور تمام انبیاء پر فضیلت کی کئی وجوہات اور بہت ساری علتیں ہیں، ان میں سے ایک اہم راز قرآن پاک کے واضح اعلان کے مطابق آپ کا خُلق عظیم کے مقام پر فائز ہونا ہے، عظیم ذات نے آپ کو خُلق عظیم کی سند عطا کرتے ہوئے سورہ قلم کی آیہ نمبر ۴ میں ارشاد فرمایا ہے ﴿وَ إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ بے شک آپ خُلق عظیم کے مقام پر فائز ہیں۔

تمام انبیاء اور مقربین میں سے صرف آپ کی ذات ہی ہے جس کے اخلاق وصفات اور کردار کو خالق نے عظیم قرار دیا ہے اور سورہ مبارکہ آل عمران میں پروردگار نے پیغمبر ﷺ کی کامیابی اور تمام انسانوں میں آپ کی فضیلت وبرتری کا راز بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: یہ خدا کی رحمت تھی کہ آپ تمام لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج اور بہترین اخلاق کے مالک بنے اگر آپ بد اخلاق اور سخت قلب کے مالک ہوتے تو لوگ آپ سے دور اور پراکندہ ہوجاتے پس لوگوں کو بخش دو اور ان کے لیئے

۱قصص الانبیاء، ص ۱۹۵؛ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۴۱۹

استغفار کرو اور اجتماعی امور میں ان سے مشورت کرو اور جب آپ نے ارادہ کر لیا تو خدا پر توکل کرو بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾[1]

اس آیت میں اللہ تعالی نے پیغمبر ﷺ کی شاندار کامیابیوں اور لوگوں کا پیغمبر ﷺ کی طرف آنے کا سبب پیغمبر ﷺ کی عظیم جاذبیت اور بہترین اخلاق کو قرار دیا ہے، آپ کے اخلاق نے تمام لوگوں کو اپنی طرف گرویدہ کیا ہے اور اس کھلی گمراہیوں میں گرے ہوئے لوگوں کو انسانی اعلیٰ اقدار اور بلندیوں تک پہنچانے میں اور قلیل عرصے میں دین کو جزیرۃ العرب میں پھیلانے میں آپ کامیاب ہوئے اور لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے اور خود پروردگار نے آپ کی کامیابی کا قصیدہ پڑھتے ہوئے فرمایا: آپ نے دیکھا لوگ افواج ولشکر کی صورت میں جوق در جوق دین میں داخل ہو رہے ہیں اس کامیابی پر آپ خدا کی حمد وثناء کریں، جیسا کہ سورہ نصر میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

جب خدا کی طرف سے نصرت اور فتح اور کامیابی آئی ٥ اور آپ نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق دین خدا میں داخل ہو رہے ہیں ٥ پس آپ خدا کی حمد وثناء کریں اور خدا سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔

اس سورہ میں پروردگار عالم پیغمبر ﷺ کی عظیم زحمتوں اور خدمات کی شاندار کامیابی کی خوش خبری دی ہے۔

۱سورہ آل عمران آیت ۱۵۹۔

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ * وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا * فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ (النصر ۱-۲)

اور حدیث قدسی میں آپ کی فضیلت وبرتری کا راز بیان کرتے ہوئے شبِ معراج پروردگار نے فرمایا ہے: اے میرے حبیب کیا آپ کو معلوم ہے کہ کس وجہ سے میں نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت و برتری عطا کی ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے میرے خالق تو ہی بیان فرما، پروردگار نے فرمایا: آپ کی فضیلت وبرتری کا راز چار چیزوں میں ہے؛

۱- آپ سب سے زیادہ یقین کے مالک ہیں۔ ۲- آپ کا اخلاق سب سے عظیم ہے۔

۳- کائنات میں آپ سب سے زیادہ جود وسخا کے مالک ہیں۔

۴- آپ تمام مخلوقِ عالم کے لئے رحمت ہیں۔

یعنی آپ کی ذات رحمت للعالمین ہے اور یہ صفات کسی انسان میں آ جائیں تو روئے زمین پر ان کو فضیلت وبرتری مل جاتی ہے۔

آخر میں پروردگار نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص کائنات میں اوتاد (برگزیدہ اور منتخب شدہ) نہیں بنے گا مگر انہی صفات وکردار کے ذریعے سے۔

«يَا أَحْمَدُ هَلْ تَدْرِي لِأَيِّ شَيْءٍ فَضَّلْتُكَ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ قَالَ اللَّهُمَّ لَا قَالَ بِالْيَقِينِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ وَ سَخَاوَةِ النَّفْسِ وَ رَحْمَةٍ بِالْخَلْقِ وَ كَذَلِكَ أَوْتَادُ الْأَرْضِ لَمْ يَكُونُوا أَوْتَاداً إِلَّا بِهَذَا»[1]

---

[1] جواہر السنیہ، ص ۲۰۰؛ ارشاد القلوب، ج۱، ص ۲۰۵

اخلاقی کمالات اور فضائل کو سیکھنا تمام انسانوں پر واجب ولازم

حضور ﷺ نے بہترین اخلاق کو سیکھنے کا حکم دیتے ہوے اور تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کو ضروری قرار دیتے ہوے فرمایا: بہترین اخلاق کو اپنے لئے ضروری قرار دو اس لیے کہ یقیناً اس جو بہترین اخلاق کا مالک ہے وہ اہل جنت ہے اور ناپسند اور برے اخلاق سے دوری اختیار کرو اس لئے کہ بد اخلاق انسان یقیناً اہل جہنم ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ فِي الْجَنَّةِ لَا مَحَالَةَ وَ إِيَّاكُمْ وَ سُوءَ الْخُلُقِ فَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ فِي النَّارِ لَا مَحَالَةَ» [1]

چار فضائل انسانی جن کا سیکھنا ضروری ہے

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: تم سب پر اخلاقی کمالات اور خوبیوں کو سیکھنا لازم اور ضروری ہے بے شک اللہ نے مجھے اخلاقی کمالات اور خوبیوں کو تعلیم دینے کے لئے مبعوث کیا ہے اور اخلاقی کمالات میں سے ہے کہ جس نے خطا کی ہو اس سے عفو درگذر کرنا، جس نے محروم کیا ہے اسے عطا کرنا، جس نے رابطہ منقطع کیا ہے اس سے رابطہ بحال رکھنا اور جس نے عیادت نہیں کی ہے اسکی عیادت کرنا۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ)، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، فَإِنَّ اللهَ (عَزَّ وَ جَلَّ) بَعَثَنِي بِهَا، وَ إِنَّ مِنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ أَنْ يَعْفُوَ الرَّجُلُ عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَ يُعْطِيَ مَنْ حَرَمَهُ، وَ يَصِلَ مَنْ قَطَعَهُ، وَ أَنْ يَعُودَ مَنْ لَا يَعُودُهُ» [2]

---

۱ بحار الأنوار ج ۱۰؛ ص ۳۶۹

۲ الأمالي (طوسي)؛ ص ۴۷۸

مولا امیر المومنینؑ نے اخلاقی کمالات اور فضائل کو سیکھنا ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم سب پر لازم ہے کہ اخلاقی فضائل اور بزرگیوں کو سیکھو، اس لئے کہ یہ اخلاقی کمالات تمہاری رفعت وبلندیوں کا سبب ہیں اور اخلاقی پستیوں اور خامیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ یہ اخلاقی خامیاں بزرگ انسان کو پست بنادیتی ہیں اور بزرگیوں کو نابود کردیتی ہیں۔

«عن علی ع عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ فَإِنَّهَا رِفْعَةٌ وَ إِيَّاكُمْ وَ الْأَخْلَاقَ الدَّنِيَّةَ فَإِنَّهَا تَضَعُ الشَّرِيفَ وَ تَهْدِمُ الْمَجْدَ» [1]

صفات انبیاء کا سیکھنا

عبد اللہ ابن مسکان سے روایت ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمام انبیاء کو اخلاقی فضائل اور کمالات سے نوازا ہے تم لوگ اپنے نفسوں کا امتحان لو اور دیکھو کہ یہ فضائل اور صفاتِ انبیاء تم میں موجود ہیں تو خدا کا شکر کرو اور یقین رکھو کہ یہ تمہاری کامیابی کا سبب ہیں اور اگر یہ صفات تم میں نہیں ہیں تو اللہ سے ان کمالات کو طلب کرو اور ان خوبیوں کو پانے کی بہت زیادہ رغبت اور کوشش کرو، پھر ان صفاتِ انبیاء کو ذکر کرتے ہوئے دس صفات کو بیان فرمایا؛

۱-یقین ۲-قناعت ۳-صبر ۴-شکر ۵-حلم اور برداشت

۶-خوش اخلاقی ۷-سخاوت ۸-غیرت ۹-شجاعت ۱۰-مروت

اور بعض نے مزید دو صفات کا اضافہ کیا ہے؛

۱-صداقت ۲-امانت داری۔

---

[1] تحف العقول؛ ص ۲۱۵

یہ صفاتِ انبیاء ہیں جن کا سیکھنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْكَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَصَّ رُسُلَهُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ فَامْتَحِنُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنْ كَانَتْ فِيكُمْ فَاحْمَدُوا اللهَ وَ اعْلَمُوا أَنَّ ذَلِكَ مِنْ خَيْرٍ وَ إِنْ لَا تَكُنْ فِيكُمْ فَاسْأَلُوا اللهَ وَ ارْغَبُوا إِلَيْهِ فِيهَا قَالَ فَذَكَرَهَا عَشَرَةً الْيَقِينَ وَ الْقَنَاعَةَ وَ الصَّبْرَ وَ الشُّكْرَ وَ الْحِلْمَ وَ حُسْنَ الْخُلُقِ وَ السَّخَاءَ وَ الْغَيْرَةَ وَ الشَّجَاعَةَ وَ الْمُرُوءَةَ قَالَ وَ رَوَى بَعْضُهُمْ بَعْدَ هَذِهِ الْخِصَالِ الْعَشَرَةِ وَ زَادَ فِيهَا الصِّدْقَ وَ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ» [۱]

اخلاقی فضائل وکمالات رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں

مولائے کائناتؑ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اخلاقی فضائل اور کمالات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کلام میں صداقت، غریبوں کی خدمت، لوگوں پر اعتماد، رشتے داروں سے رابطہ رکھنا، امانت کی ادائیگی، ہمسایوں کا خیال رکھنا، دوستوں کا احترام کرنا اور مہمان نوازی کرنا اخلاقی فضائل میں سے ہیں۔

اس روایت میں آٹھ صفات کو انسانوں کے لئے کمال وبرتری کا سبب قرار دیا ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ إِنَّ مِنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ صِدْقَ الْحَدِيثِ وَ إِعْطَاءَ السَّائِلِ وَ صِدْقَ النَّاسِ وَ صِلَةَ الرَّحِمِ وَ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ وَ التَّذَمُّمَ لِلْجَارِ وَ التَّذَمُّمَ لِلصَّاحِبِ وَ إِقْرَاءَ الضَّيْفِ» [۲]

حضور ﷺ نے مولائے کائنات سے فرمایا: اے علی تین چیزیں اخلاقی کمالات میں سے ہیں، تین

۱الکافی،ج ۲،ص ۵۶

۲الجعفریات ص ۱۵۱

چیزیں باعثِ نجات ہیں اور تین چیزیں اعمال کی سردار ہیں؛ وہ تین چیزیں جو کمالات ہیں یہ ہیں؛

۱-اس سے رابطہ رکھو جو تم سے رابطہ منقطع کردے۔

۲-اُسے عطا کرو جس نے تمہیں محروم رکھا ہو۔

۳-اُسے معاف کردو جس نے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہو۔

اور وہ تین چیزیں جو باعثِ نجات ہیں یہ ہیں؛

۱-زبان کی حفاظت کرو۔

۲-اپنی خطاؤں اور گناہوں پر گریہ کرو۔

۳-اپنے گھر کو وسیع کرو۔(یعنی گھر والوں پر توجہ دو)

اور وہ تین چیزیں جو اعمال کی سردار ہیں یہ ہیں؛

۱-اپنی ذات سے لوگوں کے لئے انصاف فراہم کرو۔

۲-برادرانِ دینی کی اللہ کی خاطر مدد کرو۔

۳-ہمیشہ یادِ الٰہی اور ذکرِ خدا میں مشغول رہو۔

•عن النبی ص يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ مِنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَ تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَ تَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ تَكُفُّ لِسَانَكَ وَ تَبْكِي عَلَى خَطِيئَتِكَ وَ يَسَعُكَ بَيْتُكَ يَا عَلِيُّ سَيِّدُ الْأَعْمَالِ ثَلَاثُ خِصَالٍ إِنْصَافُكَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ وَ مُسَاوَاةُ

[مُوَاسَاةُ] الْأَخِ فِي اللهِ وَ ذِكْرُ اللهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ»[۱]

اخلاقی فضائل وکمالات امیر المؤمنینؑ کی نگاہ میں

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تمام فضائل کی اساس اور بنیاد غصے پر قابو پانا اور خواہشات نفسانی پر کنٹرول کرنا ہے۔

«عن علی ع رَأْسُ الْفَضَائِلِ مِلْكُ الْغَضَبِ وَ إِمَاتَةُ الشَّهْوَةِ»[۲]

امیر المومنین ع نے فرمایا اخلاقی کمالات ۱۰ ہیں اور ان کمالات کو حاصل کرنے کی کوشش کرو ان کمالات میں سے لوگوں پر اعتماد کرنا اور صداقت اور سچائی سے پیش آنا امانت داری رشتہ داروں سے رابطہ رکھنا اور مہمان نوازی کرنا غریبوں کو کھانا کھلانا نیکیوں کا بدلہ نیکیوں سے دینا ہمسایوں اور دوستوں کا خیال رکھنا ان تمام فضائل کی بنیاد شرم وحیا ہے۔

«وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْمَكَارِمُ عَشْرٌ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ فِيكَ فَلْتَكُنْ: صِدْقُ النَّاسِ وَ صِدْقُ اللِّسَانِ، وَ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ، وَ صِلَةُ الرَّحِمِ، وَ إِقْرَاءُ الضَّيْفِ، وَ إِطْعَامُ السَّائِلِ، وَ الْمُكَافَاةُ عَلَى الصَّنَائِعِ، وَ التَّذَمُّمُ لِلْجَارِ، وَ التَّذَمُّمُ لِلصَّاحِبِ، وَ رَأْسُهُنَّ الْحَيَاءُ»[۳]

اخلاقی فضائل وکمالات امام صادقؑ کی نگاہ میں

حماد بن عثمان سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت امام صادقؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی

۱تحف العقول ص ۷

۲عیون الحکم ص ۲۶۳

۳ھدایۃ الامۃ ج-۵؛ ص ۵۳۷

اے فرزندِ رسول ﷺ مجھے اخلاقی فضائل وکمالات سے باخبر کیجئے، آپؑ نے فرمایا: اخلاقی فضائل و کمالات چار چیزیں ہیں؛

۱-اُسے معاف کرو جو تمہارے ساتھ ناانصافی کرے۔

۲-اُس سے رابطہ برقرار کرو جس نے تم سے رابطہ منقطع کر دیا ہے۔

۳-اُس کو عطا کرو جس نے تم کو محروم رکھا ہے۔

۴-ہمیشہ حق بات کرو اگرچہ وہ تمہارے نقصان میں ہی کیوں نہ ہو۔

«عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع فَقَالَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ أَخْبِرْنِي بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ فَقَالَ الْعَفْوُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَ صِلَةُ مَنْ قَطَعَكَ وَ إِعْطَاءُ مَنْ حَرَمَكَ وَ قَوْلُ الْحَقِّ وَ لَوْ عَلَى نَفْسِكَ» ۱

جراح مدائنی سے روایت ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اخلاقی کمالات و بزرگیوں سے آشنا کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں، آپؑ نے فرمایا: اخلاقی کمالات یہ ہیں؛

۱-لوگوں سے عفو و درگزر کرنا۔

۲-لوگوں کی مالی مدد کرنا۔

۳-ہمیشہ یادِ الٰہی اور ذکرِ خدا میں مشغول رہنا۔ (یعنی کبھی بھی خدا کو فراموش نہ کرنا اور ہمیشہ اطاعتِ الٰہی میں رہنا)۔

«عَنْ جَرَّاحٍ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ ع أَ لَا أُحَدِّثُكَ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ قُلْتُ

۱معاني الأخبار ص ۱۹۱

بَلَى قَالَ الصَّفْحُ عَنِ النَّاسِ وَ مُوَاسَاةُ الرَّجُلِ أَخَاهُ فِي مَالِهِ وَ ذِكْرُ اللهِ كَثِيراً[1]

جناب مفضل سے روایت ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے اخلاقی فضائل وکمالات کو حاصل کرنے کی سفارش اور تاکید کرتے ہوے فرمایا: تم لوگوں پر ضروری ہے کہ اخلاقی کمالات وفضائل کو سیکھو، اس لیئے کہ اللہ تعالی اخلاقی کمالات کو پسند کرتا ہے اور اخلاقی خامیوں اور ناپسندیدہ افعال سے خود کو بچاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرتا ہے، تم لوگوں پر ہمیشہ قرآن کی تلاوت کرنا ضروری ہے اس لئے کہ آخرت کے درجات قرآنِ پاک کی تلاوت کے حساب سے ملیں گے، لہذا جتنی آیات کی تلاوت کروگے قیامت کے دن آیات کے حساب سے درجات بلند ہوں گے، تم لوگوں کے لیئے خوش اخلاقی کا اپنانا ضروری ہے اس لئے کہ خوش اخلاقی انسان کو دن بھر روزہ اور رات بھر عبادت کرنے والے کا مقام دلاتی ہے اور ہمسایوں کے ساتھ خوش اسلوبی اور نیکی سے پیش آؤ یہ حکم خدا ہے اور ہمیشہ مسواک کرو یہ دانتوں کی پاکیزگی اور بہترین سنت ہے اور تم لوگوں پر فرائض کی ادائیگی اور تمام محرمات سے اجتناب ضروری ہے۔

«عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع أَنَّهُ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّهَا وَ إِيَّاكُمْ وَ مَذَامَّ الْأَفْعَالِ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُبْغِضُهَا وَ عَلَيْكُمْ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ عَلَى عَدَدِ آيَاتِ الْقُرْآنِ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لِقَارِئِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَ ارْقَ فَكُلَّمَا قَرَأَ آيَةً رَقِيَ دَرَجَةً وَ عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّهُ يَبْلُغُ بِصَاحِبِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَ عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْجِوَارِ فَإِنَّ اللهَ أَمَرَ بِذَلِكَ وَ عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ فَإِنَّهَا مَطْهَرَةٌ وَ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ وَ عَلَيْكُمْ بِفَرَائِضِ اللهِ فَأَدُّوهَا وَ عَلَيْكُمْ بِمَحَارِمِ اللهِ فَاجْتَنِبُوهَا»[2]

۱معاني الأخبار ص ۱۹۱۔

۲الأمالي (صدوق)؛ ص ۳۵۹

دنیا و آخرت میں خوش اخلاقی کے اہم ترین فوائد و آثار

اہل بیتؑ کی تعلیمات اور روایات میں صرف اخلاقی فضائل و کمالات کو سیکھنے کی تاکید وسفارش ہی نہیں ہوئی بلکہ اس تاکید وسفارش کے ساتھ ساتھ ان کے دنیاوی واخروی عظیم فوائد، آثار اور نتائج کو بھی ذکر کیا ہے، کہ جن فوائد و آثار میں سے چند اہم ترین کو روایات کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ مومنین ان عظیم فوائد و آثار کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

۱۔سعادت دارین

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العالمین کی جانب سے جبرائیل امین مجھ پر نازل ہوئے اور یہ پیغام الٰہی پہنچایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ خوش اخلاقی کو اپنے لیئے ضروری قرار دو، اس لیئے کہ خوش اخلاقی دنیاو آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت ہے اور بد اخلاقی دنیاو آخرت دونوں کو نابود کرتی ہے۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں میں سے وہ شخص مجھ سے زیادہ شباہت رکھتا ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص ...إِنَ جَبْرَئِيلَ الرُّوحَ الْأَمِينَ نَزَلَ عَلَيَّ مِنْ عِنْدِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ يَذْهَبُ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ أَلَا وَ إِنَّ أَشْبَهَكُمْ بِي أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً»[۱]

ایک اور مقام پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص چار چیزیں نصیب ہو جائیں تو گویا اُسے دنیاو

---

[۱] الامالي (صدوق) ص ۲۷۰

آخرت دونوں کی کامیابی وسعادت حاصل ہو گئی اور اس نے دونوں جہانوں سے اپنا حصہ پالیا ہے؛

۱- ایسا تقویٰ جو اُسے تمام حرام کاموں سے بچالے۔

۲- ایسا پسندیدہ اخلاق جس کے ذریعے وہ لوگوں کے ساتھ بہترین زندگی گزارے۔

۳- ایسا حلم اور برداشت جس کے ذریعے وہ جاہلوں کی جہالت کو دور کرے۔

۴- ایسی نیک وصالح بیوی جو اس کی دنیوی واخروی امور میں مدد کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعَ خِصَالٍ فِي الدُّنْيَا، فَقَدْ أُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَ فَازَ بِحَظِّهِ مِنْهُمَا: وَرَعٌ يَعْصِمُهُ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ، وَ حُسْنُ خُلُقٍ يَعِيشُ بِهِ فِي النَّاسِ، وَ حِلْمٌ يَدْفَعُ بِهِ جَهْلَ الْجَاهِلِ، وَ زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ تُعِينُهُ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»[1]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے خوش اخلاقی کو دنیاو آخرت دونوں کی سعادت وخوش بختی کی ضمانت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو کچھ دنیاو آخرت دونوں میں سعادت وخوش بختی عطا کی ہے وہ بہترین اخلاق اور نیک نیتی کی وجہ سے عطا ہوئی ہے۔

«مَا أَعْطَى اللهُ سُبْحَانَهُ الْعَبْدَ شَيْئاً مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ إِلَّا بِحُسْنِ خُلُقِهِ وَ حُسْنِ نِيَّتِهِ»[2]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: خوش اخلاقی انسان کی دنیاو آخرت دونوں میں سعادت

۱الأمالي (طوسي) ص ۵۷۷

۲عیون الحکم ص ۴۸۳

اور خوشبختی کا جبکہ بد اخلاقی دنیاو آخرت دونوں میں شقاوت وبدبختی کا سبب ہے۔

«قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ مِنْ شَقَاوَتِهِ سُوءُ الْخُلُقِ» [1]

۲۔دوستوں کی کثرت اور الفت کا سبب

مولائے کائناتؑ نے خوش اخلاقی کے دنیاو آخرت میں اہم ترین فوائد و آثار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس کا اخلاق پسندیدہ ہو گا اس کے چاہنے والے اور اس سے محبت کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے۔

«مَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ كَثُرَ مُحِبُّوهُ وَ أَنِسَتِ النُّفُوسُ بِهِ» [2]

۳۔باعثِ محبت ورفاقت

مولا علیؑ نے فرمایا: سب سے زیادہ کشش اور محبت کا سبب سخاوت، رفاقت ونرمی اور حسن خلق ہے۔

«مَا اسْتُجْلِبَتِ الْمَحَبَّةُ بِمِثْلِ السَّخَاءِ وَ الرِّفْقِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ» [3]

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بہترین اخلاق رزق کی فراوانی اور دوستی کی اُنس و محبت کا سبب ہے۔

«حُسْنُ الْأَخْلَاقِ يُدِرُّ الْأَرْزَاقَ وَ يُونِسُ الرِّفَاقَ» [4]

۱نہج الفصاحۃ؛ص ۷۷۳

۲غرر الحکم ص ۲۵۵

۳غرر الحکم ص ۲۵۵

۴غرر الحکم ص ۲۵۵

حضرت امام صادقؑ نے جناب مفضّل سے فرمایا: اے مفضّل کوئی شخص اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک عقل سے کام نہ لے... خوش اخلاقی الفت ومحبت کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے... اور اگر تم دونوں جہانوں کی بزرگی اور کامیابی کو پانا چاہتے ہو تو پسندیدہ صفات اور خوش اخلاقی کو اپناؤ اور اگر دونوں جہانوں میں تحقیر وتوہین چاہتے ہو تو بد اخلاقی اختیار کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يَا مُفَضَّلُ لاَ يُفْلِحُ مَنْ لاَ يَعْقِلُ ... وَ حُسْنُ الْخُلُقِ مَجْلَبَةٌ لِلْمَوَدَّةِ ... وَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُكْرَمَ فَلِنْ وَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُهَانَ فَاخْشُنْ»[1]

۴۔پسندیدہ زندگی

مولا علیؑ نے فرمایا: بہترین اخلاق پسندیدہ زندگی کا سبب ہے۔

«بِحُسْنِ الأَخْلاَقِ يَطِيبُ الْعَيْشُ»[2]

مولا علیؑ نے فرمایا: جس کا اخلاق پسندیدہ ہو اس کی زندگی اچھی ہو جاتی ہے۔

«مَنْ حَسُنَتْ خَلِيقَتُهُ طَابَتْ عِشْرَتُهُ»[3]

۵۔زندگی کے خوشگوار اور شیریں ہونے کا سبب

مولا علیؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی زندگی کو گوارا اور شرین بناتی ہے۔

«لَا عَيْشَ أَهْنَأُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ»[4]

۱الکافی، ج۱، ص۲۶
۲غرر الحکم ص۲۵۵
۳غرر الحکم ص۲۵۵
۴غرر الحکم ص۲۵۵

۶ ۔پر سکون زندگی کا سبب

مولا علیؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی اور اچھی نیت سے انسان ہر اُس چیز کو حاصل کر سکتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے، چاہے وہ زندگی میں سکون ہو، رزق میں وسعت ہو یا پاکیزہ زندگی ہو۔

«وُصُولُ الْمَرْءِ إِلَى كُلِّ مَا يَبْتَغِيهِ مِنْ طِيبِ عَيْشِهِ وَ أَمْنِ سَرْبِهِ وَ سَعَةِ رِزْقِهِ بِحُسْنِ نِيَّتِهِ وَ سَعَةِ خُلُقِهِ» ۱

۷ ۔رزق میں وسعت وفراوانی کا سبب

مولا علیؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی رزق کی فراوانی دوستوں کے درمیان اُنس ومحبت کا سبب ہے۔

«بِحُسْنِ الْأَخْلَاقِ تُدَرُّ الْأَرْزَاقُ» ۲

«حُسْنُ الْأَخْلَاقِ يُدِرُّ الْأَرْزَاقَ وَ يُونِسُ الرِّفَاقَ» ۳

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اخلاق کی وسعت میں رزق کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

«فِي سَعَةِ الْأَخْلَاقِ كُنُوزُ الْأَرْزَاقِ» ۴

۸ ۔رفعت وبلندی کا سبب

مولا امیر المومنینؑ نے اخلاقی کمالات اور فضائل کو سیکھنا ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم سب پر لازم ہے کہ اخلاقی فضائل اور بزرگیوں کو سیکھو، اس لئے کہ یہ اخلاقی کمالات تمہاری رفعت وبلندیوں کا

۱غرر الحکم ص۲۵۵

۲غرر الحکم ص۲۵۵

۳غرر الحکم ص۲۵۵

۴غرر الحکم ص۲۵۵

سبب ہیں اور اخلاقی پستیوں اور خامیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ یہ اخلاقی خامیاں بزرگ انسان کو پست بنادیتی ہیں اور بزرگیوں کو نابود کردیتی ہیں۔

«عن علی ع عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ فَإِنَّهَا رِفْعَةٌ وَ إِيَّاكُمْ وَ الْأَخْلَاقَ الدَّنِيَّةَ فَإِنَّهَا تَضَعُ الشَّرِيفَ وَ تَهْدِمُ الْمَجْدَ» ۱

مولا علیؑ نے فرمایا: کس قدر پست وحقیر لوگوں کو خوش اخلاقی نے رفعت وبلندی عطا کی ہے۔

«كَمْ مِنْ وَضِيعٍ رَفَعَهُ حُسْنُ خُلُقِهِ» ۲

۹-گشائش وآسانی کا سبب

مولا علیؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی مشکلات کو آسان کردیتی ہے۔

«مَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ سَهُلَتْ لَهُ طُرُقُه» ۳

۱۰-آبادی وبرکت کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی شہروں کی آبادی اور عمر میں اضافے کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ ع قَالَ: الْبِرُّ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ وَ يَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَارِ» ۴

۱تحف العقول؛ ص ۲۱۵
۲غرر الحکم ص ۲۵۵
۳غرر الحکم ص ۲۵۵
۴الکافی ج ۲ ص ۱۰۰ .

۱۱۔ گناہوں کی نابودی کا سبب

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی گناہوں کو اس طرح نابود کر دیتی ہے جس طرح تیز دھوپ برف کو نابود کر دیتی ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع أَوْحَى اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِلَى بَعْضِ أَنْبِيَائِهِ ع الْخُلُقُ الْحَسَنُ يُمِيثُ الْخَطِيئَةَ كَمَا تُمِيثُ الشَّمْسُ الْجَلِيدَ» [1]

۱۲۔ گناہوں کی بخشش اور خشنودی پروردگار کا سبب

حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے کہ: جس انسان میں چار صفات موجود ہوں اس کا دین کامل ہے اور اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اگرچہ سراپا گناہ ہی کیوں نہ ہو اور یہ شخص اللہ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے راضی ہو گا، وہ چار صفات یہ ہیں:

۱۔ جو حق الناس اس پر ہے وہ ادا کرے۔

۲۔ تمام انسانوں کے ساتھ صداقت اور سچائی سے پیش آئے۔

۳۔ جو چیزیں خدا اور لوگوں کے نزدیک قبیح وناپسند ہیں ان سے شرم وحیا کرے۔

۴۔ گھر والوں اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ رَحِمَهُ اللهُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَمَلَ إِسْلَامُهُ وَ أُعِينَ عَلَى إِيمَانِهِ وَ مُحِّصَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَ لَقِيَ رَبَّهُ وَ هُوَ عَنْهُ رَاضٍ - وَ لَوْ كَانَ فِيمَا بَيْنَ قَرْنِهِ إِلَى قَدَمِهِ ذُنُوبٌ حَطَّهَا اللهُ عَنْهُ وَ هِيَ الْوَفَاءُ بِمَا يَجْعَلُ لِلَّهِ

۱۔ الکافی ج ۲؛ ص ۱۰۰

عَلَى نَفْسِهِ وَ صِدْقُ اللِّسَانِ مَعَ النَّاسِ وَ الْحَيَاءُ مِمَّا يَقْبُحُ عِنْدَ اللهِ وَ عِنْدَ النَّاسِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ مَعَ الْأَهْلِ وَ النَّاسِ»[1]

۱۳۔ خوش اخلاق انسان کو رسولِ اکرم ﷺ کی طرف سے جنت کی ضمانت

حضور ﷺ کی خدمت میں ایک گروہ آیا اور آپ سے عرض کی آپ ہمیں جنت کی ضمانت دیں، آپؐ نے ان کے جواب میں فرمایا: تم لوگ مجھے ۶ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱۔جب گفتگو کرو تو جھوٹ نہ بولو ۲۔وعدہ کرو تو مخالفت نہ کرو

۳۔امانت میں خیانت نہ کرو ۴۔نگاہوں کو گناہوں سے روکو

۵۔شرمگاہوں کو بے عفتی اور گناہوں سے روکو ۶۔ہاتھ اور زبان کو گناہ اور ظلم سے روکو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص تَقَبَّلُوا لِي بِسِتٍّ أَتَقَبَّلْ لَكُمْ بِالْجَنَّةِ إِذَا حَدَّثْتُمْ فَلَا تَكْذِبُوا وَ إِذَا وَعَدْتُمْ فَلَا تُخْلِفُوا وَ إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ فَلَا تَخُونُوا وَ غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَ احْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَ أَلْسِنَتَكُمْ»[2]

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرزندانِ عبد المطلب کو جمع کیا اور یہ پیغام دیا کہ اے فرزندانِ عبد المطلب سب کو سلام کیا کرو، صلہ رحمی کا فریضہ انجام دیا کرو، جب سب سو جائیں تو نمازِ شب ادا کیا کرو، لوگوں کو کھانا کھلایا کرو اور لوگوں سے پسندیدہ کلام کیا کرو، اگر ایسا

---

[1] امالی مفید، ص ۱۶۶؛ امالی طوسی، ص ۱۸۹

[2] الخصال ج ۱ ص ۳۲۱

کروگے تو سکون کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ گے۔

«عَنْ سَمَاعَةَ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللهِ ص بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَفْشُوا السَّلَامَ وَ صِلُوا الْأَرْحَامَ وَ تَهَجَّدُوا وَ النَّاسُ نِيَامٌ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ أَطِيبُوا الْكَلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ»[۱]

سرور کائنات ﷺ نے خوش اخلاق انسان کے لئے جنت کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا: تین اشخاص کے لئے میں جنت میں اعلیٰ درجے کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱۔ وہ شخص جو کسی سے لڑائی اور جھگڑا نہ کرے اگرچہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ وہ شخص جو کسی سے جھوٹ نہ بولے اگرچہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ وہ شخص جو پسندیدہ اور بہترین اخلاق کا مالک ہو۔

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ وَ بَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ وَ بَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ إِنْ كَانَ مُحِقّاً وَ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَ إِنْ كَانَ هَازِلاً وَ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ»[۲]

۱۴۔ خوش اخلاقی میزان میں سب سے سنگین ترین عمل

حضور ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت میزانِ عمل میں خوش اخلاقی سب سے سنگین ترین اور افضل ترین عمل ہوگا۔

۱۔ المحاسن؛ ج۲؛ ص ۳۸۷

۲۔ الخصال ج۱ ص ۱۴۴

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَا يُوضَعُ فِي مِيزَانِ امْرِئٍ- يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَفْضَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ»[۱]

۱۵-خوش اخلاقی کمالِ ایمان کی نشانی

حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: چار صفات جس انسان میں ہیں اس کا ایمان کامل ہے اگر چہ وہ سراپا گناہ ہی کیوں نہ ہو۔

۱-صداقت اور سچائی ۲-شرم اور حیا

۳-امین اور امانتدار ۴-خوش اخلاقی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَمَلَ إِيمَانُهُ وَ إِنْ كَانَ مِنْ قَرْنِهِ إِلَى قَدَمِهِ- ذُنُوباً لَمْ يَنْقُصْهُ ذَلِكَ قَالَ وَ هُوَ الصِّدْقُ وَ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَ الْحَيَاءُ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ»[۲]

اور رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مومنین میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین درجے پر وہ شخص فائز ہے جو سب سے زیادہ نیک اخلاق کا مالک ہو۔

«وَ قَالَ ص إِنَّ أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَاناً أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقاً»[۳]

۱۶-اعلیٰ علیین میں مقام پانے کا سبب

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: چار صفات جس کسی میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اُس کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرتا ہے جو شرافت وفضیلت میں سب سے عظیم مقام ہے، وہ صفات یہ ہیں:

۱الکافی ج ۲: ص ۹۹

۲ تحف العقول، ص ۳۶۹

۳تحف العقول ص ۴۷

۱- مہربان باپ کی طرح یتیم کی سرپرستی انجام دینا۔

۲- کمزور وضعیف انسانوں پر رحم کرنا اور ان کی مدد وکفالت کرنا۔

۳- جو اپنے والدین کی خدمت کرے اور کبھی ان کو پریشان ہونے نہ دے۔

۴- جو اپنے ماتحت افراد کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش نہ آئے اور ان کی مدد کرے اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرے جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ اَلْبَاقِرِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: ... وَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ مِنَ اَلْمُؤْمِنِينَ أَسْكَنَهُ اَللهُ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ فِي غُرَفٍ فَوْقَ غُرَفٍ فِي مَحَلِّ اَلشَّرَفِ كُلِّ اَلشَّرَفِ مَنْ آوَى اَلْيَتِيمَ وَ نَظَرَ لَهُ فَكَانَ لَهُ أَباً رَحِيماً وَ مَنْ رَحِمَ اَلضَّعِيفَ وَ أَعَانَهُ وَ كَفَاهُ وَ مَنْ أَنْفَقَ عَلَى وَالِدَيْهِ وَ رَفَقَ بِهِمَا وَ بَرَّهُمَا وَ لَمْ يَحْزُنْهُمَا وَ مَنْ لَمْ يَخْرَقْ بِمَمْلُوكِهِ وَ أَعَانَهُ عَلَى مَا يُكَلِّفُهُ - وَ لَمْ يَسْتَسْعِهِ فِيمَا لاَ يُطِيقُ»

۱۷- خوش اخلاقی کی وجہ سے گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: چار صفات جس انسان میں ہیں اللہ تعالی اس شخص کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے اگرچہ سراپا گناہ ہی کیوں نہ ہو؛

۱- صداقت اور سچائی ۲- شرم اور حیا

۳- خوش اخلاقی ۴- خدا کی بے شمار نعمتوں پر شکر گذار ہونا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللهِ ص أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَ كَانَ مِنْ قَرْنِهِ إِلَى قَدَمِهِ ذُنُوباً بَدَّلَهَا اَللهُ حَسَنَاتٍ اَلصِّدْقُ وَ اَلْحَيَاءُ وَ حُسْنُ اَلْخُلُقِ وَ اَلشُّكْرُ» ۱

---

۱ الکافی ج ۲؛ ص ۱۰۷

۱۸-خوش اخلاقی جنت میں جانے کا سبب

حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے اکثریت تقویٰ الٰہی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے جنت میں جائے گی۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَكْثَرُ مَا تَلِجُ بِهِ أُمَّتِي الْجَنَّةَ تَقْوَى اللهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ»[۱]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، تم سب آگاہ رہو اس پیغام سے کہ تم سب پروردگار کی عبادت وبندگی کرو، پانچ وقت کی نمازیں پڑھو، رمضان کا روزہ رکھو، حج کا فریضہ انجام دو، خوشی سے زکات دیا کرو کیونکہ یہ تمہارے نفسوں کی طہارت ہے اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرتے رہو، ایسا کروگے تو تم سب پروردگار کی جنت میں چلے جاوگے۔

«مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالا سَمِعْنَا أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَ لَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَ صَلُّوا خَمْسَكُمْ وَ صُومُوا شَهْرَكُمْ وَ حُجُّوا بَيْتَ رَبِّكُمْ وَ أَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَ أَطِيعُوا وُلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ»[۲]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے بہترین اخلاق کو سیکھنے کا حکم دیتے ہوے اور تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کو ضروری قرار دیتے ہوے فرمایا: بہترین اخلاق کو اپنے لئے ضروری قرار دو اس لیے کہ یقیناً اس جو بہترین اخلاق کا مالک ہے وہ اہل جنت ہے اور ناپسند اور برے اخلاق سے دوری اختیار کرو اس لئے

۱الکافی ج۲ ص۱۰۰

۲الخصال ،ج۱، ص۳۲۲

کہ بد اخلاق انسان یقیناً اہل جہنم ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ فِي الْجَنَّةِ لَا مَحَالَةَ وَ إِيَّاكُمْ وَ سُوءَ الْخُلُقِ فَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ فِي النَّارِ لَا مَحَالَةَ»[۱]

حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ مولائے کائنات لوگوں کو ہمیشہ یہ پیغام دیتے تھے کہ کسی پر غصہ نہ کرو، کسی کو غصہ نہ دلاؤ، سب لوگوں کو سلام کرو، پسندیدہ گفتگو کرو اور جب سب سو جائیں تو نمازِ شب ادا کرو، اگر ایسا کروگے تو سکون کے ساتھ جنت میں جاؤگے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع..ثُمَّ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ لَا تَغْضَبُوا وَ لَا تُغْضِبُوا أَفْشُوا السَّلَامَ وَ أَطِيبُوا الْكَلَامَ وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ثُمَّ تَلَا عَلِيٌّ قَوْلَ اللهِ ﴿السَّلامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ﴾»[۲]

۱۹۔خوش اخلاقی انسان کو مجاہد کا مقام دلاتی ہے

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی خوش اخلاقی کی وجہ سے صبح و شام جہاد کرنے والے کا ثواب اور مقام عطا کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لَيُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الثَّوَابِ عَلَى حُسْنِ الْخُلُقِ كَمَا يُعْطِي الْمُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ يَغْدُو عَلَيْهِ وَ يَرُوحُ»[۳]

۱بحار الأنوار ج۱۰؛ص۳۶۹

۲مشكاة الأنوار ص۱۹۷

۳الكافي ج۲؛ص۱۰۱

۲۰-افضل ترین انسان بننے کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: تم لوگوں میں سے افضل ترین انسان وہ شخص ہے جو سب سے بہترین اخلاق کا مالک ہے، لوگوں کے ساتھ تواضع سے پیش آتا ہے، لوگوں سے محبت کرتا ہے اور لوگوں سے محبت لیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَفَاضِلُكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقاً الْمُوَطَّئُونَ أَكْنَافاً الَّذِينَ يَأْلَفُونَ وَ يُؤْلَفُونَ وَ تُوَطَّأُ رِحَالُهُمْ» [1]

۲۱ – خوش اخلاقی اہل جنت کی نشانی

عبد اللہ ابن سنان نے حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اہل جنت کی چار نشانیاں ہیں؛

۱-خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی　　۲-پاکیزہ زبان

۳-مہربان دل　　۴-سخاوت دینے والا ہاتھ۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ)، قَالَ: إِنَّ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ [أَرْبَعَ عَلَامَاتٍ وَجْهٍ مُنْبَسِطٍ وَ لِسَانٍ لَطِيفٍ وَ قَلْبٍ رَحِيمٍ وَ يَدٍ مُعْطِيَةٍ]» [2]

۲۲ – دنیا و آخرت کی کامیابی کا سبب

دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے مولا علیؑ کی اہم نصیحتیں؛

---

۱ الکافی ج۲: ص۱۰۲

۲ الأمالي (طوسي) ص ۶۸۳

جنابِ نوف بکالی سے روایت ہے کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں وارد ہوا، آپؑ مسجدِ کوفہ میں تشریف فرما تھے، میں نے مولا کو سلام کیا اور فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے مولا سے عرض کیا: مجھے نصیحت کیجئے، مولا نے فرمایا: اے نوف لوگوں پر احسان کرو تاکہ تم پر احسان کیا جائے، لوگوں پر رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، لوگوں کو نیکی سے یاد کرو تاکہ تمہیں نیکی سے یاد کیا جائے، اے نوف غیبت سے پرہیز کرو کیونکہ غیبت جہنمی کتوں کی غذا ہے، اے نوف جھوٹا ہے وہ شخص جو خود کو حلال زادہ سمجھتا ہے درحالانکہ غیبت کے ذریعے لوگوں کا گوشت کھاتا ہے اور مجھ سے اور دیگر اماموں سے جو میری اولاد میں سے ہیں بغض وعداوت رکھتا ہے اور وہ شخص جو زنا ومعصیتِ پروردگار سے دوری اختیار نہ کرے، اے نوف صلہ رحمی کرتے رہنا تاکہ اللہ تمہاری عمر میں اضافہ کرے، بہترین اخلاق کو اپناؤ تاکہ اللہ تمہارے حساب کو آسان کردے، اے نوف اگر تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ محشور ہو جاؤ تو کسی ظالم کی مدد نہ کرنا، جو ہم سے محبت کرے قیامت کے دن ہم آلِ محمدؐ کے ساتھ محشور ہوگا کیونکہ اگر انسان ایک پتھر سے بھی محبت کرے تو اللہ قیامت کے دن اُس شخص کو اسی کے ساتھ محشور کرے گا، اے نوف خبردار اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے آراستہ اور بہتر نہ دکھاؤ جبکہ خدا کے ساتھ گناہ کرکے جنگ کرتے ہو اگر ایسا کروگے تو اللہ روزِ قیامت رسوا کرے گا، اے نوف میری نصیحتوں کو یاد کرو اور اس پر عمل کرو تاکہ دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی کو حاصل کرو۔

مولائے کائناتؑ کا یہ کلام ایک ایسا جامع وکامل ضابطہ حیات اور آئینِ زندگی ہے کہ جس آئین پر عمل کرنا مولاؑ کے فرمان کے مطابق دونوں جہانوں کی سعادت وخوش بختی کی ضمانت ہے۔

«عَنْ نَوْفِ الْبِكَالِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ص وَ هُوَ فِي رَحْبَةِ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ فَقَالَ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا نَوْفُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِظْنِي فَقَالَ يَا نَوْفُ أَحْسِنْ يُحْسَنْ إِلَيْكَ فَقُلْتُ زِدْنِي

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ يَا نَوْفُ ارْحَمْ تُرْحَمْ فَقُلْتُ زِدْنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ يَا نَوْفُ قُلْ خَيْراً تُذْكَرْ بِخَيْرٍ فَقُلْتُ زِدْنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ اجْتَنِبِ الْغِيبَةَ فَإِنَّهَا إِدَامُ كِلَابِ النَّارِ ثُمَّ قَالَ يَا نَوْفُ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ وُلِدَ مِنْ حَلَالٍ وَ هُوَ يَأْكُلُ لُحُومَ النَّاسِ بِالْغِيبَةِ وَ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ وُلِدَ مِنْ حَلَالٍ وَ هُوَ يُبْغِضُنِي وَ يُبْغِضُ الْأَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِي وَ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ وُلِدَ مِنْ حَلَالٍ وَ هُوَ يُحِبُّ الزِّنَاءَ وَ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَعْرِفُ اللهَ وَ هُوَ مُجْتَرِئٌ عَلَى مَعَاصِي اللهِ كُلَّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ يَا نَوْفُ اقْبَلْ وَصِيَّتِي لَا تَكُونَنَّ نَقِيباً وَ لَا عَرِيفاً وَ لَا عَشَّاراً وَ لَا بَرِيداً يَا نَوْفُ صِلْ رَحِمَكَ يَزِيدُ اللهُ فِي عُمُرِكَ وَ حَسِّنْ خُلُقَكَ يُخَفِّفِ اللهُ حِسَابَكَ يَا نَوْفُ إِنْ سَرَّكَ أَنْ تَكُونَ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا تَكُنْ لِلظَّالِمِينَ مُعِيناً يَا نَوْفُ مَنْ أَحَبَّنَا كَانَ مَعَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَحَبَّ حَجَراً لَحَشَرَهُ اللهُ مَعَهُ يَا نَوْفُ إِيَّاكَ أَنْ تَتَزَيَّنَ لِلنَّاسِ وَ تُبَارِزَ اللهَ بِالْمَعَاصِي فَيَفْضَحَكَ اللهُ يَوْمَ تَلْقَاهُ يَا نَوْفُ احْفَظْ عَنِّي مَا أَقُولُ لَكَ تَنَلْ بِهِ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»[1]

۲۳ ۔شہادت اور حُسنِ عاقبت کا سبب

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بہت سارے مشرکین اسیر کرکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو قتل کرنے کا حکم دیا صرف ان میں سے ایک مشرک کو چھوڑ دیا، جب مشرک نے آپ سے سوال کیا کہ مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے خدا کی طرف سے خبر دی ہے کہ تم میں پانچ پسندیدہ صفات موجود ہیں جنہیں اللہ اور رسولؐ پسند کرتے ہیں، تم اپنے ناموس پر شدید غیرت رکھتے ہو، بہت سخاوت کے مالک ہو، بہترین اخلاق کے مالک ہو، صداقت وسچائی کے مالک ہو اور شجاعت کے مالک ہو، جب اُس مشرک نے یہ بات

---

[1] الامالي (صدوق)، النص، ص: ۲۱۰

سنی تو فوراً اسلام قبول کر لیا اور بہترین دیندار انسان بن گیا، پھر پیغمبر کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا اور شدید جنگ کرنے کے بعد شہادت کا رتبہ پالیا۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اس کی شہادت کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: اس کے بہترین اخلاق اور سخاوت نے اُسے جناتِ نعیم میں پہنچادیا۔

«عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ص بِأُسَارَى فَأَمَرَ بِقَتْلِهِمْ خَلَا رَجُلًا مِنْ بَيْنِهِمْ فَقَالَ الرَّجُلُ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا مُحَمَّدُ كَيْفَ أَطْلَقْتَ عَنِّي مِنْ بَيْنِهِمْ فَقَالَ أَخْبَرَنِي جَبْرَئِيلُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنَّ فِيكَ خَمْسَ خِصَالٍ يُحِبُّهَا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ رَسُولُهُ الْغَيْرَةَ الشَّدِيدَةَ عَلَى حَرَمِكَ وَ السَّخَاءَ وَ حُسْنَ الْخُلُقِ وَ صِدْقَ اللِّسَانِ وَ الشَّجَاعَةَ فَلَمَّا سَمِعَهَا الرَّجُلُ أَسْلَمَ وَ حَسُنَ إِسْلَامُهُ وَ قَاتَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ص قِتَالًا شَدِيداً حَتَّى اسْتُشْهِدَ»[1] «فَقَالَ رَسُولُ اللهِ هَذَا مِمَّنْ جَرَّهُ حُسْنُ خُلُقِهِ وَ سَخَاوُهُ إِلَى جَنَّاتِ النَّعِيمِ»[2]

۲۴- پیغمبر ﷺ کا بہترین اخلاق اور یہودی کا مسلمان ہونا

مولائے کائناتؑ سے روایت ہے کہ ایک یہودی جس کا نام جیحر تھا اس کے کچھ دینار رسول اللہ کے ذمہ تھے، یہودی نے پیغمبر ﷺ سے اپنے دیناروں کا مطالبہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، یہودی نے کہا جب تک میرے دینار واپس نہیں دیں گے میں آپ کو اس جگہ سے جانے نہیں دونگا، حضور ﷺ اسی جگہ یہودی کے ساتھ بیٹھ گئے اور نماز ظہر، مغرب اور عشاء ادا کی، یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور نماز صبح بھی اسی جگہ ادا کی، تو اصحاب جب رسول اللہ کی تلاش میں نکلے تو

---

[1] الأمالي (للصدوق): ص ۲۷۱

[2] مشكاة الانوار، ج۱، ص ۲۳۲

دیکھا کہ ایک یہودی نے پیغمبر ﷺ کو روکا ہوا ہے، اصحاب اس یہودی کو ڈرانے دھمکانے لگے ، حضور ﷺ جب اس بات پر متوجہ ہوئے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا: تم لوگ اسے کچھ نہ کہو، مجھے خدا نے ہم پیمان اور کسی پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے اور تم لوگ اس کو دھمکی نہ دو اور اس کو نہ ڈراؤ، اس وقت یہودی کی زبان سے کلمہ شہادتین جاری ہوا اور دینِ اسلام میں داخل ہوا، یہودی نے کہا میں نے آپ کو اس لئے روکا تھا کہ میں آپ کا امتحان لوں اور دیکھوں کہ تورات میں آپکی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ آپ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں، میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ محمد ابن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہو گا اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا، نہ بد اخلاق ہو گا اور نہ سنگدل، نہ بے رحم ہو گا اور نہ مغرور، نہ متکبر ہو گا اور نہ کسی سے بد اخلاقی کرے گا، نہ کسی کو نازیبا الفاظ سے پکارے گا اور نہ بیہودہ گفتگو کرے گا، یہ تمام صفات اور خوبیاں کامل طور پر میں نے آپ کے وجود میں پائیں، میں اللہ کی توحید اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور میرے پاس جو کچھ مال و دولت ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جہاں خرچ کرنا چاہیں آپ کی مرضی ہے۔ مولائے کائناتؑ نے اس روایت کے آخر میں فرمایا: یہ یہودی بہت مالدار تھا اور سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس روایت سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے بہترین اخلاق کی وجہ سے اس یہودی کو جہنم کے عذاب سے نجات مل گئی اور اس نے اپنی پوری دولت کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ سب چیزیں پیغمبر ﷺ کے عظیم اخلاق کا معجزہ تھا۔

«عَنْ عَلِيٍّ ع أَنَّ يَهُودِيّاً يُقَالُ لَهُ جُوَيْجِرٌ كَانَ لَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ص دَنَانِيرُ فَتَقَاضَى النَّبِيَّ ص فَقَالَ لَهُ يَا يَهُودِيُّ مَا عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ فَقَالَ إِنِّي لَا أُفَارِقُكَ يَا مُحَمَّدُ ص حَتَّى تُعْطِيَنِي فَقَالَ إِذاً أَجْلِسُ مَعَكَ فَجَلَسَ مَعَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ص فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ الظُّهْرَ وَ الْعَصْرَ وَ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَ الْغَدَاةَ وَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ص يَتَهَدَّدُونَهُ وَ

يَتَوَعَّدُونَهُ فَفَطِنَ رَسُولُ اللهِ ص فَقَالَ مَا الَّذِي تَصْنَعُونَ بِهِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ص يَهُودِيٌّ يَحْبِسُكَ فَقَالَ نَهى تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنْ أَظْلِمَ مُعَاهَداً وَ لَا غَيْرَهُ فَلَمَّا تَرَحَّلَ النَّهَارُ قَالَ الْيَهُودِيُّ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ شَطْرُ [و تنظر] مَالِي فِي سَبِيلِ اللهِ أَمَا وَ اللهِ مَا فَعَلْتُ بِكَ الَّذِي فَعَلْتُ إِلَّا لِأَنْظُرَ إِلَى نَعْتِكَ فِي التَّوْرَاةِ فَإِنِّي قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَ مُهَاجَرُهُ بِطَيْبَةَ وَ مُلْكُهُ بِالشَّامِ وَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَ لَا غَلِيظٍ وَ لَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَ لَا مَرِسٍ بِالْفُحْشِ وَ لَا قَوْلِ الْخَطَإِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَ هَذَا مَالِي فَاحْكُمْ فِيهِ بِمَا أَرَاكَ اللهُ تَعَالَى وَ كَانَ الْيَهُودِيُّ كَثِيرَ الْمَالِ»[1]

۲۵- حُسنِ خُلق پُلِ صراط سے آسانی کے ساتھ گزرنے کا سبب

قیامت کے دن پُلِ صراط سے گزرنا تمام انسانوں کے لیے سخت ودشوار ترین مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے، بہت سارے لوگ پُلِ صراط سے جہنم میں گریں گے اور کچھ لوگ پُلِ صراط سے بجلی کی طرح گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے، بہت سارے ایسے عوامل واسباب ہیں جو پُلِ صراط سے آسانی کے ساتھ گزرنے کا وسیلہ بنتے ہیں، اُن میں سے آلِ محمدؐ کی ولایت اور بہترین اخلاق ہے جو پُلِ صراط سے آسانی کے ساتھ گزرنے کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو ماہِ رمضان المبارک میں اپنے اخلاق کو سنوارو اور بد اخلاقی سے اپنے آپ کو نجات دو، کیونکہ جو ماہِ رمضان المبارک میں اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے وہ آسانی کے ساتھ پُلِ صراط سے گزر جاتا ہے کہ جس دن بہت سارے قدم پُلِ صراط پر لڑکھڑا جائیں گے۔

---

[1] الجعفریات ص ۱۸۲.

«أيها النَّاسُ مَنْ حَسَّنَ مِنكُمْ فِي هَذَا الشَّهرِ خُلُقَهُ كَانَ لَهُ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيهِ الأَقْدَامِ» ۱

---

۱ الامالي ص ۹۳

فصل دوم

بداخلاقی کی مذمت

بداخلاقی کا معنیٰ اور مفہوم

علامہ مجلسیؒ "سوءالخلق (بداخلاق) کا معنیٰ و مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: بداخلاقی ایک ایسی بُری نفسانی صفت ہے جو نفس کے فاسد ہونے کا سبب ہے کہ جس کے نتیجے میں نفس میں سختی و تنگی آ جاتی ہے اور پھر نفس کی تبدیلی کا اثر لوگوں اور معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ خود بھی اذیت و آزار میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اذیت و آزار میں مبتلا کرتا ہے اور پھر لوگوں کے حقوق کو ترک کرتا ہے اور پھر لوگوں سے اُن چیزوں کو اور ان باتوں کو برداشت نہیں کرتا جو اس کی طبیعت و مزاج کے خلاف ہوں۔

«سوء الخلق وصف النفس يوجب فسادها و انقباضها و تغيّرها على اهل الخلطة و المعاشرة، و إيذائهم بسبب ضعيف أو بلا سبب و رفض حقوق المعاشرة و عدمِ احتمال ما لا يوافق طبعه منهم» [1]

اور مرحوم علامہ نراقیؒ اپنی کتاب معراج السعادہ میں فرماتے ہیں کہ: بداخلاقی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان کو خدا سے اور لوگوں سے دور کر دیتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں بھی گرا دیتی ہے اور پھر اس کج خُلقی کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ [2]

اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المؤمنینؑ نے فرمایا ہے کہ: بداخلاق انسان بہت زیادہ

---

[1] مرآۃ العقول، ج۱۰، ص۲۶۰

[2] معراج السعادہ، ص۱۷۶

خطا کرتا ہے اور اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

«اَلسَّيِّئُ الْخُلُقِ كَثِيرُ الطَّيْشِ مُنَغَّصُ الْعَيْشِ» [1]

اسی طرح مولائے کائنات سے کسی نے سوال کیا کہ وہ کونسا انسان ہے جس کا غم واندوہ دائمی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ انسان جو سب سے زیادہ بداخلاق ہے۔

«سُئِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع مَنْ أَدْوَمُ النَّاسِ غَمّاً قَالَ أَسْوَؤُهُمْ خُلُقاً» [2]

ان روایات اور بزرگوں کے کلام کی روشنی میں بداخلاقی در حقیقت بُری صفات وبُری عادات اور تمام ناشائستہ کردار، رفتار، گفتار اور نفس کی کمزوریوں، خامیوں اور عیوب کے مجموعے کا نام ہے۔

بداخلاقی کے بدترین آثار ونتائج روایات کی روشنی میں

روایات میں بداخلاقی کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے اور بداخلاقی کو دنیاو آخرت دونوں میں ناکامی و بدبختی کا سبب قرار دیا گیا ہے، بداخلاقی کی وجہ سے انسان کے لئے دنیا میں بھی بہت ساری پریشانیاں اور مشکلات پیش آتی ہیں اور آخرت میں بھی عاقبت بگڑ جاتی ہے اور بداخلاق انسان بدترین انجام یعنی جہنم میں پہنچ جاتا ہے، متعدد روایات میں آیا ہے کہ بداخلاقی اور بری صفات دنیا کو بھی جہنم بنادیتی ہیں اور آخرت کو بھی، یعنی دنیا میں جتنی بھی لڑائی، جھگڑے، فتنے، فساد اور نقصانات ومشکلات کا سامنا ہے یہ سب بداخلاقی، برے کردار ورفتار کا نتیجہ ہے۔

لہذا روایات کی روشنی میں بداخلاقی کے بدترین مفاسد ونقصانات اور دنیاو آخرت دونوں میں بدترین عاقبت وانجام کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ ہر قسم کی بداخلاقی، کج خُلقی اور بدرفتاری سے اجتناب کیا

---

[1] غرر الحکم، ح ۱۶۰۴

[2] جامع الاخبار ص ۱۰۷

جا سکے اور بد اخلاقی کے دنیا و آخرت دونوں میں بُرے نتائج سے محفوظ رہا جا سکے۔

۱-بد اخلاقی بدترین عاقبت وانجام کا سبب

بد اخلاقی کے نتیجے میں انسان کی دنیا و آخرت دونوں بگڑ جاتی ہیں، سارے اعمال و عبادات بھی ضائع ہو جاتی ہیں، پھر ہمیشہ کے لئے اس شخص کا ٹھکانہ جہنم کی آگ قرار پاتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ سے ایک خاتون کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو ہر دن روزہ رکھتی ہے اور ہر رات عبادت میں گذارتی ہے لیکن بد اخلاق ہے، ہمسایوں کو زبان سے اذیت دیتی ہے؟ تو سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: اس کی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں یہ اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے جہنم میں چلی جائے گی۔

«قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ ص إِنَّ فُلَانَةَ تَصُومُ النَّهَارَ وَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَ هِيَ سَيِّئَةُ الْخُلُقِ تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا فَقَالَ لَا خَيْرَ فِيهَا هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ»[۱]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: خوش اخلاقی انسان کی دنیا و آخرت دونوں میں سعادت اور خوش بختی کا جبکہ بد اخلاقی دنیا و آخرت دونوں میں شقاوت و بد بختی کا سبب ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ مِنْ شَقَاوَتِهِ سُوءُ الْخُلُقِ»[۲]

۲- بد اخلاقی قیامت کے دن بدترین شکل میں

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ: اگر اخلاق مجسم ہو جائے تو اس سے زیبا اور خوبصورت کوئی مخلوق نہیں اور اگر بد اخلاقی مجسم ہو جائے تو اس سے بد شکل و قبیح کوئی اور مخلوق نہیں ہے، خوش اخلاقی انسان کو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے مقام اور درجہ تک پہنچا دیتی ہے۔

---

۱ بحار الانوار ج ۶۸؛ ص ۳۹۴

۲ نہج الفصاحۃ؛ ص ۷۷۳

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص لَوْ كَانَ حُسْنُ الْخُلُقِ خَلْقاً يُرَى مَا كَانَ مِمَّا خَلَقَ اللهُ شَيْءٌ أَحْسَنَ مِنْهُ وَ لَوْ كَانَ الْخُرْقُ خَلْقاً يُرَى مَا كَانَ مِمَّا خَلَقَ اللهُ شَيْءٌ أَقْبَحَ مِنْهُ وَ إِنَّ اللهَ لَيُبْلِغُ الْعَبْدَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ»[۱]

۳-بد اخلاقی باعث نفرت اور دوری

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بد اخلاقی قریبی افراد کی دوری کا سبب ہے اور دوسروں کے لئے نفرت کا باعث ہے۔

«سُوءُ الْخُلُقِ يُوحِشُ الْقَرِيبَ وَ يُنَفِّرُ الْبَعِيدَ»[۲]

۴-بد اخلاقی زندگی کیلئے عذاب اور بزرگی کیلئے نابودی کا سبب

حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص زیادہ پریشان ہو وہ بیمار ہو جاتا ہے، جو بد اخلاق ہو اسکی زندگی عذاب بن جاتی ہے، جو شخص لوگوں سے لڑائی کرے اسکی مروت اور بزرگی چلی جاتی ہے، پھر مزید آپؐ نے فرمایا: جب بھی جبرئیل میرے پاس آیا تو مجھے لوگوں سے لڑائی اور اُلجھنے سے منع کیا، جس طرح کہ شراب نوشی اور بت پرستی سے منع کرتے رہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ كَثُرَ هَمُّهُ سَقِمَ بَدَنُهُ وَ مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ عَذَّبَ نَفْسَهُ وَ مَنْ لَاحَى الرِّجَالَ سَقَطَتْ مُرُوءَتُهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص- لَمْ يَزَلْ جَبْرَئِيلُ ع يَنْهَانِي عَنْ مُلَاحَاةِ الرِّجَالِ كَمَا يَنْهَانِي عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ»[۳]

---

۱ بحار الانوار ج ۶۸؛ ص ۳۹۴

۲ عیون الحکم؛ ص ۲۸۳

۳ وسائل الشیعة؛ ج ۱۲؛ ص ۲۴۰

۵- جھوٹ اور بداخلاقی انسان کی زیبائی اور سکون کے زوال کا سبب

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولے اس کی زیبائی چلی جاتی ہے، جو شخص بداخلاق ہو جائے وہ عذابِ وجدان میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی پریشانیاں زیادہ ہو جاتی ہیں، لہٰذا جس پر نعمتوں کی فراوانی ہو وہ زیادہ شکر کرے، جو زیادہ پریشان ہو وہ زیادہ استغفار کرے اور جو فقر میں مبتلا ہو وہ ذکر «لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم» کا ورد کرتا رہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع خَمْسُ خِصَالٍ قَالَ: مَنْ كَذَبَ ذَهَبَ جَمَالُهُ وَ مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ عَذَّبَ نَفْسَهُ وَ كَثُرَتْ هُمُومُهُ وَ مَنْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ النِّعْمَةُ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الشُّكْرِ وَ مَنْ كَثُرَتْ هُمُومُهُ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الِاسْتِغْفَارِ وَ مَنْ أَلَحَّ عَلَيْهِ الْفَقْرُ فَلْيَقُلْ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ»[۱]

ایک مقام پر امیر المومنینؑ نے فرمایا: بداخلاقی زندگی میں سختی اور عذابِ نفس کا باعث ہے۔

«سُوءُ الْخُلُقِ نَكَدُ الْعَيْشِ وَ عَذَابُ النَّفْسِ»[۲]

۶- بداخلاقی تنہائی کا سبب

بداخلاقی کے نتیجے میں سارے یار دوست ناراض ہو جاتے ہیں اور سب اُس سے جدا ہو جاتے ہیں اور پھر زندگی میں یہ شخص اکیلا و تنہا ہو کے رہ جاتا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بداخلاقی سے بڑھکر اور کوئی تنہائی نہیں ہے۔

---

۱ معدن الجواہر ص ۵۰

۲ عیون الحکم ص ۲۸۵

«لَا وَحْشَةَ أَوْحَشُ مِنْ سُوءِ الْخُلُقِ» ¹

۷۔بد اخلاقی سب سے بڑی بیماری

بد اخلاقی نفس کی نہایت بدترین امراض میں شامل ہے یہاں تک کہ بعض روایات میں لاعلاج بیماری قرار دی گئی ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ہر بیماری قابل علاج ہے سوائے بد اخلاقی کے۔

«قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُلُّ دَاءٍ يُدَاوَى إِلَّا سُوءَ الْخُلُقِ» ²

اور اخلاقی امراض میں سے ایک خطرناک بیماری حسد ہے، جس کو سب سے عظیم بلا و مصیبت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: حسد سے بڑھکر کوئی بلا و مصیبت نہیں ہے۔

«لَا بَلِيَّةَ أَعْظَمُ مِنَ الْحَسَدِ» ³

یہ حسد کی بیماری نہ صرف انسان کے سکون و چین کو برباد کرتی ہے بلکہ یہ ایک ایسی آگ ہے جو انسان کے تمام اعمال و نیکیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور دین و ایمان کو بھی برباد کر دیتی ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: حسد ایک ایسی آگ ہے جو نیکیوں کو اس طرح جلا کر راکھ کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو راکھ کر دیتی ہے۔ اور حسد انسان کے دین و ایمان کو اس طرح راکھ کر دیتا ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو راکھ کر دیتی ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ» ⁴

---

¹ عیون الحکم ص ۵۳۹

² غرر الحکم، ص ۵۰۸

³ عیون الحکم ص ۵۴۰

⁴ بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۲۵۷

«قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْاِيمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ» [۱]

۸-بداخلاقی فشار وعذاب قبر کا سبب اور جنابِ سعد کا عبرت آمیز واقعہ

عذابِ قبر کے بہت سارے اسباب وعوامل ہیں، جن میں سے ایک اہم ترین سبب بداخلاقی بھی ہے، جیسا کہ جنابِ سعد جو رسولِ اکرم ﷺ کے باوفا صحابی تھے اور یہ رسولِ اکرم ﷺ کے عظیم الشان صحابیوں میں سے ہیں، دینِ مبینِ اسلام میں ان کا بہت بڑا نام اور مقام ہے، رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ بڑی بڑی جنگوں میں شریک ہوئے لیکن گھر والوں کے ساتھ بداخلاقی کی وجہ سے فشارِ قبر میں مبتلا ہوئے، یہ واقعہ بہت ہی اہم ہے، جس سے عبرت حاصل کی جاسکتی ہے، لہٰذا اس واقعہ کو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے؛

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب جناب سعد ابن معاذ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ کو خبر دی گئی، حضور ﷺ اصحاب کے ہمراہ جنابِ سعد ابن معاذ کے گھر چلے گئے اور آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ جناب سعد کے تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا جائے، جب غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے نمازِ جنازہ ادا کی پھر تشییع جنازہ میں شرکت فرمائی اور بہت اہتمام کے ساتھ جنابِ سعد کا جنازہ اٹھایا، حضور ﷺ ردا کے بغیر و پابرہنہ جنابِ سعد ابن معاذ کے جنازہ میں شریک ہوئے اور چہار طرف سے جناب سعد کا جنازہ اٹھایا، آپ نے خود جنابِ سعد کو قبر میں اُتارا، ان کے لئے لحد کا اہتمام کیا، جب حضور ﷺ سعد کو دفنا کے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ کی طرف سے یہ تمام اہتمام دیکھ کر جنابِ سعد کی ماں نے اپنے فرزند سعد کو جنت کی مبارک باد پیش کی، حضور ﷺ نے جنابِ سعد کی ماں سے فرمایا: اے اللہ کی کنیز تم نے کس یقین کے ساتھ سعد کو جنت کی تبریک پیش کی؟ تجھے کیا معلوم کہ سعد کے ساتھ کیا ہو رہا ہے! سعد اس وقت فشارِ قبر میں مبتلا ہیں، جب سب لوگ جنازہ سے فارغ ہو کر واپس

---

[۱] روضۃ الواعظین، ج۲، ص۴۲۴

آئے تو اصحاب نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے سعد کے جنازہ کے لیے بہت اہتمام کیا، تجہیز و تکفین کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز جنازہ ادا کی اور بدون ردا اور بغیر نعلین کے جنازہ میں شرکت فرمائی، ہر طرف سے جنازے کو اٹھایا، خود آپ نے ان کو لحد میں اتارا، لیکن پھر آپ نے فرمایا سعد فشارِ قبر میں بھی مبتلا ہوا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جو کچھ سعد کے بارے میں تم نے کہا ہے سب درست ہے، بلکہ جبرئیل امین بھی ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ سعد کے جنازہ میں آئے تھے اور سعد کے جنازہ کے لئے بہت اہتمام ہوا، لیکن جنابِ سعد اپنے خانوادے کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آتے تھے، جس کی وجہ سے وہ فشارِ قبر میں مبتلا ہوئے ہیں۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ص فَقِيلَ لَهُ إِنَّ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ قَدْ مَاتَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ص وَ قَامَ أَصْحَابُهُ مَعَهُ فَأَمَرَ بِغُسْلِ سَعْدٍ وَ هُوَ قَائِمٌ عَلَى عِضَادَةِ الْبَابِ فَلَمَّا أَنْ حُنِّطَ وَ كُفِّنَ وَ حُمِلَ عَلَى سَرِيرِهِ تَبِعَهُ رَسُولُ اللهِ ص بِلَا حِذَاءٍ وَ لَا رِدَاءٍ ثُمَّ كَانَ يَأْخُذُ يَمْنَةَ السَّرِيرِ مَرَّةً وَ يَسْرَةَ السَّرِيرِ مَرَّةً حَتَّى انْتَهَى بِهِ إِلَى الْقَبْرِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ص حَتَّى لَحَدَهُ وَ سَوَّى اللَّبِنَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ يَقُولُ نَاوِلُونِي حَجَراً نَاوِلُونِي تُرَاباً رَطْباً يَسُدُّ بِهِ مَا بَيْنَ اللَّبِنِ فَلَمَّا أَنْ فَرَغَ وَ حَثَا التُّرَابَ عَلَيْهِ وَ سَوَّى قَبْرَهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهُ سَيَبْلَى وَ يَصِلُ الْبِلَى إِلَيْهِ وَ لَكِنَّ اللهَ يُحِبُّ عَبْداً إِذَا عَمِلَ عَمَلاً أَحْكَمَهُ فَلَمَّا أَنْ سَوَّى التُّرْبَةَ عَلَيْهِ قَالَتْ أُمُّ سَعْدٍ يَا سَعْدُ هَنِيئاً لَكَ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ص يَا أُمَّ سَعْدٍ مَهْ لَا تَجْزِمِي عَلَى رَبِّكِ فَإِنَّ سَعْداً قَدْ أَصَابَتْهُ ضَمَّةٌ قَالَ فَرَجَعَ رَسُولُ اللهِ ص وَ رَجَعَ النَّاسُ فَقَالُوا لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَ عَلَى سَعْدٍ مَا لَمْ تَصْنَعْهُ عَلَى أَحَدٍ إِنَّكَ تَبِعْتَ جَنَازَتَهُ بِلَا رِدَاءٍ وَ لَا حِذَاءٍ فَقَالَ ص إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ بِلَا رِدَاءٍ وَ لَا حِذَاءٍ فَتَأَسَّيْتُ بِهَا قَالُوا وَ كُنْتَ تَأْخُذُ يَمْنَةَ السَّرِيرِ مَرَّةً وَ يَسْرَةَ السَّرِيرِ مَرَّةً قَالَ كَانَتْ يَدِي فِي يَدِ جَبْرَئِيلَ آخُذُ حَيْثُ يَأْخُذُ قَالُوا أَمَرْتَ بِغُسْلِهِ وَ صَلَّيْتَ عَلَى جِنَازَتِهِ وَ لَحَدْتَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ قُلْتَ إِنَّ سَعْداً قَدْ أَصَابَتْهُ ضَمَّةٌ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ إِنَّهُ كَانَ فِي خُلُقِهِ

مَعَ أَهْلِهِ سُوءاً۱

اس عبرت آمیز واقعہ کا نتیجہ

بے شک سعد نے رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جنگوں میں شرکت کی، دینِ اسلام کی بہت بڑی بڑی خدمات انجام دیں اور وفات کے بعد رسولِ خدا ﷺ نے خود جنازے میں شرکت کی، جنازے کو اپنے کاندھوں پر اُٹھایا، نمازِ جنازہ خود پڑھائی، قبر میں خود لٹایا، صرف یہی نہیں بلکہ جب رسولِ اکرم ﷺ سے صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ آج ہم نے آپ کو سعد کے جنازے کے ساتھ اس طرح دیکھا کہ کبھی بھی اس سے پہلے نہیں دیکھا کہ آپ جنازے میں بغیر عمامے اور بغیر عباء کے شریک ہوئے اور جنازے کے چاروں کونوں سے پکڑا اور ساتھ میں مغفرت کی دعائیں بھی اس طرح پڑھ رہے تھے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے جوش وخروش سے نہیں دیکھا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ جو کچھ میں نے کیا وہ صرف میں نہیں تھا بلکہ ستر ۷۰ ہزار ملائکہ بھی ان کے جنازے میں شریک تھے اور ان کے سردار جبرائیل علیہ السلام بھی اس جنازے میں شریک تھے۔

مومنین اس عبرت آمیز واقعہ سے عبرت لیتے ہوئے بداخلاقی اور اخلاقی خامیوں وبرائیوں سے اجتناب کریں اور ہر انسان کے ساتھ پسندیدہ اخلاق وخندہ پیشانی سے پیش آئیں، خصوصاً خانوادہ اور اہل وعیال کے ساتھ اور جو شخص خانوادہ کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آئے اس کے لیے عذابِ قبر وعذاب آخرت کا سامنا ہے، اس واقعہ کے علاوہ اور بھی روایات ایسی ہیں جن میں آیا ہے کہ عذابِ قبر وعذابِ آخرت کے اسباب میں سے ایک اہم ترین سبب بداخلاقی ہے اور اس سے قبل ہم نے روایات کی روشنی میں بداخلاقی کے نقصانات اور مفاسد میں یہ ثابت کیا ہے کہ بداخلاقی اور اخلاقی خامیاں دنیا وآخرت دونوں میں باعث عذاب ہیں۔

۱الامالي (للصدوق) ص ۳۸۴

جب سعد جیسے بزرگ و جلیل القدر و باعظمت اسلام کے سپاہی اور رسول ﷺ کے صحابی ایسے عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہیں تو پھر ہم جیسوں کی تو کوئی وقعت ہی نہیں، اگر ہم بد اخلاقی کریں گے تو ضرور بالضرور عذابِ قبر میں گرفتاری ہوگی، لہٰذا بد اخلاقی سے خدا کی پناہ مانگیں اور اپنے آپ کو حُسنِ اخلاق کے زیور سے مزین و آراستہ کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اپنی عاقبت بالخیر ہونے کی دعا بھی کریں، انشاء اللہ خدا بڑا غفور و رحیم ہے۔

عذابِ قبر کے اسباب و عوامل

شیخ عباس قمیؒ کی ایک بہترین کتاب «منازل الآخرت» ہے کہ جس میں مؤلف علیہ الرحمۃ نے موت سے لیکر قیامت تک کے سب احوال آیات وروایات کی روشنی میں درج کئے ہیں، اس موضوع پر یہ بہت ہی مفید کتاب ہے، اگر کوئی اس کتاب کا مطالعہ کرے بلکہ سب کو چاہیۓ کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں، تو وہ دنیا کے بعد کی زندگی کی حقیقت اور موت سے لیکر قیامت تک کے تمام مراحل سے بخوبی آگاہ ہو جاۓ گا کہ موت کے وقت کیا ہوتا ہے اور کس طرح روح کو قبض کیا جاتا ہے، پھر قبر میں پہلی رات کیا ہوتا ہے اور کس طرح عذاب یا امان نامہ ملتا ہے، کس طرح منکر و نکیر سوال کرتے ہیں، قبر کے بعد برزخ اور برزخ کے بعد قیامت کے دن کے ہولناک مناظر اور پھر جنت اور جہنم کے حوالے سے بہت ہی احسن انداز میں تمام آیات وروایات کو جمع کیا گیا ہے۔

اس مذکورہ کتاب میں اور دیگر کتب کے اندر جو عذابِ قبر کے عوامل و اسباب کو ذکر کیا گیا ہے ویسے تو بہت سارے ہیں لیکن ان میں سے اہم یہ چند ہیں؛

۱) چغل خوری۔ ۲) غیبت۔

۳) جھوٹ۔ ۴) پیشاب و نجاست سے پرہیز نہ کرنا۔

۵) اپنے گھر والوں اور دوسروں کے ساتھ بد اخلاقی کرنا۔

۶) طاقت وتوانائی کے باوجود کسی کی مدد نہ کرنا۔

۷) نماز کو اہمیت نہ دینا۔ ۸) کفرانِ نعمت کرنا۔

۹) اپنے ہم صنف کی مدد نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اب یہ الگ بحث ہے کہ ان عوامل کے لحاظ سے قبر میں جو عذاب ہوگا وہ کس قسم کا ہوگا، قبر کا عذاب بہت سخت ہے، جس طرح کہ اوپر جنابِ سعد ابن معاذؓ کے واقعے میں گزر چکا ہے کہ وہ بداخلاقی کی وجہ سے فشارِ قبر میں گرفتار ہو گئے تھے، پس اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اور بالخصوص مؤمنین و مؤمنات کو ہر قسم کے عذاب سے اپنی امان میں رکھے۔

عذابِ قبر اتنا سخت ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنی دعاؤں میں بار بار یہ فرمایا ہے کہ: اے پروردگار! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں عذابِ قبر کی سختی سے، تو جب آئمہ طاہرین علیہم السلام جیسی معصوم ہستیاں عذابِ قبر کی سختی سے خدا سے امان و پناہ کی دعا کر رہی ہیں جو کہ در حقیقت اپنی دعاؤں کے ذریعے اپنے شیعوں کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ بہت سخت مرحلہ ہے اس کے لئے کچھ کر کے آؤ۔ تو ہمیں چاہئے کہ اپنے آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس عذاب کی سختی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ بہترین اخلاق و اعمال انجام دیں اور ہر گناہ و بداخلاقی سے پرہیز کریں۔

اسی طرح جناب ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ عذابِ قبر کے تین اسباب ہیں؛

۱۔ غیبت کرنا ۲۔ چغلی کرنا ۳۔ نجاست سے پرہیز نہ کرنا۔

«وَ رَوَی ابنُ عَبّاسٍ عَذَابُ القَبرِ ثَلاثَةُ أثلاثٍ ثُلثٌ لِلغِیبَةِ وَ ثُلثٌ لِلنَّمِیمَةِ وَ ثُلثٌ لِلبَولِ» ۱

---

۱ بحار الانوار ج ۶: ص ۲۴۵

اور مولائے کائنات امام علیؑ نے فرمایا: عذاب قبر کے تین اسباب ہیں؛

۱۔ چغلی کرنا ۲۔ نجاست سے پرہیز نہ کرنا ۳۔ خانودہ سے دوری اختیار کرنا۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ: عَذَابُ الْقَبْرِ يَكُونُ مِنَ النَّمِيمَةِ وَ الْبَوْلِ وَ عَزَبِ الرَّجُلِ عَنْ أَهْلِهِ»[۱]

۹۔ بداخلاقی اعمال کی تباہی کا سبب

عبد اللہ ابن سنان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ: بداخلاقی انسان کے نیک اعمال کو اس طرح نابود کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو نابود کر دیتا ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: إِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ»[۲]

۱۰۔ بداخلاقی رزق کی کمی کا سبب

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو شخص بداخلاق ہو جائے اس کے رزق میں کمی آجاتی ہے۔

«مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ ضَاقَ رِزْقُهُ»[۳]

۱۱۔ بداخلاقی پریشانی اور دل کی تنگی کا سبب

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو شخص بداخلاق ہو جائے وہ پریشان ہو جاتا ہے۔

---

۱ وسائل الشیعۃ؛ ج ۱؛ ص ۳۴۰

۲ الکافی؛ ج ۲؛ ص ۳۲۱

۳ عیون الحکم ص ۴۳۱

«مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ ضَاقَ صَدْرُه» [۱]

۱۲-دوستوں کی دوری کا سبب

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو شخص بد اخلاق ہو جائے اس کے دوست اس سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔

«مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ قَلَاهُ صَاحِبُه وَ رَفِيقٌ» [۲]

۱۳-بداخلاقی افسردگی کا سبب

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو شخص بد اخلاق ہو جائے اس کا خانوادہ اس شخص سے افسردہ ہو جاتا ہے اور تھک جاتا ہے۔

«مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ مَلَّهُ أَهْلُه» [۳]

۱۴ - بداخلاقی سرداری کے کھو جانے کا سبب

بداخلاقی کی وجہ سے انسان اپنے مقام و مرتبے کو کھو بیٹھتا ہے اور پھر لوگوں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بد اخلاق انسان کے لئے کوئی سرداری نہیں ہے۔

«لَا سُؤْدَدَ لِسَيِّئِ الْخُلُقِ» [۴]

۱۵-بداخلاقی ایک عظیم گناہ

بداخلاقی نہ صرف ایک بری صفت اور نفس کی بیماری ہے بلکہ ایک بہت بڑا و عظیم گناہ بھی ہے، ایسا

۱عیون؛ص ۴۵۴

۲غرر الحکم ص ۶۳۷

۳غرر الحکم ص ۲۶۴

۴غرر الحکم ص ۲۶۵

گناہ کہ جس کی بخشش و مغفرت بھی نہیں ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہے۔

«عن النبی ﷺ: سُوءُ الخُلقِ ذَنبٌ لَا يُغفَرُ»[۱]

ایک اور مقام پر رسولِ اکرم ﷺ نے مولائے کائنات کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ ہر گناہ کے لئے توبہ ہے مگر بد اخلاقی کی کوئی توبہ نہیں ہے، کیونکہ بد اخلاق انسان ایک گناہ سے نکلتا ہے تو دوسرے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس روایت کی روشنی میں بد اخلاقی کی نہ مغفرت ہے اور نہ ہی توبہ، جب تک کہ بد اخلاق انسان اپنی ذات سے اس برائی اور اخلاقی خامیوں کو دور نہ کر دے۔

«يَا عَلِيُّ لِكُلِّ ذَنْبٍ تَوْبَةٌ إِلاَّ سُوءَ الْخُلُقِ فَإِنَّ صَاحِبَهُ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْ ذَنْبٍ دَخَلَ فِي ذَنْبٍ»[۲]

۱۶- بخل اور بد اخلاقی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے

حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر کیا میں آپ کو دو ایسی صفات بیان نہ کروں جو انجام دینے میں آسان ہیں اور میزان میں سنگین، تو جنابِ ابوذر نے عرض کی کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ، تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر خوش اخلاقی اور خاموشی کو اپنے لیے ضروری قرار دو، مجھے ذاتِ حق کی قسم کہ ان دونوں سے بہتر کوئی عمل نہیں، مزید فرمایا: دو صفتیں مومن میں نہیں آسکتیں؛

۱- بخل و کنجوسی   ۲- بد اخلاقی۔

---

[۱] المحجۃ البیضاء ج ۵ ص ۹۳

[۲] مکارم الاخلاق، ص ۴۳۳

«وَ قَالَ ص لِأَبِي ذَرٍّ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَصْلَتَيْنِ هُمَا أَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ؟ فَقَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَ طُولِ الصَّمْتِ فَوَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا عَمِلَتِ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا وَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ وَ سُوءُ الْخُلُقِ»[۱]

۱۷۔بد اخلاقی ہمیشہ کے غم واندوہ کا سبب

خوش اخلاقی انسان کے لئے تمام خوشیوں کو فراہم کرتی ہے جبکہ اس کے مقابل میں بد اخلاقی انسان کو غم واندوہ میں مبتلا کر دیتی ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ سے کسی نے سوال کیا کہ وہ کونسا انسان ہے جس کا غم واندوہ دائمی ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ انسان جو سب سے زیادہ بد اخلاق ہے۔

«سُئِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع مَنْ أَدْوَمُ النَّاسِ غَمّاً قَالَ أَسْوَؤُهُمْ خُلُقاً»[۲]

۱۸۔بد اخلاقی بدترین ساتھی

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بد اخلاقی بدترین ساتھی ہے۔

«سُوءُ الْخُلُقِ شَرُّ قَرِينٍ»[۳]

۱۹۔بد اخلاقی زمین کی ناراضگی کا سبب

بد اخلاقی نہ صرف خدا، رسولؐ اور دیگر انسانوں کی ناراضگی کا سبب ہے بلکہ بد اخلاق انسان سے زمین بھی ناراض ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات بد اخلاق انسان کے جنازے کو بھی زمین قبول نہیں کرتی، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ ہم نے فلاں شخص کے لئے قبر کھودی لیکن زمین نے اُسے قبول نہیں کیا، تو حضور ﷺ

۱معدن الجواہر ص ۲۵

۲جامع الاخبار ص ۱۰۷

۳عیون الحکم ص ۲۸۴

نے فرمایا: زمین نے اس لئے اس کے جنازے کو قبول نہیں کیا کیونکہ یہ شخص بہت بد اخلاق انسان تھا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ فُلاَناً مَاتَ فَحَفَرْنَا لَهُ فَامْتَنَعَتِ الْأَرْضُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنَّهُ كَانَ سَيِّئَ الْخُلُقِ»[1]

۲۰ ۔ بد اخلاقی خوشحال زندگی کی دشمن

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: زندگی کے تین دشمن ہیں، ان کو زندگی میں نہ آنے دو، ورنہ تمہاری زندگی خوشحال نہ رہے گی۔

۱۔ کینہ وعداوت ۲۔ بغض وحسد ۳۔ بد اخلاقی۔

«قَالَ عَلِيٌّ (ع): ثَلاَثٌ لاَ يَهْنَأُ لِصَاحِبِهِنَّ عَيْشٌ اَلْحِقْدُ وَ اَلْحَسَدُ وَ سُوءُ اَلْخُلُقِ»[2]

ایک اور مقام پر مولائے کائنات نے بد اخلاقی اور برے کردار کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بد اخلاقی اور برے کردار کا مالک ہو اس کے لئے کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ یعنی بد اخلاقی زندگی کی تمام مسرتوں اور خوشیوں کو نابود کر دیتی ہے۔

«لاَ عَيْشَ لِسَيِّءِ اَلْخُلُقِ»[3]

۲۱ ۔ بد اخلاقی جہنم میں جانے کا سبب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حُسنِ خُلق اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وہ رسی جو صاحبِ اخلاق کو ہر نیکی اور

---

[1] بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۳۹۵؛ ینابیع الحکمہ، ج ۲، ص ۲۵۷

[2] غرر الحکم، ج ۱، ص ۲۱۲

[3] غرر الحکم، ص ۷۶۹

بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور ہر نیکی انسان کو جنت کی طرف لے جاتی ہے، جبکہ اس کے مقابل میں بد اخلاقی اللہ کے عذاب کی وہ رسی ہے جو بد اخلاق شخص کے ناک میں ڈالی جاتی ہے اور اس رسی کا سرا شیطان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور شیطان اسے ہر بُرائی اور شر کی طرف لے جاتا ہے اور ہر برائی و شر انسان کو جہنم میں گھسیٹتے ہوئے لے جاتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه و آلِهِ و سَلّم: حُسْنُ الْخُلُقِ زِمَامٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ فِي أَنْفِ صَاحِبِهِ وَ الزِّمَامُ بِيَدِ الْمَلَكِ وَ الْمَلَكُ يَجُرُّهُ إِلَى الْخَيْرِ وَ الْخَيْرُ يَجُرُّهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَ سُوءُ الْخُلُقِ زِمَامٌ مِنْ عَذَابِ اللهِ فِي أَنْفِ صَاحِبِهِ وَ الزِّمَامُ بِيَدِ الشَّيْطَانِ وَ الشَّيْطَانُ يَجُرُّهُ إِلَى الشَّرِّ وَ الشَّرُّ يَجُرُّهُ إِلَى النَّارِ»[1]

ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین اخلاق کو سیکھنے کا حکم دیتے ہوئے اور تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: بہترین اخلاق کو اپنے لئے ضروری قرار دو اس لیے کہ یقیناً اس جو بہترین اخلاق کا مالک ہے وہ اہل جنت ہے اور ناپسند اور برے اخلاق سے دوری اختیار کرو اس لئے کہ بد اخلاق انسان یقیناً اہل جہنم ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ فِي الْجَنَّةِ لَا مَحَالَةَ وَ إِيَّاكُمْ وَ سُوءَ الْخُلُقِ فَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ فِي النَّارِ لَا مَحَالَةَ»[2]

۲۲۔ بد اخلاقی ایمان اور اعمال دونوں کی تباہی کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بے شک بد اخلاقی انسان کے ایمان کو اس طرح فاسد و برباد کر دیتی ہے

[1] جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۰۷

[2] بحار الانوار ج ۱۰: ص ۳۶۹

جس طرح سرکہ شہد کو فاسد و برباد کر دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلامُ قَالَ: إِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ»[1]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بد اخلاقی کو اعمال کی تباہی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ خوش اخلاقی گناہوں اور برائیوں کو اس طرح نابود کر دیتی ہے جس طرح سورج برف کو پگھال کر نابود کر دیتا ہے، جبکہ اس کے مقابل میں بد اخلاقی عمل کو اس طرح نابود کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو نابود کر دیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: ... وَاعْلَمْ أَنَّ الْخُلُقَ الْحَسَنَ يُذِيبُ السَّيِّئَةَ كَمَا تُذِيبُ الشَّمْسُ الْجَلِيدَ وَأَنَّ الْخُلُقَ السَّيِّءَ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ»[2]

۲۳۔ بد اخلاقی خدا سے دوری کا سبب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ ابوذر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر جان لو کہ جب تک انسان میں بد اخلاقی کی صفت موجود ہے اُس وقت تک وہ دن بدن اور ہمیشہ خدا سے دور سے دور تر ہوتا رہتا ہے۔

«يَا أَبَا ذَرٍّ لاَ يَزَالُ الْعَبْدُ يَزْدَادُ مِنَ اللّٰهِ بُعْداً مَا سَيِّءَ خُلُقُهُ»[3]

راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام زین العابدینؑ سے عرض کی کہ مولاؑ مجھے پورے دین کی تعلیم عطا

---

[1] الکافی، ج۲، ص ۳۲۱

[2] اعلام الدین، ج۱، ص ۳۱۴

[3] تنبیہ الخواطر، ج۲، ص ۵۱

کردیں، تو امامؑ نے فرمایا: ہمیشہ سچ بات کہو، ہمیشہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اور ہمیشہ اپنے عہد و وعدے کو وفا کرو۔

«قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عليه السلام أَخْبِرْنِي بِجَمِيعِ شَرَائِعِ الدِّينِ، قَالَ عليه السلام: قَوْلُ الْحَقِّ وَ الْحُكْمُ بِالْعَدْلِ وَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ»[1]

---

[1] الخصال، ص ۱۱۳

فصل سوم اخلاقِ خانوادہ

روایات کی روشنی میں گھریلو زندگی میں بنیادی ضروریات

گھریلو زندگی اور ازدواجی نظام میں سب سے اساسی و بنیادی ضرورت اخلاق کی ہے، اخلاق، بردباری، درگذشت، صبر و تحمل یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کی زندگی کو کامیاب اور خوشحال و خوش بخت بناتی ہیں، جن کی زندگی میں بہترین اخلاق، درگذشت، صبر و تحمل ہو اور سختیوں کے مقابلے میں بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خاندان کے اُن افراد کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک ہو جن سے کبھی خیر کی امید تو درکنار بلکہ اُلٹا وہ پریشانیاں بھی دیتے ہوں، تو ان کی زندگی خوشحال و خوشبخت ہوتی ہے، کیونکہ وہ صرف خدا کے لئے جیتے ہیں اور خدا کی خاطر یہ سب مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہیں اور جن کی نظر میں صرف خدا کی خوشنودی ہوتی ہے تو پھر وہ ان تکالیف کا بطورِ احسن مقابلہ بھی کرتے ہیں اور بے صبری کا اظہار بھی نہیں کرتے، وہ در حقیقت دنیا و آخرت میں کامیاب انسان ہیں، جہاں پر تمام افراد کے ساتھ خوش اخلاقی اور شائستہ زندگی کرنے کی تاکید کی گئی ہے وہاں پر سب سے زیادہ اپنے خانوادے کے ساتھ بہترین اخلاق و پسندیدہ صفات کے ساتھ زندگی گزارنے کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔

جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین اور اچھا انسان وہ ہے جو اپنی عورتوں (بیویوں) کے ساتھ بہتر اور اچھا سلوک کرتا ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے خانوادے کا خیال رکھنے والا ہوں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِنِسَائِي» [1]

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۴۴۳

یعنی انسان کے اچھے اور بُرے ہونے کا معیار خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی نگاہ میں یہ ہے کہ دیکھو جو شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا نہیں ہے وہ دنیا میں لوگوں کے سامنے تو اچھا ہو سکتا ہے پر خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی نگاہ میں اور آخرت میں وہ اچھا نہیں ہو گا۔ لہٰذا اپنے گھر میں حُسنِ اخلاق کی جتنی ضرورت ہے وہ اُس سے کہیں زیادہ ہے کہ کوئی شخص باہر دوستوں کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آئے، اگر ایسا ہو تو ایسے حُسنِ اخلاق کی کوئی اہمیت و وقعت نہیں ہے جس سے گھر والوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

اس روایت کے اندر صرف لفظ «لِنِسَائِهِ» آیا ہے یعنی عورتیں، اور ایک دوسری روایت میں لفظ «لِأَهْلِهِ» آیا ہے، اہل سے مراد پورے گھر والے ہیں، جس میں بیوی بھی شامل ہے تو بچے بھی شامل ہیں، اگر گھر میں بیوی بچوں کے علاوہ اگر والدین ہیں یا بہن بھائی بھی ہیں تو سب شامل ہیں، یعنی اپنے سب گھر والوں کے ساتھ حُسنِ سلوک ہونا چاہئے۔

ایک دوسری روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے بیٹیوں کو بھی ساتھ ملا کر فرمایا: تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے لئے بہترین ہو۔

«عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِكُمْ وَ بَنَاتِكُمْ» [1]

اس روایت میں عورتوں کے ساتھ بیٹیوں کو بھی شامل کیا ہے، کیونکہ اکثر لوگ زمانہ جاہلیت کی طرح بیٹیوں کو اچھا نہیں سمجھتے تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بیٹیوں کو اچھا نہیں سمجھتا اور جو بیٹیوں کی نسبت اچھا اور نیک انسان نہیں ہے اس کے اندر کوئی خیر نہیں، ممکن ہے وہ زمانے کی نگاہ میں بہت پارسا ہو، بہت نیک اخلاق ہو، پر اپنے گھر والوں کے ساتھ اور بالخصوص اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے

---

[1] مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج ۱۴، ص ۲۵۵

ساتھ نیک اور اچھا نہیں ہے تو خدا اور رسولِ خدا ﷺ کے نزدیک اُس کی کوئی اہمیت نہیں۔

اور بیویوں کو دونوں روایتوں میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہاں پر وہی مسئلہ ہے کہ اکثر لوگ زمانہ جاہلیت کی طرح آج بھی اکثر مقامات پر بیویوں کو نوکر سمجھا جاتا ہے، اس روایت میں رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ بیوی نوکرانی نہیں ہے بلکہ تمہاری شریکِ حیات ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے تمہارے لئے باعثِ سکون بنایا ہے، لہٰذا یہ خدا کی طرف سے تمہارے لئے ایک نعمت ہے اس کی قدر کرو۔

اور ہر قسم کی توہین وتحقیر، ظلم وناانصافی سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ خانوادے پر ظلم کرنے والے لوگوں کے لئے بروزِ قیامت خود سرورِ کائنات ﷺ بارگاہِ الٰہی میں شکایت کریں گے، خانوادے پر ظلم وستم کرنے والے لوگوں کو پیغمبر ﷺ نے اللہ ورسول ﷺ کا نافرمان قرار دیتے ہوئے فرمایا: کہ جو شخص اپنی ناموس پر ناحق ظلم کرے (یعنی اُسے مارے) تو قیامت کے میں خود اس کی شکایت کروں گا، لہٰذا اپنی عورتوں پر ظلم نہ کرو کیونکہ جس نے بھی ناحق اپنی عورتوں پر ظلم کیا تو یقیناً اُس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

وَ قَالَ[رَسُولُ الله صلی اللهُ علیهِ وَ آله وَ سَلّم]: مَنْ ضَرَبَ اِمْرَأَةً بِغَيْرِ حَقٍّ فَأَنَا خَصْمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا تَضْرِبُوا نِسَاءَكُمْ فَمَنْ ضَرَبَهُنَّ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَ رَسُولَهُ[1]

گھر میں خوش اخلاقی باعثِ محبوبیتِ رسول خدا ﷺ

اور گھر میں نیک اخلاق کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے محبوب ترین اور نزدیک ترین افراد وہ ہوں گے جن کا اخلاق اچھا ہو گا اور تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آتے ہیں۔

۱ارشاد القلوب، ج۱، ص۱۷۵

اس روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں پر یہ فرمایا کہ حُسنِ اخلاق جہاں پر تمہارے نیک اور بہتر ہونے کی علامت ہے وہاں پر اگر تم اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی حُسنِ اخلاق سے پیش آؤ گے تو تمہارا درجہ اور بھی بلند ہو جائے گا، تم دنیا و آخرت میں خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں بھی بہتر ہو جاؤ گے اور اس کے علاوہ تمہارا مقام و مرتبہ بھی اتنا بلند ہو گا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسائے میں جگہ عطا ہو گی۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَجْلِساً أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً وَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ» [1]

امام صادق علیہ السلام کی نگاہ میں خوشگوار و شیریں زندگی

امام صادق علیہ السلام اپنی ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: کوئی بھی زندگی حُسنِ خُلق کے بنا میٹھی اور شیریں نہیں ہے۔

«وَ لاَ عَيْشَ أَهْنَأُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ» [2]

یعنی جس کی زندگی میں حُسنِ اخلاق نہیں ہے اس کی زندگی میں مزہ، مٹھاس اور شیرینی نہیں ہے، بلکہ مٹھاس صرف اُس زندگی میں ہے جس میں خوش اخلاقی پائی جاتی ہے، یہ خوش اخلاقی عام ہے، گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاقی ہونی چاہئے اور باہر دوسرے لوگوں اور دوست و احباب کے ساتھ بھی خوش اخلاقی ہونی چاہئے، جو انسان خوش اخلاق ہے وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے، وہ دنیا میں بھی خوش رہے گا اور آخرت میں بھی۔

اور دوسری جگہ پر بالکل اس کے مقابلے میں اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ: جو بد اخلاق ہے اُس نے

---

۱ صحیفہ امام رضا علیہ السلام، ج ۱، ص ۶۷

۲ الکافی، ج ۸، ص ۲۴۴

در حقیقت اپنے آپ کو عذاب میں رکھا ہوا ہے۔

«مَنْ سَاءَ خُلُقُهُ عَذَّبَ نَفْسَهُ»[۱]

یعنی جس انسان کے اندر خوش اخلاقی کے بجائے بد اخلاقی ہے نہ تو وہ خود خوش رہتا ہے اور نہ ہی اپنے گھر والے اور خانوادے کو اور دوسرے لوگوں کو خوش رہنے دیتا ہے، بلکہ ہر وقت خود بھی عذاب و اذیت میں رہتا ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی بد اخلاقی کر کے انہیں بھی تکلیف دیتا رہتا ہے اور سکون سے زندگی نہیں گزارنے دیتا، ایسے شخص کو نہ دنیا میں سکون وچین نصیب ہے اور نہ ہی آخرت میں، بد اخلاق کی صرف زندگی ہی نہیں بلکہ اس کا گھر، اس کی قبر، برزخ اور قیامت سب عذاب میں گرفتاری کے علاوہ کچھ نہیں، لیکن اگر خوش اخلاق ہے تو اس کا گھر بھی جنت ہے، اس کی دنیا بھی جنت ہے، قبر بھی جنت ہے اور آخرت میں بھی یقیناً اس مقام جنت میں ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: زندگی میں بہترین اخلاق کو اپناؤ کیونکہ جو بہترین اخلاق کا مالک ہے اس کا مقام یقیناً جنت ہے اور زندگی میں ہر قسم کی بد اخلاقی اور کج روی سے دوری اختیار کرو کیونکہ جو بد اخلاق انسان ہے اس کا ٹھکانہ یقیناً جہنم ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ فِي الْجَنَّةِ لَا مَحَالَةَ وَ إِيَّاكُمْ وَ سُوءَ الْخُلُقِ فَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ فِي النَّارِ لَا مَحَالَةَ»[۲]

بہترین اخلاق تقرّبِ خدا کا ذریعہ

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: آگاہ رہو کہ تم میں سے خدا کے نزدیک محبوب ترین انسان وہ ہے کہ جس کا عمل بہتر ہو اور خدا کے نزدیک تم میں سے عظیم ترین وہ ہے کہ جو کچھ خدا کے پاس ایک انسان کا

۱۔ الکافی، ج ۲، ص ۳۲۱

۲۔ بحار الانوار ج ۱۰: ص ۳۶۹

مقام و مرتبہ ہے اس کا اشتیاق زیادہ رکھتا ہو۔ (یعنی خدا کے اوپر بہت زیادہ توکل و بھروسہ ہو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ رغبت کے ساتھ انجام دے اور جن سے رُکنے کا حکم ہے ان سے پرہیز کرے) اور تم میں سب سے زیادہ خدا کے عذاب سے وہ شخص محفوظ ہے جس کے پاس خدا کا خوف زیادہ ہو اور تم میں سے خدا کے نزدیک مقرب ترین وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو اور تم میں سے خدا اُس پر بہت زیادہ راضی ہے جو اپنے اہل و عیال کو خوش رکھتا ہے اور ان کی زندگی کی ضروریات کو احسن انداز سے فراہم کرتا ہے اور تم میں سے خدا کے نزدیک باعزت ترین انسان وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہے (یعنی واجبات کو انجام دیتا ہے اور حرام سے محفوظ رہتا ہے)۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَحْسَنُكُمْ عَمَلاً وَ إِنَّ أَعْظَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ عَمَلاً أَعْظَمُكُمْ فِيمَا عِنْدَهُ رَغْبَةً وَ إِنَّ أَنْجَاكُمْ مِنْ عَذَابِ اللهِ أَشَدُّكُمْ خَشْيَةً للهِ وَ إِنَّ أَقْرَبَكُمْ إِلَى اللهِ أَوْسَعُكُمْ خُلُقاً وَ إِنَّ أَرْضَاكُمْ عِنْدَ اللهِ أَسْبَغُكُمْ عَلَى عِيَالِهِ وَ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ جَلَّ وَ عَزَّ أَتْقَاكُمْ للهِ» [1]

بہترین خانوادے کی صفات آل محمد علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب پروردگار عالم کسی خانوادے اگھر پر خاص عنایت کرتا ہے تو خدا کی طرف سے درج ذیل کئی چیزیں ان کو عطا ہوتی ہیں:

۱) دین اور اس کے احکام کو سمجھنا اور عملی زندگی میں اس پر پابند رہنا:

وہ خانوادہ اُن بہترین خانوادوں میں سے ہے جو گھر والے دین کو سمجھتے ہیں اور دینی وظائف اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں پر توجہ دیتے ہیں اور گھر کے تمام افراد احکام الٰہی پر عمل کرتے ہیں۔

---

[1] تنبیہ الخواطر (مجموعہ ورام)، ج ۲، ص ۳۶؛ الکافی، ج ۸، ص ۶۸؛ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۴۰۸

۲) گھر میں ایک دوسرے کا احترام کرنا اور محبت سے پیش آنا:

ایک دوسرے کی عزت واحترام کرتے ہیں، چھوٹے بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور بڑے بھی چھوٹوں کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے ہیں۔

۳) شرح صدر کا عملی مظاہرہ اور آپس میں نرمی کے ساتھ پیش آنا:

ایک دوسرے کے ساتھ سختی نہیں کرتے بلکہ نرمی اور پیار و محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

۴) عدل وانصاف کی رعایت کرنا:

ایک بہترین گھر اور خانوادے کی نشانی اعتدال وانصاف کی رعایت کرنا ہے۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے اور خاص طور پر مادی حقوق کے بارے میں بہت زیادہ عدالت وانصاف کا خیال رکھتے ہیں۔

۵) ایک دوسرے کو کوتاہیوں اور لغزشوں کی طرف متوجہ کرنا اور ان کو دور کرنا:

ایک دوسرے کی خامیوں پر توجہ کرتے ہیں اور ان خامیوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان خامیوں کو تکرار نہیں کرتے بلکہ بارگاہ الٰہی میں ان خامیوں اور لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں اور ان سے خود کو نجات دیتے ہیں اور بچاتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی خوبیوں پر بھی توجہ دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدردانی بھی کرتے ہیں۔

«رسولُ اللهِ صلى الله عليه و آله: إذا أرادَ اللهُ بأهلِ بَيْتٍ خَيرا فَقَّهَهُم في الدِّينِ، و وَقَّرَ صَغيرُهُم كبيرَهُم، و رَزَقَهُمُ الرِّفقَ في مَعيشَتِهِم، و القَصْدَ في نَفَقاتِهِم، و بَصَّرَهُم عُيوبَهُم فيَتُوبوا مِنها، و إذا أرادَ بِهِم غيرَ ذلكَ تَرَكَهُم هَمَلاً»[۱]

---

۱ کنزالعمال، ح۲۸۶۹۱؛ میزان الحکمہ، ج۱، ص ۸۴۳

۶) خانوادے (بیوی بچوں) کو وقت دینا:

حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے خانوادہ (والدین، بیوی بچوں) کو وقت دیتا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے اور انکے دردِ دل اور مشکلات کو سنتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ کام مسجد نبوی میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

«عَنْهُ صلی الله علیه وآله وسلم: جُلُوسُ الْمَرْءِ عِنْدَ عِيَالِهِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنِ اعْتِكَافِ فِي مَسْجِدِي هَذَا»[1]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ انس ابن مالک نے رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کیا: آیا مسجد میں بیٹھنا افضل ہے یا اپنے اہل وعیال کے ساتھ؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اہل وعیال کے ساتھ ایک گھنٹا بیٹھنا میرے نزدیک مسجدِ نبوی میں اعتکاف کے لئے بیٹھنے سے افضل ہے۔ انس نے دوبارہ سوال کیا: آیا بچوں پر خرچ کرنا افضل ہے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا؟ تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں پر ایک درہم خرچ کرنا راہ الٰہی میں ہزار دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔

«عن أنس: قُلتُ: يا رَسولَ اللهِ، الجُلوسُ مَعَ العِيالِ أفضَلُ، أمِ الجُلوسُ فِي المَسجِدِ؟ قالَ: الجُلوسُ ساعَةً عِندَ العِيالِ أَحَبُّ إلَيَّ مِنَ الاِعتِكافِ في مَسجِدي هذا.، قُلتُ: يا رَسولَ اللهِ، النَّفَقَةُ عَلَى العِيالِ أَحَبُّ إلَيكَ، أمِ النَّفَقَةُ في سَبيلِ اللهِ؟، قالَ: دِرهَمٌ يُنفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى العِيالِ أَحَبُّ إلَيَّ مِن ألفِ دينارٍ يُنفِقُهُ في سَبيلِ اللهِ»[2]

روایات میں آیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا کرتے تھے؛

۱) خدا کے لئے۔ ۲) گھر کے افراد (بیوی بچوں) کے لئے۔

---

[1] تنبیہ الخواطر (مجموعہ ورام)، ج ۲، ص ۱۲۲؛ میزان الحکمہ، ج ۵، ص ۱۰۱

[2] تنبیہ الغافلین، ص ۳۳۲

۳) لوگوں کے لئے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

اوپر تین کے علاوہ، ۴) کسبِ رزق حلال کے لئے۔

«قَالَ اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ سَأَلْتُ أَبِي عَنْ دُخُولِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ كَانَ دُخُولُهُ لِنَفْسِهِ مَأْذُوناً لَهُ فِي ذَلِكَ وَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى مَنْزِلِهِ جَزَّأَ دُخُولَهُ ثَلاَثَةَ أَجْزَاءٍ جُزْءاً لِلَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ جُزْءاً لِأَهْلِهِ وَ جُزْءاً لِنَفْسِهِ ثُمَّ جَزَّأَ جُزْءَهُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَلنَّاسِ»[1]

اس روایت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ گھر والوں کو وقت دینا اور ان کو خصوصی توجہ دینا اور ان کی باتوں کو سننا سرورِ کائنات ﷺ کی سنت و سیرت کا حصہ ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کی مصروفیات میں سے ایک خاص وقت بچوں اور گھر والوں کے لئے نکالنا اور ان کی ضروریات پر توجہ دینا چاہئے۔

۷) ایک دوسرے سے شدید محبت کرنا:

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی کسی انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے تو اس میں اپنے خانوادے کے ساتھ پیار و محبت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایمان کی قوت کی نشانی اپنے خانوادے کے ساتھ شدید پیار و محبت سے پیش آنا ہے۔

«قال رسول الله (صلی الله علیه و آله و سلّم): كُلَّما ازدَادَ العَبدُ إيمانًا ازدَادَ حُبّاً

---

[1] مکارم الاخلاق، ص ۱۱

لِلنِّساءِ»[1]

ایک اور روایت میں امام صادقؑ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مؤمن پر رحم کرتا ہے اور مؤمن کو دوست رکھتا ہے اس لئے کہ وہ بہت زیادہ اپنے بچوں سے پیار و محبت کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْحَمُ الْعَبْدَ لِشِدَّةِ حُبِّهِ لِوَلَدِهِ»[2]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے بیویوں سے محبت کرنا انبیاء کی سیرت قرار دیتے ہوئے فرمایا: اخلاق و سیرتِ انبیاء میں سے بیویوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ حُبُّ النِّسَاءِ»[3]

حضور ﷺ نے بیوی کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب کوئی میاں بیوی ایک دوسرے کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو پروردگارِ عالَم بھی ان کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جب میاں بیوی ایک دوسرے کے ہاتھ محبت سے تھامتے ہیں تو ان دونوں کے گناہ انگلیوں کے درمیان سے جھڑ جاتے ہیں۔

«عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ: إذا نَظَرَ العَبدُ إلى وَجهِ زَوجِهِ ونَظَرَت إلَيهِ، نَظَرَ اللّٰهُ إلَيهِما نَظَرَ رَحمَةٍ، فإذا أخَذَ بِكَفِّها وأخَذَت بِكَفِّهِ، تَساقَطَت ذُنوبُهُما مِن خِلالِ أصابِعِهِما»[4]

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۰۳، ص ۲۲۸

[2] الکافی، ج ۶، ص ۵۰

[3] بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۳۶

[4] کنز العمال، ج ۱۶، ص ۲۷۶؛ تحکیم خانوادہ، ص ۱۹۲

بہترین بیوی کی صفات

حضور ﷺ نے بہترین بیوی کی دس اہم ترین صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک تمہاری عورتوں میں بہترین عورت وہ ہے جس میں درج ذیل دس صفلت پائی جائیں؛

۱-سب سے زیادہ بچے پیدا کرنے والی۔ ۲-سب سے زیادہ شوہر سے شدید محبت کرنے والی۔

۳-عفت وپاکدامنی کامالکہ ہو۔ ۴-اپنے خاندان میں بہت زیادہ عزیز ہو۔

۵-اپنے شوہر کیلئے ہمیشہ سر تسلیم خم ہو۔ ۶-شوہر کیلئے بہت زیادہ آرائش وزینت کرنے والی۔

۷-اجنبی کے سامنے آرائش کو چھپانے والی۔ ۸-شوہر کی باتوں کو غور سے سُننے والی۔

۹-ہمیشہ شوہر کی اطاعت کرنے والی۔ ۱۰-خلوت میں شوہر کیلئے خود کو پیش کرنے والی۔

«عَنْ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ: إِنَّ خَيْرَ نِسَائِكُمُ اَلْوَلُودُ اَلْوَدُودُ اَلْعَفِيفَةُ اَلْعَزِيزَةُ فِي أَهْلِهَا اَلذَّلِيلَةُ مَعَ بَعْلِهَا اَلْمُتَبَرِّجَةُ مَعَ زَوْجِهَا اَلْحَصَانُ عَلَى غَيْرِهِ اَلَّتِي تَسْمَعُ قَوْلَهُ وَ تُطِيعُ أَمْرَهُ وَ إِذَا خَلاَ بِهَا بَذَلَتْ لَهُ مَا يُرِيدُ مِنْهَا»[1]

اظہارِ محبت

محبت ایک قلبی وباطنی چیز ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی، اس وجہ سے روایات میں بعض مواقع پر محبت و اُلفت جو قلب میں پوشیدہ ہے اُسکے اظہار کرنے کا حکم ہے، انہی موارد میں سے ایک مورد میاں بیوی کے درمیان جو پروردگار نے اُلفت و محبت قرار دی ہے، اس کو زبان سے اظہار کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مرد جب اپنی بیوی سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے یہ جملہ کہتا ہے کہ

---

[1] ایضاً، ج۵، ص۳۲۴

«اِنّي اُحِبُّكِ» «میں تجھ سے محبت کرتا ہوں» اس جملے کا اثر بیوی کے دل سے ہرگز ختم نہیں ہوتا۔

«عَنْ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ: قَوْلُ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ: «اِنّي اُحِبُّكِ» لا يَذْهَبُ مِن قَلْبِها اَبَداً»[1]

بچوں سے پیار و محبت کرنے کی فضیلت

روایات میں والدین کے لئے اپنے بچوں سے بہت زیادہ پیار و محبت کرنے کی فضیلت اور مقام و مرتبے کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: تم اپنی اولاد سے بہت زیادہ پیار و محبت کیا کرو اور اس محبت کا اظہار کرتے ہوئے بچوں کو بہت زیادہ چوما کرو اور بوسہ دیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر پیار اور بوسے کے عوض میں جنت میں ایک عظیم درجہ عطا کرتا ہے کہ جس کی مساحت پانچ سو سال کی مسافت پر مشتمل ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :أَكْثِرُوا مِنْ قُبْلَةِ أَوْلاَدِكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةً فِي اَلْجَنَّةِ مَسِيرَةَ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ»[2]

۸) نیک اخلاق کے ساتھ پیش آنا:

ایک دوسرے کے ساتھ نہایت اچھے اخلاق، تواضع اور انکساری سے پیش آنا اور ایک دوسرے کی عزت واحترام کرنا ایک بہترین خانوادے کی نشانی ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خانوادے کے ساتھ بہت زیادہ مہربان و با اخلاق ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مہربان ہوں۔

---

[1] تحکیم خانوادہ، ص ۱۹۲

[2] روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۳۶۹؛ مفاتیح الحیاۃ، ص ۲۳۶

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَحْسَنُ النَّاسِ إِيمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلْقاً وَ أَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ وَ أَنَا أَلْطَفُكُمْ بِأَهْلِي»[1]

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین شخص وہ ہوگا جو اپنے خانوادے کے ساتھ سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو اور اپنے خانوادے کے لئے سب سے بہتر ہو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَقْرَبُكُمْ مِنِّي مَجْلِساً يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُكُمْ خُلْقاً وَ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ»[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانوادے کے ساتھ خوش اخلاقی کی سفارش و تاکید کرتے ہوئے مولائے کائنات علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ! اپنے خانوادے کے ساتھ، اپنے ہمسایوں کے ساتھ اور دیگر لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق کے سے پیش آؤ، اگر ایسا کروگے تو خدا کے ہاں نہایت عظیم درجہ اور مقام لکھا جائے گا۔

«قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يا عَلِي! أَحْسِنْ خُلُقَكَ مَعَ أَهْلِكَ وَ جِيرَانِكَ وَ مَنْ تُعَاشِرُ وَ تُصَاحِبُ مِنَ النَّاسِ تُكْتَبْ عِنْدَاللهِ فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلَى»[3]

۹) اکٹھے کھانا کھانا اور دسترخوان پر سب کا جمع ہونا:

روایات میں تاکید کی گئی ہے کہ ایک انسان کو خانوادے کے ساتھ ملکر اور اکٹھے کھانا کھانا چاہیئے نہ کہ تنہا۔

روایات میں تنہا کھانا کھانا، تنہا سونا اور تنہا سفر کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور خانوادے کے ساتھ

۱صحیفہ امام رضا علیہ السلام، ج۱، ص۶۷؛ وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۱۵۳

۲عیون اخبار الرضا علیہ السلام، جلد ۲، ص۳۸؛ بحار الانوار، ج۶۸، ص۳۸۷

۳تحف العقول، ص۱۴

کھانا کھانا خدا کی رحمت اور مغفرت کا سبب ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: خدا مومن کو بہت چاہتا ہے اور مومن کے بچوں اور اہل وعیال کو بھی بہت چاہتا ہے اور خدا کے لئے محبوب ترین چیز یہ ہے کہ ایک مومن اپنے گھر والوں اور اپنے بچوں کے ساتھ دستر خوان پر جمع ہو کر اور ملکر کھانا کھائے، جب خدا یہ دیکھتا ہے کہ گھر کے تمام افراد ایک دستر خوان پر جمع ہیں اور سب مل کر کھانا کھا رہے ہیں تو خداوند متعال ان پر اپنی نظر رحمت کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ دستر خوان سے اٹھیں، اللہ تعالیٰ ان سب کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

«قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُؤمِنَ وَ يُحِبُّ اَهْلَهُ وَوُلْدَهُ، وَ اَحَبُّ شَىءٍ اِلَى اللهِ تَعالى اَنيَرى الرَّجُلَ مَعَ امرَأتِهِ و وُلْدِهِ عَلى مائِدَةٍ يَأكُلونَ، فَاِذا اجتَمَعوا عَلَيها نَظَرَ اِلَيهِمِ بِالرَّحمَةِ لَهُم، فَيَغفِرُ لَهُم قَبلَ اَن يَتَفَرَّقوا مِنْ مَوْضِعِهِم» [1]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جب مؤمن اپنی اولاد (اہل وعیال) کے ساتھ مل کر کھانا کھانا پسند کرتا ہے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا ہے تو ایک فرشتہ عرشِ الٰہی سے آواز دیتا ہے کہ: اے بندہ خدا! پروردگار نے تیرے تمام گناہوں کو بخش دیا ہے اب تم نئی زندگی کا آغاز کرو۔

«عنه صلى الله عليه و آله: اَيُّما مُؤمِنٍ يُحِبُّ الأَكلَ مَعَ الأَولادِ، ناداهُ مَلَكٌ مِن تَحتِ العَرشِ: يا عَبدَ اللهِ استَأنِفِ العَمَلَ، فَقَد غَفَرَ اللهُ لَكَ الذُّنوبَ كُلَّها» [2]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے گھر والوں کے ساتھ کھانا کھانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب کوئی مؤمن اپنے گھر والوں اور بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا ہے تو اس کے ہر لقمہ کے عوض ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک شہر بنا دیا جاتا ہے اور

---

۱ تنبیہ الغافلین ص ۳۴۳؛ تعزیز الاسرۃ، ص ۱۵۷

۲ ایضاً، ص ۳۴۴؛ تعزیز الاسرۃ، ص ۱۵۶

اللہ تعالیٰ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں عطا کرتا ہے۔

«إذا أكَلَ المُؤمِنُ مَعَ أولادِهِ كُتِبَ لهُ بِكُلِّ لُقمَةٍ ثَوابُ عِتقِ رَقَبَةٍ ، ورُفِعَ لَهُ مَدينَةٌ ، وأعطاهُ اللهُ كِتابَهُ بِيَمينِهِ»[1]

۱۰) آپس میں خوبصورت انداز سے گفتگو کرنا:

ایک بہترین گھرانے کی سب سے اہم خصوصیت، ایک دوسرے کے ساتھ اچھے اور خوبصورت انداز سے گفتگو کرنا ہے۔

اسلام میں اس بات کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے کہ انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ نہایت اچھے اور خوبصورت طریقے سے مخاطب ہو، ایک بہترین گھر کے افراد جب ایک دوسرے کو پکارتے ہیں یا گفتگو کرتے ہیں تو نہایت پسندیدہ اور محترمانہ الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں، ایسے الفاظ جن میں بزرگی اور احترام کا پہلو ہو اور عزت واحترام کے لیے ان الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور یہ کام نظام خانوادگی کے استحکام کے لیے بہت زیادہ موثر ہے۔

جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ رب العزت ہے: اور تم لوگوں کے ساتھ بہترین کلام سے گفتگو کرو اور نماز قائم کرو اور زکات ادا کرو۔

﴿ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ﴾(البقرة/ ۸۳)

اس آیت میں جس طرح نماز وزکات ادا کرنے کا حکم ہے اور یہ دونوں فرضِ الٰہی ہیں، اسی طرح لوگوں کے ساتھ آداب واخلاق سے گفتگو کرنا اور بہترین کلام سے ایک دوسرے کو پکارنا بھی حکمِ الٰہی ہے۔

---

[1] تنبیہ الغافلین، ص ۳۴۴

اور والدین کے لئے خاص طور پر گفتگو کرنے کے آداب و انداز کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ: والدین کے ساتھ اس انداز سے گفتگو کرو کہ جس میں کرامت و بزرگی پائی جائے۔

﴿وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (الإسراء/ ۲۳)

اور حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: کہ بہترین کلام اور خوبصورت گفتگو کرنے والا شخص خدا کی جانب سے پانچ نعمتوں کو پاتا ہے۔

۱) خداوند متعال اس کے مال ودولت میں اضافہ کرتا ہے۔

۲) اس کی توفیقات میں اور خدا کی طرف سے ملنے والی عنایات میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳) خداوند متعال اس کی عمر میں برکت عطا کرتا ہے۔

۴) ایسا شخص اپنے گھر کے افراد اور حتیٰ دوسروں لوگوں کے ہاں معزز ہوجاتا ہے یعنی ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔

۵) خداوند متعال اس شخص کو خوبصورت گفتگو کرنے کے بدلے جنت عطا کرتا ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: اَلْقَوْلُ الْحَسَنُ يُثْرِي الْمَالَ وَ يُنْمِي الرِّزْقَ وَ يُنْسِئُ فِي الْأَجَلِ وَ يُحَبِّبُ إِلَى الْأَهْلِ وَ يُدْخِلُ الْجَنَّةَ» [۱]

۱۱) عفت وپاکدامنی اختیار کرنا:

ایک بہترین خانوادے کی نشانی حجاب کا خیال رکھنا اور عفت وپاکدامنی ہے۔

---

[۱] الخصال الصدوق، ج۱، ص۷۱۳، ح۱۰۰

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ بہت غیرت مند ہے اور ہر غیرت مند کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیرت کی خاطر ہر نہایت قبیح وبری چیزوں کو حرام قرار دیا ہے چاہے وہ آشکار ہوں یا پنہاں۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيهِ السَّلَامُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وتَعَالىٰ غَيُورٌ يُحِبُّ كُلَّ غَيُورٍ و لِغَيرَتِهِ حَرَّمَ الفَوَاحِشَ ظَاهِرَهَا وبَاطِنَها» [۱]

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا اس مرد کو پسند کرتا ہے جو باغیرت ہو، اپنے گھر والوں کے حجاب، عفت وپاکدامنی کا بہت زیادہ خیال رکھنے والا ہو اور جو شخص اپنے گھر والوں کے حجاب اور پردے کا خیال نہ رکھتا ہو ایسا شخص بے غیرت ہوتا ہے اور ایسے انسانوں سے خدا نفرت کرتا ہے۔

اور ایک جگہ پر ارشاد فرمایا: اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کیا کرو تاکہ تمہاری اولاد بھی تم سے نیکی کرے اور دوسروں کے ناموس کے بارے میں عفت وپاکدامنی سے کام لیا کرو تاکہ تمہارے ناموس کی عزت وعفت بھی محفوظ رہے۔

«قال الصادق عليه السلام: بَرّوا آبائكُم يَبَرّكُم أبناؤكُم، وعِفُّوا عَن نِساءِ النّاسِ تَعِفَّ نِساؤكُم» [۲]

مولائے کائنات نے عفت وپاکدامنی کو شرم وحیاء کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: جس قدر انسان میں حیاء کی صفت پائی جاتی ہے اتنی ہی عفت وپاکدامنی پائی جاتی ہے۔

مولاؑ کے اس کلام کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں حیاء ہوگا وہاں عفت وپاکدامنی ہوگی اور جہاں بے حیائی پائی جائے وہاں عفت وپاکدامنی نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ جس معاشرے میں حیاء نایاب ہو جائے وہاں

---

۱۱ اصول کافی، ج۵، ص۵۳۵، ح۱۔

۱۲ اصول کافی، ج۵، ص۵۵۴؛ تحف العقول، ص۳۵۹

عفت وپاکدامنی بھی نایاب ہو جاتی ہے اور ہر طرف بے حجابی و بے عفتی نظر آئے گی۔

«عَلَى قَدْرِ الْحَيَاءِ تَكُونُ الْعِفَّةُ» غرر الحکم، ج۱، ص۴۵۱

ایک اور کلام میں مولائے کائناتؑ نے عفت کا ثمرہ اور نتیجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: عفت و پاکدامنی کا نتیجہ دنیا کی آلودگیوں اور رنگینیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔

«ثَمَرَةُ الْعِفَّةِ التَّنَزُّهُ عَنْ دَارِ الْفَنَاءِ» عیون الحکم، ج۱، ص۲۰۷

ایک اور کلام میں امیر المومنینؑ نے عفت کا فائدہ اور نتیجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: عفت وپاکدامنی کا نتیجہ اپنے آپ کو گناہوں اور آلودگیوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

«ثَمَرَةُ الْعِفَّةِ الصِّيَانَةُ» غرر الحکم، ج۱، ص۳۲۶

آلِ محمدؐ نے ہمیشہ اپنے چاہنے والوں اور شیعوں کو اپنی سیرت و تعلیمات کے ذریعے سے تقویٰ، پاکدامنی، صداقت و سچائی جیسی صفات کا درس دیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیتؑ کی سیرت ہمیشہ گناہوں سے دور رہنا، عفت وپاکدامنی اختیار کرنا، صداقت و سچائی کے ساتھ زندگی کرنا، لوگوں کو فائدہ پہنچانا، خدا کی راہ میں کوشش وجد وجہد کرنا، امانت کی حفاظت کرنا، سجدوں کو طول دینا، رات کی تاریکی میں عبادت وبندگی کرنا اور ہر حرام کاموں سے اجتناب کرنا ہے۔

«عَنِ الرَّسُولِ ص:... وَ أَنَّ مِنْ دِينِهِمُ الْوَرَعَ وَ الْعِفَّةَ وَ الصِّدْقَ وَ الصَّلَاحَ وَ الِاجْتِهَادَ وَ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ إِلَى الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ طُولَ السُّجُودِ وَ الْقِيَامَ بِاللَّيْلِ وَ اجْتِنَابَ الْمَحَارِمِ» تحف العقول، ج۱، ص۴۱۵

۱۲) ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا:

خانوادے کے وظائف اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری اپنے اہل وعیال اور گھر والوں پر نیکی واحسان کرنا اور ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا ہے، دینِ مقدسِ اسلام نے جہاں

دوسرے لوگوں پر نیکی واحسان کرنے کی تاکید وسفارش کی ہے وہاں پر سب سے زیادہ اپنے خانوادے کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، خانوادے کے ساتھ نیکی کرنے والے افراد کو سب سے زیادہ خدا کا محبوب انسان قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: تمام خلق عیالِ پروردگار ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ انسان وہ شخص ہے جو اپنے خانوادے پر سب سے زیادہ نیکی واحسان کرنے والا ہو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: الْخَلْقُ عِيالُ اللهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيالِهِ»[1]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اہل و عیال تمہارے اُسراء (قیدیوں) میں سے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ انسان وہ شخص ہے جو اپنے قیدیوں کے ساتھ بہت زیادہ نیکی واحسان کرے۔

«عن الإمام الصّادق عليه السلام: عِيالُ الرَّجُلِ أُسَراؤُهُ، وأَحَبُّ العِبادِ إِلَى اللهِ عز و جل أَحسَنُهُم صُنعا إِلى أُسَرائِهِ»[2]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے اُس شخص کا ایمان سب سے بہتر ہے جو سب سے زیادہ خانوادے کے ساتھ خوش اخلاق ہو اور ان کے ساتھ لُطف ومہربانی سے پیش آنے والا ہو اور میں اپنے خانوادے کے لئے سب سے زیادہ لُطف کرنے والا اور مہربان ہوں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَحْسَنُ النَّاسِ إِيمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَ

---

۱ المعجم الوسیط، ج۵، ص۳۵۶؛ قرب الاسناد، ص۱۲۰

۲ من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۵۵۵

اَلطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ وَ أَنَا اَلطَفُكُمْ بِأَهْلِي»[1]

اور حضرت امام صادق علیہ السلام نے خانوادے کے ساتھ نیکی، احسان اور ان کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: دو صنف کے بارے میں اللہ سے بہت زیادہ ڈرتے رہو اور یہ دو صنف سب سے زیادہ ضعیف وکمزور ہیں؛

۱) یتیم ۲) عورتیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اِتَّقُوا اَللهَ فِي اَلضَّعِيفَيْنِ يَعْنِي بِذَلِكَ اَلْيَتِيمَ وَ اَلنِّسَاءَ»[2]

ایک اور حدیث میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے خانوادے کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص اپنے خانوادے کے ساتھ نیکی واحسان کرے تو اللہ تعالی اس کے رزق کو فراوان ووسیع کر دیتا ہے۔

«عن الإمامُ الصّادقُ عليه السلام: مَن حَسَّنَ بِرَّهُ أهلَ بَيتِهِ زِيدَ في رِزقِهِ»[3]

مولائے کائنات علیہ السلام نے انسان کی سعادت وکامیابی کے لئے زندگی میں تین چیزوں کو بہت ضروری قرار دیا ہے؛

۱) رزقِ حلال کمانا اور رزقِ حلال کھانا۔

۲) خانوادے کے ساتھ نیکی واحسان کرنا۔

۱عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۳۸؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۵۳

۲الخصال، ج ۱، ص ۳۷؛ وسائل الشیعہ، ج ۲۰، ص ۱۶۷

۳بحار الانوار، ج ۶۹، ص ۴۰۸

۳) ہر حال میں اور ہمیشہ ذکرِ خدا میں مشغول رہنا۔

«عَنْ عليٍ (علیه السلام) قَالَ: عَلَيْكَ بِلُزُومِ الْحَلَالِ وَ حُسْنِ الْبِرِّ بِالْعِيَالِ وَ ذِكْرِ اللّٰهِ فِي كُلِّ حَالٍ»[1]

۱۳) گھر والوں کو خوشحال رکھنا:

بہترین گھرانے کی نشانی یہ ہے کہ ایک دوسرے کی رضا وخوشنودی کا خیال رکھیں اور ایک دوسرے کو خوشحال رکھنے کی کوشش کریں۔ روایات میں خانوادے کو خوشحال رکھنے کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: وہ شخص جو اپنے گھر والوں کو خوشحال کرے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک مخلوق کو خلق کرتا ہے جو قیامت تک اس شخص کے لئے دعا اور استغفار کرتی رہتی ہے

«مَن أدخَلَ عَلى أهلِ بَيتِهِ سُرورا، خَلَقَ اللّٰهُ مِن ذٰلِكَ السُّرورِ خَلقا يَستَغفِرُ لَهُ إلىٰ يَومِ القِيامَةِ»[2]

روایات میں خاص طور پر خوشیوں کے مواقع پر جیسے کہ عیدِ قربان، عیدِ فطر، عیدِ غدیر اور روزِ جمعہ میں خانوادے اور گھر والوں کو خوشحال کرنے کی اور ان کی خوشی کے وسائل کو مہیا کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش بیان کی گئی ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: اپنے اہل وعیال کو ہر جمعہ میں ان کی خوشی کے وسائل کے ذریعہ سے خوشحال کیا کرو، جیسے کہ ان کے لئے فروٹ و میوہ خرید کر لانا، گوشت خریدنا تاکہ اہل وعیال جمعہ کے آنے سے خوشحال ہو جائیں۔

« قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَطْرِفُوا أَهْلِيكُمْ كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَاكِهَةِ

---

۱ عیون الحکم، ج۱، ص ۳۳۴؛ غرر الحکم، ج۱، ص ۴۴۵

۲ کنز العمال، ج۱۶، ص ۳۷۹

وَ اَللَّحْمِ حَتّٰی یَفْرَحُوا بِالْجُمُعَةِ»[۱]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار جائے اور اپنے گھر والوں کے لئے ہدیہ یا پھل فروٹ اور ضرورت کی اشیاء خرید کرلے کر آئے تو اس شخص کا مقام اس انسان کی مانند ہے جو فقیر و ضرورتمند انسانوں کی خدمت کرنے والا ہے، مزید آپ نے فرمایا: جب ہدیہ لے کر آؤ تو بیٹوں سے پہلے بیٹیوں کو ہدیہ دو، اس لئے کہ بے شک جو شخص بیٹیوں کو خوشحال کرتا ہے گویا اُس نے جنابِ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے غلاموں کو آزاد کیا اور جس نے اپنے بیٹے کو خوشحال کیا تو گویا اُس نے خوفِ خدا میں گریہ کیا اور جو خوفِ خدا میں گریہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے خُلدِ برین میں مقام عطا کرتا ہے۔

«مَنْ دَخَلَ اَلسُّوقَ فَاشْتَرَی تُحْفَةً فَحَمَلَهَا إِلَی عِیَالِهِ کَانَ کَحَامِلِ صَدَقَةٍ إِلَی قَوْمٍ مَحَاوِیجَ وَ لْیَبْدَأْ بِالْإِنَاثِ قَبْلَ اَلذُّکُورِ فَإِنَّهُ مَنْ فَرَّحَ أُنْثَی فَکَأَنَّمَا عتق أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِیلَ وَ مَنْ أَقَرَّ بِعَیْنِ اِبْنٍ فَکَأَنَّمَا بَکَی مِنْ خَشْیَةِ اَللّٰهِ وَ مَنْ بَکَی مِنْ خَشْیَةِ اَللّٰهِ أَدْخَلَهُ جَنَّاتِ اَلنَّعِیمِ»[۲]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے بیوی اور بچوں کو خوشحال کرنا قیامت کے دن خوشحالی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: پروردگارِ عالم مردوں سے زیادہ عورتوں پر مہربانی ہے، اور کوئی بھی مرد اپنی بیوی کو خوشحال کرے اور ان کی خوشی کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے دن خوشحال کرتا ہے۔

«عنه صلی الله علیه و آله و سلّم: إنّ اللهَ تبارکَ وتعالی علَی الإناثِ أرأفُ مِنهُ علَی الذُّکورِ، وما مِن رجُلٍ یُدخِلُ فَرحَةً علی امرأةٍ بَینَهُ وبَینَها حُرمَةٌ ، إلاّ فَرَّحَهُ اللهُ تعالی

---

[۱] من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص ۴۲۳

[۲] ثواب الاعمال، ج۲، ص ۲۰۱

يَومَ القِيامَةِ»[1]

پھر ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے اہل و عیال اور گھر والوں کی خوشحالی کو پروردگار کے فخر و مباہات کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: بے شک جب بھی کوئی مرد بازار سے کچھ چیزوں کو خرید کر لے کے آئے تاکہ گھر والوں کو خوشحال کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر فرشتوں کے حضور فخر و مباہات کرتا ہے۔

«عنه صلى الله عليه و آله: إنَّ اللهَ عَزَّ وجَلَّ لَيُحِبُّ الرَّجُلَ مِن خَلقِهِ إذَا انصَرَفَ مِن سوقِهِ، فَيَأخُذَ شَيئا في كُمِّهِ لِعِيالِهِ فَيَفرحوا بِهِ، فَيُباهِي اللهُ بِهِ المَلائِكَة»[1]

ان تمام احادیث کی روشنی میں گھر والوں کو خوشحال رکھنا اور ان کی خوشی کے تمام اسباب و وسائل کو فراہم کرنا اور ہر قسم کی ناراضگی و پریشانی کے اسباب و عوامل سے دور رہنا بہت ضروری ہے، اسی وجہ سے سرورِ کائنات ﷺ نے اس شخص کو بدترین انسان قرار دیا ہے جو گھر والوں کو خوشحال کرنے کے بجائے اُن پر سختی کرے اور ان کو پریشان کرے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: بدترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں پر سختی و تنگی سے پیش آئے، رسولِ اکرم ﷺ سے اصحاب نے پوچھا کہ گھر والوں پر سختی و تنگی سے مراد کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: مرد کا اس طرح گھر میں زندگی کرنا کہ جب وہ گھر میں داخل ہو تو اُس کی بیوی اور بچے خوف زدہ ہو جائیں اور اس سے راہِ فرار اختیار کر کے دور ہو جائیں اور جب وہ باہر نکلے تو خوش ہو جائیں۔

اس حدیث کی روشنی میں بدترین انسان وہ شخص ہے جس کے گھر میں داخل ہونے پر سے اہل و عیال خوشحال ہونے کے بجائے اُس کی سختی، بداخلاقی اور تنگی کی وجہ سے پریشان اور خوفزدہ ہو جائیں۔

---

[1] الکافی، ج ٦، ص ٦

[2] الفردوس، ج ١، ص ١٦٨؛ تحکیم خانوادہ، ص ٢٢٨

«شَرُّ النَّاسِ الْمُضَيِّقُ عَلى اَهلِهِ[1]، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَ كَيفَ يَكُونُ ضِيقاً عَلىٰ اَهلِهِ؟ قَالَ: اَلرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيتَهُ خَشَعَتْ إِمرَأَتُهُ وَ هَرَبَ وَلَدُهُ وَ فَرَّ فَإِذَا خَرَجَ ضَحَكَتْ إِمرَأَتُه»

۱۴) صبر و تحمل اور برداشت سے پیش آنا:

زندگی میں مسائل، مشکلات اور بہت ساری پریشانیاں پیش آتی ہیں، بہترین خانوادے کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ ان مشکلات و پریشانیوں میں صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے، یا پھر کبھی کبھار گھر والے ایک دوسرے کے ساتھ بد اخلاقی و تلخ کلامی اور کجروی سے پیش آجاتے ہیں تو ایسے مواقع پر بھی صبر و بردباری کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے اور نظامِ خانوادگی میں صبر و بردباری سے پیش آنے والوں کے لئے عظیم مقام و منزلت، اجر و ثواب کی خوش خبری دی گئی ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: وہ شخص جو اپنے خانوادے کی بد اخلاقی و کجروی کو برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور ہر رات کے عوض میں اس قدر اجر و صلہ عطا کرتا ہے جس طرح جنابِ ایوب علیہ السلام کو سخت ترین مصائب برداشت کرنے پر عطا کیا گیا ہے۔ (لیکن بیوی کے لئے شوہر کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنا عظیم گناہوں میں شامل ہے) اور ہر دن اور رات جس میں شوہر کے ساتھ بد اخلاقی کرے تو صحرا کے سنگریزوں کے برابر گناہ ہے۔

«رسول اللهؐ صلى الله عليه و آله: مَن صَبَرَ عَلى سوءِ خُلُقِ امرَأَتِهِ وَ احتَسَبَهُ أعطاهُ اللهُ تَعالى بِكُلِّ يومٍ و لَيلَةٍ يَصبِرُ عَلَيها مِنَ الثَّوابِ ما أعطى أيوبَ عليه السلام عَلى بَلائِهِ،

[1] الجامع الصغیر، ج۲، ص۷۷؛

[2] مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۵

و كانَ عَلَيها مِنَ الوِزرِ في كُلِّ يومٍ و لَيلَةٍ مِثلَ رَملِ عالِجٍ»[1]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک عظیم مقام و درجہ ہے جس کو کوئی بھی نہیں پاسکتا سوائے تین قسم کے افراد کے؛

۱) امام معصوم علیہ السلام ۲) بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والا۔

۳) خانوادے کے ساتھ بہت زیادہ صبر و تحمل سے پیش آنے والا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ (ص): إِنَّ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَةً لَا يَنالُها إِلَّا إِمَامٌ عَادِلٌ أَوْ ذُو رَحِمٍ وَصُولٍ أَوْ ذُو عِيَالٍ صَبُورٍ»[2]

خانوادہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت

خانوادہ دینِ مقدس اسلام میں محبت اور اُلفتوں کا ایک مجموعے کا نام ہے، پروردگارِ عالم کی جانب سے مہر و محبتِ الٰہی کا ایک عظیم خزانہ ہے، رب العالمین کی طرف سے ملنے والی عظیم نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت محبت اور اُلفتوں سے بھرپور بہترین خانوادہ ہے کہ جو خدا کی توحید، عظمت اور قدرت کی نشانی ہے اور خدا کی قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے، ماں کی محبت، بیوی کی محبت، بہن، بھائیوں کی محبت، باپ اور بہترین رشتے داروں کی محبت یہ خدا کی توحید کی نشانی ہے۔ جیسا کہ پروردگار نے قرآن مجید میں صریحاً اعلان کیا ہے کہ: خدا کی توحید کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تمہاری بیویاں ہیں جن کو خدا نے تمہارے لئے خَلق کیا ہے اور اُنکی ذات میں تمہارے لئے اُنس، سکون اور محبت واُلفت کو رکھ دیا ہے۔

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (الروم/ ۲۱)

---

۱ ثواب الاعمال، ص ۳۳۹؛ تحکیم خانوادہ از نگاہ قرآن و حدیث، ج ۱، ص ۲۳۶

۲ خصال صدوق، ج ۱، ص ۹۳

ماں، باپ، بیوی، بچے یہ سب خدا کی عظیم نعمتیں ہیں جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص کو خدا نے پانچ نعمتیں عطا کی ہوں اُس شخص کو چاہئے کہ وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اور ان نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے عبادت اور بندگی میں کوتاہی نہ کرے۔ پھر ان پانچ نعمتوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

۱) نیک اور صالح زوجہ، جو دُنیوی اور اُخروی تمام کاموں میں شوہر کی مدد کرے۔

۲) نیک اور صالح اولاد، جو زندگی میں بہترین سہارا اور بہترین زندگی کا وسیلہ بھی ہے اور زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں کا ایک مجموعہ بھی ہے، اولاد مرنے کے بعد بھی والدین کو اپنے نیک اعمال کے ذریعے سے ان کی مغفرت اور اُن کے درجات کی بلندی کا سبب ہے، جن کی نیک اولاد دنیا میں ہے اُن کے نامہ اعمال میں عبادت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۳) رزق حلال، حلال اور پاکیزہ رزق خدا کی جانب سے انسان کی حیات اور زندگی کے لئے ایک عظیم نعمت ہے، اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انسانوں کو حکم دیا ہے کہ میری پاکیزہ اور حلال روزی کھاتے رہو اور میری عبادت وبندگی اور نیک کام انجام دیتے رہو۔

﴿ يا أَيها الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّباتِ وَاعْمَلُوا صالِحًا إِنِّي بِما تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾ (المؤمنون/ ٥١)

اور دوسری جگہ پر ارشادِ قدرت ہے کہ: خدا نے جو حلال وپاکیزہ رزق عطا کیا ہے اُسے کھاتے رہو اور پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم اللہ کے عبادت گزار بندے بننا چاہتے ہو تو۔

﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (النحل/ ١١٤)

۴) بہترین اخلاق، جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کے درمیان انتہائی خوبصورت اور کامیاب زندگی

بسر کرتا ہے، انسان کی زندگی میں کامیابی، خوشحالی اور خوشبختی کیلئے بہترین اخلاق نہایت ضروری ہے، خصوصاً نظامِ خانوادگی میں تمام خوشیوں کا وسیلہ بہترین اخلاق پر موقوف ہے۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اخلاق سے بڑھ کر کوئی لذیذ اور شیریں زندگی کسی بھی چیز میں نہیں ہے۔ انسان کی زندگی کو شیریں اور کامیاب بنانے والی چیز بہترین اخلاق اور کردار ہے۔

«قَالَ أميرُ المؤمِنِينَ (ع): و لا عَيشَ ألَذُّ مِن حُسنِ الخُلقِ» [۱]

۵) محبت اہل بیت علیہم السلام، انسان کیلئے دونوں جہانوں میں نجات، خوشبختی اور کامیابی کا راز محبت اہل بیت علیہم السلام ہے، محبت اہل بیت علیہم السلام دنیا میں انسان کے لئے بہترین راہنمائی، بہترین تعلیمات و معارف کا وسیلہ ہے اور قیامت میں نجات، بہترین درجات اور جنت الفردوس کے پانے کا وسیلہ ہے۔

سرور اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک بہترین خانوادہ اور نیک اور صالح گھرانہ ہے۔

«عنه صلى الله عليه و آله: مَن اعطِيَ لَهُ خمسا لَم يَكُن لَهُ عُذرٌ في تَركِ عَمَلِ الآخِرَةِ: زَوجَةٌ صالِحَةٌ تُعينُهُ عَلى أمرِ دُنياهُ و آخِرَتِهِ، و بَنونَ أبرارٌ، و مَعيشَةٌ في بَلَدِهِ، و حُسنُ خُلقٍ يُداري بِهِ النّاسَ، و حُبُّ أهلِ بَيتي» [۲]

اسی وجہ سے ایک اور روایت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص کو میرے اہل بیت کی محبت اور معرفت کی روزی مل جائے اس نے دونوں جہانوں کو پالیا اور یہ شخص یقیناً جنتی ہے، اس میں کوئی شک نہ کرے [۳]۔

---

۱ میزان الحکمہ، ج ۱۲، ص ۱۸۸؛ بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۱۱۱

۲ الدعوات، ص ۴۰؛ تحکیم خانوادہ از نگاہ قرآن وحدیث، ج ۱، ص ۳۰

۳ خصال صدوق، باب خمسہ

«قَالَ رَسُولُ اللهِ(ص): مَن رَزَقَهُ اللهُ حُبَّ الأَئِمَّةِ مِن أهلِ بَيتِي فَقَد أصابَ خَيرَ الدُّنيا وَالآخِرَةِ، فَلا يَشُكَّنَّ أحَدٌ أنَّهُ فِي الجَنَّةِ»۱

---

۱ دانشنامہ قرآن وحدیث، ج ۱۰، ص ۳۸۴

وظائفِ خانوادہ

۱)احترام اور تعظیم خانوادہ:

خانوادے کے حقوق اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری ایک دوسرے کا احترام اور تعظیم کرنا ہے، روایات میں اس بات کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ گھر کے تمام افراد ایک دوسرے کا احترام کریں، خاص طور پر میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے بہت زیادہ احترام اور تعظیم کے قائل ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: لوگوں میں سے اُس شخص کا رتبہ خدا کے نزدیک بہت عظیم ہے جو اپنے خانوادے کا بہت احترام کرنے والا ہے۔

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ أَشَدُّكُمْ إِكْرَاماً لِحَلاَئِلِهِمْ»[۱]

ایک اور روایت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شادی کرلیتا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زوجہ کا احترام کرے اور اُن کا خاص خیال رکھے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي حَدِيثٍ: وَ مَنِ اِتَّخَذَ زَوْجَةً فَلْيُكْرِمْهَا»[۲]

ایک اور روایت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنے خانوادے کے لئے سب سے بہتر ہو اور میں اپنے خانوادے کے لئے تم سب سے بہتر ہوں، خانوادے کی عزت واحترام نہیں کی ہے مگر بزرگ انسانوں نے اور خانوادے کی توہین وتحقیر نہیں کی ہے مگر پست وحقیر لوگوں نے۔

«رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي مَا أَكْرَمَ

---

۱ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۵۰۶

۲ مستدرک الوسائل، ج ۱۴، ص ۲۴۹

النِّسَاءَ اِلاَّ کَرِیمٌ وَ لاَاَهَانَهُنَّ اِلاَّ لَئِیمٌ»[۱]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے خانوادے کی عزت و احترام کرنے کو بہترین مردوں کی سیرت قرار دیتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہیں بہترین لوگوں کے بارے میں خبر دوں؟ وہ لوگ جو اپنے خانوادے کے ساتھ تواضع اور خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں اور خانوادے کی عزت و احترام کرتے ہیں، یہی بہترین لوگ ہیں۔

«الا أخبِرُکُم بِخِیارِکُم؟ مَن لانَ مَنکِبُهُ، و حَسُنَ خُلُقُهُ، و أکرَمَ زَوجَتَهُ إذا قَدَرَ»[۲]

۲) اخلاق کی رعایت کرنا:

خانوادے کے حقوق اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین حق خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور انتہائی پیار و محبت کے ساتھ پیش آنا ہے، خوش اخلاقی نظامِ خانوادگی میں نہایت مؤثر اور اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: نظامِ خانوادگی میں کئی چیزوں کا خیال رکھنا مرد اور زن دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے، ان میں سے اخلاق اور احترام سے پیش آنا، ہمیشہ ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کی موافقت اور ہماہنگی سے خانوادگی نظام کو چلانا، ایک دوسرے کی رضایت و خوشنودی کا خیال رکھنا، بہترین و زیبا کلمات اور جملوں کو استعمال کرنا، دونوں کا اپنے آپ کو خامیوں سے اور ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھنا، ایک دوسرے سے اظہار محبت کرنا، نظافت، پاکیزگی، آراستگی اور زینت کا خیال رکھنا، ان تمام وظائف کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مادّی ضروریات و اخراجات کو فراہم کرنا اور نظامِ خانوادگی میں سہولت، آسودگی اور آرامش و سکون فراہم کرنا بھی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔

«عَنِ الاِمَامِ الصَّادِقِ(ع): لاَ غِنَی بِالزَّوجِ عَنْ ثَلاَثَةِ أَشْیاءَ فِیمَا بَیْنَهُ وَ بَیْنَ زَوْجَتِهِ وَ

---

[۱] کنز العمال، ج ۱۵، ص ۸۳۵؛ نہج الفصاحہ، ح ۱۵۲۰

[۲] الفردوس، ج ۱، ص ۱۳۳؛ کنز العمال، ج ۱۵، ص ۸۳۵

هِيَ الْمُوَافَقَةُ لِيَجْتَلِبَ بِهَا مُوَافَقَتَهَا وَ مَحَبَّتَهَا وَ هَوَاهَا وَ حُسْنُ خُلُقِهِ مَعَهَا وَ اِسْتِعْمَالُهُ اِسْتِمَالَةَ قَلْبِهَا بِالْهَيْئَةِ الْحَسَنَةِ فِي عَيْنِهَا وَ تَوْسِعَتُهُ عَلَيْهَا...»[1]

حضرت امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جس شخص کی زندگی میں چار صفات ہوں اُس کا دین اور ایمان کامل ہے، خدا اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور قیامت کے دن وہ اس شان کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں آیگا کہ خدا اُس سے راضی ہوگا، وہ چار صفات یہ ہیں؛

۱) تمام حقوق الناس کا خیال کرنا، (خاص طور پر حقوقِ خانوادگی کو ادا کرنا)۔

۲) تمام لوگوں کے ساتھ صداقت وسچائی سے پیش آنا۔

۳) شرم وحیاء رکھنا، (یعنی قبیح کام کرتے ہوئے خدا اور لوگوں سے شرم وحیاء محسوس کرنا)۔

۴) اپنے خانوادے کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آنا۔

اس روایت میں حضرت امام سجاد علیہ السلام نے آخرت میں نجات اور خدا کی رضاوخوشنودی کے حصول کے لئے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خانوادے کے ساتھ خوش اخلاقی اور خوش اسلوبی سے پیش آنے کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَمَلَ إِسْلَامُهُ وَ مُحِّصَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَ لَقِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ هُوَ عَنْهُ رَاضٍ مَنْ وَفَى لِلَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَا يَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهِ لِلنَّاسِ وَ صَدَقَ لِسَانُهُ مَعَ النَّاسِ وَ اسْتَحْيَا مِنْ كُلِّ قَبِيحٍ عِنْدَ اللَّهِ وَ عِنْدَ النَّاسِ وَ حَسُنَ خُلُقُهُ مَعَ أَهْلِهِ»[2]

۱تحف العقول، ج۱، ص ۳۱۵

۲خصال صدوق، ج۱، ص ۲۲۲

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خانوادے کے ساتھ بہت زیادہ مہربان اور بہترین اخلاق سے پیش آنے والا ہو اور میں اپنے خانوادہ کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہوں۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»[1]

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَقْرَبُكُمْ مِنِّي مَجْلِساً يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً وَ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ»[1]

۳) بد اخلاقی اور غصے سے اجتناب کرنا:

خانوادگی نظام کو خراب کرنے اور گھر کے سکون اور خوشیوں کو برباد کرنے والی چیزوں میں سے ایک اہم ترین چیز بد اخلاقی اور غصہ ہے، یہ دونوں چیزیں انسان کی زندگی کو برباد کر دیتی ہیں اور محبتوں کو نفرت میں بدل دیتی ہیں۔ جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: زندگی کے تین دشمن ہیں، جن کو زندگی میں کبھی بھی آنے نہ دو ورنہ تمہاری زندگی خوشحال نہ ہو گی۔

۱) کینہ اور عداوت ۲) حسادت ۳) بد اخلاقی۔

«قَالَ عَلِيٌّ (ع): ثَلاَثٌ لاَ يَهْنَأُ لِصَاحِبِهِنَّ عَيْشٌ اَلْحِقْدُ وَ اَلْحَسَدُ وَ سُوءُ اَلْخُلُقِ»[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں کبھی بھی مومن کی زندگی میں جمع نہیں ہو سکتیں؛

۱) بخل اور کنجوسی ۲) بد اخلاقی۔

---

۱ مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۲۱۶

۲ عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج۲، ص ۳۸

۳ غرر الحکم، ج۱، ص ۲۱۲

نظامِ خانوادگی میں یہ دونوں بُری صفتیں بے انتہا تباہی و بربادی کا سبب ہیں۔

«عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: خَصْلَتَانِ لاَ تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَ سُوءُ الْخُلُقِ»[1]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: مردوں میں سے بہترین مرد وہ ہے جس کو بہت دیر سے غصہ آتا ہے اور بہت جلد راضی ہو جاتا ہے اور بدترین مرد وہ ہے جسے بہت جلد غصہ آتا ہے اور بہت دیر سے راضی ہوتا ہے۔ بہت جلدی غصہ آنا اور پھر ناراضگی کو ختم نہ کرنا یہ بہت بُری صفت ہے جو نظامِ خانوادگی اور گھریلو اُلفت و محبت کے لئے انتہائی نقصاندہ ہے۔

«عن النبی (ص): اَلا اِنَّ خَيرَ الرِّجالِ مَن كانَ بَطیءَ الغَضَبِ سَرِيعَ الرِّضا وَ شَرُّ الرِّجالِ مَن كانَ سَرِيعَ الغَضَبِ بَطِيءَ الرِّضاء»[2]

۴) اطاعت و فرمانبرداری کرنا:

نظامِ خانوادگی میں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا، ایک دوسرے کی باتوں کو ماننا نہایت ضروری ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں بلکہ ایک دوسرے کی فرمانبرداری اور باتوں پر عمل کرنے کی اور ایک دوسرے رضا و خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

جیسا کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پیغمبر اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میرے شوہر کے مجھ پر کون کون سے حقوق ہیں جن کی رعایت کرنا مجھ پر واجب ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: شوہر کے حقوق یہ ہیں کہ ہمیشہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہو، کبھی بھی ان کی نافرمانی نہ کرنا اور ان کی اجازت کے بغیر کوئی کام انجام نہ دینا، یہاں تک کہ ان

---

۱ اعلام الدین فی صفات المؤمنین، ج ۱، ص ۱۳۱؛ شہاب الاخبار، ج ۱، ص ۱۳۵

۲ نہج الفصاحۃ، ح ۶۹۲؛ کنز العمال، ح ۴۳۵۸۸

کی اجازت کے بغیر مستحب روزے بھی نہ رکھنا، اگر تمہارے شوہر کسی چیز کی خواہش کریں تو اس کو منع بھی نہ کریں، شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر بھی نہ نکلنا، اگر تو نے شوہر کی نافرمانی کی اور گھر سے باہر نکل گئی تو آسمان و زمین کے فرشتے تم پر لعنت کریں گے، مزید فرمایا: مردوں پر سب سے زیادہ حق والدین کا ہے اور عورتوں پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ فَقَالَ لَهَا أَنْ تُطِيعَهُ وَ لاَ تَعْصِيَهُ وَ لاَ تَصَدَّقَ مِنْ بَيْتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ لاَ تَصُومَ تَطَوُّعاً إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ لاَ تَمْنَعَهُ نَفْسَهَا وَ إِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ وَ لاَ تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ إِنْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ لَعَنَتْهَا مَلاَئِكَةُ السَّمَاءِ وَ مَلاَئِكَةُ الْأَرْضِ وَ مَلاَئِكَةُ الْغَضَبِ وَ مَلاَئِكَةُ الرَّحْمَةِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقّاً عَلَى الرَّجُلِ قَالَ وَالِدُهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقّاً عَلَى الْمَرْأَةِ قَالَ زَوْجُهَا قَالَتْ فَمَا لِي عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ مَا لَهُ عَلَيَّ قَالَ لاَ وَ لاَ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ وَاحِدَةٌ قَالَ فَقَالَتْ وَ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيّاً لاَ يَمْلِكُ رَقَبَتِي رَجُلٌ أَبَداً» [1]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی خاتون اپنے شوہر کی اطاعت کرتے ہوئے سات دن شوہر کی خدمت کرے اور ان کی رضا و خوشنودی کو حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس خاتون کے لئے جہنم کے ساتوں دروازوں کو بند کر دیتا ہے اور جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیتا ہے، جس دروازے سے جنت میں جانا چاہے اس کی مرضی ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ خَدَمَتْ زَوْجَهَا سَبْعَةَ أَيَّامٍ أَغْلَقَ اللّٰهُ عَلَيْهَا سَبْعَةَ

---

[1] الکافی، ج۵، ص۵۰۶

أَبْوَابِ النِّيرَانِ وَ فَتَحَ لَهَا أَبْوَابَ الْجِنَانِ الثَّمَانِيَةَ تَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَتْ»[۱]

ایک اور مقام پر روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر پوچھا اے اللہ کے رسولؐ بیوی کے شوہر پر کیا حقوق ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے کوئی چیز کسی کو نہ دو، شوہر کی ہر خواہش کو پورا کرو اور کبھی بھی منع نہ کرو اگرچہ سواری پر ہی کیوں نہ ہو، شوہر کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ بھی نہ رکھو اور گھر سے بھی باہر نہ نکلو کیونکہ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اور شوہر کی ناراضگی کے باوجود باہر نکلی تو آسمان وزمین کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں، پھر اُس عورت نے پوچھا کہ مردوں پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: مردوں پر سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے، پھر اس نے پوچھا کہ عورتوں پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: عورتوں پر سب سے زیادہ حق ان کے شوہروں کا ہے، پھر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اگر سجدہ غیر خدا کے لئے جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو کر سجدہ تعظیم کریں۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ قَالَ لَا تَتَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ لَا تَمْنَعُهُ نَفْسَهَا وَ إِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ وَ لَا تَصُومُ يَوْماً تَطَوُّعاً إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاوَاتِ وَ مَلَائِكَةُ الْأَرْضِ وَ مَلَائِكَةُ الرِّضَا وَ مَلَائِكَةُ الْغَضَبِ قَالَتْ فَمَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقّاً عَلَى الرَّجُلِ قَالَ وَالِدُهُ قَالَتْ فَمَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقّاً عَلَى الْمَرْأَةِ قَالَ زَوْجُهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا لِي مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِي لَهُ قَالَ لَا وَ لَا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ وَاحِدَةٌ وَ لَوْ

---

۱ عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۲۷۰

كُنْتُ أَمَرْتُ أَحَداً أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا»[1]

فرمانبردار عورت کا عالیشان مقام

دینِ مقدسِ اسلام میں فرمانبردار، اطاعت گزار اور ہمیشہ گھر میں بچوں کی تربیت اور شوہر کی اطاعت کرنے والی خواتین کی نہایت عظیم مقام ومنزلت بیان کی گئی ہے، پروردگارِ عالم شوہر کی اطاعت اور گھر میں خدمت کرنے کے صلہ میں عورت کو ہر رات جاگ کر عبادت میں گزارنے کی اور ہر دن روزہ رکھنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی عورت گھر میں تزئین وآرائش کیلئے گھر کے وسائل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھتی ہے تو پروردگارِ عالَم اُسے رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جس پر پروردگار کی رحمت کی نگاہ ہو وہ ہرگز عذاب میں مبتلا نہیں ہوتا، پھر جنابِ امّ سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ اللہ تعالیٰ نے تمام فضائل و خوبیاں (جہاد وشہادت کا مقام اور سب کچھ) مردوں کو عطا کی ہیں تو بیچاری عورتوں کیلئے کیا فضیلت ہے؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو پروردگارِ عالَم اس کو ہر شب عبادت کرنے اور ہر روز روزہ رکھنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کیلئے اس خدمت کے صلہ میں راہِ الٰہی میں جان ومال سے جہاد کرنے کا درجہ عطا کرتا ہے اور جب بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور بچہ کی خدمت کرتی ہے تو پروردگار کی جانب سے اس قدر اجر وثواب عطا ہوتا ہے کہ جس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور پھر بچہ کے ہر دودھ کے گھونٹ پر حضرتِ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور جب دو سال بچہ کو دودھ پلا کر اور بچہ کی خدمت کر کے فارغ ہو جائے تو خدا کی جانب سے ایک فرشتہ اس عورت کو خوشخبری دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاک وپاکیزہ قرار دیا ہے اور تیرے تمام گناہوں کو

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۱۴، ص ۲۳۷

بخش دیا ہے لہٰذا اب نئے سرے اپنی زندگی کا آغاز کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَيُّمَا اِمْرَأَةٍ رَفَعَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا شَيْئاً مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ تُرِيدُ بِهِ صَلاَحاً نَظَرَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهَا وَ مَنْ نَظَرَ اَللَّهُ إِلَيْهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رِضْوَانُ اَللَّهِ عَلَيْهِ ذَهَبَ اَلرِّجَالُ بِكُلِّ خَيْرٍ فَأَيُّ شَيْءٍ لِلنِّسَاءِ اَلْمَسَاكِينِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بَلَى إِذَا حَمَلَتِ اَلْمَرْأَةُ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ اَلصَّائِمِ اَلْقَائِمِ اَلْمُجَاهِدِ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اَللَّهِ فَإِذَا وَضَعَتْ كَانَ لَهَا مِنَ اَلْأَجْرِ مَا لاَ تَدْرِي مَا هُوَ لِعِظَمِهِ فَإِذَا أَرْضَعَتْ كَانَ لَهَا بِكُلِّ مَصَّةٍ كَعِدْلِ عِتْقِ مُحَرَّرٍ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ رَضَاعِهِ ضَرَبَ مَلَكٌ عَلَى جَنْبِهَا [جَنْبَيْهَا] وَ قَالَ استأنف [اِسْتَأْنِفِي] اَلْعَمَلَ فَقَدْ غُفِرَ لَكِ» [1]

۵) گھریلو کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا:

خانوادے کی ایک اساسی اور بنیادی ذمہ داری زندگی کے تمام امور میں اور خصوصاً گھر کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و مدد کرنا اور تمام امور میں مکمل طور پر ہمکاری کرنا بہت ضروری ہے، در حقیقت خانوادے کے تمام افراد جسم کے اعضاء کے مانند ہیں، جب جسم کے تمام اعضاء اپنے کاموں کو انجام دیتے ہیں تو جسم صحیح وسالم و تندرست رہتا ہے اور انسان بہت ساری کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے، لیکن جسم کے اعضاء میں سے کوئی بھی عضو کام کرنا چھوڑ دے تو زندگی میں بہت ساری پریشانیاں پیش آتی ہیں، اسی طریقے سے خانوادے کے تمام افراد ایک جسم کے اعضاء کی مانند ہیں، اگر خانوادے کے افراد ایک دوسرئے کے ساتھ تعاون نہ کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں تو وہ خانوادہ بیمار ہو جاتا ہے، اس خانوادے میں بہت ساری پریشانیاں پیش آتی ہیں اور وہ عظیم کامیابیوں کو نہیں پا سکتا، لہٰذا خانوادے کے تمام افراد کیلئے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنی ذمہ داری کو بھی انجام دے اور گھریلو کاموں

---

[1] امالی شیخ صدوق، ص ۴۱۱

میں ایک دوسرے کے ساتھ بھی تعاون وہمکاری کرے تاکہ دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیوں کو حاصل کیا جاسکے، اسی وجہ سے دین مقدس اسلام میں خانوادے کی خدمت ایک عظیم عبادت اور ایک اہم ترین ذمہ داری قرار دی گئی ہے، خانوادے کی خدمت کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی سیرت قرار دیا گیا ہے اور خانوادے کی خدمت کرنے والے کو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی و سعادت کی خوشخبری دی گئی ہے، خانوادے کی خدمت کرنے، ان کے ساتھ تعاون کرنے اور ان کے ساتھ بہترین زندگی کرنے والوں کے لئے عظیم اجر و ثواب اور مقام و منزلت کو بیان کیا گیا ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام سے اس سلسلے میں ایک نہایت عظیم اور طولانی روایت منقول ہوئی ہے، جس میں مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ سیدۂ کونین حضرت زہرا گھریلو کاموں میں مشغول تھیں اور میں ان کے ساتھ تعاون کر رہا تھا کہ اتنے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت سرا میں تشریف لائے اور اس منظر کو دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے ابوالحسن میری بات سنو اور میں جو کچھ کہتا ہوں وہ خدا کی جانب سے ہے، کوئی بھی شخص اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ اور گھر کے افراد کے ساتھ تعاون نہیں کرتا ہے مگر خداوند اس شخص کو اس کے بدن پر جتنے بال ہیں ان کے برابر ایک سال کی عبادت جس میں راتوں کو قیام کیا ہو اور دن کو روزے کی حالت میں گزارا ہو ثواب عطا کرتا ہے، پروردگار عالم اس شخص کو صابرین کا ثواب اور مقام عطا کرتا ہے، انبیاء کو جو پاداش دی گئی ہے وہ اس شخص کو دی جاتی ہے، اے علیؑ جو شخص اپنے اہل و عیال اور خانوادے کی خدمت کرتا ہے اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کرے تو اللہ رب العزت اس شخص کا نام شہیدوں کی لسٹ میں لکھ دیتا ہے، ہر دن اور ہر رات کی خدمت کے صلہ میں اسے ایک ہزار شہید کا ثواب عطا کرتا ہے، ہر قدم کے بدلے میں جو خانوادے کی خدمت میں اُٹھایا گیا ہے حج اور عمرہ کا ثواب عطا کرتا ہے، اے علیؑ جو خانوادے کی خدمت کرے یہ خدمت ایک سال کی عبادت، ایک ہزار حج، ایک ہزار عمرہ، ایک ہزار غلام آزاد کرنے، ایک ہزار جہاد، ایک ہزار مریض کی عیادت، ایک ہزار جمعہ، ایک ہزار جنازے میں شرکت کرنے، ایک

ہزار فقیروں کو کھانا کھلانے، ایک ہزار برہنہ انسانوں کو لباس پہنانے، ایک ہزار گھوڑے راہ الٰہی میں جہاد کے لئے دینے، ایک ہزار دینار صدقہ دینے اور توراۃ وانجیل وزبور و قرآن کی تلاوت سے افضل ہے، وہ شخص اپنی روح قبض ہونے سے پہلے جنت میں اپنے مقام کو دیکھے گا، اے علیؑ جو شخص خانوادے کی خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرے وہ شخص بغیر حساب کے جنت میں جائیگا، اے علیؑ کوئی بھی شخص اپنے اہل وعیال اور خانوادے کی خدمت نہیں کریگا مگر وہ کہ جو صدیق ہو یا شہید ہو یا وہ کہ جسے خدا دنیا و آخرت دونوں عطا کرنا چاہتا ہو۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ فَاطِمَةُ جَالِسَةٌ عِنْدَ الْقِدْرِ وَ أَنَا أُنَقِّي الْعَدَسَ قَالَ يَا أَبَا الْحَسَنِ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ اِسْمَعْ مِنِّي وَ مَا أَقُولُ إِلاَّ مِنْ أَمْرِ رَبِّي مَا مِنْ رَجُلٍ يُعِينُ اِمْرَأَتَهُ فِي بَيْتِهَا إِلاَّ كَانَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلَى بَدَنِهِ عِبَادَةُ سَنَةٍ صِيَامِ نَهَارِهَا وَ قِيَامِ لَيْلِهَا وَ أَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى مِنَ الثَّوَابِ مِثْلَ مَا أَعْطَاهُ اللّٰهُ الصَّابِرِينَ وَ دَاوُدَ النَّبِيَّ وَ يَعْقُوبَ وَ عِيسَى عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ يَا عَلِيُّ مَنْ كَانَ فِي خِدْمَةِ الْعِيَالِ فِي الْبَيْتِ وَ لَمْ يَأْنَفْ كَتَبَ اللّٰهُ تَعَالَى اِسْمَهُ فِي دِيوَانِ الشُّهَدَاءِ وَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ ثَوَابَ أَلْفِ شَهِيدٍ وَ كَتَبَ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ ثَوَابَ حِجَّةٍ وَ عُمْرَةٍ وَ أَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى بِكُلِّ عِرْقٍ فِي جَسَدِهِ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ يَا عَلِيُّ سَاعَةٌ فِي خِدْمَةِ الْعِيَالِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ أَلْفِ سَنَةٍ وَ أَلْفِ حَجٍّ وَ أَلْفِ عُمْرَةٍ وَ خَيْرٌ مِنْ عِتْقِ أَلْفِ رَقَبَةٍ وَ أَلْفِ غَزْوَةٍ وَ أَلْفِ عِيَادَةِ مَرِيضٍ وَ أَلْفِ جُمُعَةٍ وَ أَلْفِ جَنَازَةٍ وَ أَلْفِ جَائِعٍ يُشْبِعُهُمْ وَ أَلْفِ عَارٍ يَكْسُوهُمْ وَ أَلْفِ فَرَسٍ يُوَجِّهُهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَلْفِ دِينَارٍ يَتَصَدَّقُ عَلَى الْمَسَاكِينِ وَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَقْرَأَ التَّوْرَاةَ وَ الْإِنْجِيلَ وَ الزَّبُورَ وَ الْفُرْقَانَ وَ مِنْ أَلْفِ أَسِيرٍ أَسَرَ فَأَعْتَقَهَا وَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَلْفِ بَدَنَةٍ يُعْطِي لِلْمَسَاكِينِ وَ لاَ يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَرَى مَكَانَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَا عَلِيُّ مَنْ لَمْ يَأْنَفْ مِنْ خِدْمَةِ الْعِيَالِ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ يَا عَلِيُّ خِدْمَةُ الْعِيَالِ كَفَّارَةٌ لِلْكَبَائِرِ وَ يُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ مُهُورُ حُورِ الْعِينِ وَ يَزِيدُ فِي الْحَسَنَاتِ وَ الدَّرَجَاتِ يَا عَلِيُّ لاَ يَخْدُمُ

اَلْعِیَالَ إِلاَّ صِدِّیقٌ أَوْ شَہِیدٌ أَوْ رَجُلٌ یُرِیدُ اللهُ بِہِ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ »[1]

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے تمام مؤمنین کو گھریلو کاموں تعاون کرنے کا حکم اور اہل وعیال کی خدمت کو سچے مؤمنین کی نشانی وعلامت قرار دیتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو تین کاموں میں کوتاہی نہ کرے وہ سچا مؤمن ہے اور انہی مؤمنین کیلئے پروردگارِ عالَم نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: یہی لوگ واقعی سچے مؤمنین میں شامل ہیں، وہ تین صفات یہ ہیں:

۱- اہل وعیال کی خدمت کرنا ۲- فقیروں کا احترام کرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ جانا

۳- گھر والے اور اپنے خادموں کے ساتھ کھانا کھانا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَن لَمْ يَأنَف مِن ثَلاثٍ فَهُوَ مُؤمِنٌ حَقًّا : خِدمَةِ العِيالِ ، وَالجُلوسِ مَعَ الفُقَراءِ ، وَالأَكلِ مَعَ خادِمِهِ . هذِهِ الأَفعالُ مِن عَلاماتِ المُؤمِنينَ الَّذينَ وَصَفَهُمُ اللهُ في كِتابِهِ: ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤمِنُونَ حَقًّا﴾ »[2]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بیوی کہ جو اپنے شوہر کے ساتھ دینی کاموں میں مثلاً حج، جہاد اور طلبِ علم کے سلسلے میں تعاون اور مدد کرتی ہے تو پروردگارِ عالَم اس بیوی کو وہی اجر وثواب عطا کرتا ہے جو اجر وثواب حضرتِ ایوبؑ کی بیوی کو عطا کیا ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعَانَتْ زَوْجَهَا عَلَى الْحَجِّ وَ الْجِهَادِ أَوْ طَلَبِ الْعِلْمِ أَعْطَاهَا اللهُ مِنَ الثَّوَابِ مَا يُعْطِي امْرَأَةَ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ»[3]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اگر کوئی شوہر گھر میں بیوی کے ساتھ تعاون کرتے

---

[1] جامع الاخبار، ج۱، ص ۱۰۲

[2] الانفال / ۲؛ الفردوس، ج۳، ص ۶۲۹

[3] مکارم الاخلاق، ص ۲۰۱

ہوئے پانی بھی پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی اجر وثواب عطا کرتا ہے۔ یعنی مختصر کام بھی خدا کی نگاہ میں قابلِ قدر اور لائق جزاء ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إنّ الرجُلَ إذا سَقَى امرَأتَهُ الماءَ أُجِرَ» [1]

گھر میں خدمت کرنے والی زوجہ کا مقام

احادیث میں گھر میں شوہر، بچے اور خانوادے کی خدمت کرنے والی خواتین کے عظیم مقام ومنزلت کو بیان کیا گیا ہے اور ان کو نہ تنہا جنتی قرار دیا گیا ہے بلکہ جنت کا انتخاب بھی خود اس خاتون کی مرضی پر رکھا گیا ہے، اس کی مرضی ہے کہ جس جنت میں جانا چاہے داخل ہو جائے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: کہ ایک خدمت گزار نیک وصالحہ خاتون ایک ہزار غیر صالح مردوں سے افضل وبہتر ہے، پھر مزید آپؐ نے فرمایا: کہ کوئی بھی خاتون اپنے گھر میں سات دن اپنے شوہر کی خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے ساتوں دروازوں بند کر دیتا ہے اور جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیتا ہے پھر اس کی مرضی ہے کہ جس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ رَجُلٍ غَيْرِ صَالِحٍ وَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ خَدَمَتْ زَوْجَهَا سَبْعَةَ أَيَّامٍ غَلَقَ اللّٰهُ عَنْهَا سَبْعَةَ أَبْوَابِ النَّارِ وَ فَتَحَ لَهَا ثَمَانِيَةَ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ تَدْخُلُ مِنْ أَيْنَمَا شَاءَتْ» [2]

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گھریلو کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمکاری اور تعاون کرنا انبیاء اور آئمہ طاہرینؑ کی سیرت ہے اور یہی تعاون وہمکاری جہاں نظامِ خانوادگی کے استحکام ومضبوطی کا سبب ہے تو وہیں پر خانوادے کے درمیان محبت، الفت، صمیمیت اور ایک

---

[1] تحکیم خانوادہ، ص ۲۹۲

[2] ارشاد القلوب، ج ۱، ص ۱۷۵

دوسرے کی چاہت میں اضافے کا بھی باعث ہے اور پھر خانوادے کی خدمت کے صلہ میں دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی، عظیم اجر و پاداش اور عنایاتِ الٰہی کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔

۶) خانوادے کی تعلیم اور تربیت پر توجہ دینا:

وظائفِ خانوادہ اور خانوادگی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری جو فرض و واجب ہے وہ خانوادے کی تعلیم و تربیت کرنا ہے، خانوادے کو تمام واجبات و فرائض کا سکھانا، شریعت کے تمام قوانین و احکام سے آگاہ کرنا ایک بنیادی ذمہ داری ہے، یہ وہ ذمہ داری ہے جس کا ذکر اور اہمیت و ضرورت کو قرآن و احادیث میں بہت زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مؤمنین کو اس اہم ترین ذمہ داری کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور جو لوگ تربیتِ خانوادہ کی اس اساسی و بنیادی ذمہ داری سے غافل ہیں اُن لوگوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جیسا کہ سورہ مبارکہ تحریم میں اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ: تم اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

﴿يا أيها الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ...﴾ (التحريم/ ٦)

اس آیت کے ذیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص روتے ہوئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے نجات دینے پر عاجز ہوں تو کس طرح اپنے خانوادے کو جہنم کی آگ سے بچاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ خود تمام فرائض و واجبات کو انجام دو اور حرام چیزوں سے اجتناب کرو اور اسی طرح اپنے خانوادے کو بھی واجبات و فرائض کا پابند کرو اور گناہوں اور حرام کاموں سے انہیں بچاؤ، اس طرح تم بھی جہنم کی آگ سے بچ جاؤ

گے اور تمہارا خانوادہ بھی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰہِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً﴾[1] جَلَسَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْكِي وَ قَالَ أَنَا عَجَزْتُ عَنْ نَفْسِي كُلِّفْتُ أَهْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَسْبُكَ أَنْ تَأْمُرَهُمْ بِمَا تَأْمُرُ بِهِ نَفْسَكَ وَ تَنْهَاهُمْ عَمَّا تَنْهَى عَنْهُ نَفْسَكَ»[2]

جنابِ ابو بصیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرتِ امام صادقؑ سے اس آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً﴾ کے بارے میں کہ جس میں خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے، پوچھا کہ: میں خود کو تو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کر سکتا ہوں لیکن اپنے اہل وعیال کو کس طرح بچاؤں؟ تو امامؑ نے فرمایا: تم اپنے اہل وعیال کو حکم دو ان واجبات وفرائض کی انجام دہی کا جن کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بچاؤ ان گناہوں اور محرمات سے جن سے اللہ نے باز رہنے کا حکم دیا ہے، اگر تمہارے اہل وعیال نے تمہاری اطاعت کی تو تم نے ان کو یقیناً جہنم کی آگ سے بچالیا ہے اور اگر انہوں نے تمہاری نافرمانی کی تو تم نے اپنے فرض کو نبھایا ہے۔

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام انسانوں کی نجات خانوادے کی تربیت اور ان کو فرائض سے آگاہ کرنے اور حرام چیزوں سے بچانے پر موقوف ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ ﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ قُلْتُ: هٰذِهِ نَفْسِي أَقِيهَا فَكَيْفَ أَقِي أَهْلِي قَالَ:

---

[1] التحریم/۶

[2] الکافی، ج۵، ص ۶۲

تَأْمُرُهُمْ بِمَا أَمَرَهُمُ اللهُ وَ تَنْهَاهُمْ عَمَّا نَهَاهُمُ اللهُ عَنْهُ فَإِنْ أَطَاعُوكَ كُنْتَ قَدْ وَقَيْتَهُمْ وَ إِنْ عَصَوْكَ فَكُنْتَ قَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ»[1]

ایک اور روایت میں اُن والدین سے دوری اور بیزاری کا اعلان کیا گیا ہے جو اپنے بچوں کو فرائض و واجبات کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ اولاد اگر واجبات و فرائض کو سیکھنا بھی چاہیں تو انہیں منع کرتے ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جہنم ہے اولادِ آخر الزمان کے لئے ان کے والدین کی جانب سے، اصحاب نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کی مراد مشرک والدین ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ میری مراد وہ مؤمنین والدین ہیں جو اپنی اولاد کو فرائض وواجبات کی تعلیم نہیں دیتے اور اگر اولاد فرائض کو سیکھنا بھی چاہے تو انہیں منع کرتے ہیں اور بچوں کو دنیا کی ناپائیدار و حقیر دولت کے حاصل کرنے پر راضی وخوشحال ہیں، میں ایسے والدین سے بری اور بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔

«رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى بَعْضِ الْأَطْفَالِ فَقَالَ وَيْلٌ لِأَوْلَادِ آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ آبَائِهِمْ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ آبَائِهِمُ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَا مِنْ آبَائِهِمُ الْمُؤْمِنِينَ لَا يُعَلِّمُونَهُمْ شَيْئاً مِنَ الْفَرَائِضِ وَ إِذَا تَعَلَّمُوا أَوْلَادُهُمْ مَنَعُوهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُمْ بِعَرَضٍ يَسِيرٍ مِنَ الدُّنْيَا فَأَنَا مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَ هُمْ مِنِّي بِرَاءٌ»[2]

اولاد کی تعلیم وتربیت والدین کے بنیادی فرائض میں شامل ہے، بچوں کو شخصیت دینا اور ان کو دین کی تمام بنیادی باتوں کو سکھانا اور دین مقدسِ اسلام میں جن اخلاق و آداب کو سیکھنے کی تاکید کی گئی ہے ان تمام اخلاق و آداب کی تعلیم دینا اہم ترین فرائض وواجبات میں سے ہے، والدین کی نجات و مغفرت اور اولاد کی بھی نجات و مغفرت اسی چیز پر موقوف ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: تم اپنی

---

[1] تفسیر قمی، ج۲، ص۳۷۷

[2] جامع الاخبار، ج۱، ص۱۰۶؛ مفاتیح الحیاۃ، ص۲۴۵

اولاد کو عزت، کرامت اور بزرگی دو اور ان کو بہترین آداب سکھاؤ، اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَكْرِمُوا أَوْلاَدَكُمْ وَ أَحْسِنُوا آدَابَهُمْ يُغْفَرْ لَكُمْ»[1]

انسان کی زندگی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک شریعت کے تمام آئین و تعلیمات پر عمل نہ کریں اور پھر شریعت کے تمام تعلیمات سے اپنے اہل و عیال کو آگاہ نہ کریں، جیسا کہ حدیثِ قُدسی میں آیا ہے: شبِ معراج پروردگارِ عالَم نے سرورِ کائنات ﷺ سے پوچھا: اے میرے حبیب خوش بخت، کامیاب، خوشحال زندگی اور دائمی کامیابی کس چیز میں ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے میرے پروردگار آپ بیان فرمائیں، پروردگار کی طرف سے آواز آئی: وہ زندگی جس میں عبادت و بندگی ہو، ہمیشہ میری یاد میں گزرے، کبھی میری نعمتوں کو فراموش نہ کرے، میری حقِ عبادت و بندگی سے جاہل نہ ہو اور ہمیشہ دن رات اطاعت و عبادت کے ذریعے سے (شریعت کی تعلیمات پر عمل کر کے) میری رضا و خوشنودی کو پائے، ہمیشہ اپنی خواہش کو میری خواہش پر قربان کر دے، ہر اس کام کو انجام دے جس میں میری رضا و خوشنودی پائی جائے، ہمیشہ میری عظمت، علم و آگاہی اس کی نگاہ میں ہو اور دن رات ہر معصیت و برائی سے پرہیز کرے۔۔ مزید اللہ نے فرمایا: اے میرے حبیب اگر اس طرح زندگی گزرے تو میں اس کی زندگی کو ہیبت، عظمت اور عزت سے مزین کروں گا اور یہی دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ترین زندگی ہے کہ جس کا نام مقامِ راضیین ہے۔

«رُوِيَ عَنْ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ – فِي ذِكْرِ حَدِيثِ لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ – فَقَالَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ: يَا أَحْمَدُ هَلْ تَدْرِي أَيُّ عَيْشٍ أَهْنَأُ وَ أَيُّ حَيَاةٍ أَبْقَى قَالَ اَللَّهُمَّ لاَ، قَالَ أَمَّا اَلْعَيْشُ اَلْهَنِيءُ فَهُوَ اَلَّذِي لاَ يَفْتُرُ صَاحِبُهُ عَنْ ذِكْرِي وَ لاَ يَنْسَى نِعْمَتِي وَ لاَ يَجْهَلُ

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۹۵

حَقِّي يَطْلُبُ رِضَايَ فِي لَيْلِهِ وَ نَهَارِهِ ... وَ يُؤْثِرُ هَوَايَ عَلَى هَوَاهُ وَ يَبْتَغِي مَرْضَاتِي وَ يُعَظِّمُ حَقَّ عَظَمَتِي وَ يَذْكُرُ عِلْمِي بِهِ وَ يُرَاقِبُنِي بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ عِنْدَ كُلِّ سَيِّئَةٍ أَوْ مَعْصِيَةٍ ... يَا أَحْمَدُ وَ لَأُزَيِّنَنَّهُ بِالْهَيْبَةِ وَ الْعَظَمَةِ فَهَذَا هُوَ الْعَيْشُ الْهَنِيءُ وَ الْحَيَاةُ الْبَاقِيَةُ وَ هَذَا مَقَامُ الرَّاضِينَ»[1]

بچوں کو دین سکھانے والے والدین کا مقام ومرتبہ

جو والدین اپنی اولاد کو دینی تربیت دیتے ہیں، دین کے تمام فرائض، احکام، اخلاق اور عقائد سکھاتے ہیں اور اپنی اولاد کو نیک و صالح اور برجستہ انسان بنا کر معاشرے میں پیش کرتے ہیں اور پھر عظیم انسانوں کی طرح وہ بھی معاشرے میں لوگوں کی خدمت اور مکتبِ اہل بیتؑ کی ترقی وپیشرفت کیلئے اپنی خدمات کو پیش کرتے ہیں، اس قسم کی نیک و صالح اور بہترین اولاد کی تربیت کرنے والے والدین کا روایات میں عظیم مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے، ایسے والدین کیلئے اس قدر خدا کی طرف سے بلند درجہ و مقام عطا کیا جاتا ہے کہ اہل محشر ان کے مقام و منزلت کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور ان کا مقام دیکھ حیرت کا اظہار کرتے ہیں اور خود یہ والدین بھی اپنے عظیم مقام و منزلت کو دیکھ کر خدا کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ: اے پروردگار! یہ عظیم مقام ہمیں کس وجہ سے عطا کیا گیا ہے؟ تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب آتا ہے کہ: یہ تیری اولاد کی تربیت اور انکو بہترین طریقے سے دین سکھانے کا اجر و صلہ ہے۔

جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طولانی روایت میں فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

یہ قرآن روشن و آشکار نور، خدا کی طرف سے محکم و مضبوط رسی، بزرگترین درجہ، سب سے عظیم شفاء کا نسخہ، بشریت کیلئے سب سے بڑی فضیلت اور سعادتِ عظمیٰ کا وسیلہ ہے، جو قرآن سے نور حاصل

---

[1] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۲۱

کرنا چاہے پروردگارِ عالَم ان کی زندگیوں کو نورِ قرآن سے منوّر کرتا ہے، جو شخص اپنی زندگی کو قرآن کے ساتھ وابستہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر گمراہی سے محفوظ کرلیتا ہے، جو شخص دامنِ قرآن کو ہمیشہ تھامے رہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں میں نجات عطا کرتا ہے۔

(پھر آپؐ نے قیامت کے دن قرآن کی شفاعت اور اہلِ قرآن کی نجات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:) بے شک قیامت کے دن قرآن ایک پریشان حال انسان کی شکل میں خدا کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اہلِ قرآن کی شفاعت کرتے ہوئے عرض کرتا ہے: اے میرے پروردگار میں نے اس شخص کو دنوں میں بھوکا اور راتوں میں بیدار رکھا تھا اور اس کے دل میں تیری رحمت اور مغفرت کی امید کو قوی کردیا تھا، اس کی امید کو پورا کردے اور اس کو بہترین اجر و ثواب عطا کردے، پروردگار کی جانب سے آواز آتی ہے: اس شخص کو دائیں جانب حکومت و سلطنت اور بائیں جانب خُلد و جاودانی عطا کردو اور اس کو جنت میں حور العین کے ساتھ محشور کردو اور اس کے والدین کو جنت کا وہ فاخرہ لباس پہنا دو جس کی قیمت پوری کائنات سے بالاتر ہے، پس تو اہلِ محشر ان کے والدین کی طرف نگاہ کریں گے اور ان کے مقام کو دیکھ کر رشک و تعجب کریں گے اور یہ والدین بھی اپنے عظیم مقام پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے: اے پروردگار یہ عظیم مقام و مرتبہ کس وجہ سے ہمیں عطا کیا گیا ہے؟ ہمارے اعمال تو اس قدر نہیں تھے، تو اللہ رب العزت اس مقام و منزلت کے پانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمائے گا: یہ تاجِ کرامت و بزرگی اور یہ مقام و منزلت جس کو نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ کسی نے سنا ہے اور نہ ہی کسی نے تصور کیا ہے، اس وجہ سے تمہیں عطا کیا گیا ہے کہ تم نے اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دی ہے اور دینِ اسلام کی معرفت کرائی ہے اور اپنی اولاد کو شریعت سے آگاہ کراتے ہوئے سرورِ کائناتؐ اور امیر المؤمنین علیؑ کی معرفت و محبت ان کے دل میں بٹھائی ہے اور پھر پیغمبرؐ و امیر المؤمنینؑ کی فقہ و تعلیمات سے آشنا کردیا ہے اور یہ دو ہستیاں وہ ہیں کہ جن کی ولایت کے بغیر اور ان کے دشمنوں سے دوری و برائت کے بغیر پروردگارِ عالَم کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتا۔

اس روایت میں قیامت کے دن بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کو بہترین طریقے سے دین سکھانے والے والدین کا عظیم مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے اولاد کو پانچ چیزوں کی تعلیم دینا تمام کامیابیوں کے پانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ وہ پانچ چیزیں درج ذیل ہیں؛

۱- بِتَعْلِيمِكُمَا وَلَدَكُمَا اَلْقُرْآنَ، (اولاد کو قرآنِ پاک کی واقعی تعلیم و معارف سے آگاہ کرنا)

۲- تَبْصِيرِكُمَا إِيَّاهُ بِدِينِ اَلْإِسْلاَمِ، (دینِ اسلام کی بصیرت و معرفت عطا کرنا)

۳- رِيَاضَتِكُمَا إِيَّاهُ عَلَى حُبِّ رَسُولِ اَللهِ وَ عَلِيٍّ وَلِيِّ اَللهِ، (رسولِ اکرم ﷺ اور امیر المؤمنینؑ کی معرفت اور محبت سے دل کو منوّر کرنا)

۴- تَفْقِيهِكُمَا إِيَّاهُ بِفِقْهِهِمَا، (پیغمبر اکرم ﷺ کی شریعت اور دین کے نظام سے آشنا کرنا)

۵- لاَ يَقْبَلُ اَللهُ لِأَحَدٍ عَمَلاً إِلاَّ بِوَلاَيَتِهِمَا، وَ مُعَادَاةِ أَعْدَائِهِمَا، (پیغمبرؐ اور علیؑ کی ولایت اور ان کے دشمنوں سے برائت و دوری اولاد کے دل میں بٹھانا)

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ والدین کو اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے کن چیزوں کا سکھانا لازم و ضروری ہے اور پھر ان تعلیمات کے سکھانے کا خدا کی بارگاہ میں کس قدر اجر و ثواب اور مقام و مرتبہ ہے۔

•قَالَ رَسُولُ اَللهِ (صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): إِنَّ هَذَا اَلْقُرْآنَ هُوَ اَلنُّورُ اَلْمُبِينُ، وَ اَلْحَبْلُ اَلْمَتِينُ، وَ اَلْعُرْوَةُ اَلْوُثْقَى، وَ اَلدَّرَجَةُ اَلْعُلْيَا، وَ اَلشِّفَاءُ اَلْأَشْفَى، وَ اَلْفَضِيلَةُ اَلْكُبْرَى، وَ اَلسَّعَادَةُ اَلْعُظْمَى، مَنِ اِسْتَضَاءَ بِهِ نَوَّرَهُ اَللهُ، وَ مَنْ عَقَدَ بِهِ أُمُورَهُ عَصَمَهُ اَللهُ، وَ مَنْ تَمَسَّكَ بِهِ أَنْقَذَهُ اَللهُ ... أَنَّ اَلْقُرْآنَ يَأْتِي يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ بِالرَّجُلِ اَلشَّاحِبِ، يَقُولُ لِرَبِّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: يَا رَبِّ، هَذَا أَظْمَأْتُ نَهَارَهُ، وَ أَسْهَرْتُ لَيْلَهُ، وَ قَوَّيْتُ فِي رَحْمَتِكَ طَمَعَهُ، وَ فَسَحْتُ فِي مَغْفِرَتِكَ أَمَلَهُ، فَكُنْ عِنْدَ ظَنِّي فِيكَ وَ ظَنِّهِ. يَقُولُ اَللهُ تَعَالَى: أَعْطُوهُ اَلْمُلْكَ بِيَمِينِهِ، وَ اَلْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، وَ

اِقرَئُوهُ بِأَزْوَاجِهِ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَ اُكْسُوا وَالِدَيْهِ حُلَّةً لَا تَقُومُ لَهَا الدُّنْيَا بِمَا فِيهَا. فَتَنظُرُ إِلَيْهِمَا الْخَلَائِقُ فَيَغْبِطُونَهُمَا، وَ يَنظُرَانِ إِلَى أَنفُسِهِمَا فَيَعْجَبَانِ مِنهَا، وَ يَقُولَانِ: يَا رَبَّنَا، أَنَّى لَنَا هٰذِهِ وَ لَمْ تَبْلُغْهَا أَعْمَالُنَا؟! فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ مَعَ هٰذَا تَاجُ الْكَرَامَةِ، لَمْ يَرَ مِثْلَهُ الرَّاؤُونَ، وَ لَا يَسْمَعُ بِمِثْلِهِ السَّامِعُونَ، وَ لَا يَتَفَكَّرُ فِي مِثْلِهِ الْمُتَفَكِّرُونَ. فَيُقَالُ: هٰذَا بِتَعْلِيمِكُمَا وَلَدَكُمَا الْقُرْآنَ، وَ تَبْصِيرِكُمَا إِيَّاهُ بِدِينِ الْإِسْلَامِ، وَ رِيَاضَتِكُمَا إِيَّاهُ عَلَى حُبِّ رَسُولِ اللهِ، وَ عَلِيٍّ وَلِيِّ اللهِ، وَ تَفْقِيهِكُمَا إِيَّاهُ بِفِقْهِهِمَا. لِأَنَّهُمَا اللَّذَانِ لَا يَقْبَلُ اللهُ لِأَحَدٍ عَمَلاً إِلَّا بِوَلَايَتِهِمَا، وَ مُعَادَاةِ أَعْدَائِهِمَا»[1]

نماز کی تعلیم دینے کی خاص تاکید

قرآنِ پاک کی آیات میں اور معصومینؑ کی روایات میں اولاد کو نماز سکھانے کی اور نماز کا پابند بنانے کی خاص تاکید وارد ہوئی ہے، دین اسلام میں تمام فرائض وواجبات میں سے نماز کی سب سے زیادہ سفارش اور تاکید بیان ہوئی ہے اور والدین کو بھی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز سکھائیں اور نماز کا پابند بنائیں۔ جیسا کہ پروردگارِ عالم نے سورہ مبارکہ طٰہٰ میں ارشاد فرمایاہے: تم اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دواور خود بھی نماز کی پابندی کرواور نماز کے سلسلے میں جن مشقتوں کا سامنا ہو ان پر صبر کرو، ہم تمہیں رزق عطا کرتے ہیں اور بہترین کامیابی وانجام اہل تقویٰ کیلئے ہے۔

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى﴾ (طه/ ۱۳۲)

مولائے کائناتؑ نے حضور ﷺ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرمایا: پیغمبر اسلام ﷺ خدا کی جانب سے جنت کی بشارت ملنے کے باوجود نماز اور عبادت کیلئے بہت زیادہ خود کو زحمت میں ڈالتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دیتے تھے، کیونکہ پروردگار نے پیغمبر ﷺ کو حکم دیاہے کہ اپنے

---

[1] تفسیر برہان، ج۱، ص۲۸۷

گھر والوں کو نماز کا پابند بنائیں اور نماز پر صبر کرنے کی تاکید کریں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گھر والوں کو نماز سکھانا اور نماز کا پابند بنانا پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت اور حکم خدا ہے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ: وَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مُنْصِباً لِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُشْرَى لَهُ بِالْجَنَّةِ مِنْ رَبِّهِ فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ: ﴿وَ أْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ الْآيَةَ فَكَانَ يَأْمُرُ بِهَا أَهْلَهُ وَ يَصْبِرُ عَلَيْهَا نَفْسَهُ»[1]

پیغمبر اسلام ﷺ کی طرح دیگر انبیاءؑ بھی اپنے اہل وعیال کو نماز اور دیگر فرائض کی تعلیم دیتے تھے ،جیسا کہ قرآن مجید نے حضرتِ اسماعیل کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: اسماعیل کو یاد کرو بے شک کہ اسماعیل وعدے کا بہت پابند اور خدا کا بھیجا ہوا نبی تھا ٭ اور اسماعیلؑ اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکات کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھا۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ٭ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ (مریم/ ٥٤-٥٥)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جب بھی رسولِ اکرم ﷺ کے اہل وعیال کسی مصیبت و تنگی میں مبتلا ہوتے تو رسولِ اکرم ﷺ سب گھر والوں کو پکارتے اور ان کو نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے بار بار فرماتے تھے کہ نماز پڑھا کرو نماز پڑھا کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ: وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ

---

[1] وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص ۹۳

آلِهِ إِذَا أَصَابَتْ أَهْلَهُ خَصَاصَةٌ نَادَى أَهْلَهُ يَا أَهْلَاهُ صَلُّوا صَلُّوا»[۱]

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے سرپرستوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور ان پر نماز کے لئے سختی کرو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُخَاطِباً لِأَوْلِيَاءِ الْأَطْفَالِ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَ هُمْ أَبْنَاءُ سَبْعٍ وَ اِضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ»[۲]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے بچوں کے والدین سے فرمایا: تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور ان پر نماز کے لئے سختی کرو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستر جدا کر دو۔ یعنی جب دس سال کے ہو جائیں تو بستر بھی جدا کر دو۔

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَ هُمْ أَبْنَاءُ سَبْعٍ وَ اِضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وفرّقوا بينهُم في المضاجعِ»[۳]

ان آیات و روایات کی روشنی میں یہ بات واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ جہاں والدین کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا حکم ہے وہاں پر اولاد کو سختی کے ساتھ نماز کا پابند بنانا اور بچپنے سے ان کو نماز کی عادت ان کی سیرت و زندگی کا حصہ بنانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ جو چیز بچہ بچپن میں سیکھ لیتا ہے وہ اس کی تربیت، سیرت اور زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے کہ: وہ تعلیم و تربیت جو بچپن میں دی گئی ہے وہ پتھر پر لکیر کی طرح ہے کہ جو کبھی مٹ نہیں سکتی۔

---

[۱] بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۳۷

[۲] عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۳۲۸

[۳] صحیح ابی داود، الرقم ۴۹۵

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ»[۱]

۷)عدل وانصاف کرنا:

نظامِ خانوادگی میں عدل وانصاف کی رعایت کرنا، عادلانہ رفتار اختیار کرنا، سب گھر والوں کے حقوق کالحاظ رکھنا، گھر کے تمام افراد پر توجہ دینا اور سب کے لئے عدل وانصاف فراہم کرنا بہترین وکامیاب خانوادے کی اساسی وبنیادی ترین ضروریات میں سے ہے، قرآن وحدیث میں عدل وانصاف کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، نظامِ خانوادگی میں عدل وانصاف اور خانوادے کے ساتھ شائستہ وعادلانہ زندگی گزارنے کی سفارش کرتے ہوئے ارشادِ رب العزت ہے: اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اپنی عورتوں کے جبراً وارث بنو اور اس نیت سے انہیں قید نہ رکھو کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ حصہ واپس لے لو مگر یہ کہ وہ مبینہ بدکاری کی مرتکب ہوں اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہے تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمیں تو ناپسند ہو مگر اللہ اس میں بہت سی خوبیاں پیدا کردے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (النساء/ ۱۹)

اس آیت میں پروردگارِ عالَم نے صاحبانِ ایمان کیلئے زندگی میں عدل وانصاف کی تاکید کرتے ہوئے کئی چیزوں کولازمی قرار دیا ہے؛

۱)عورتوں سے زبردستی وجبراً ارث لینے کی کوشش نہ کرو۔

---

[۱] کنز الفوائد، ج۱، ص۳۱۹

۲)ان کو اس بات پر مجبور نہ کرو کہ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے وہ تمہیں بخش دیں۔ یعنی حق مہر معاف کروانے پر مجبور نہ کرو۔

۳)ان کے ساتھ شائستہ اور عادلانہ زندگی گزارو۔

۴)اگر کوئی چیزیں ان کی زندگی میں ناپسند ہیں تو ان کو برداشت کرو، اس لئے کہ بہت ساری چیزیں جو تمہیں ناپسند ہیں ان کو برداشت کرنا خیرِ کثیر کا سبب ہے۔

اور سورہ مائدہ میں پروردگارِ عالَم نے انسانوں کو پوری زندگی میں عدل و انصاف کی سفارش کرتے ہوئے اور عدل و انصاف کو تقویٰ کی نشانی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: اے ایمان والو اللہ کے لئے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے، (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

﴿یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِیرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾(المائدة/ ۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ پوری زندگی میں ملاک و معیارِ عدالت کو قرار دیا ہے، تاکہ انسان کی زندگی میں کسی کے ساتھ بھی ظلم و ناانصافی نہ ہونے پائے۔

اور سورہ انعام میں پروردگارِ عالَم نے یتیموں کے ساتھ، معاملات کے موقع پر اور عزیز و اقارب کے ساتھ عدل و انصاف کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: اور یتیم کے مال کے نزدیک نہ جانا مگر ایسے طریقے سے جو (یتیم کے لئے) بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنے رُشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے اور جب بات کرو تو عدل کے ساتھ، اگرچہ اپنے

قریب ترین رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ جائے اور اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرو، یہ وہ ہدایات ہیں جو اللہ نے تمھیں دی ہیں شاید تم یاد رکھو۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾(الأنعام/ ۱۵۲)

اس آیت کے اندر تین موارد میں عدل وانصاف کی تاکید کی گئی ہے؛

۱)یتیموں کے ساتھ۔ ۲)لین دین اور معاملات میں۔ ۳)عزیز و اقارب کے ساتھ۔

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین مردوں کی چار نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا:میری امت کے مردوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو؛

۱)اپنے خانوادے پر کسی قسم کی زبردستی نہ کرے۔

۲)خانوادے کے لئے بہت زیادہ مہربان ورحم دل ہو۔

۳)خانوادے پر کسی قسم کا ظلم وتشدّد نہ کرے۔

۴)خانوادے کی بہترین سرپرستی اور دیکھ بھال کرے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَيْرُ الرِّجَالِ مِنْ أُمَّتِي الَّذِينَ لَا يَتَطَاوَلُونَ عَلَى أَهْلِيهِمْ وَ يَحِنُّونَ عَلَيْهِمْ وَ لَا يَظْلِمُونَهُمْ ثُمَّ قَرَأَ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ»[1]

---

[1] امکارم الاخلاق،ج۱،ص۲۱۶

اولاد کے درمیان جہاں پر عدل و انصاف کو برقرار رکھنا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے تو وہیں پر ان کے درمیان کسی بھی حوالے سے فرق کرنا اور بلاوجہ ایک کو دوسرے پر فوقیت دینا بھی جائز نہیں ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے دو بیٹے تھے، اُس نے اپنے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو بوسہ دیا اور دوسرے کو ایسے ہی چھوڑ دیا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے شخص تم نے دونوں کے درمیان برابری وعدالت کیوں نہیں کی۔

«قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَبْصَرَ- رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَجُلاً لَهُ وَلَدَانِ فَقَبَّلَ أَحَدَهُمَا وَ تَرَكَ الْآخَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَهَلاَّ وَاسَيْتَ بَيْنَهُمَا» [1]

روایات میں ان لوگوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے جو خانوادے کے افراد کے درمیان عدل و انصاف کو برقرار نہیں رکھتے اور ان کے حقوق کو ادا نہیں کرتے اور ان پر ظلم و زیادتی کریں، ایسے لوگوں کو بدترین لوگ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر دوں مردوں میں سے بدترین انسان کون ہیں؟ تو اصحاب نے عرض کی: کیوں نہیں اے اللہ کے رسولؐ، تو آپؐ نے بدترین مردوں کی صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ لوگ بدترین انسانوں میں سے ہیں جن کے اندر درج ذیل سات بُری صفات پائی جائیں؛

۱-بہت زیادہ تہمت لگانا ۲-بہت زیادہ گستاخی کرنا ۳-بہت زیادہ بدکلامی کرنا

۴-اکیلا و تنہا کھانا کھانا ۵-کوئی بھی نیکی نہ کرنا ۶-ماتحت افراد پر ظلم کرنا

[1] نوادر للراوندی، ج۱، ص۶

۷)خانوادے کے حقوق کو ادانہ کرنے کی وجہ سے خانوادے کو دوسروں سے مانگنے پر مجبور کرنے والا۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَ لاَ أُخْبِرُكُمْ بِشِرَارِ رِجَالِكُمْ؟ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ. فَقَالَ: إِنَّ مِنْ شِرَارِ رِجَالِكُمُ الْبَهَّاتَ الْجَرِيءَ الْفَحَّاشَ الْآكِلَ وَحْدَهُ وَ الْمَانِعَ رِفْدَهُ وَ الضَّارِبَ عَبْدَهُ وَ الْمُلْجِئَ عِيَالَهُ إِلَى غَيْرِهِ»[1]

اس عنوان کا اختتام سرورِ کائنات ﷺ کے اس فرمان پر کرتے ہیں جس میں دنیا کے تمام والدین کو اولاد کے درمیان ہر حوالے سے عدل وانصاف کی رعایت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لو، جیسا کہ تم لوگ خود یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ نیکی اور احسان میں عدل وانصاف کیا جائے۔

«قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اِعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلاَدِكُمْ فِي السِّرِّ كَمَا تُحِبُّونَ أَنْ يَعْدِلُوا بَيْنَكُمْ فِي الْبِرِّ وَ اللُّطْفِ»[2]

۸)خانوادے کی خوشحالی کو مقدم رکھنا:

گھر کے ذمہ دار افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ ہر حوالے سے خانوادے کی جائز خوشی اور خواہش کو اپنی خوشی وخواہش پر مقدم رکھیں، اپنی خواہش کو خانوادے کی خواہش پر قربان کردے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے مؤمن ومنافق کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: مؤمن ہمیشہ اپنے خانوادے کی خوشی وخواہش کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتا ہے اور ان کی خواہش کے مطابق کھانا کھاتا ہے جبکہ منافق اپنی خواہش کو خانوادے کی خواہش پر مقدم کرتا ہے اور خانوادہ اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھاتا ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۲۰، ص ۱۷۱؛ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۱۳

[2] مکارم الاخلاق، ص ۲۲۰

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ بِشَهْوَةِ أَهْلِهِ وَ الْمُنَافِقُ يَأْكُلُ أَهْلُهُ بِشَهْوَتِهِ» ۱

ایک روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مرد کے لئے یہ سزوار نہیں ہے کہ وہ اپنی پسند کا کوئی کھانا بنوائے اور وہ کھانا خانوادے کے لئے نہ ہو۔

«عن الإمام الصادق عليه السلام: لاَ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَخُصَّ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَأْكُولِ دُونَ عِيَالِهِ» ۲

ان روایات کی روشنی میں گھر کے ذمہ دار افراد کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ گھر والوں کی رضا، خوشنودی اور خواہش کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھیں، خود اپنے لئے الگ کھانا بنوانا، اپنی خواہش کے مطابق کھانا کھانا اور گھر والوں کی خواہشات وضروریات پر توجہ نہ دینا مغرور ومتکبر اور منافق انسان کی نشانی ہے، جبکہ مؤمن کی نشانی وسیرت اس کے برعکس، یعنی ہر حال میں اپنے خانوادے کی جائز ضروریات وخواہشات کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھنا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں مؤمن کے لئے یہ بھی سزاوار نہیں ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بہترین ہوٹلوں میں جاکر ایک سے ایک پسندیدہ کھانا کھائے جبکہ گھر والوں کی کوئی پرواہ ہی نہین کہ ان کو کھانا ملا بھی ہے یا نہیں۔

۹) قناعت اختیار کرنا:

خانوادے کے اہم ترین صفات اور وظائف میں سے ایک وظیفہ گھر میں کفایت شعاری اور قناعت کے ساتھ زندگی گزارنا ہے، قناعت در حقیقت اپنی بساط وقوت اور درآمد وحیثیت کے مطابق زندگی

۱اصول کافی، ج۴، ص ۱۲

۲ تفسیر قمی، ج۱، ص ۳۸۷

گزارنے اور ہر قسم کی فضول خرچی اور غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کرنے کا نام ہے، روایات میں اُس گھرانے کو کامیاب ترین وخوشحال ترین گھرانہ قرار دیا گیا ہے جس میں قناعت کی عظیم صفت پائی جاتی ہو، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: خوشحال ترین وکامیاب ترین گھرانہ وہ ہے جن کو خدا نے قناعت کی دولت ونعمت سے نوازا ہے اور جس کی زوجہ کی خدا نے اصلاح کی ہے، (یعنی جس کی زوجہ قناعت پسند اور شوہر کے مال کو فضول خرچی سے بچا کے رکھتی ہو) اور جو کچھ رزق ودولت خدا نے عطا کیا ہے اس پر قانع وراضی رہے اور قناعت اصل میں اپنی زندگی پر راضی وخوشحال رہنے کا ہی نام ہے۔

«قال علی علیه السلام: أنعَمُ النّاسِ عَیشاً مَن مَنَحَهُ اللهُ سُبحانَهُ القَناعَةَ، و أصلَحَ لَهُ زَوجَهُ» [1]

ایک اور روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: خوشگوار ترین زندگی قناعت پسند زندگی کا نام ہے، ان لوگوں کی زندگی نہایت پاکیزہ وخوشحال ہے جن کی زندگی میں قناعت کی صفت پائی جاتی ہو۔

«قال علی علیه السلام: اَلقَناعَةُ أهنأُ عَیشٍ» [2]

«قال علي علیه السلام: أطیَبُ العَیشِ القَناعَةُ» [3]

«قال علی علیه السلام: اَلقَناعَةُ رَأسُ الغِنَی» [4]

ایک اور روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے خوشگوار وخوشحال زندگی ان لوگوں کی قرار دی ہے جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر راضی، خوشحال اور قانع ہیں، یعنی کامیاب وخوشحال زندگی کے لئے صرف یہ

---

۱ تحف العقول، ص ۳۵۹

۲ عیون الحکم، ج ۱، ص ۲۳

۳ ایضاً، ص ۱۱۳

۴ ایضاً، ص ۴۴

ضروری نہیں ہے کہ مال و دولت کی فراوانی ہو، بلکہ اس شخص کی زندگی ہی کامیاب و خوشحال ہے جس کی زندگی میں قناعت ہے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر راضی اور قانع ہے۔

«قال علی علیہ السلام: إِنَّ أَهْنَأَ النَّاسِ عَيْشاً مَنْ كَانَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَهُ رَاضِياً»[1]

حیاتِ طیبہ

قرآنِ پاک میں پروردگارِ عالَم نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح انجام دینے والے مؤمنین و مؤمنات کو نہایت پاکیزہ و پسندیدہ زندگی جس کا نام حیاتِ طیبہ ہے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، حیاتِ طیبہ در حقیقت دنیا و آخرت دونوں میں نہایت کامیاب، خوشبخت اور خوشحال زندگی کا نام ہے، اس زندگی کا حصول ایمان و عملِ صالح کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (النحل/ ۹۷)

اور حیاتِ طیبہ کا ایک مصداق امیر المؤمنینؑ کے فرمان کے مطابق وہ زندگی ہے جس میں قناعت، کفایت شعاری اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر راضی و قانع ہو، جیسا کہ مولائے کائناتؑ سے کسی نے جب حیات طیبہ کی تفسیر پوچھی تو مولاؑ نے فرمایا: حیاتِ طیبہ جس قرآن میں پروردگارِ عالَم نے صاحبانِ ایمان سے وعدہ کیا ہے اس سے مراد وہ زندگی ہے جس میں قناعت و کفایت شعاری ہو۔ اور مزید آپؑ نے فرمایا: دولت و ثروت کیلئے قناعت کافی ہے اور بہترین نعمتوں کیلئے بہترین اخلاق کافی ہے۔

«قَالَ الْإِمَامُ عَلِي عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَفَى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكاً وَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيماً وَ سُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾ فَقَالَ هِيَ الْقَنَاعَةُ»[2]

---

[1] غرر الحکم، ج۱، ص ۲۲۰؛ تعزیز الاسرۃ، ص ۱۶۲

[2] نہج البلاغہ، کلمات قصار ۲۲۹؛ منتخب میزان الحکمہ، ص ۵۳۵

قناعت کی فضیلت امام صادقؑ کی نگاہ میں

حضرت امام صادقؑ نے ہمیشہ اپنے چاہنے والوں کو قناعت و کفایت شعاری اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر قانع وراضی رہنے کا حکم دیا ہے اور جو لوگ اپنی زندگی میں قناعت و کفایت شعاری کے مالک ہیں ان لوگوں کو کامیاب اور بے نیاز ترین انسان قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت امام باقرؑ اور امام صادقؑ دونوں سے منقول ہے کہ: جو شخص خدا کے دیئے ہوئے رزق پر راضی و قانع ہو وہ دنیا کا بے نیاز ترین اور سب سے غنی انسان ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَوْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ قَنِعَ بِمَا رَزَقَهُ اَللَّهُ فَهُوَ مِنْ أَغْنَى اَلنَّاسِ»[1]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے حمران ابن اعین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے حمران مادی چیزوں میں ہمیشہ اپنے سے کم تر لوگوں کی طرف نگاہ رکھو اور ان لوگوں کی طرف نگاہ نہ کرو جو مادی وسائل کے لحاظ سے تم سے اوپر ہیں، مزید آپؑ نے فرمایا: خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر اور اللہ کی تقسیم پر ہمیشہ راضی و قانع رہنے کوشش کرو، اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں اضافہ کرے گا۔... مزید آپؑ نے فرمایا: خوش اخلاقی سے بڑھ کر کوئی شیریں زندگی نہیں اور قناعت سے بڑھ کر کوئی مال ودولت نہیں اور خود پسندی سے بڑھ کر کوئی ضرر رساں جہالت نہیں۔

«عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ لِحُمْرَانَ بْنِ أَعْيَنَ: يَا حُمْرَانُ اُنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَكَ فِي اَلْمَقْدُرَةِ وَ لاَ تَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكَ فِي اَلْمَقْدُرَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ أَقْنَعُ لَكَ بِمَا قُسِمَ لَكَ وَ أَحْرَى أَنْ تَسْتَوْجِبَ اَلزِّيَادَةَ مِنْ رَبِّكَ ... وَ لاَ عَيْشَ أَهْنَأُ مِنْ حُسْنِ اَلْخُلُقِ وَ لاَ مَالَ أَنْفَعُ مِنَ اَلْقُنُوعِ بِالْيَسِيرِ اَلْمُجْزِي وَ لاَ جَهْلَ أَضَرُّ مِنَ

[1] الکافی، ج۲، ص۱۳۹

اَلْعُجْبِ»[1]

ایک اور روایت میں مولا امام صادقؑ نے اپنے بزرگ صحابی عبداللہ ابن جندبؓ کو قناعت کی تاکید و وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ خدا کی تقسیم اور دی ہوئی نعمتوں پر راضی و قانع رہو اور جو چیزیں خدا نے تمہیں عطا کی ہیں انہی پر نگاہ رکھو (ان کا شکر ادا کرتے رہو) اور جو چیزیں تمہیں عطا نہیں ہوئیں ان کی تمنا نہ کرو، اس لئے کہ جو شخص قانع و راضی ہوتا ہے وہ ہر حال سیر و خوشحال رہتا ہے اور جو قانع نہ ہو وہ ہرگز سیر و خوشحال نہیں رہتا پس تم اپنی آخرت کو پانے کی کوشش کرو اور دولت کی فراوانی میں مغرور مت ہونا اور اگر کبھی فقر و غربت بھی آجائے تو بے چین و پریشان نہ ہونا۔

اس روایت میں مولاؑ نے قناعت کو خوشحالی و سکون کا سبب قرار دیا ہے جبکہ قانع و راضی نہ ہونا ثروت و دولت رکھنے کے باوجود کبھی بھی سیر نہ ہونے اور ہمیشہ پریشان ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

«وَ صِيَّتُهُ (الإمَامِ الصَّادِقِ) عَلَيْهِ السَّلاَمُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُنْدَبٍ رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ وَ اِقْنَعْ بِمَا قَسَمَهُ اللّٰهُ لَكَ وَ لاَ تَنْظُرْ إِلاَّ إِلَى مَا عِنْدَكَ وَ لاَ تَتَمَنَّ مَا لَسْتَ تَنَالُهُ فَإِنَّ مَنْ قَنِعَ شَبِعَ وَ مَنْ لَمْ يَقْنَعْ لَمْ يَشْبَعْ وَ خُذْ حَظَّكَ مِنْ آخِرَتِكَ وَ لاَ تَكُنْ بَطِراً فِي الْغِنَى وَ لاَ جَزِعاً فِي الْفَقْرِ»[2]

ایک اور روایت میں مولا امام صادقؑ نے قناعت کا اثر اور قانع شخص کی عاقبت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص خدا کی دی ہوئی قلیل نعمتوں پر راضی و قانع رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اُس کے قلیل عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔

«عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ وَاقِدٍ الْجَزَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ:....

---

[1] اصول کافی، ج۸، ص ۲۴۳

[2] بحار الانوار، ج۷۵، ص ۲۷۹

مَنْ رَضِيَ مِنَ اَللهِ بِالْيَسِيرِ مِنَ اَلْمَعَاشِ رَضِيَ اَللهُ عَنْهُ بِالْيَسِيرِ مِنَ اَلْعَمَلِ»[1]

۱۰) ایک دوسرے کے حقوق کالحاظ رکھنا:

خانوادے کے اہم ترین وظائف وذمہ داریوں میں سے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا اور ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنا بھی ہے، دین مقدسِ اسلام میں خانوادے کے تمام افراد کے لئے حقوق کو معیّن ومشخّص کیا گیا ہے، شوہر کے اپنے حقوق ہیں تو بیوی کے اپنے، بچوں کے اپنے حقوق ہیں تو والدین کے اپنے، کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق کو ضائع کریں اور اپنے وظائف وذمہ داریوں سے کوتاہی برتیں، وہ لوگ جو خانوادے کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے بلکہ ایک دوسرے کے حقوق کو ضائع کرتے ہیں، ان کو روایات میں ملعون قرار دیا گیا ہے، اگر والدین اولاد کے حقوق کو ضائع کریں تو والدین ملعون ہیں، اگر شوہر بیوی کے حقوق کو ضائع کرے تو شوہر ملعون ہے، اگر بیوی شوہر کے حقوق کا خیال نہ رکھے تو بیوی پر خدا کی لعنت ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو خانوادے کے حقوق کو ضائع کردے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ يَعُولُ»[2]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: بدترین فرد وہ شخص ہے جس کے اندر یہ سات بری صفات پائی جائیں؛

۱) دوسروں پر تہمت لگانا۔ ۲) سرکشی کرنا۔ ۳) فحاشی و بدکلامی کرنا۔

۴) اکیلا کھانا کھانا۔ ۵) کوئی بھی نیکی نہ کرنا۔ ۶) غلام اور ماتحت افراد پر ظلم

---

[1] بحار الانوار، ج۷۵، ص۲۷۰

[2] وسائل الشیعہ، ج۲۰، ص۱۷۱؛ بحار الانوار، ج۱۰۰، ص۱۳

کرنا۔

۷) خانوادے کے حقوق کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے خانوادے کو دوسروں سے مانگنے پر مجبور کرنے والا۔

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَ لاَ أُخْبِرُكُمْ بِشِرَارِ رِجَالِكُمْ؟ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اَللهِ. فَقَالَ: إِنَّ مِنْ شِرَارِ رِجَالِكُمُ اَلْبَهَّاتَ اَلْجَرِيءَ اَلْفَحَّاشَ اَلْآكِلَ وَحْدَهُ وَ اَلْمَانِعَ رِفْدَهُ وَ اَلضَّارِبَ عَبْدَهُ وَ اَلْمُلْجِئَ عِيَالَهُ إِلَى غَيْرِهِ»[۱]

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں سب سے پہلے شکایت کرنے والے وہ میاں بیوی ہوں گے، جنہوں نے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہیں رکھا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَوَّلُ مَن يَختَصِمُ يَومَ القِيامَةِ الرَّجُلُ وَ إمرَأتُه»[۲]

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کے تمام افراد کو حقوق کی ادائیگی کی سفارش کرتے ہوئے اور ہر ایک کو ذمہ دار و مسؤول قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم میں سے ہر ایک ذمہ دار اور مسؤول ہے اور ہر ایک کی ذمہ داریوں اور حقوق کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ آیا اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا اور حقوق کو ادا کیا یا نہیں؟ اور گھر کے ذمہ دار مردوں سے خانوادے کے حقوق کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إنّ اللهَ تعالی سائلٌ كُلَّ راعٍ عمّا استَرعاهُ، أ حَفِظَ ذلكَ أمْ ضَيَّعَهُ حتّى يَسألَ الرَّجُلَ عن أهلِ بَيتِهِ»[۳]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام افراد کو مسؤول و ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے اور قیامت کے

---

۱ ایضاً، ج ۲، ص ۲۹۲

۲ معجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۴۹؛ تعزیز الاسرۃ، ص ۱۸۲

۳ حلیۃ الاولیاء، ج، ص ۲۸۱؛ نہج الفصاحہ، ص ۲۹۶

دن ہر ایک کو خدا کے حضور میں جوابدہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: میری امت میں سے ہر ایک اپنی رعیت کا مسؤول اور ذمہ دار ہے، مرد اپنے گھر اور خانوادے کا مسؤول وذمہ دار ہے، ان کے حقوق کے بارے میں سوال ہوگا، جبکہ بیوی اپنے شوہر کے گھر والوں اور بچوں کی ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں بیوی سے سوال کیا جائے گا۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.[۱] ... وَ اَلرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَ اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ بَعْلِهَا وَ وُلْدِهِ وَ هِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ»[۲]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے تمام انسانوں کو خانوادے کے حقوق کی اہمیت اور ان کے ادا کرنے کی تاکید وسفارش کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو بے شک عورتیں تم لوگوں کے پاس خدا کی امانت ہیں یہ اپنے نفس پر ضرر وفائدے کا اختیار نہیں رکھتیں، تم لوگوں نے خدا کی امانت کو اپنے پاس رکھ لیا ہے اور خدا کے کلمات کے ذریعے سے ان کو تم پر حلال کیا گیا ہے، لہٰذا تمہارے لئے پروردگار نے ان پر کچھ حقوق کو لازم وضروری قرار دیا ہے اور ان کے بھی بہت سارے حقوق ہیں جن کو تم لوگوں پر فرض کئے گئے ہیں؛ تمہارے حقوق ان پر یہ ہیں؛

۱- وہ تمہارے ساتھ خیانت نہ کریں ۲- کبھی بھی نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی نہ کریں

اور جب عورتیں تمہارے حقوق کو ادا کریں تو تم پر بھی فرض ہے کہ ان کے حقوق کو ادا کرو، ان کے حقوق میں سے اہم ترین حق یہ ہیں؛

---

۱ عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۳۶۴

۲ ارشاد القلوب، ج ۱، ص ۱۴۸؛ تعزیز الاسرۃ، ص ۱۷۷

۱۔ ان کی زندگی کی تمام ضروریات کو فراہم کرو ۲۔ کبھی بھی ان کی توہین، تحقیر اور زیادتی نہ کرو۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَيُّهَا اَلنَّاسُ إِنَّ اَلنِّسَاءَ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ لاَ يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ ضَرّاً وَ لاَ نَفْعاً أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اَللَّهِ وَ اِسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اَللَّهِ فَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقٌّ وَ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقٌّ وَ مِنْ حَقِّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لاَ يُوَاطِئُوا فُرُشَكُمْ وَ لاَ يَعْصِينَكُمْ فِي مَعْرُوفٍ فَإِذَا فَعَلْنَ ذَلِكَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لاَ تَضْرِبُوهُنَّ»[1]

نوٹ:

حقوقِ خانوادہ چونکہ ایک مفصل باب ہے جو بہت طولانی ہے، ہم نے اس مقام پر چونکہ وظائفِ خانوادہ کو ذکر کرنا تھا اس لئے صرف کلی وعمومی طور پر تھوڑا سا خانوادے کے حقوق کو ذکر کیا ہے اور اگر اس بحث کو ہم یہاں پر درج کرتے ہیں تو یہ وظائف خانوادہ کے طولانی ہونے کا باعث ہے اور ایک طرف حقوقِ خانوادہ کو لکھنا بھی ضروری ہے کہ گھریلو زندگی میں مومنین اپنے اپنے حقوق کو جانیں اور ان پر عمل کریں تا کہ مختلف غلط فہمیاں اور لاعلمی کی وجہ سے زندگی میں جو بہت سے اختلافات ومشکلات پیش آتی ہیں ان سے محفوظ رہا جا سکے اور خانوادے کی اُلفت، محبت اور ایک دوسرے پر اعتماد وصمیمیت اور زندگی کی تمام خوشیاں بر قرار رہیں، اور یہ چیز اس وقت ممکن ہو گی جب ہم ایک دوسرے کے حقوق کو جانیں اور ان کو ادا کرنے کی اور ہر حال میں ان کا خیال رکھنے کی کوشش کریں، تو اس وجہ سے ہم اس فصل کے فوراً بعد حقوقِ خانوادہ کیلئے ایک الگ فصل قائم کر رہے ہیں جس میں تفصیل کے ساتھ حقوقِ خانوادہ کو روایات کی روشنی میں ذکر کیا جائے گا، تا کہ وظائف خانوادہ کے طولانی ہونے کا سبب بھی نہ بنے اور حقوقِ خانوادہ بھی اچھی طرح سے معلوم ہو جائیں اور خانوادے کے ہر فرد کو معلوم ہو جائے کہ اس کے وظائف وحقوق کیا ہیں اور ان کو کس طرح ادا کرنا چاہیے، حقوقِ خانوادہ کا لحاظ رکھنا اور ان کو

---

[1] بحار الانوار، ج ۲۱، ص ۳۸۰؛ الخصال، ج ۲، ص ۴۸۶

انجام دینا جہاں پر دنیوی خوشحالی وسکون کا سبب ہے وہاں پر یہ ایک فریضہ الٰہی بھی ہے جس کا ادا نہ کرنا گناہ وعقاب کا باعث ہے اور ادا کرنا عظیم اجر وثواب کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی کا وسیلہ بھی ہے۔

۱۱) گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا:

دینِ مقدسِ اسلام میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے، سلام کرنے کے دنیا وآخرت دونوں میں بہت زیادہ اجر وثواب اور عظیم آثار وفوائد ہیں، جن کو ہم نے تفصیل کے ساتھ پہلی جلد کے باب السلام میں ذکر کیا ہے، روایات میں خانوادے کو سلام کرنے کی اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام کرکے وارد ہونے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے صحابی جنابِ انسؓ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے انس جب بھی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں پر سلام کرو اگر ایسا کرو گے تو تمہارے گھر میں بہت زیادہ برکت ہوگی۔

«قَالَ رسول الله صلى الله عليه و آله: يا أنسُ ... إذا دَخلتَ بَيتَكَ فَسَلِّم عَلى أهلِ بَيتِكَ ؛ يَكثُرُ خَيرُ بَيتِكَ»[1]

رسولِ اکرم ﷺ نے ایک اور مقام پر جنابِ انس سے فرمایا: اے بیٹا جب بھی اپنے گھر میں داخل ہو تو خود پر اور اپنے گھر والوں پر سلام کرو۔

«عنه صلى الله عليه و آله ــ لِأَنَسٍ أيضا ــ: يا بُنَيَّ ، إذا دَخَلتَ مَنزِلَكَ فَسَلِّم عَلى نَفسِكَ وعَلى أهلِكَ»[2]

---

[1] المعجم الأوسط، ج۵، ص۳۲۸، ح۵۴۵۳؛ شعب الإیمان، ج۶، ص۴۴۷، ح۸۷۶۱ و ص۴۳۹، ح۸۷۶۶

[2] مسند أبي یعلی، ج۳، ص۴۵۳، ح۳۶۱۲؛ تاریخ دمشق، ج۹، ص۳۴۲، ح۲۳۹۲؛ کنز العمال، ج۱۵، ص۹۱۲، ح۴۳۵۷۵

حضرت امام صادقؑ نے گھر میں داخل ہونے کے آداب تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب بھی تم اپنے گھر میں داخل ہو تو «بِسمِ اللهِ وَبِاللهِ» پڑھو اور اپنے گھر والوں پر سلام کرو اور اگر گھر میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو «بِسمِ اللهِ وسَلامٌ عَلى رَسولِهِ وعَلى أهلِ بَيتِهِ، وَالسَّلامُ عَلَينا وعَلى عِبادِ اللهِ الصّالِحينَ» پڑھو، اگر یہ پڑھو گے تو تمہارے گھر سے شیطان بھاگ جائے گا۔

«الإمام الصادق عليه السلام: إذا دَخَلتَ مَنزِلَكَ فَقُل : «بِسمِ اللهِ وَبِاللهِ» وسَلِّم عَلى أهلِكَ، وإن لَم يَكُن فيهِ أحَدٌ فَقُل : «بِسمِ اللهِ وسَلامٌ عَلى رَسولِهِ وعَلى أهلِ بَيتِهِ ، وَالسَّلامُ عَلَينا وعَلى عِبادِ اللهِ الصّالِحينَ» . فَإِذا قُلتَ ذلِكَ فَرَّ الشَّيطانُ مِن مَنزِلِكَ»[1]

جس طرح احادیث میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام کرنے کی تاکید و سفارش اور اس کے فوائد کو بیان کیا گیا ہے، اسی طرح سے پروردگار نے بھی تمام مسلمانوں اپنے اپنے گھروں میں اور دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے سلام کرنے کی اور گھر والوں کو آگاہ کر کے ان سے اجازت لے کر وارد ہونے کی سفارش کی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے: جب بھی تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں پر پر سلام کیا کرو یہ خدا کی جانب سے تمہارے لئے پاک و پاکیزہ اور مبارک تحفہ ہے اسی طرح سے پروردگار اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (النور/ ٦١)

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اے صاحبانِ ایمان اپنے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھروں میں اُس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ ان سے اجازت طلب نہ کرلو اور ان پر سلام پر نہ کرلو

---

[1] مشکاۃ الانوار، ص ۳۴۱، ح ۱۰۹۳؛ جامع الاخبار، ص ۲۳۱، ح ۵۹۲؛ بحار الانوار، ج ۷۶، ص ۱۶۷، ح ۲

اور یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم نصیحت پانے والے ہو تو۔

﴿یا أَیهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیوتًا غَیرَ بُیوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَیرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النور/ ۲۷)

ان دونوں آیتوں میں پروردگارِ عالَم نے اپنے گھروں میں اور دوسروں کے گھروں میں جانے سے پہلے سلام کرنا ضروری قرار دیا ہے اور یہ سلام کرنا خدا کی جانب سے پاک وپاکیزہ اور مبارک ھدیہ اور زندگی کے لئے بہترین تحفہ قرار دیا گیا ہے۔

۱۲) بچوں سے پیار و محبت کرنے کا حکم

روایات میں والدین کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے بچوں سے بہت زیادہ پیار و محبت کریں، ان والدین کا خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقام و مرتبہ ہے جو اپنی اولاد سے بہت زیادہ پیار و محبت کرتے ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: تم اپنی اولاد سے بہت زیادہ پیار و محبت کیا کرو اور اس محبت کا اظہار کرتے ہوئے بچوں کو بہت زیادہ چوما کرو اور بوسہ دیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر پیار اور بوسے کے عوض میں جنت میں ایک عظیم درجہ عطا کرتا ہے کہ جس کی مساحت پانچ سو سال کی مسافت پر مشتمل ہے۔

«قَالَ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَكْثِرُوا مِنْ قُبْلَةِ أَوْلاَدِكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةً فِي اَلْجَنَّةِ مَسِيرَةَ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ»[1]

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی اولاد کو بوسہ دیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک حسنہ درج کر دیتا ہے اور جس نے اپنی اولاد کو خوش کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو خوش کرے گا اور جس نے اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دی تو اس کو اپنے والدین کے ساتھ بلایا

[1] روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۳۶۹؛ مفاتیح الحیاۃ، ص ۲۳۶

جائے گا اور ان کو جنتی وفاخرہ لباس پہنایا جائے گا کہ جس کے نور سے تمام اہلِ جنت کے چہرے روشن ہو جائیں گے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :مَنْ قَبَّلَ وَلَدَهُ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ حَسَنَةً وَ مَنْ فَرَّحَهُ فَرَّحَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ عَلَّمَهُ الْقُرْآنَ دُعِيَ بِالْأَبَوَيْنِ فَيُكْسَيَانِ حُلَّتَيْنِ يُضِيءُ مِنْ نُورِهِمَا وُجُوهُ أَهْلِ الْجَنَّةِ»[1]

حضرتِ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنی اولاد میں سے کسی سے پیار نہیں کیا اور نہ کسی کو بوسہ دیا ہے، جب یہ شخص بارگاہِ رسالتؐ سے نکل گیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ شخص میرے نزدیک اہلِ جہنم میں سے ہے۔

اس روایت سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچوں سے پیار و محبت کرنے میں اللہ و رسولؐ کی رضا و خوشنودی ہے اور بچوں سے پیار کرنا اہلِ جنت کی صفات میں سے ہے، جبکہ بچوں سے پیار و محبت نہ کرنا اللہ و رسولؐ کی ناراضگی کا باعث اور اہلِ جہنم کی سیرت ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ مَا قَبَّلْتُ صَبِيّاً لِي قَطُّ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ، هَذَا رَجُلٌ عِنْدِي أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ»[2]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے بچوں سے پیار و محبت اور ان پر رحم کرنے حکم دیتے ہوئے فرمایا: بچوں سے پیار و محبت کیا کرو اور ان پر رحم کیا کرو اور جب تم ان سے کسی چیز کا وعدہ کرو تو اُسے پورا

---

[1] الکافی، ج ۶، ص

[2] ایضاً، ص ۴۸۴

کرو کیونکہ بچے تمہیں اپنا رازق سمجھتے ہیں۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَحِبُّوا اَلصِّبْيَانَ وَ اِرْحَمُوهُمْ فَإِذَا وَعَدْتُمُوهُمْ فَفُوا لَهُمْ فَإِنَّهُمْ لاَ يَرَوْنَ إِلاَّ أَنَّكُمْ تَرْزُقُونَهُمْ»[1]

جس طرح سے احادیث میں بچوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار و محبت کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح بچوں اور خانوادے کو ناراض کرنے کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے، یہاں تک کہ خانوادے اور بچوں کی ناراضگی کو خدا کی ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا فرمان ہے: جب تم بچوں سے کسی چیز کا وعدہ کرو تو اُسے پورا کرو اس لئے کہ وہ تمہیں اپنا رازق سمجھتے ہیں، اس کے بعد مولاؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اتنا غضبناک نہیں ہوتا جتنا خانوادے اور بچوں کو ناراض کرنے پر غضبناک ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اتنا خوشحال نہیں ہوتا جتنا خانوادے اور بچوں کو جمعہ کے دن ہدیہ اور فروٹ لا کر دینے پر خوشحال ہوتا ہے۔

«عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِذَا وَعَدْتُمُ اَلصِّغَارَ فَأَوْفُوا لَهُمْ فَإِنَّهُمْ يَرَوْنَ أَنَّكُمْ أَنْتُمُ اَلَّذِينَ تَرْزُقُونَهُمْ وَ إِنَّ اَللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَيْسَ يَغْضَبُ لِشَيْءٍ كَغَضَبِهِ لِلنِّسَاءِ وَ اَلصِّبْيَانِ وَ بِإِدْخَالِ اَلْفَاكِهَةِ عَلَيْهِمْ خُصُوصاً فِي اَلْجُمَعِ»[2]

ایک اور روایت میں امام صادقؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مردِ مؤمن پر اس لئے رحم کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے بچے سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِنَّ اَللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَيَرْحَمُ اَلرَّجُلَ لِشِدَّةِ حُبِّهِ لِوَلَدِهِ»[3]

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۹۲

[2] عدۃ الداعی و نجاح الساعی، ج ۱، ص ۸۳

[3] من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۴۸۲

خانوادے اور بچوں سے محبت کرنا پروردگار کی بارگاہ میں افضل ترین اعمال میں شامل ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: حضرتِ موسٰیؑ جب بارگاہِ الٰہی میں مناجات کیلئے تشریف لے گئے تو پروردگار سے سوال کیا: اے میرے پروردگار! کون سا عمل تیری بارگاہ میں سب سے افضل ہے؟ پروردگار کی جانب سے جواب آیا: اے موسٰیؑ بچوں سے محبت کرنا میرے نزدیک سب سے افضل و پسندیدہ عمل ہے، اس لئے کہ بچے میری توحید کی فطرت پر خلق ہوئے ہیں اور جب میں انہیں موت دیتا ہوں تو اپنی رحمت انکو جنت میں داخل کرتا ہوں۔

«الإمامُ الصّادقُ عليه السلام: قالَ موسَى بنُ عِمرانَ عليه السلام: يا ربِّ؛ أيُّ الأعمالِ أفضَلُ عِندَكَ؟ فقالَ: حُبُّ الأطفالِ؛ فإنَّ فِطرَتَهُم على تَوحيدي، فإن اُمِتُّهُم اُدخِلُهُم برَحمَتي جَنَّتي»[1]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جنابِ عثمان ابن مظعونؓ سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں پہنچے اس حال میں کہ ان کا بیٹا بھی ان کے ہمراہ تھا اور جنابِ عثمان ابن مظعونؓ اپنے بیٹے سے بہت پیار کر رہے تھے اور ان کو بوسہ دے رہے تھے، حضور ﷺ کو یہ منظر بہت پسند آیا اور عثمان ابن مظعونؓ سے خطاب کر کے فرمایا: کیا تم اسے چاہتے ہو اور اس سے محبت کرتے ہو؟ تو جنابِ عثمان نے کہا: جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسولؐ، تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری اس محبت میں اور اضافہ کر دوں کہ جو تجھے اپنے بیٹے سے ہے؟ تو جنابِ عثمانؓ نے عرض کی: جی ہاں کیوں نہیں اے اللہ کے رسولؐ، پھر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک وہ شخص کہ جو اپنی کم سن اولاد کو راضی و خوشحال کرے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس شخص راضی و خوشحال کرے گا۔

«عنه صلى الله عليه و آله: لَمّا خَرَجَ على عُثمانَ ابنِ مَظعونٍ و مَعَهُ صَبِيٌّ لَهُ صَغيرٌ

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۰۴

يَلثِمُهُ: ابنُكَ هذا ؟ قالَ : نَعَم ، قالَ: أ تُحِبُّهُ يا عُثمانُ ؟ قالَ : إي و اللهِ يا رسولَ اللهِ إنّي أُحِبُّهُ ! قالَ : أ فلا أزيدُكَ لَهُ حُبّا ؟ قالَ : بلى فِداكَ أبي و أُمّي ! قالَ : إنَّهُ مَن يُرضي صَبِيّا لَهُ صَغيرا مِن نَسلِهِ حتّى يَرضى ، تَرَضّاهُ اللهُ يومَ القِيامَةِ حتّى يَرضى»[1]

رسول اللہ ﷺ کا امام حسنؑ و حسینؑ سے بہت زیادہ پیار و محبت کرنا

بچوں سے بہت زیادہ پیار و محبت کرنا، ان کو خوشحال کرنا اور ان پر بہت زیادہ توجہ دینا سرورِ کائنات ﷺ کی سنت و سیرت ہے، حضور ﷺ بہت زیادہ بچوں سے پیار کرتے تھے یہاں تک کہ بعض مواقع پر بچوں کے ساتھ کھیل میں بھی شریک ہو کر ان کو خوشحال کرتے تھے، خصوصاً امام حسنؑ و امام حسینؑ سے بہت زیادہ پیار و محبت کرتے اور ان کو چاہتے تھے اور ان دونوں سے پیار و محبت کرتے ہوئے بہت زیادہ بوسے دیتے تھے، جیسا کہ روایت میں آیا ہے: ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ سرورِ کائنات کی خدمت میں وارد ہوئے، حضور ﷺ نے امام حسینؑ کو بوسہ دیا اور فرمایا: بیٹا آہستہ آہستہ اور پھر دہانِ اطہر کو امام حسینؑ کے دہان پر رکھا اور فرمایا: پروردگارا! میں اسے بہت چاہتا ہوں اور ان کو بھی بہت چاہتا ہوں جو اس سے محبت کریں، پھر امام حسینؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے حسین تم امام اور حجتِ خدا ہو اور امام کے فرزند اور نو اماموں کے والد ہو اور خدا نے تمہاری صلب میں نو اماموں کو قرار دیا ہے۔

«إذ دَخَلَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ، فَأخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ وَ قَبَّلَهُ ثُمَّ قالَ حُزُقَّةٌ حُزُقَّةٌ تَرَقَّ عَينَ بَقَّةٍ، وَ وَضَعَ فَمَهُ عَلى فَمِهِ، ثُمَّ قالَ: اَللّهُمَّ أحِبَّهُ وَ أحِبَّ مَن يُحِبُّهُ، ثُمَّ قالَ: يا حُسَينُ أنتَ الإمامُ ابنُ الإمامِ أبو الأئِمَّةِ، تِسعَةٌ مِن وُلدِكَ أئِمَّةٌ أبرارٌ»[2]

---

[1] کنز العمال، ح ۴۵۹۵۸

[2] الانصاف فی النص علی الائمۃ الاثنی عشر علیہم السلام، ج۱، ص۳۰۹

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ امام حسنؑ و حسینؑ کو پیار و محبت کرتے ہوئے بوسہ دے رہے تھے کہ ایک شخص بنام اقرع ابن حابس نے اس منظر کو دیکھا تو تعجب کرتے ہوئے کہا: میرے دس فرزند ہیں لیکن میں نے کسی کو بوسہ نہیں دیا، یہ سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اولاد پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

«قَالَ: وَ كَانَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يُقَبِّلُ اَلْحَسَنَ وَ اَلْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ، فَقَالَ اَلْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ اَلْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ أَحَداً مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، مَنْ لاَ يَرْحَمْ لاَ يُرْحَمْ»[1]

بیٹیوں کی فضیلت اور ان کے ساتھ زیادہ پیار محبت کرنے کا حکم

زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو بہت حقیر جانا گیا اور بیٹیوں کی ولادت کو ننگ و عار تصور کیا گیا، یہاں تک کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں صریحاً اس بات کا ذکر آیا ہے: قیامت کے دن زندہ درگور بیٹیوں سے سوال کیا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا؟

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۞ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (التکویر / ۸-۹)

دورانِ جاہلیت میں بیٹیوں پر بہت زیادہ ظلم کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ بیٹیوں کو اولاد ہی نہیں سمجھتے تھے اور بیٹی کی ولادت کی خبر مل جانے پر اس قدر غمزدہ ہو جاتے کہ اُن کے چہرے سیاہ ہو جاتے تھے اور پھر اپنے آپ کو اس رسوائی و ذلت سے نجات دینے کیلئے ان کو دفنانے کا فیصلہ کرتے تھے۔

دینِ اسلام نے اس قبیح تصور کو مٹانے کیلئے اور بیٹیوں کی عظمت و منزلت کو اجاگر کرنے اور پھر بیٹیوں کو بھی اولاد تسلیم کرانے کیلئے نہ تنہا بیٹیوں کی فضیلت و منزلت کو بیان کیا بلکہ بیٹیوں کو بیٹوں کی

[1] وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۴۸۵

نسبت بہترین اولاد قرار دیتے ہوئے بیٹیوں کو دنیا میں والدین کیلئے خیر کثیر، رحمت و برکت، خوشی و مسرت، سعادت و خوشبختی اور آخرت میں رحمت و مغفرت، نجات اور جنت میں پیغمبر اکرم ﷺ کی رفاقت اور سعادتِ ابدی کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ پھر بیٹیوں کو بیٹوں پر مقدم رکھنے، ان کے ساتھ زیادہ پیار و محبت کرنے، ان پر زیادہ توجہ دینے اور ان کو بہترین اولاد تصور کرنے کا حکم بھی دیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: تمہاری بہترین اولاد بیٹیاں ہیں۔

«خَيْرُ اَوْلادِكُمُ الْبَناتُ»[1]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار جائے اور اپنے گھر والوں کے لئے ہدیہ یا پھل فروٹ اور ضرورت کی اشیاء خرید کر لے کر آئے تو اس شخص کا مقام اس انسان کی مانند ہے جو فقیر و ضرورتمند انسانوں کی خدمت کرنے والا ہے، مزید آپ نے فرمایا: جب ہدیہ لے کر آؤ تو بیٹوں سے پہلے بیٹیوں کو ہدیہ دو، اس لئے کہ بے شک جو شخص بیٹیوں کو خوشحال کرتا ہے گویا اُس نے جنابِ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے غلاموں کو آزاد کیا اور جس نے اپنے بیٹے کو خوشحال کیا تو گویا اس نے خوفِ خدا میں گریہ کیا اور جو خوفِ خدا میں گریہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے خُلدِ بریں میں مقام عطا کرتا ہے۔

«مَنْ دَخَلَ اَلسُّوقَ فَاشْتَرَى تُحْفَةً فَحَمَلَهَا إِلَى عِيَالِهِ كَانَ كَحَامِلِ صَدَقَةٍ إِلَى قَوْمٍ مَحَاوِيجَ وَ لْيَبْدَأْ بِالْإِنَاثِ قَبْلَ اَلذُّكُورِ فَإِنَّهُ مَنْ فَرَّحَ أُنْثَى فَكَأَنَّمَا عتق أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ وَ مَنْ أَقَرَّ بِعَيْنِ اِبْنٍ فَكَأَنَّمَا بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اَللَّهِ وَ مَنْ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اَللَّهِ أَدْخَلَهُ جَنَّاتِ اَلنَّعِيمِ»[2]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے بیوی اور بچوں کو خوشحال کرنا قیامت کے دن خوشحالی

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۱۶

[2] ثواب الاعمال، ج ۲، ص ۲۰۱

کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: پروردگارِ عالَم مردوں سے زیادہ عورتوں پر مہربانی ہے، اور کوئی بھی مرد اپنی بیوی کو خوشحال کرے اور ان کی خوشی کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے دن خوشحال کرتا ہے۔

«عنه صلى الله عليه و آله و سلّم: إنَّ اللهَ تبارکَ وتعالى علَى الإناثِ أرأفُ مِنهُ علَى الذُّكورِ، وما مِن رجُلٍ يُدخِلُ فَرحَةً علَى امرأةٍ بَينَهُ وبَينَها حُرمَةٌ، إلاّ فَرَّحَهُ اللهُ تعالى يَومَ القِيامَةِ» [1]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار جائے اور اپنے گھر والوں کے لئے ہدیہ یا پھل فروٹ اور ضرورت کی اشیاء خرید کر لے کر آئے تو اس شخص کا مقام اس انسان کی مانند ہے جو فقیر وضرورتمند انسانوں کی خدمت کرنے والا ہے، مزید آپ نے فرمایا: جب ہدیہ لے کر آؤ تو بیٹوں سے پہلے بیٹیوں کو ہدیہ دو، اس لئے کہ بے شک جو شخص بیٹیوں کو خوشحال کرتا ہے گویا اُس نے جنابِ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے غلاموں کو آزاد کیا اور جس نے اپنے بیٹے کو خوشحال کیا تو گویا اس نے خوفِ خدا میں گریہ کیا اور جو خوفِ خدا میں گریہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے خُلدِ بریں میں مقام عطا کرتا ہے۔

«مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَاشْتَرَى تُحْفَةً فَحَمَلَهَا إِلَى عِيَالِهِ كَانَ كَحَامِلِ صَدَقَةٍ إِلَى قَوْمٍ مَحَاوِيجَ وَ لْيَبْدَأْ بِالْإِنَاثِ قَبْلَ الذُّكُورِ فَإِنَّهُ مَنْ فَرَّحَ أُنْثَى فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ وَ مَنْ أَقَرَّ بِعَيْنِ ابْنٍ فَكَأَنَّمَا بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَ مَنْ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ أَدْخَلَهُ جَنَّاتِ النَّعِيمِ» [2]

«مَنْ فَرَّحَ ابْنَتَهُ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُلْدِإِسْمَاعِيلَ عليه السلام وَ مَنْ أَقَرَّ بِعَيْنِ ابْنٍ

---

[1] الکافی، ج ۶، ص ۶

[2] ثواب الاعمال، ج ۲، ص ۲۰۱

فَكَأَنَّمَا بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ» ١

حضرتِ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اُس نے آکر اُس شخص کو کہ جو پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پہلے سے موجود تھا یہ خبر دی کہ تمہارے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی ہے، یہ خبر سُنتے ہی اُس شخص کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا کہ تمہارے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا؟ اُس نے شخص کہا کہ میری بیوی حاملہ تھی اور مجھے ابھی اِس شخص نے آکر یہ خبر دی ہے کہ تمہارے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی ہے، تو حضور ﷺ اس شخص کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے اور بیٹی کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تجھے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ زمین اسے اٹھاتی ہے اور آسمان اس پر سایہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا کرتا ہے اور خود (بیٹی) جنت کا ایک پھول ہے کہ جسے پیار کرتے ہوئے سونگھنا چاہئے، پھر اپنے اصحاب کی طرف رُخ کر کے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہو اُس کے کاندھوں پر ذمہ داری زیادہ ہے اور جس کی دو بیٹیاں ہوں اُس کی فریادرسی ہونی چاہئے اور جس کی تین بیٹیاں ہوں تو اس سے جہاد اور سخت کاموں کا بوجھ اٹھایا جاتا ہے اور جس کی چار بیٹیاں ہوں تو اے بندگانِ خدا تم اس کو قرض دو، اس پر رحم کرو اور اس کی مدد کرو۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیٹی کی ولادت پر کسی کو پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بیٹی جنت کا پھول ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے رزق میں وسعت عطا کرتا ہے، البتہ بیٹے کی نسبت بیٹی کی ذمہ داری باپ پر زیادہ ہے اور اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے اور بچی کی صحیح تربیت اور شرعی واجبات کو ادا کرتے ہوئے بیٹیوں کی شادی کرنے کیلئے مؤمنین کو چاہئے کہ وہ بیٹیوں والے والد کی مدد کریں اور اس کیلئے سہارا بنیں اور اس کی اقتصادی ومالی مشکلات ہیں ان کو دور کرنے کیلئے اس پر رحم کریں۔

---

١ وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۵۱۴

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ عِنْدَهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ بِمَوْلُودٍ لَهُ فَتَغَيَّرَ لَوْنُ اَلرَّجُلِ فَقَالَ لَهُ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَا لَكَ قَالَ خَيْرٌ قَالَ قُلْ قَالَ خَرَجْتُ وَ اَلْمَرْأَةُ تَمَخَّضُ فَأُخْبِرْتُ أَنَّهَا وَلَدَتْ جَارِيَةً فَقَالَ لَهُ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اَلْأَرْضُ تُقِلُّهَا وَ اَلسَّمَاءُ تُظِلُّهَا وَ اَللَّهُ يَرْزُقُهَا وَ هِيَ رَيْحَانَةٌ تَشَمُّهَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اِبْنَةٌ فَهُوَ مَفْرُوحٌ وَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اِبْنَتَانِ فَيَا غَوْثَاهْ وَ مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلاَثُ بَنَاتٍ وُضِعَ عَنْهُ اَلْجِهَادُ وَ كُلُّ مَكْرُوهٍ وَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْبَعُ بَنَاتٍ فَيَا عِبَادَ اَللَّهِ أَقْرِضُوهُ يَا عِبَادَ اَللَّهِ اِرْحَمُوهُ يَا عِبَادَ اَللَّهِ أَعِينُوهُ»[1]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے بیٹی کی فضیلت اور بیٹیوں والے والدین کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: بہترین اولاد بیٹیاں ہیں، جس شخص کی ایک بیٹی ہو اللہ تعالیٰ اُسے جہنم کی آگ سے ڈھال قرار دیتا ہے، جس کی دو بیٹیاں ہوں اللہ تعالیٰ اُسے ان بیٹیوں کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اس شخص سے جہاد اور زکات کے وجوب کا اٹھایا جاتا ہے

-

«قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: نِعْمَ اَلْوَلَدُ اَلْبَنَاتُ اَلْمُخَدَّرَاتُ مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ وَاحِدَةٌ جَعَلَهَا اَللَّهُ سِتْراً لَهُ مِنَ اَلنَّارِ وَ مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ اِثْنَتَانِ أَدْخَلَهُ اَللَّهُ بِهِمَا اَلْجَنَّةَ وَ إِنْ كُنَّ ثَلاَثاً أَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ اَلْأَخَوَاتِ وُضِعَ عَنْهُ اَلْجِهَادُ وَ اَلصَّدَقَةُ»[2]

دنیا میں لوگ بیٹوں کو چاہتے ہیں اور بیٹوں کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں، جبکہ ہم انبیاءؑ و آئمہ معصومینؑ کی تاریخ میں پاتے ہیں کہ یہ ہستیاں بیٹیوں کو بہت چاہتے تھے اور بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر بیٹیوں کیلئے دعائیں کرتے تھے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ سے روایت کہ جنابِ ابراہیم خلیلؑ، اللہ رب العزت کی

---

[1] ثواب الاعمال، ص ۲۰۲

[2]

بارگاہ میں دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹی عطا کرے جو موت کے بعد ان پر روئے اور نوحہ پڑھے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ سَأَلَ رَبَّهُ أَنْ يَرْزُقَهُ بِنْتاً تَبْكِيهِ وَ تَنْدُبُهُ بَعْدَ اَلْمَوْتِ» [1]

سرورِ کائنات ﷺ نے بیٹیوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی تربیت و سرپرستی کرے تو اس کیلئے جنت واجب ہے، کسی نے رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کیا: کہ اگر کسی کی دو بیٹیاں ہوں یا ایک بیٹی ہو تو پھر؟ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: اگرچہ دو یا ایک ہی بیٹی کیوں نہ ہو اس کیلئے جنت واجب ہے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَنْ عَالَ ثَلاَثَ بَنَاتٍ أَوْ ثَلاَثَ أَخَوَاتٍ وَجَبَتْ لَهُ اَلْجَنَّةُ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اَللهِ وَ اِثْنَتَيْنِ فَقَالَ وَ اِثْنَتَيْنِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اَللهِ وَ وَاحِدَةً فَقَالَ وَ وَاحِدَةً» [2]

حضرتِ امام صادقؑ نے بیٹیوں کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بیٹیاں نیکیاں ہیں اور بیٹے نعمت ہیں، نیکیوں پر اجر و ثواب ملے گا جبکہ نعمتوں پر سوال کیا جائے گا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْبَنَاتُ حَسَنَاتٌ وَ اَلْبَنُونَ نِعْمَةٌ وَ إِنَّمَا يُثَابُ عَلَى اَلْحَسَنَاتِ وَ يُسْأَلُ عَنِ اَلنِّعْمَةِ» [3]

حضور ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کی کوئی بیٹی ہو اور وہ اپنی بیٹی کو ناراض نہ کرے، تکلیف نہ دے اور اس کی توہین نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرتا ہے۔

---

[1] عدۃ الداعی، ج۱، ص۸۹؛ بحار الانوار، ج۱۰۱، ص۹۹

[2] عدۃ الداعی، ج۱، ص۹۰

[3] وسائل الشیعہ، ج۲۱، ص۳۶۷

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ كَانَ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَ لَمْ يُهِنْهَا وَ لَمْ يُؤْثِرْ وُلْدَهُ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ»[1]

حضور ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ ایک بیٹی اس شخص کیلئے ایک ہزار حج، ایک ہزار جنگیں، ایک ہزار قربانیاں اور ایک ہزار مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے سے افضل و بہتر ہے۔

«عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ ابْنَةٌ وَاحِدَةٌ كَانَتْ خَيْراً لَهُ مِنْ أَلْفِ حَجَّةٍ وَ أَلْفِ غَزْوَةٍ وَ أَلْفِ بَدَنَةٍ وَ أَلْفِ ضِيَافَةٍ»[2]

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے صاحب دختر پر خدا کی خاص عنایات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس ایک بیٹی ہو تو اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد و نصرت کرتا ہے اور اس کو برکت و مغفرت عطا کرتا ہے۔

«عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ ابْنَةٌ فَاللهُ فِي عَوْنِهِ وَ نُصْرَتِهِ وَ بَرَكَتِهِ وَ مَغْفِرَتِهِ»

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جس نے تین بیٹیوں کی کفالت و سرپرستی کی ہو اُسے جنت کے باغوں میں سے تین باغات عطا کئے جائیں گے کہ جن میں سے ایک باغ ہی پوری کائنات سے بڑا ہے۔

«عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ يُعْطَى ثَلَاثَ رَوْضَاتٍ مِنْ

---

[1] عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۱۸۱

[2] مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۱۵

رِيَاضِ الْجَنَّةِ كُلُّ رَوْضَةٍ أَوْسَعُ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا»[1]

ہم بیٹی کی فضیلت و برکت کے عنوان کا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایسے مبارک کلام سے اختتام کرتے ہیں، جس میں بیٹیوں کو خدا کی رحمت و برکت کا محور و مرکز قرار دیا گیا ہے اور اُس گھر کو کہ جس میں بیٹیاں ہوں فرشتوں کی زیارت گاہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ گھر کہ جس میں بیٹیاں ہوں تو اللہ کی طرف سے اُس گھر پر ہر روز بارہ مرتبہ برکت و رحمت کا نزول ہوتا ہے اور وہ گھر ہمیشہ فرشتوں کی زیارتگاہ بنا رہتا ہے اور یہ فرشتے ان بیٹیوں کے باپ کے نامہ اعمال میں ہر روز ایک سال کی عبادت کا اجر و ثواب لکھتے رہتے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا مِنْ بَيْتٍ فِيهِ الْبَنَاتُ إِلاَّ نَزَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ عَلَيْهِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ بَرَكَةً وَ رَحْمَةً مِنَ السَّمَاءِ وَ لاَ تَنْقَطِعُ زِيَارَةُ الْمَلاَئِكَةِ مِنْ ذَلِكَ الْبَيْتِ يَكْتُبُونَ لِأَبِيهِمْ كُلَّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ عِبَادَةَ سَنَةٍ»[2]

۱۳) خانوادہ کی مالی واقتصادی ضروریات کو پورا کرنا

خانوادہ کے حقوق میں سے ایک اہم ترین وواجب ترین حق ان کے مالی، اقتصادی اور زندگی کے تمام اخراجات وضروریات کو فراہم کرنا ہے، خانوادہ انسان کے واجب النفقہ افراد میں شامل ہے، ہر انسان پر واجب ولازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت وشان کے مطابق خانوادہ کی تمام ضروریات زندگی کو اس طرح فراہم کرے کہ کسی بھی حوالہ سے خانوادہ دوسروں کا محتاج نہ رہے، خانوادہ کی ضروریات کو فراہم کرنا اور ان کو ہر طرح کی سہولت وخوشیاں فراہم کرنا نہ صرف ایک اہم ترین فریضہ ہے بلکہ دینِ مقدسِ اسلام میں عظیم اعمال وعبادات میں بھی شامل ہے، وہ شخص جو اپنے اہل وعیال کی ضروریاتِ زندگی کو فراہم کرنے

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً، ص۱۱۶؛ جامع الاخبار، ج۱، ص۱۰۵

کیلئے زحمت و محنت کرتا ہے دینِ مقدسِ اسلام میں اس کی زحمت و محنت کو جہاد کا درجہ دیا گیا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کے فرمان میں آیا ہے: جو شخص اپنے خانوادہ و اہل و عیال کی اقتصادی، مالی اور دیگر ضروریاتِ زندگی کو فراہم کرنے کیلئے زحمت و محنت کرتا ہے اس کا مقام و مرتبہ راہِ الٰہی میں جہاد کرنے والے مجاہد کے برابر ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ ص: اَلْكادُّ لِعِيالِهِ كَالْمُجاهِدِ في سَبيلِ الله»[١]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے اہل و عیال کیلئے زحمت و محنت کرنے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن میزانِ عمل میں رکھے جانے والے تمام اعمال و عبادات میں سے سب سے پہلے جس عمل کو رکھا جائے گا وہ مؤمن کے وہ اخراجات ہیں جو اس نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کئے ہیں۔

«قالَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه و آله: اَوَّلُ مَا يُوضَعُ فِي مِيزَانِ الْعَبْدِ نَفَقَتُهُ عَلَى اَهْلِهِ»[٢]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے اہل و عیال اور خانوادہ کی اقتصادی و مالی ضروریات کو فراہم کرنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص رزقِ حلال کسب کرے تا کہ اس رزقِ حلال کے ذریعہ سے اپنے اہل و عیال کی مالی و اقتصادی ضروریات کو پورا کرے اور خود کو اور اپنے اہل و عیال کو دوسروں سے بے نیاز کرے تو یہ شخص قیامت کے دن انبیاء و صدیقین کے ساتھ محشور ہو گا۔

«قالَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه و آله: مَن طَلَبَ مَكسَبةً مِن بابِ الحَلالِ، يَكُفُّ بِها وَجهَهُ عَن مَسأَلَةِ النّاسِ ووُلدَهُ وعِيالَهُ، جاءَ يَومَ القِيامَةِ مَعَ النَّبِيّينَ وَالصِّدّيقينَ»[٣]

ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے خانوادہ کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے محنت و زحمت کرنے

---

۱ بحار الانوار، ج ۱۰۳، ص ۱۳

۲، ۳ کنز العمال، ج ۱۶، ص ۲۷۶؛ تحکیم خانوادہ، ص ۲۸۸

والے کا قیامت کے دن مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص رزقِ حلال کسب کرے تا کہ اپنے والدین اور اہل عیال کو دوسروں سے بے نیاز کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس شان سے اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہو گا۔

«الإمام عليّ عليه السلام: مَن طَلَبَ الدُّنيا حَلالاً تَعَطُّفا عَلى وَالِدٍ أو وَلَدٍ أو زَوجَةٍ، بَعَثَهُ اللهُ تَعالى وَوَجهُهُ عَلى صورَةِ القَمَرِ لَيلَةَ البَدرِ» [1]

واجب نفقہ کے علاوہ سہولت و وسعت فراہم کرنے کی فضیلت

متعدد روایات میں خانوادہ کیلئے واجب نفقہ اور ضروریات فراہم کرنے کے علاوہ ان کیلئے زندگی میں مزید سہولتیں، وسعت اور خوشحالیوں کو فراہم کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور جو اہل و عیال کو بہت زیادہ سہولتیں اور خوشحالیاں فراہم کرے اسے خداوند کا پسندیدہ و محبوب بندہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا: تم میں سے اس شخص پر خدا بہت زیادہ راضی ہے جو اپنے اہل و عیال کیلئے بہت زیادہ سہولت، گشائش اور وسعت فراہم کرتا ہے۔

«عن عليّ بن الحسين عليهما السّلام قال ارضاكم عند اللهّ اسبغكم على عياله» [2]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: بے شک مرد کے اہل و عیال اس کے اسیروں کی مانند ہیں پس جس کسی پر اللہ نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اسیروں (اہل و عیال) پر سہولت و وسعت کیلئے خرچ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو بہت جلد اس کی نعمتوں میں زوال آجائے گا۔ یعنی نعمتیں چھن جائیں گی۔

«قَالَ الْكَاظِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ عِيَالَ الرَّجُلِ أُسَرَاؤُهُ فَمَنْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَلْيُوَسِّعْ

---

[1] مسند زید، ص ۲۵۵

[2] مناہج الاخبار، ج ۲، ص ۱۰۶

عَلَى أُسَرَائِهِ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ أَوْشَكَ أَنْ تَزُولَ عَنْهُ تِلْكَ النِّعْمَةُ»[۱]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام رضاؑ نے صاحبِ استطاعت اور مالی قدرت رکھنے والوں کو خانوادہ کیلئے سہولت و وسعت فراہم کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: مالی وسعت رکھنے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی زندگی میں سہولت و وسعت فراہم کریں۔

«قَالَ الإمَامُ الرِّضَا ع: صاحِبُ النِّعمَةِ يَجِبُ أن يُوَسِّعَ عَلى عِيالِهِ»[۲]

۱۴) جنسی خواہشات کو پورا کرنا

میاں بیوی کے حقوق میں سے ایک اہم ترین و واجب ترین حق ایک دوسرے کی جنسی خواہشات و ضروریات کو پورا کرنا ہے، انسان کی خواہشات و ضروریات میں سے ایک اہم ترین ضرورت و خواہش جنسی خواہش ہے، اگر یہ جنسی خواہشات جائز و حلال طریقہ سے پوری نہ ہوں تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور ناجائز و حرام طریقہ سے اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرتا ہے، اسی وجہ سے اس وقت دنیا میں تمام گمراہیوں اور فسادات کی بنیاد یہی جنسی خواہشات ہیں، جو نوجوانوں کو بے راہ روی کی طرف کھینچ کر اپنے جال میں پھنسا رہی ہیں جس کے نتیجہ میں ہر قسم کے فساد، گناہ، آلودگیاں اور ہزاروں قسم کے جرائم وجود میں آتے ہیں اور آرہے ہیں، لہٰذا اس بے راہ روی، گمراہی و ضلالت اور فساد کو روکنے کیلئے سب سے اہم ذریعہ و وسیلہ حلال و جائز طریقہ سے اس جنسی خواہش کو پورا کرنے میں ہے۔

دینِ مقدسِ اسلام نے انسان کے دامن کو گناہوں و آلودگیوں سے پاک رکھنے کے ساتھ ساتھ جنسی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے شادی کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی ہے اور شادی کو نصفِ دین کی حفاظت کا ذریعہ و وسیلہ قرار دیا ہے اور حضور ﷺ نے اپنی سنت و سیرت میں سے ایک اہم ترین

---

[۱] مکارم الاخلاق، ص ۲۱۷

سنت شادی کرنا قرار دیا۔

پھر شادی کرنے کے بعد میاں بیوی کیلئے حکم ہے کہ وہ زندگی کے تمام مراحل میں ایک دوسرے کی ہر قسم کی ضروریات وخواہشات کا خیال رکھیں اور پھر تمام جائز و شرعی ضروریات کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں، خصوصا جنسی خواہشات جو انسان کی اہم ترین خواہش ہے کو پورا کرنے کیلئے میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

اور روایات میں میاں بیوی دونوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ جنسی خواہشات کے سلسلہ میں ایک دوسرے کی نافرمانی و مخالفت نہ کریں، یہاں تک کہ وہ بیویاں جو بلاوجہ شوہر کی خواہشات کو پورا کرنے سے انکار کرے ان پر روایات میں لعنت کی گئی ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان بیویوں پر جن کو شوہر بستر پر بلائیں اور وہ بیویاں ٹال مٹول سے کام لیں، یہاں تک کہ شوہر مایوس ہو کر سو جائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ: لَعَنَ اللّٰہُ الْمُسَوِّفَاتِ الَّتِي يَدْعُوهَا زَوْجُهَا إِلىٰ فِرَاشِه فَتَقُولُ: سَوْفَ، حَتَّى تَغْلِبَهُ عَيْنَاهُ»[۱]

ایک اور روایت میں حضورِ اکرم ﷺ نے شوہر کی جنسی خواہشات میں نافرمانی کرنے والی بیویوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: جب کوئی شوہر اپنے بیوی کو بستر پر بلائے اور بیوی انکار کر دے اور شوہر غصہ کی حالت میں سو جائے تو اللہ کے تمام فرشتے صبح ہونے تک اس بیوی پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

« قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ»[۲]

---

[۱] نہج الفصاحہ، ص ۳۸۶ ح ۲۰۵۱

[۲] صحیح بخاری ج ۳، ص ۱۱۸۲

جس طرح بیویوں کیلئے حکم ہے کہ وہ جنسی خواہشات کے معاملہ میں اپنے شوہر کی فرمانبرداری کریں اسی طرح شوہروں کیلئے بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی خواہشات کی تکمیل میں ان کے ساتھ تعاون کریں اور کوتاہی نہ کریں، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ سے اس سلسلہ میں منقول ہے کہ عثمان بن مظعون کی بیوی حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچی اور عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ میرے شوہر عثمان دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات میں نماز پڑھتے رہتے ہیں (یعنی وہ بس عبادات میں مصروف رہتے ہیں اور میری خواہشات کی طرف توجہ نہیں دیتے) یہ سن کر حضور ﷺ غضبناک حالت میں گھر سے نکلے حتی کہ جوتیاں بھی نہیں پہنی بلکہ جوتیوں کو اٹھا کر نکل پڑے اور عثمان کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ عثمان نماز میں مصروف ہے، عثمان نے رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھا تو نماز ختم کر کے حضورؐ کی طرف متوجہ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے عثمان اللہ نے مجھے رہبانیت اختیار کرنے کیلئے نہیں بھیجا بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آسان شریعت کے ساتھ بھیجا ہے، میں روزہ رکھتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور شادی کرتا ہوں اور زوجہ سے ملتا ہوں، پس جو شخص میرے اس دین اور فطرت کو پسند کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے اور میری سنت میں سے ایک اہم ترین سنت شادی کرنا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: جَاءَتِ اِمْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عُثْمَانَ يَصُومُ النَّهَارَ وَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مُغْضَباً يَحْمِلُ نَعْلَيْهِ حَتَّى جَاءَ إِلَى عُثْمَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي فَانْصَرَفَ عُثْمَانُ حِينَ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عُثْمَانُ لَمْ يُرْسِلْنِي اللهُ بِالرَّهْبَانِيَّةِ وَ لَكِنْ بَعَثَنِي بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّهْلَةِ السَّمْحَةِ أَصُومُ وَ أُصَلِّي وَ أَلْمِسُ أَهْلِي فَمَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِي فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِي وَ مِنْ سُنَّتِيَ النِّكَاحُ»[1]

[1] الکافی، ج۵، ص ۴۹۴؛ بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۲۶۴۔

اسی طرح حضرتِ امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ تین عورتیں اپنے شوہروں کی مختلف شکایات لے کر حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں؛

ان میں سے ایک نے شکایت کی: میرا شوہر گوشت نہیں کھاتا۔

دوسری نے شکایت کی: میرے شوہر کو خوشبو پسند نہیں ہے۔

تیسری نے شکایت کی: میرا شوہر جنسی خواہشات سے دور رہتا ہے۔

یہ سن کر حضور ﷺ اتنی جلدی سے اپنے دولت سرا سے نکلے کہ آپؐ نے اپنی عبا کو بھی صحیح نہیں سنبھالا وہ زمین سے مس ہو رہی تھی، اسی حالت میں آپؐ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میرے اصحاب میں سے بعض کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی گوشت نہیں کھاتا، کسی کو خوشبو پسند نہیں ہے اور کوئی اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاتا، جان لو کہ میں گوشت بھی کھاتا ہوں، خوشبو کو بھی پسند کرتا ہوں اور بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں، پس جس نے میری اس سنت سے بیزاری اختیار کی تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ ثَلاَثَ نِسْوَةٍ أَتَيْنَ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَتْ إِحْدَاهُنَّ إِنَّ زَوْجِي لاَ يَأْكُلُ اَللَّحْمَ وَ قَالَتِ اَلْأُخْرَى إِنَّ زَوْجِي لاَ يَشَمُّ اَلطِّيبَ وَ قَالَتِ اَلْأُخْرَى إِنَّ زَوْجِي لاَ يَقْرَبُ اَلنِّسَاءَ فَخَرَجَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى صَعِدَ اَلْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اَللَّهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ مِنْ أَصْحَابِي لاَ يَأْكُلُونَ اَللَّحْمَ وَ لاَ يَشَمُّونَ اَلطِّيبَ وَ لاَ يَأْتُونَ اَلنِّسَاءَ أَمَا إِنِّي آكُلُ اَللَّحْمَ وَ أَشَمُّ اَلطِّيبَ وَ آتِي اَلنِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[1]

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شوہروں کو چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کی تمام جائز و شرعی

---

[1] الکافی، ج۵، ص۴۹۶

خواہشات پر توجہ دیں اور ان کو تکمیل کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ یہی پیغمبر اکرم ﷺ کی سنت و سیرت کا حصہ ہے۔

البتہ جہاں خواہشاتِ جنسی کے تکمیل کرنے کی تاکید و سفارش ہے وہاں خواہشاتِ جنسی اور میاں بیوی کے تعلقات کے سلسلہ میں بہت سارے آداب و مستحبات اور شرعی اہم ترین اصولوں کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے، مثلاً عفت، پاکدامنی، شرم وحیاء، زمان و مکان، شرعی احکام و آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ یعنی انسان جو کہ اشرف المخلوق ہے اس کو عقل کی مال و دولت سے نوازا گیا ہے لہٰذا وہ اس خواہش کو انسانی فطرت و دینی طور طریقوں میں رہ کر انجام دے نہ کہ حیوانوں کی طرح بالکل آزاد نہ ہو کر جب چاہے جہاں چاہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر چیز کو اس کے مقام پر انجام دینا چاہئے یہی عدالت ہے یہی انسانیت ہے یہی عقل ہے یہی فطرت ہے اور یہی اسلام ہے۔

اور جو شخص چاہتا ہے کہ انسانیت، فطرت اور شریعت کے اصولوں کے مطابق جنسی خواہشات کو پورا کرے تو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کے احکام، مستحبات و آداب سے متعلق کتابوں کا ضرور مطالعہ کرے۔

فصل چہارم: حقوقِ خانوادہ

جیسا کہ وظائفِ خانوادہ میں مختصر سی بات حقوقِ خانوادہ کے بارے میں ذکر کی گئی ہے، کہ حقوقِ خانوادہ ایک اہم ترین فرض اور حقِ الٰہی ہے جس کا خانوادے کے ہر فرد کو ادا کرنا اور نبھانا لازم و ضروری ہے اور اس سے کوتاہی برتنا لعنتِ خداوندی اور عذابِ ابدی کا سبب ہے۔

بحثِ حقوقِ دینِ اسلام کے اہم ترین ابحاث میں شامل ہے اور دینِ اسلام نے حقوق پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور حقوق کی ادائگی پر بہت زیادہ وسفارش کی گئی ہے اسی وجہ سے حضرت امام سجادؑ نے سب سے زیادہ تمام بشریت کو حقوق سے آگاہ کرتے ہوئے رسالۃ الحقوق میں پچاس حقوق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیاہے، جو شخص حقوق کی تفصیلی معرفت کے خواہشمند ہیں انہیں چاہئے کہ وہ مولا امام سجادؑ کے اس رسالۃ الحقوق کا ضرور مطالعہ کریں، جس میں مولا نے ہر شخص اور ہر فرد کے لئے الگ الگ حقوق کو بیان کیا ہے، انسانوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق، مسلمانوں پر آئمہ طاہرین کے حقوق، مسلمانوں کے ایک دوسرے کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، استاد کے حقوق، شاگرد کے حقوق، والدین، میاں بیوی اور بچوں کے حقوق اور خود انسان پر اپنے جسم کے اعضاء کے حقوق وغیرہ وغیرہ، لیکن ہم یہاں پر ان میں سے صرف خانوادے یعنی والدین، شوہر، بیوی، بچے، بہن اور بھائی کے اہم ترین حقوق کے بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

۱) آیات وروایات کی روشنی میں والدین کے اہم ترین حقوق

دینِ مقدسِ اسلام میں والدین کا مقام

قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت نے بار بار والدین کی اطاعت، خدمت، نیکی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، ان آیات میں سے کہ جن میں بہت زیادہ والدین کے ساتھ نیکی اور خدمت کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور خداوندِ عالَم کی عبادت کے بعد فوراً والدین کی خدمت، نیکی واحسان اور ان کی عزت واحترام کا حکم دیا گیا ہے ذیل میں چند آیات کو ذکر کیا جاتا ہے، جیسا کہ سورہ اسراء آیت ۲۳ اور ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ: اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔

﴿وَ قَضىٰ رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَ لاَ تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيماً﴾

اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما۔

﴿وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾

دینِ مقدس اسلام میں آیات و روایات کی روشنی میں والدین کے مقام اور مرتبے کو بہت زیادہ بیان کیا گیا ہے اور پھر والدین کے ساتھ نیکی، احسان اور زندگی بھر حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، کئی آیات میں قرآن پاک میں خدا کی ربوبیت اور توحید کو بیان کرنے کے بعد فوراً عظمتِ والدین اور خدمت والدین کو بیان کیا گیا ہے، ان میں سے سورہ مبارکہ اسراء کی

آیات میں رب العزت نے مقام اور منزلت والدین اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اولاد کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے صرف اُسی کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرو ﴿وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلاَّ تَعۡبُدُوۡۤا اِلاَّۤ اِیَّاہُ﴾

لفظ ‹‹قضاء›› لفظ ‹‹امر›› کی نسبت زیادہ تاکید کا مفہوم رکھتا ہے اور قطعی و محکم فرمان کا معنی دیتا ہے۔ یہ لفظ اس مسئلے میں پہلی تاکید ہے۔

توحید (کہ جو اسلام کی عظیم ترین بنیاد ہے) کے فوراً بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دینا اسلام میں والدین کا مقام و مرتبہ اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی اہمیت کی دلیل ہے، یہ اس معاملے میں دوسری تاکید ہے۔

لفظ ‹‹احسان›› یہاں مطلق ہے، اس میں ہر قسم کی نیکی کا مفہوم مضمر ہے، یہ اس معاملے پر تیسری تاکید ہے۔

اسی طرح لفظ (والدین) کا اطلاق مسلمان اور کافر دونوں پر ہوا ہے، یہ لفظ اس معاملے پر چوتھی تاکید ہے۔

لفظ (احساناً) یہاں نکرہ کی صورت میں واقع ہوا ہے، جو ایسے مواقع پر عظمت کے بیان کے لئے آتا ہے۔ یہ پانچویں تاکید ہے۔

اس کے بعد ماں باپ سے حسن سلوک کا ایک واضح مصداق بیان کیا گیا ہے: جب ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے تک پہنچ جائیں اور شکستہ سن ہو جائیں (اس طرح سے کہ انہیں اب تیری مستقل دیکھ بھال کی احتیاج ہو) تو ان کے لئے کسی طرح سے محبت میں دریغ نہ کرنا اور ان کی تھوڑی سی بھی اہانت نہ کرنا یہاں تک کہ لفظ (اُف) تک بھی

مُنہ سے نہ نکالنا۔

﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ﴾

انہیں جھڑک نہ دینا اور ان کے سامنے بلند آواز سے نہ بولنا(لَا تَنْهَرْهُمَا)، بلکہ سنجیدہ، لطیف، کریمانہ، مؤدبانہ اور شریفانہ انداز سے ان سے کلام کرنا۔﴿وَ قُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً﴾۔

اور انتہائی عجز و انکساری سے ان کے سامنے پہلو جھکائے رکھنا ﴿واخفِض لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ اور کہو: پروردگارا اپنی رحمت ان کے شامل حال کر جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے ﴿وَ قُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾۔

قرآن میں توحید کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کا حکم

قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں پروردگارِ عالَم کی توحید و ربوبیت، عبادت و بندگی کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، توحید اور ربوبیتِ پروردگار دین مقدس اسلام کی اساس اور بنیاد ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے خدا کی توحید اور عبادت و بندگی کی طرف دعوت دی ہے اور انبیاء کی بعثت کا بنیادی اور اصلی ہدف خدا کی توحید کی طرف دعوت دینا اور لوگوں کو خدا کی عبادت و بندگی کرانا ہے، قرآنِ پاک میں بار بار توحید کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کرنے کا حکم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ والدین انسانی زندگی میں توحید کے بعد بنیادی ترین توجہ کا مرکز ہے اور والدین کی ساتھ نیکی کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور شائستہ زندگی کرنا اور پوری زندگی والدین کی خدمت کرتے ہوئے گزار دینا دین اسلام کے بنیادی احکام میں شامل ہے۔

قرآن مجید کی چار سورتوں میں توحید کے بعد فوراً والدین سے حسن سلوک، نیکی اور احسان کا حکم آیا

ہے، ان دونوں مسائل کا اکٹھا بیان ہونا یعنی توحید کے بعد ہمیشہ والدین کا ذکر کرنا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اسلام کس حد تک ماں باپ کے احترام اور تعظیم کا قائل ہے اور اسلام کس قدر خدمتِ والدین کو ضروری قرار دیتا ہے۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۳ میں آیا ہے:

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا، تو چند شخصوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے۔

﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ ذِي الْقُرْبىٰ وَ الْيَتَامىٰ وَ الْمَسَاكِينِ وَ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً وَ أَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِنْكُمْ وَ أَنْتُمْ مُعْرِضُونَ﴾

اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں آیا ہے:

اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتے دار ہمسائیوں اور اجنبی ہمسائیوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر و غرور سے پیش آنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

﴿وَ اعْبُدُوا اللهَ وَ لاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ بِذِي الْقُرْبىٰ وَ الْيَتَامىٰ وَ الْمَسَاكِينِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبىٰ وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لاَ يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً﴾

اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں آیا ہے:

(اے رسول) کہہ دو کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دی ہیں ؛ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ (سے بد سلوکی نہ کرنا بلکہ) حسن سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کی اللہ نے تم کو وصیت کی ہے تاکہ تم کچھ سمجھو۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ لاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ مِنْ إِمْلاَقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ إِيَّاهُمْ وَ لاَ تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لاَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾

اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ اور ۲۴ میں آیا ہے:

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا٭ اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما۔

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَ لاَ تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيماً ٭ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾

ان تمام آیات میں پروردگارِ عالم نے مسئلہ توحید اور اپنی عبادت اور بندگی کے بعد فورا مقام والدین اور خدمت والدین کا ذکر کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن پاک میں توحید اور عبادتِ پروردگار کے بعد تمام بشر کے لئے جو حکم خدا کی نگاہ میں سب سے ضروری ہے وہ احترام والدین، اطاعتِ والدین، خدمتِ والدین اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔اس مسئلہ کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ قرآن میں بھی اور روایات میں بھی صراحت سے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اگر ماں باپ کافر بھی ہوں تب بھی ان کا احترام اور تعظیم بجا لانا نہایت ضروری ہے، جیسا کہ سورہ لقمان کی آیت ۱۵ میں آیا ہے:

اور اگر وہ (تمہارے والدین) تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا ماننا۔ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اس کے رستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ توجو کام تم کرتے رہے میں سب سے تم کو آگاہ کروں گا۔

﴿وَ إِنْ جاهَداكَ عَلىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي ما لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلا تُطِعْهُما وَ صاحِبْهُما فِي الدُّنْيا مَعْرُوفاً وَ اتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِما كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

اس آیت میں پروردگار عالم نے والدین کے ساتھ نہایت شائستہ اور پسندیدہ زندگی کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے:﴿وَ صاحِبْهُما فِي الدُّنْيا مَعْرُوفاً﴾۔

اور سورہ لقمان کی آیت ۱۴ میں آیا ہے:اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

﴿وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَىٰ وَهْنٍ وَ فِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَ لِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾

اس آیت میں پروردگار عالم نے اپنی بے شمار اور لاتعداد نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد فوراً والدین کی خدمات اور انسان کی زندگی میں والدین کے عظیم احسانات اور زحمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا؛ جس طرح میری نعمتوں کا شکر کرنا ضروری ہے اسی طرح عظمت والدین کا اعتراف کرتے ہوئے اور حقوق والدین کو ادا کرتے ہوئے ان کا شکر ادا کرنا اور والدین کی خدمت کرنا تمام انسانوں پر لازم اور ضروری ہے، قرآن نے ماں باپ کی ذرہ بھر بھی بے احترامی اور توہین کی اجازت نہیں دی ہے، والدین کی بے احترامی اور توہین کو اسی طرح عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے جس طرح خدا کی ذات میں شریک قرار دینا عظیم گناہ ہے۔ جیسا کہ حضرت امام صادق ع کا فرمان ہے:

کوئی چیز اُف (ناراضگی کا معمولی سا اظہار) سے بھی کم ہوتی تو خدا اس سے بھی روکتا اور یہ ماں باپ کی نافرمانی اور مخالفت کی کم از کم حد ہے اور ان کی طرف غضبناک نگاہ سے دیکھنا بھی بے احترامی میں شامل ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: لَوْ عَلِمَ اللهُ شَيْئاً أَدْنَى مِنْ أُفٍّ لَنَهَى عَنْهُ وَ هُوَ مِنْ أَدْنَى الْعُقُوقِ وَ مِنَ الْعُقُوقِ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ إِلَى وَالِدَيْهِ فَيُحِدَّ النَّظَرَ إِلَيْهِمَا» [۲۶۸]

---

(۲۶۸) الکافی ج۲، ص۳۴۹

والدین کے ساتھ نیکی کرنا تمام عبادات سے افضل ترین عبادت

جس طرح قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت نے ہمیشہ والدین کے ساتھ نیکی، حسن سلوک اور ان کی خدمت و عزت اور احترام کرنے کا حکم دیا ہے، اِسی طرح معصومینؑ نے بھی اپنی متعدد روایات میں والدین کے ساتھ نیکی، احسان، ان کی خدمت، عزت اور احترام کرنے کی باربار تاکید وسفارش کی ہے، انہی روایات میں سے اہم ترین روایات کو بیان کیا جاتا ہے کہ جن میں بہت زیادہ والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض روایات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ والدین کی خدمت کرنا تمام عبادات سے افضل ترین عبادت ہے، جیسا کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا نماز، روزہ، حج، عمرہ اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بِرُّ الوَالِدَينِ أَفضَلُ مِنَ الصَّلاَةِ وَالصَّومِ وَالحَجِّ وَالعُمرَةِ وَالجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ» [۲۶۹]

ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا: خدا کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کیا ہے؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: بارگاہِ الٰہی میں محبوب ترین عمل اول وقت میں نماز ادا کرنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

«سَأَلتُ النبيَّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: أيُّ العَمَلِ أحَبُّ إلى اللهِ؟ قالَ: الصَّلاةُ علَى وقتِها، قالَ: ثُمَّ أيٌّ؟ قالَ: ثُمَّ برُّ الوالِدَينِ، قالَ: ثُمَّ أيٌّ؟ قالَ: الجِهادُ في سَبيلِ اللهِ» [۲۷۰]

---

(۲۶۹) الاخلاق والاداب الاسلامیہ، ص ۱۱۶

(۲۷۰) صحیح الجامع، ص یا ح ۱۰۹۵

ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی خصوصی تاکید

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: کہ اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر، اُس نے کہا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر، اُس نے کہا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر، پھر اُس نے پوچھا کہ کس کے ساتھ نیکی کروں؟ (چوتھی مرتبہ جب پوچھا تو) فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ نیکی کر۔

(اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ جتنی زیادہ تاکید وسفارش ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی ہے، اتنی باپ کے ساتھ نہیں ہے، سوال کرنے والے نے پیغمبرؐ کی خدمت میں تین دفعہ ایک ہی سوال دُہرایا کہ کس سے نیکی کروں؟ تو پیغمبرؐ تین دفعہ ایک ہی جواب دُہراتے رہے کہ اپنی ماں سے نیکی کر، اپنی ماں سے نیکی کر، اپنی ماں سے نیکی کر، لیکن جب چوتھی دفعہ پوچھا تو پھر باپ کا نام لیا۔ یعنی ماں کی خدمت باپ سے تین برابر زیادہ کرنے کا حکم ہے، اگر اس روایت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو یہ بات بالکل صاف سمجھ میں آتی ہے۔)

«عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ» (۲۷۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک انصاری شخص نے عرض کی کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کر، اُس نے کہا وہ تو فوت ہو گئے ہیں، پھر فرمایا: کہ اپنے

---

(۲۷۱) ایضاً ج ۲، ص ۱۵۹

بیٹے سے نیکی کر۔

«عَنْ أَبِي طَالِبٍ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ الله عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ اَلْأَنْصَارِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ وَالِدَيْكَ قَالَ قَدْ مَضَيَا قَالَ بَرَّ وَلَدَكَ» (۲۷۲)

والدین کی خدمت کرنا ایک عظیم ترین فریضہ

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا عظیم ترین فریضہ ہے۔

«قال امیر المؤمنین: بِرُّ الوَالِدَينِ أكبَرُ فَرِيضَةٌ» (۲۷۳)

حضرت امام صادقؑ نے ایک روایت میں والدین کی خدمت کو ایک اہم ترین فریضہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کو ادا کرنا ہر ایک پر فرض ہے اور کسی کے لئے بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے:

۱) والدین کی فرمانبرداری، چاہے وہ نیک ہوں یا بد۔

۲) عہد وعدہ کو وفا کرنا، چاہے وہ کسی نیک سے کیا گیا ہو یا بد سے۔

۳) امانت کو واپس کرنا، چاہے وہ کسی نیک کی ہو یا بد کی۔

«قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ الله عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ :ثَلاَثٌ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِنَّ رُخْصَةً بِرُّ الْوَالِدَيْنِ بَرَّيْنِ كَانَا أَوْ فَاجِرَيْنِ وَ وَفَاءٌ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ أَدَاءُ

---

(۲۷۲) ایضاً ج ۷۶ ص ۳۹

(۲۷۳) غرر الحکم و درر الکلم

الْأَمَانَةِ إِلَى الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ» (۲۷۴)

ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: تین فرائض کی ادائیگی ہر انسان پر اور ہر حال میں لازم وضروری ہے؛

۱) امانت کی ادائیگی چاہے وہ امانت کسی نیک کی ہو یا برے کی۔

۲) وعدہ کی وفا چاہے وہ وعدہ نیک انسان سے کیا ہو یا برے سے۔

۳) والدین کی خدمت و نیکی چاہے والدین نیک ہوں یا برے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا بُدَّ مِنْ أَدَائِهِنَّ عَلَى كُلِّ حَالٍ اَلْأَمَانَةُ إِلَى اَلْبَرِّ وَ اَلْفَاجِرِ وَ اَلْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَ اَلْفَاجِرِ وَ بِرُّ اَلْوَالِدَيْنِ بَرَّيْنِ كَانَا أَوْ فَاجِرَيْنِ» (۲۷۵)

حضرت امام صادق علیہ السلام والدین کے اہم ترین حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمام اولادوں پر ان کے والدین کے تین حقوق واجب وضروری ہیں؛

۱) ہمیشہ والدین کی قدردانی اور شکریہ ادا کرنا۔

۲) ہر حال میں والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا۔

۳) والدین کے ساتھ خیر خواہی اور ہمیشہ ان کی بھلائی کی فکر میں رہنا۔

«قال الصادق(ع)؛ وَ يَجِبُ لِلْوَالِدَيْنِ عَلَى اَلْوَلَدِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ شُكْرُهُمَا عَلَى كُلِّ

---

(۲۷۴) الخصال، ج۱، ص۱۲۸

(۲۷۵) مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۷۸

حَالٍ وَ طَاعَتُهُمَا فِيمَا يَأْمُرَانِهِ وَ يَنْهَيَانِهِ عَنْهُ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةِ اللهِ وَ نَصِيحَتُهُمَا فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ» (۲۷۶)

والدین کے حقوق اور والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی و احسان کرنے کے عظیم فوائد و برکات کو تفصیل کے ساتھ جلد اول، فصل حقوقِ والدین میں ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا مزید تفصیلات کے لئے اس کی طرف رجوع کریں۔

---

(۲۷۶) بحارالانوار، ج۷۵، ص۲۳۹

۲) روایات کی روشنی میں بیوی پر شوہر کے اہم ترین حقوق

آئمہ طاہرینؑ نے ازواجی زندگی میں شوہر کے حقوق اور ان کا مقام و مرتبہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، کہ جن حقوق کی رعایت کرنا اور شوہر کے مقام و منزلت کا خیال رکھنا نہ تنہا ازدواجی زندگی میں کامیابی و خوشحالی کا سبب ہے بلکہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و سعادت کی ضمانت بھی ہے۔ اور جب تک شوہر کے حقوق ادا نہ کئے جائیں تب تک نہ بیویوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں قابل قبول ہیں اور نہ ہی خدا کی رضا و خوشنودی کا حصول ممکن ہے۔

شوہر کی اطاعت کرنا، اس کی رضایت و خوشنودی کا حاصل کرنا تمام ازواج کی اہم ترین ذمہ داریوں میں شامل ہے، جیسا کہ حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک عورت سرورِ کائنات کی خدمت میں آئی اور آپؐ سے شوہر کے حقوق کے بارے میں سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو شوہر کے حقوق سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: شوہر کا حق یہ ہے کہ ہمیشہ ان کی اطاعت کرنی چاہیئے اور کبھی بھی ان کی نافرمانی کرنا، شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے نیکی کرنا اور مستحب روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، زوجہ کو چاہیئے کہ وہ شوہر کی جائز خواہشات نفسانی کے حصول سے منع نہ کرے اگرچہ وہ سواری پر ہی کیوں نہ ہو۔ اور بیوی شوہر کے اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جاسکتی اور اگر بیوی شوہر کی اجازت کی بغیر ان کو ناراض کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلے تو اس پر آسمان و زمین کے فرشتے اور غضب و رحمت کے فرشتے سب لعنت کرتے ہیں جب تک کہ وہ گھر میں پلٹ کر نہ آجائے۔ اس عورت نے پیغمبر سے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ مردوں پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپؐ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: مردوں پر سب سے زیادہ حق اس کے والد کا ہے اور عورتوں پر سب سے زیادہ حق اس کی شوہر کا ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ص فَقَالَتْ يَا

رَسُولَ اللهِ ؐ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ فَقَالَ لَهَا أَنْ تُطِيعَهُ وَ لَا تَعْصِيَهُ وَ لَا تَصَدَّقَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ لَا تَصُومَ تَطَوُّعاً إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ لَا تَمْنَعَهُ نَفْسَهَا وَ إِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ ۲۷۷ وَ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ إِنْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَ مَلَائِكَةُ الْأَرْضِ وَ مَلَائِكَةُ الْغَضَبِ وَ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ؐ مَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقّاً عَلَى الرَّجُلِ قَالَ وَالِدُهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ؐ مَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقّاً عَلَى الْمَرْأَةِ قَالَ زَوْجُهَا» ۲۷۸

بیویوں کے دو عظیم جہاد

بیویوں کے لئے دو چیزوں کو اسلام میں عظیم جہاد قرار دیا گیا ہے:

۱۔ شوہر داری اور اطاعت و خدمت کرنا، شوہر کو راضی و خوشحال رکھنا اور شوہر تمام ضروریات و خواہشات کو پورا کرنا۔

۲۔ گھر میں خدمت کرنا اور بچوں کی بہترین طریقے سے تربیت کر کے عظیم انسان بنا کر اپنے دامن سے معاشرے میں پیش کرنا۔

جیسا کہ امام خمینیؒ فرماتے ھیں: "مرد از دامن زن به معراج می رود"، مرد عورت کے دامن سے ہی معراج کی بلندیوں پر پہنچتا ہے۔

تاریخ اسلام میں جتنی بھی عظیم ہستیاں وجود میں آئی ہیں وہ عظیم بیویوں اور ماؤں کی بہترین تربیت اور زحمت کا نتیجہ ہے۔

۲۷۷۔ القتب: اکاف صغیر علی قدر سنام البعیر و یرکب علیہ (ل)۔

۲۷۸۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط۔ الاسلامیۃ) ج۵، ص۵۰۷۔ تہران، چاپ چہارم، ۱۴۰۷ق۔

شوہر کی خدمت کو اسلام میں عورتوں کا جہاد قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا فرمان ہے: عورتوں کا بہترین طریقے سے شوہر داری کرنا اور شوہر کی رضا و خوشنودی کو حاصل کرنا عظیم جہاد ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ» [۲۷۹]

«عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ع قَالَ: جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ» [۲۸۰]

شوہر کی خدمت اور گھر میں کام کرنے کا عظیم اجر وثواب

گھر میں کام کرنا اور شوہروں کی خدمت واطاعت کرنا نہ تنہا بیویوں کا جہاد ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کی خدمت اور بچوں کی تربیت اور گھر میں کام کرنے کی زحمت کو بیوی کے لئے جہنم کی آزادی کا پروانہ اور جنت کے حصول کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرمان میں آیا ہے: جو بھی عورت گھر میں سات دن شوہر کی خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے ساتوں دروازوں کو ان پر بند کر دیتا ہے اور جنت کے آٹھوں دروازے ان کے لئے کھول دیتا ہے اب اس کی مرضی ہے جس دروازے سے جنت میں داخل ہونا چاہے ہو جائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَيُّمَا امْرَأَةٍ خَدَمَتْ زَوْجَهَا سَبْعَةَ أَيَّامٍ غَلَقَ اللهُ عَنْهَا سَبْعَةَ أَبْوَابِ النَّارِ وَ فَتَحَ لَهَا ثَمَانِيَةَ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ تَدْخُلُ مِنْ أَيْنَمَا شَاءَتْ» [۲۸۱]

گھر میں شوہر اور بچوں کی خدمت کرنا اس قدر بارگاہِ الٰہی میں اجر و ثواب کا حامل ہے کہ سرورِ

۲۷۹۔ ابن اشعث، محمد بن محمد، الجعفریات (الأشعثیات)، ص ۶۷۔

۲۸۰۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط۔ الاسلامیۃ)، ج ۵، ص ۵۰۷۔

۲۸۱۔ دیلمی، حسن بن محمد، إرشاد القلوب إلی الصواب (للدیلمی)، ج ۱، ص ۱۷۵۔

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو پانی بھی پلادے تو اللہ تعالی ایک سال روزہ رکھنے اور ایک سال نماز پڑھنے کا اجر وثواب عطا کرتا ہے اور ہر دفعہ پانی پلانے پر جنت میں ایک شہر عطا کرتا ہے اور اس عورت کے ساٹھ سال کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَسْقِي زَوْجَهَا شَرْبَةَ مَاءٍ إِلَّا كَانَ خَيْراً لَهَا مِنْ سَنَةٍ صِيَامٍ نَهَارُهَا وَ قِيَامٍ لَيْلُهَا وَ بَنَى اللهُ لَهَا بِكُلِّ شَرْبَةٍ تَسْقِي زَوْجَهَا مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ وَ غُفِرَتْ لَهَا ستين [سِتُّونَ] خَطِيئَةً» [۲۸۲]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کے کاموں میں شوہر کی اطاعت کرنے والی اور شوہر کی تندروی اور بد اخلاقی کو برداشت کرنے والی بیویوں کے لئے جناب زہراؑ کی شفاعت اور جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے: تین قسم کی خواتین سے عذاب قبر کو اٹھایا گیا ہے اور ان کو قیامت کے دن میری بیٹی زہراؑ کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔

۱۔ وہ خاتون جو شوہر کے مزاج اور گھر کی خدمت میں صبر کرتی ہے۔

۲۔ وہ خاتون جو شوہر کی تندروی وبد اخلاقی کو برداشت کرتی ہے۔

۳۔ وہ خاتون جس نے اپنا حق مہر اللہ کی رضا کے لئے شوہر کو بخش دیا ہے۔

اور اللہ تعالی ان تین خواتین کو ایک ہزار شہید ثواب اور ایک سال عبادت کا اجر وثواب عطا کرتا ہے

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص ثَلَاثٌ مِنَ النِّسَاءِ يَرْفَعُ اللهُ عَنْهُنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ وَ يَكُونُ مَحْشَرُهُنَّ مَعَ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ ص امْرَأَةٌ صَبَرَتْ عَلَى غَيْرَةِ زَوْجِهَا وَ امْرَأَةٌ صَبَرَتْ

۲۸۲۔ دیلمی، حسن بن محمد، ارشاد القلوب الی الصواب (للدیلمی)؛ ج۱؛ ص۱۷۵۔

عَلَى سُوءِ خُلُقِ زَوْجِهَا وَ امْرَأَةٌ وَهَبَتْ صَدَاقَهَا لِزَوْجِهَا يُعْطِي اللهُ تَعَالَى لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ ثَوَابَ أَلْفِ شَهِيدٍ وَ يَكْتُبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُنَّ عِبَادَةَ سَنَةٍ»[۲۸۳]

بیوی پر شوہر کے چھ اہم حقوق

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک خاتون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائی اور سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوہر کے بیوی پر واجب حقوق کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھے حقوق ہیں:

۱- پوری زندگی شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا۔

۲- شوہر کو ناراض اور اس کی توہین نہ کرنا۔

۳- شوہر کی اجازت کے بغیر مستحب اعمال کو بھی انجام نہ دینا۔

۴- شوہر کی رضا اور خوشنودی کے لئے بہترین خوشبو لگانا۔

۵- شوہر کیلئے زینت و آراستگی اور بہترین لباس زیب تن کرنا۔

۶- شوہر کی ہر جائز خواہش کو پورا کرنے کیلئے خود کو پیش کرنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ص فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ فَقَالَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ قَالَتْ فَخَبِّرْنِي عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ قَالَ لَيْسَ لَهَا أَنْ تَصُومَ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْنِي تَطَوُّعاً وَ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا (بِغَيْرِ إِذْنِهِ)»[۲۸۴] وَ عَلَيْهَا أَنْ تَطَيَّبَ بِأَطْيَبِ طِيبِهَا وَ تَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهَا وَ تَزَيَّنَ بِأَحْسَنِ زِينَتِهَا وَ تَعْرِضَ نَفْسَهَا عَلَيْهِ

۲۸۳۔ دیلمی، حسن بن محمد، ارشاد القلوب إلی الصواب (للدیلمی)، ج ۱، ص ۱۷۵۔

۲۸۴۔ فی المصدر (آلبازنہ)۔

غُدْوَةً وَ عَشِيَّةً وَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ حُقُوقُهُ عَلَيْهَا» [۲۸۵]

بیویوں کی ایک اہم ذمہ داری اطاعت کرنا

بیویوں کے لئے لازم ہے کہ وہ زندگی کے تمام امور میں شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کریں، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بہت سے لوگوں کے اعمال وعبادات اور دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتیں، ان لوگوں میں سے ایک گروہ وہ بیویاں ہیں جو شوہر کی اطاعت نہیں کرتیں اور شوہر ان پر ناراض ہوں، متعدد روایات میں آیا ہے کہ جس طرح اولاد کی عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے ماں باپ کی رضاو خوشنودی ضروری ہے، اسی طرح بیویوں کے اعمال وعبادات اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی شوہر کی رضاو خوشنودی ضروری ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: تین گروہ کی عبادات اور دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتیں:

۱- وہ غلام جو اپنے مولا کی نافرمانی کرتے ہوئے فرار کرے۔

۲- وہ بیویاں جن کے شوہر ان سے ناراض ہوں۔

۳- وہ شخص جو مغرور اور متکبر ہو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُرْفَعُ لَهُمْ عَمَلٌ عَبْدٌ آبِقٌ وَ امْرَأَةٌ زَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَ الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ[۲۸۶] خُيَلَاءَ» [۲۸۷]

۲۸۵۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعة، ج ۲۰، ص ۱۵۸، قم، چاپ: اول، ۱۴۰۹ ق۔

۲۸۶۔ أي الذي يرسل ازاره فيجره من الكبر والخيلاء: الكبر۔

۲۸۷۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافي (ط - الإسلامية)، ج ۵، ص ۵۰۷، تهران، چاپ: چهارم، ۱۴۰۷ ق۔

شوہر کی اطاعت کرنے پر اللہ کی طرف سے خاص تحفہ

شوہر کی اطاعت کرنا خدا کی رضا و خوشنودی اور پروردگار کی خاص عنایات کے حصول کا سبب ہے، وہ بیویاں جو ہمیشہ اپنی زندگی شوہر کی اطاعت و خدمت میں گزارتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خاص عنایات سے نوازتا ہے اور ان کو عظیم مقام و مرتبہ دینے کے ساتھ ساتھ ان کے اور ان کے والدین کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت میں اسی بات کی خوشخبری دی گئی ہے، حضرتِ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کے زمانے میں قبیلہ انصار کے ایک شخص نے اپنی بیوی سے وعدہ لیا کہ میرے سفر سے واپس پلٹنے تک گھر سے باہر قدم نہیں رکھنا، یہ کہہ کر وہ سفر پہ چلا گیا، اس کے جانے کے کچھ عرصہ بعد بیوی کو اطلاع ملی کہ اس کا باپ بیمار ہے، تو بیوی نے رسولِ اکرم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے شوہر نے مجھ سے یہ وعدہ لیا ہے کہ میں اس کے واپس آنے تک گھر سے باہر نہ نکلوں لیکن میرے والد بیمار ہیں، لہٰذا آپ مجھے حکم دیں تا کہ میں اپنے والد کی عیادت کیلئے جا سکوں، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر کی اطاعت میں کرو اور گھر میں ہی بیٹھی رہو، کچھ وقت کے بعد باپ کی حالت زیادہ بگڑی تو دوبارہ اس نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ مجھے حکم دیں تا کہ میں والد کی عیادت کیلئے جا سکوں، تو پیغمبر اسلام ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرو اور گھر میں ہی بیٹھی رہو، پھر کچھ وقت کے بعد اس کو والد کی وفات کی خبر ملی، تو پھر اس نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے، آپ مجھے حکم دیں تا کہ میں والد پر نماز پڑھ سکوں (اور والد کی آخری زیارت کر لوں)، تو پھر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: کہ نہیں تم گھر میں ہی بیٹھی رہو اور اپنے شوہر کی اطاعت میں رہو، جب اس کے والد کو دفنا دیا گیا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی ہے، اس اطاعت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہارے والد کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر حال میں بیویوں پر شوہر کی اطاعت کرنا لازم و ضروری ہے اور اسی میں خدا کی رضا اور ان کے گناہوں کی مغفرت بھی ہے، اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کو باپ کی عیادت کرنے اور اس کے جنازے میں شرکت کرنے کی اجازت دے دیتے تو یہ ایک طرف شوہر کی مخالفت ہوتی اور دوسری طرف بیوی کے جانے سے اس کے باپ کو نہ تو بیماری میں کوئی فائدہ پہنچتا اور نہ ہی موت ٹلتی، لیکن جب اس عورت نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتے ہوئے گھر میں ہی بیٹھی رہی تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس کے شامل حال ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اپنے اور اس کے والد کے تمام گناہوں کو بخش دیا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ رَجُلاً مِنَ اَلْأَنْصَارِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ خَرَجَ فِي بَعْضِ حَوَائِجِهِ فَعَهِدَ إِلَى اِمْرَأَتِهِ عَهْداً أَلاَّ تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا حَتَّى يَقْدَمَ قَالَ وَ إِنَّ أَبَاهَا مَرِضَ فَبَعَثَتِ اَلْمَرْأَةُ إِلَى اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَتْ إِنَّ زَوْجِي خَرَجَ وَ عَهِدَ إِلَيَّ أَنْ لاَ أَخْرُجَ مِنْ بَيْتِي حَتَّى يَقْدَمَ وَ إِنَّ أَبِي قَدْ مَرِضَ فَتَأْمُرُنِي أَنْ أَعُودَهُ فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لاَ اِجْلِسِي فِي بَيْتِكِ وَ أَطِيعِي زَوْجَكِ قَالَ فَثَقُلَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ ثَانِياً بِذَلِكَ فَقَالَتْ فَتَأْمُرُنِي أَنْ أَعُودَهُ فَقَالَ اِجْلِسِي فِي بَيْتِكِ وَ أَطِيعِي زَوْجَكِ قَالَ فَمَاتَ أَبُوهَا فَبَعَثَتْ إِلَيْهِ إِنَّ أَبِي قَدْ مَاتَ فَتَأْمُرُنِي أَنْ أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ لاَ اِجْلِسِي فِي بَيْتِكِ وَ أَطِيعِي زَوْجَكِ قَالَ فَدُفِنَ اَلرَّجُلُ فَبَعَثَ إِلَيْهَا رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّ اَللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكِ وَ لِأَبِيكِ بِطَاعَتِكِ لِزَوْجِكِ»[۲۸۸]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ و رسول کی معرفت کے بعد شوہر کی اطاعت کرنے والی بیوی کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو عورت خدا کی معرفت کے ساتھ اللہ و رسول پر ایمان لائے، اہل بیت

۲۸۸۔ الکافی، ج۵، ص ۵۱۳

رسول ﷺ کی معرفت حاصل کرے، پانچ وقت کی نمازیں پڑھے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اپنے دامن کو گناہوں سے بچائے اور ہمیشہ شوہر کی اطاعت بھی کرتی رہے تو اس کیلئے جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: إِذَا عَرَفَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّهَا وَ آمَنَتْ بِهِ وَ بِرَسُولِهِ وَ عَرَفَتْ فَضْلَ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهَا وَ صَلَّتْ خَمْساً وَ صَامَتْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ أَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ» [۲۸۹]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضورِ اکرم ﷺ نے تین قسم کے افراد کو انبیاء کے ہمراہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: بے شک طالب علم، شوہر کی اطاعت گزار زوجہ اور والدین کی فرمانبردار اولاد انبیاء کے ہمراہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

« قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: إِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ وَالْمَرْأَةَ الْمُطِيعَةَ لِزَوْجِهَا وَ الْوَلَدَ الْبَارَّ بِوَالِدَيْهِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ حِسَابٍ» [۲۹۰]

بیویوں کا عظیم گناہ

بیویوں کے عظیم گناہوں میں سے شوہر کی نافرمانی کرنا اور شوہر کو ناراض کرنا بھی ہے، شوہر کی ناراضگی ونافرمانی وہ عظیم گناہ ہے جس کی وجہ سے پروردگارِ عالَم بیویوں کو جہنم میں ڈال دیتا ہے اور شوہر کی رضاو خوشنودی اس قدر عظیم عبادت ہے جس کی وجہ اللہ تعالیٰ بیویوں جو جنت میں مقام عطا کرتا ہے،

---

۲۸۹ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل- قم، چاپ: اول، ۱۴۰۸ق.

۲۹۰ تعلیم خانوادہ، ص ۲۸۴؛ کنز العمال، ج ۱۰، ص ۱۶۰

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جہنم ہے اس بیوی کیلئے جس نے اپنے شوہر کو غضبناک کیا، خوشبختی اور جنت کی خوشخبری ہے اس بیوی کیلئے جس نے اطاعت کے ذریعے سے اپنے شوہر کی رضا و خوشنودی کو پالیا۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَيْلٌ لِامْرَأَةٍ أَغْضَبَتْ زَوْجَهَا وَ طُوبَى لِامْرَأَةٍ رَضِيَ عَنْهَا زَوْجُهَا»[291]

شوہر کی نافرمانی کرنا اور شوہر کے ساتھ بد اخلاقی کرنا وہ عظیم گناہ ہے جس کی وجہ سے پروردگارِ عالَم بیویوں کے کسی بھی نیک عمل اور کسی بھی نماز کو قبول نہیں کرتا، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: وہ عورت جو اپنے شوہر کو اذیت و تکلیف دے اور ناراض کرے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی نہ نماز قبول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اور نیک عمل جب تک کہ شوہر کی مدد نہ کرے اور شوہر کو راضی نہ کر لے، اگرچہ کہ وہ بیوی ہمیشہ روزہ رکھتی رہے، عبادت کرتی رہے، غلاموں کو آزاد کرتی رہے، اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہے، (ان سب نیکیوں کے باوجود اگر شوہر اس سے ناراض ہے تو) سب سے پہلے جہنم میں جانے والی یہی عورت ہوگی۔ مزید رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: شوہر پر بھی بیوی کے حقوق کو ادا کرنا اور بیوی کو راضی و خوشحال رکھنا ضروری ہے، اگر شوہر بیوی کو تکلیف دے یا اس پر ظلم کرے تو اس پر بھی خدا کا وہی عذاب اور قہرِ الٰہی ہوگا جو بیوی کیلئے بیان ہوا ہے، اگر شوہر بیوی کی بد اخلاقی پر صبر کرے اور اللہ کی رضا کی خاطر برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو وہی اجر و ثواب عطا کرتا ہے جو جنابِ ایوبؑ کو بلا اور مصیبتوں کے برداشت کرنے پر عطا کیا ہے لیکن وہ بیوی جو شوہر کے ساتھ بد اخلاقی کرے اور شوہر کو تکلیف دے تو اس کیلئے ہر رات اور دن میں صحرا کی ریت کے برابر گناہ

---

۲۹۱ بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۳۵۱

ہیں اور اگر شوہر کو راضی کرنے سے پہلے مر جائے تو قیامت کے دن منافقین کے ساتھ اوندھے مُنہ جہنم کے پست ترین طبقے میں پھینک دی جائے گی، اور وہ بیوی جو اپنے شوہر کے ساتھ زندگی کے امور میں موافقت وہماہنگی نہ کرے اور خدا کے دیئے ہوئے رزق پر قانع وراضی نہ رہے اور شوہر کو ایسی چیزوں کیلئے مجبور کرے جو اس کی قدرت وطاقت میں نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کی ان نیکیوں کو قبول نہیں کرتا جو اس کو جہنم سے بچانے والی ہیں اور یہ عورت جب تک اپنی اسی حالت پہ باقی رہے گی تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر غضبناک رہتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ اِمْرَأَةٌ تُؤْذِيهِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ صَلاتَهَا وَ لاَ حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا حَتَّى تُعِينَهُ وَ تُرْضِيَهُ وَ إِنْ صَامَتِ الدَّهْرَ وَ قَامَتْ وَ أَعْتَقَتِ الرِّقَابَ وَ أَنْفَقَتِ الْأَمْوَالَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ كَانَتْ أَوَّلَ مَنْ تَرِدُ النَّارَ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ عَلَى الرَّجُلِ مِثْلُ ذَلِكَ الْوِزْرِ وَ الْعَذَابِ إِذَا كَانَ لَهَا مُؤْذِياً ظَالِماً وَ مَنْ صَبَرَ عَلَى سُوءِ خُلُقِ اِمْرَأَتِهِ وَ اِحْتَسَبَهُ أَعْطَاهُ اللّٰهُ (بِكُلِّ مَرَّةٍ) يَصْبِرُ عَلَيْهَا مِنَ الثَّوَابِ مِثْلَ مَا أَعْطَى أَيُّوبَ عَلَى بَلاَئِهِ وَ كَانَ عَلَيْهَا مِنَ الْوِزْرِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ مِثْلُ رَمْلِ عَالِجٍ فَإِنْ مَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تُعِينَهُ وَ قَبْلَ أَنْ يَرْضَى عَنْهَا حُشِرَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، مَنْكُوسَةً مَعَ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اِمْرَأَةٌ وَ لَمْ تُوَافِقْهُ وَ لَمْ تَصْبِرْ عَلَى مَا رَزَقَهُ اللّٰهُ وَ شَقَّتْ عَلَيْهِ وَ حَمَلَتْهُ مَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهَا حَسَنَةً تَتَّقِي بِهَا النَّارَ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا مَا دَامَتْ كَذَلِكَ» [۲۹۲]

---

۲۹۲ وسائل الشیعہ ج۲۰، ص ۱۶۳

بہترین اور مثالی بیوی

حضور ﷺ نے ازواج میں سے بہترین اور مثالی زوجہ کی صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمام عورتوں اور بیویوں میں سے بہترین اور افضل ترین زوجہ وہ خاتون ہے جس میں یہ صفات موجود ہوں:

۱۔ سب سے زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو۔

۲۔ شوہر سے بہت زیادہ پیار و محبت کرنے والی ہو۔

۳۔ سب سے زیادہ عفت (پاکدامنی) کی مالکہ ہو۔

۴۔ اپنے خاندان میں سب سے عزیز ہو لیکن شوہر کے لئے سب سے زیادہ خدمت گزار اور فرمان بردار ہو۔

۵۔ اپنے شوہر کے لئے زینت کرنے والی اور دوسروں سے اپنے آپ کو بچانے والی ہو۔

۶۔ شوہر کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے آمادہ اور تیار رہنے والی ہو۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص فَقَالَ: إِنَّ خَيْرَ نِسَائِكُمُ الْوَلُودُ الْوَدُودُ الْعَفِيفَةُ الْعَزِيزَةُ فِي أَهْلِهَا الذَّلِيلَةُ مَعَ بَعْلِهَا الْمُتَبَرِّجَةُ مَعَ زَوْجِهَا الْحَصَانُ عَلَى غَيْرِهِ الَّتِي تَسْمَعُ قَوْلَهُ وَ تُطِيعُ أَمْرَهُ وَ إِذَا خَلَا بِهَا بَذَلَتْ لَهُ مَا يُرِيدُ مِنْهَا» [۲۹۳]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنی زوجہ کی تعریف کرتے ہوئے عرض کیا: جب بھی میں گھر میں وارد ہوتا ہوں تو میری زوجہ میرا استقبال کرتی ہے اور جب بھی گھر سے باہر نکلتا ہوں تو مجھے خدا حافظی کرتی ہے، اور جب مجھے مغموم و پریشان دیکھے تو مجھے تسلی دیتے ہوئے کہتی ہے اگر تمہارا غم رزق کی خاطر ہے تو رزق کا ذمہ دار پروردگار ہے اور اگر تمہارا غم آخرت

۲۹۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط-الاسلامیۃ)، ج۵، ص۳۲۴

کے لئے ہے تو اللہ تمہارے اس غم میں مزید اضافہ فرمائے، حضور ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے خدمت کے لئے کچھ خواتین کو انتخاب کرلیا ہے یہ خاتون بھی خدا کے منتخب شدہ افراد میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نصف شہید کا درجہ اور اجر قرار دیا ہے۔

«جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ص فَقَالَ إِنَّ لِي زَوْجَةً إِذَا دَخَلْتُ تَلَقَّتْنِي وَ إِذَا خَرَجْتُ شَيَّعَتْنِي وَ إِذَا رَأَتْنِي مَهْمُوماً قَالَتْ مَا يُهِمُّكَ إِنْ كُنْتَ تَهْتَمُّ لِرِزْقِكَ فَقَدْ تَكَفَّلَ لَكَ بِهِ غَيْرُكَ وَ إِنْ كُنْتَ تَهْتَمُّ بِأَمْرِ آخِرَتِكَ فَزَادَكَ اللهُ هَمّاً فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِنَّ لِلهِ عُمَّالاً وَ هَذِهِ مِنْ عُمَّالِهِ لَهَا نِصْفُ أَجْرِ الشَّهِيدِ» [۲۹۳]

تین قسم کی عورتوں سے عذابِ قبر کا اٹھایا جانا

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: عورتوں میں سے تین گروہ (تین قسم کی عورتیں) ایسی ہیں کہ جن سے اللہ نے اپنے عذاب کو اُٹھالیا ہے (یعنی یہ تین گروہ کی عورتیں عذابِ قبر سے امان میں ہوں گی) اور قیامت کے دن بی بی فاطمہ زہراء کے ساتھ محشور ہوں گی، اس کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ہزار ۱۰۰۰ شہید کا ثواب عطا ہوگا اور ہر ایک کے نامہ اعمال میں ایک سال کی عبادت لکھ دی جائے گی؛

۱) وہ عورت جو اپنے شوہر کی غیرت پر صبر کرے۔ (یعنی جو عورت ہر لحاظ سے شوہر کی فرمانبردار و مطیع رہے)

۲) وہ عورت جو اپنے بد اخلاق شوہر کی بد اخلاقی پر صبر کرے۔

۳) وہ عورت کے جو اپنا حق مہر اپنے شوہر کو بخش دے۔

۲۹۳۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۸۹۔

«ثَلاَثٌ مِنَ اَلنِّسَاءِ يَرْفَعُ اللهُ عَنْهُنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ وَ يَكُونُ مَحْشَرُهُنَّ مَعَ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ، اِمْرَأَةٌ صَبَرَتْ عَلَى غَيْرَةِ زَوْجِهَا وَ اِمْرَأَةٌ صَبَرَتْ عَلَى سُوءِ خُلُقِ زَوْجِهَا وَ اِمْرَأَةٌ وَهَبَتْ صَدَاقَهَا لِزَوْجِهَا يُعْطِي اللهُ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ ثَوَابَ أَلْفِ شَهِيدٍ وَ يَكْتُبُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ عِبَادَةَ سَنَةٍ» [۲۹۵]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورت کے بارے میں کہ جو اپنے شوہر کی سلامتی کے لئے صدقہ دیتی ہے فرماتے ہیں: ہر وہ عورت کہ جو اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں شوہر کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے شوہر کی طرف سے صدقہ دے تو اللہ تبارک وتعالی اس عورت کے لئے ہر اس دینار کے بدلے میں کہ جو صدقے کے عنوان سے دیئے ہیں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے، پھر سوال ہوا یارسول اللہ اگر کوئی عورت شوہر کے گھر میں آنے کے بعد یہ صدقہ دے تو؟ فرمایا: یہ بھی محبت والفت کی نشانی ہے۔ [۲۹۶]

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا مِنِ اِمْرَأَةٍ تَصَدَّقَتْ عَلَى زَوْجِهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا إِلاَّ كَتَبَ اللهُ مَكَانَ كُلِّ دِينَارٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ فَكَيْفَ بِالْهِبَةِ بَعْدَ الدُّخُولِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنَّمَا ذَلِكَ مِنْ مَوَدَّةِ الْأُلْفَةِ» [۲۹۷]

---

۲۹۵ وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۲۸۵؛ ارشاد القلوب دیلمی، ج ۱، ص ۱۷۵

۲۹۶ النوادر ترجمہ اردستانی، ج ۱، ص ۱۷۱

۲۹۷ مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۸؛ النوادر للراوندی، ج ۱، ص ۶؛ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۳۵۲

۳) آیات وروایات کی روشنی میں شوہر پر بیوی کے حقوق

میاں بیوی کی زندگی سکون، محبت، مودت، لطف و رحمت اور عنایاتِ الٰہی سے مالامال ہوتی ہے، پروردگار عالم نے زندگی کی تمام خوشیوں، لذتوں، محبتوں اور چین وسکون کا محور و مرکز زوجہ کو قرار دیا ہے، ازدواجی زندگی میں محبت اور مسرت کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی وکامرانی کا سبب قرار دیا ہے اور اس محبت بھری اور خوشگوار زندگی کی کامیابی کے حصول کے لئے میاں بیوی کے لئے کچھ حقوق و قوانین مقرر کئے گئے ہیں جن کا خیال رکھنا اور ان پر پابند رہنا ازدواجی زندگی میں کامیابی اور سعادت کی ضمانت ہے، لہٰذا انہی حقوق میں سے ہم نے اوپر شوہر کے چند حقوق کو بیان کیا ہے اور اب اُن حقوق کو بیان کرتے ہیں جو بیوی کے شوہر پر ہیں، دین اسلام میں بیوی کے جو حقوق قرار دیئے گئے ہیں وہ دو حصوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں:

۱۔ قانونی اور فقہی حقوق۔

۲۔ اخلاقی اور انسانی حقوق۔

قانونی اور فقہی حقوق میں عورت کا نفقہ، کھانا، خوراک، مسکن، رہائش، لباس اور زندگی کی دیگر تمام ضروریات کا فراہم کرنا شوہر کے ذمہ میں ہے اور جتنی چیزیں بھی ایک شائستہ زندگی گزارنے کیلئے ضروری ولازمی ہیں ان تمام چیزوں کو شایانِ شان طریقے سے فراہم کرنا اور بیوی کو زندگی میں خوشحال و آسودہ رکھنا، یہ سب کچھ بیوی کے قانونی حقوق میں شامل ہے۔

اخلاقی اور انسانی حقوق آیات وروایات میں بہت زیادہ بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے چند اہم ترین حقوق کو بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن میں زوجہ کے اخلاقی وانسانی حقوق کو بیان کرتے ہوئے شوہروں کو عورتوں کے ساتھ نہایت

شائستہ اور پسندیدہ رفتار اختیار کرنے اور ان کی شخصیت و حرمت کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: اپنی بیویوں کے ساتھ شائستہ اور پسندیدہ زندگی اختیار کرو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں بہت سی بھلائیاں پیدا کردے۔

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (النساء/ ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیویوں کے ساتھ نہایت شائستہ زندگی اور پسندیدہ رفتار و اخلاق اختیار کرنے کی تاکید کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اگر بیویوں کی طرف سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی ہو جائے جو تمہارے لئے ناپسند ہو تو اس کو تحمل کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ خیر کثیر یعنی زندگی میں بہت ساری بھلائیاں اور خوشیاں عطا کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان محبت و الفت کو اپنی توحید کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے سکون و آرام کے لئے بیویوں کو خلق کیا ہے اور تمہاری زندگی میں مودت، محبت اور رحمت کو قرار دیا ہے بے شک کہ ان میں (خدا کی توحید کی) نشانیاں ہیں غور و فکر کرنے والوں کیلئے۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (الروم/ ۲۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بیوی کے ساتھ محبت و مودت کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اسکی محبتوں کا صلہ محبت سے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

جناب شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں زوجہ کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے حضرت امام سجادؑ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حضرت امام سجادؑ نے فرمایا: زوجہ کا حق: جان لو کہ پروردگارِ عالم نے زوجہ کو تمہارے لئے آرامش، سکون اور انس کا سبب قرار دیا ہے اور یہ خدا کی بزرگترین نعمتوں میں سے ہے، پس تمہارے لئے ضروری ہے زوجہ کا اکرام کرنا اور ان کے ساتھ نرمی و آسانی کے ساتھ پیش آنا۔ -اگرچہ زوجہ پر تمہارا حق بہت عظیم ہے- اور تم پر واجب ہے زوجہ کے ساتھ پیار و محبت اور رحم کرنا، اس لئے کہ وہ تمہارے ہاتھوں اسیر ہے اور خدا نے تمہیں ان کا سرپرست قرار دیا ہے اور ان کی زندگی کی ضروریات، نان و نفقہ، لباس اور دیگر لوازماتِ زندگی کو فراہم کرنا اور اگر ان سے کسی قسم کی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو عفو و در گذر کرنا۔

«أَمَّا حَقُّ الزَّوْجَةِ فَأَنْ تَعْلَمَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ جَعَلَهَا لَكَ سَكَناً وَ أُنْساً فَتَعْلَمَ أَنَّ ذَلِكَ نِعْمَةٌ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيْكَ فَتُكْرِمَهَا وَ تَرْفُقَ بِهَا وَ إِنْ كَانَ حَقُّكَ عَلَيْهَا أَوْجَبَ فَإِنَّ لَهَا عَلَيْكَ أَنْ تَرْحَمَهَا لِأَنَّهَا أَسِيرُكَ وَ تُطْعِمَهَا وَ تَكْسُوهَا وَ إِذَا جَهِلَتْ عَفَوْتَ عَنْهَا» [۲۹۸]

حضرتِ امام صادقؑ نے بیوی کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کی کھانے پینے کی چیزیں، لباس اور دیگر ضروریات کو فراہم کرے اور اگر بیوی سے کوئی لغزش و خطا ہو جائے تو اُسے بخش دے، جیسا کہ حضرتِ ابراہیمؑ نے جنابِ سارہ کی خدا کی بارگاہ میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ: عورت کی مثال پسلی کی ہڈی کی مانند ہے کہ اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی تو یہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر اس کی کمزوریوں کو برداشت کرو تو اچھی زندگی گزار پاؤ گے۔ اس روایت کے آخر میں امام صادقؑ نے اس فرمان کی اہمیت کو بیان کرنے کیلئے فرمایا: خدا

---

۲۹۸ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۶۲۱

کی قسم یہ فرمانِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

«إِسْحَاقُ بْنُ عَمَّارٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع عَنْ حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا قَالَ يُشْبِعُ بَطْنَهَا وَ يَكْسُو جُثَّتَهَا وَ إِنْ جَهِلَتْ غَفَرَ لَهَا إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَ الرَّحْمَنِ ع شَكَا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ خُلُقَ سَارَةَ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنَّ مَثَلَ الْمَرْأَةِ مَثَلُ الضِّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهُ انْكَسَرَ وَ إِنْ تَرَكْتَهُ اسْتَمْتَعْتَ بِهِ. قُلْتُ مَنْ قَالَ هَذَا فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ هَذَا وَ اللَّهِ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ» [۲۹۹]

شائستہ اور پسندیدہ زندگی کرنا

متعدد روایات میں اس بات کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے کہ شوہر کو چاہئے وہ بیوی کے ساتھ شائستہ اور پسندیدہ اخلاق، بردباری، صبر اور تحمل کے ساتھ زندگی گزارے اور جتنا ممکن ہو بیوی اور بچوں کے ساتھ نیکی واحسان کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اپنی بیویوں کے ساتھ شائستہ اور پسندیدہ زندگی گزارو اور اگر تمہیں کچھ چیزیں ناپسند ہیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں میں تمہارے لئے خیر کثیر قرار دے۔

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (النساء/ ۱۹)

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں بھی آیا ہے کہ: تمہارے اہل وعیال تمہارے ہاتھوں اسیر ہیں اور خدا کے پاس محبوب ترین و پسندیدہ ترین انسان وہ ہے جو اپنے اسیروں اور ماتحت افراد پر احسان کرے اور ان کے ساتھ نیک و شائستہ زندگی کرے۔

«وَ قَالَ النَّبِيُّ ص عِيَالُ الرَّجُلِ أُسَرَاؤُهُ وَ أَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَحْسَنُهُمْ

---

۲۹۹ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۶

صَنِيعاً إِلَى أُسَرَائِهِ»[۳۰۰]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے زوجہ کے ساتھ شائستہ اور پسندیدہ زندگی گزارنے کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: اس شخص پر خدا کی رحمت اور خاص عنایت ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ پسندیدہ زندگی گزارے کیونکہ اللہ تعالی نے بیویوں کی زندگی کے امور کو شوہروں کے ہاتھ میں قرار دیا ہے اور شوہروں کو ان کا سرپرست بنایا ہے، (پس ہمیشہ ان کا خیال رکھا کرو)۔

«قَالَ الصَّادِقُ ع رَحِمَ اللهُ عَبْداً أَحْسَنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ زَوْجَتِهِ- فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ مَلَّكَهُ نَاصِيَتَهَا وَ جَعَلَهُ الْقَيِّمَ عَلَيْهَا»[۳۰۱]

بہترین مرد

روایات میں آیا ہے کہ بہترین مرد وہ شخص ہے جو اپنے خانوادے کے لئے بہت زیادہ مہربان اور خوش اخلاق ہو اور ان کے ساتھ بہترین طریقے سے زندگی کرنے والا اور خوش رفتاری سے پیش آنے والا ہو۔ جیسا کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین مرد وہ شخص ہے جو اپنے بیوی بچوں کے لئے سب سے بہتر ہو اور میں اپنے خانوادے اور گھر والوں کے لئے سب سے زیادہ مہربان اور سب سے بہتر ہوں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِنِسَائِي»[۳۰۲]

حضور ﷺ نے بہترین مرد کی صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے بہترین مرد وہ ہے

۳۰۰۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۶

۳۰۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۴۴۳

۳۰۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۴۴۳

جس کی زندگی میں یہ چار صفات موجود ہوں:

۱۔ اپنے خانوادے کے ساتھ کبھی بد اخلاقی اور تند روئی نہ کرے۔

۲۔ خانوادے کے ساتھ نہایت مہربان اور بہت زیادہ محبت کرنے والا ہو۔

۳۔ کبھی بھی خانوادہ (بیوی بچوں) پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔

۴۔ خانوادے کے لئے بہترین سرپرست اور نگہبان ہو۔

پھر آپ نے قرآنِ پاک کی اس آیت کی تلاوت فرمائی جس میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے: نظامِ شریعت میں مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور زندگی کا مدیر قرار دیا گیا ہے۔

«قَالَ ص خَيْرُ الرِّجَالِ مِنْ أُمَّتِي الَّذِينَ لَا يَتَطَاوَلُونَ عَلَى أَهْلِيهِمْ وَ يَحِنُّونَ عَلَيْهِمْ وَ لَا يَظْلِمُونَهُمْ ثُمَّ قَرَأَ ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ الْآيَةَ»[۲۰۳]

اظہار محبت

روایات میں آیا ہے کہ بیوی کے اہم ترین حقوق میں سے ان سے محبت کرنا ہے اور میاں بیوی کی زندگی میں اہم ترین ستون اور اساس ایک دوسرے کے ساتھ الفت و محبت ہے، زندگی میں جتنی محبت و الفت موجود ہو گی اتنا ہی زندگی کی اساس و بنیاد مضبوط و محکم ہو گی۔ لیکن محبت کا وجود دل میں ہے اس کا اظہار عملی زندگی میں کردار، رفتار اور اخلاق کے ذریعہ سے کرنا ضروری ہے، اسی وجہ سے روایات میں زبان کے ذریعے سے اظہارِ محبت کرنے کی اور اپنی رضایت و خوشنودی کو بیان کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں آیا ہے: جب مرد اپنی بیوی سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے

۲۰۳۔ طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق، ص ۲۱۶۔

یہ جملہ کہتا ہے (إِنِّي أُحِبُّكِ) میں تم سے محبت کرتا ہوں، میرے دل میں تمہاری الفت ہے، تو یہ جملہ بیوی کے دل پر نقش ہو جاتا ہے اور اس کے دل سے کبھی نہیں مٹتا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: قَوْلُ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ: إِنِّي أُحِبُّكِ، لَا يَذْهَبُ مِنْ قَلْبِهَا أَبَداً» [۳۰۴]

بیوی کی بد اخلاقی اور کوتاہیوں کو برداشت کرنے کی فضیلت

متعدد روایات میں بیوی کی بد اخلاقیوں اور کوتاہیوں کو اور خامیوں کو صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کرنے کی تاکید اور سفارش کرتے ہوئے اس کام کو انجام دینے کی بہت زیادہ فضیلت اور اجر اور ثواب بیان کیا گیا ہے۔ اور زندگی کی تمام کامیابیوں کا دار و مدار ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو برداشت کرنے اور صبر اور تحمل کے ساتھ زندگی کرنے میں پوشیدہ ہے۔

حضرت امام باقرؑ نے زوجہ کی کوتاہیوں کو برداشت کرنے اور ان کی بد اخلاقی و بد کلامی سے در گذر کرنے کی فضیلت و ثواب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو اپنی زوجہ کی بد اخلاقی و بد کلامی کو برداشت کرے تو اللہ تعالی اس شخص کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے، اس کے لئے جنت کو واجب قرار دیتا ہے، اس کے نامہ اعمال میں دو لاکھ نیکیوں کو لکھ دیتا ہے، دو لاکھ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، دو لاکھ درجات کو بلند کرتا ہے اور بدن کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا کرتا ہے۔

«قَالَ الباقرع مَنِ احْتَمَلَ مِنِ امْرَأَتِهِ وَ لَوْ كَلِمَةً وَاحِدَةً أَعْتَقَ اللهُ رَقَبَتَهُ مِنَ النَّارِ وَ أَوْجَبَ لَهُ الْجَنَّةَ وَ كَتَبَ لَهُ مِائَتَيْ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ مَحَا عَنْهُ مِائَتَيْ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَ رَفَعَ لَهُ

۳۰۴۔ الکافی (ط۔ دار الحدیث)، ج ۱۱، ص ۳۱۶

بِمِائَتَيْ أَلْفِ دَرَجَةٍ وَ كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلَى بَدَنِهِ عِبَادَةَ سَنَةٍ»[۳۰۵]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے بیوی کی کوتاہیوں اور بداخلاقیوں کو برداشت کرنے کا ثواب اور صبر و بردباری سے پیش آنے والے شوہر کا مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو بیوی کی بداخلاقیوں اور کوتاہیوں کو برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر عطا کرتا ہے جو جناب ایوبؑ کو عطا کیا ہے اور اسی طرح وہ زوجہ بھی جو اپنے شوہر کی بداخلاقیوں اور کوتاہیوں کو برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر و ثواب عطا کرتا ہے جو جناب آسیہ بنت مزاحم کو عطا کیا ہے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ صَبَرَ عَلَى سُوءِ خُلُقِ اِمْرَأَتِهِ أَعْطَاهُ اللهُ مِنَ اَلْأَجْرِ مَا أَعْطَى أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَلَى بَلاَئِهِ وَ مَنْ صَبَرَتْ عَلَى سُوءِ خُلُقِ زَوْجِهَا أَعْطَاهَا اللهُ مِثْلَ ثَوَابِ آسِيَةَ بِنْتِ مُزَاحِمٍ»[۳۰۶]

سازگاری اور موافقت

زوجہ کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق زوجہ کے ساتھ زندگی کے امور میں سازگاری، موافقت و ہماہنگی اور زندگی کے امور کو ان کی مشورت کے ساتھ انجام دینا ہے، زندگی میں زوجہ کے ساتھ ہماہنگی، موافقت اور زندگی کے تمام امور کو باہمی رضایت اور مشورت سے انجام دینا بہت ساری کامیابیوں کے حصول اور زندگی میں خوشحالی کا سبب ہے اور اسی طرح سے زوجہ کے ساتھ نظافت، پاکیزگی اور آراستگی سے پیش آنا، ان کو خوشحال رکھنا، ان کی زندگی کے لئے رفاہ و آسائش اور توسعہ فراہم کرنا اہم ترین حقوق میں سے قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: شوہر کے لئے تین چیزیں بہت

۳۰۵۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۱۶۔

۳۰۶۔ مکارم الاخلاق، جلد ۱، صفحہ ۲۱۳۔

ضروری ہیں؛

۱۔ زندگی میں موافقت وہماہنگی کرنا تاکہ زوجہ کی محبت کو حاصل کیا جائے۔

۲۔ بہترین اخلاق، نظافت، پاکیزگی اور آراستگی کو اختیار کرنا، تاکہ زوجہ کی نگاہ میں اس کی حرمت اور محبت باقی رہے۔

۳۔ زوجہ کے لئے آسایش، رفاہ اور زندگی میں توسعہ فراہم کرنا، تاکہ زندگی میں کوئی دشواری اور سختی پیش نہ آئے۔

اور اسی طرح سے زوجہ کے لئے بھی تین چیزیں، بہت ضروری ہیں؛

۱۔ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا، اپنے نفس کو ہر آلودگی، ہر خامی وکمزوری سے بچانا تاکہ شوہر کا اطمینان اور بھروسہ باقی رہے۔

۲۔ شوہر کی رضایت وموافقت کا خیال رکھنا، تاکے شوہر کی محبت والفت کو حاصل کیا جائے۔

۳۔ شوہر سے عشق ومحبت کا اظہار کرنا، نظافت، پاکیزگی، آراستگی اور شوہر کے لئے بہترین شکل وصورت میں پیش ہونا۔

«لَا غِنَى بِالزَّوْجِ عَنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ زَوْجَتِهِ وَ هِيَ الْمُوَافَقَةُ لِيَجْتَلِبَ بِهَا مُوَافَقَتَهَا وَ مَحَبَّتَهَا وَ هَوَاهَا وَ حُسْنُ خُلُقِهِ مَعَهَا وَ اسْتِعْمَالُهُ اسْتِمَالَةَ قَلْبِهَا بِالْهَيْئَةِ الْحَسَنَةِ فِي عَيْنِهَا وَ تَوْسِعَتُهُ عَلَيْهَا وَ لَا غِنَى بِالزَّوْجَةِ فِيمَا بَيْنَهَا وَ بَيْنَ زَوْجِهَا الْمُوَافِقِ لَهَا عَنْ ثَلَاثِ خِصَالٍ وَ هُنَّ صِيَانَةُ نَفْسِهَا عَنْ كُلِّ دَنَسٍ حَتَّى يَطْمَئِنَّ قَلْبُهُ إِلَى الثِّقَةِ بِهَا فِي حَالِ الْمَحْبُوبِ وَ الْمَكْرُوهِ وَ حِيَاطَتُهُ لِيَكُونَ ذَلِكَ عَاطِفاً عَلَيْهَا عِنْدَ زَلَّةٍ تَكُونُ مِنْهَا وَ

إِظْهَارُ الْعِشْقِ لَهُ بِالْخِلَابَةِ وَ الْهَيْئَةِ الْحَسَنَةِ لَهَا فِي عَيْنِه» [۲۰۷]

بیوی کو وقت دینا اور ان سے گفتگو کرنا

روایات میں بیوی کے ساتھ گفتگو کرنے کی، ان کی باتوں کو سننے اور بیوی کو وقت دینے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے اور یہ کام زندگی میں خوشحالی اور کامیابی کے حصول میں بہت زیادہ مؤثر ہے، بیوی کی شوہر کے ساتھ باتیں کرنے کی بہت زیادہ خواہش ہوتی ہے اسی وجہ سے ان کی باتوں کو غور سے سُننا اور ان کو وقت دینا بھی بیوی کے حقوق میں شامل ہے اور اس کام کو انجام دینے والوں کے لئے عظیم اجروثواب قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ سرور کائنات ﷺ کا فرمان ہے: شوہر کا زوجہ کے ساتھ بیٹھنا اور ان کی باتوں کو سننا میری نگاہ میں مسجد نبوی میں اعتکاف کرنے سے افضل ومحبوب تر ہے اور اللہ تعالی نے بہترین اخلاق کو اپنے اور بندوں کے درمیان تقرب کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ خدا کے مقرب بندوں میں شامل ہو جائے تو وہ تمام لوگوں کے ساتھ اور خصوصاً اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آئے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: جُلُوسُ الْمَرْءِ عِنْدَ عِيَالِهِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنِ اعْتِكَافٍ فِي مَسْجِدِي هَذَا جَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ صِلَةً بَيْنَهُ وَ بَيْنَ عِبَادِهِ» [۲۰۸]

۲۰۷۔ ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، ۱ جلد، ص ۳۲۳۔

۲۰۸۔ ورام بن أبي فراس، مسعود بن عیسی، مجموعۂ ورام، ج ۲، ص ۱۲۲۔

بیوی کی جسمانی کمزوری کا خیال رکھنا اور نرمی ومحبت کے ساتھ پیش آنا

مولائے کائناتؑ نے اپنے وصیت نامہ میں جنابِ محمد ابن حنفیہ کو زوجہ کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا: زندگی کے امور کو اپنے ہاتھ میں رکھو اور بیوی کو ان کے شخصی و ذاتی امور سے مربوط کاموں کے علاوہ کسی چیز کی مسئولیت اور ذمہ داری نہ دو، یہ کام ان کی شادابی، خوشحالی، زیبائی اور حسن وجمال کی بقاء میں بہت زیادہ مؤثر و مفید ہے، اس لئے کہ عورت جسمانی طور پر کمزور ہے وہ زیادہ سختیوں اور ذمہ داریوں کی متحمل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی مثال پھولوں کی طرح ہے جس طرح پھول کی لطافت، خوشبو اور زیبائی اس کے خیال رکھنے میں ہے، (عورت کی زیبائی، شادابی اور حسن وجمال بھی اس کے خیال رکھنے میں ہے)۔ عورت پہلوانوں کی طرح نہیں ہے، پس عورتوں کے ساتھ خوش اسلوبی، مدارات، خوش اخلاقی، انتہائی نرمی اور پیار ومحبت سے پیش آؤ تاکہ تمہاری زندگی میں صفا، پاکیزگی اور زندگی کی تمام خوشحالیاں باقی رہیں۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي وَصِيَّتِهِ لِابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ يَا بُنَيَّ إِذَا قَوِيتَ فَاقْوَ عَلَى طَاعَةِ اللهِ وَ إِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تُمَلِّكَ الْمَرْأَةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا فَافْعَلْ فَإِنَّهُ أَدْوَمُ لِجَمَالِهَا وَ أَرْخَى لِبَالِهَا وَ أَحْسَنُ لِحَالِهَا فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ وَ لَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ فَدَارِهَا عَلَى كُلِّ حَالٍ وَ أَحْسِنِ الصُّحْبَةَ لَهَا لِيَصْفُوَ عَيْشُكَ» [۲۰۹]

زندگی کے تمام امور میں آسانی ونرمی بہت ضروری ہے، خصوصاً نظامِ خانوادہ اور بچوں کے ساتھ نرمی، آسانی اور پیار ومحبت کے ساتھ پیش آنا دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی، سعادت، مسرت اور تمام

۲۰۹۔ صدوق، ابن بابویہ، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۵۵۶.

خوشیوں کے حصول کا سبب ہے، اسی وجہ سے روایات میں نرمی و آسانی کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے اور نرمی و آسانی کو زندگی میں خیر وبرکت اور رزق میں وسعت وفراوانی کا سبب قرار دیا گیا ہے اور بہترین خانوادہ اس خانوادے کو قرار دیا گیا ہے جن کی زندگی میں بنیادی اصول ایک دوسرے کے ساتھ نرمی و آسانی کے ساتھ پیش آنا ہے، خدا بندوں کے ساتھ نرمی و آسانی سے پیش آتا ہے اور بندوں سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ بھی زندگی کے تمام امور میں اور خصوصا اہل وعیال کے ساتھ نرمی و آسانی سے پیش آئیں۔ جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: جب بھی کوئی گھر کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ نرمی و آسانی سے پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں وسعت وفراوانی عطا کرتا ہے اور مالی امور میں نرمی و آسانی سے پیش آنا مال کی وسعت سے بہتر وافضل ہے، نرمی کرنے سے میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا جبکہ اسراف سے کوئی مال باقی نہیں رہتا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نرمی و آسانی کرنے والا ہے اور نرمی و آسانی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: أَيُّمَا أَهْلِ بَيْتٍ أُعْطُوا حَظَّهُمْ مِنَ اَلرِّفْقِ فَقَدْ وَسَّعَ اَللهُ عَلَيْهِمْ فِي اَلرِّزْقِ وَ اَلرِّفْقُ فِي تَقْدِيرِ اَلْمَعِيشَةِ خَيْرٌ مِنَ اَلسَّعَةِ فِي اَلْمَالِ وَ اَلرِّفْقُ لاَ يَعْجِزُ عَنْهُ شَيْءٌ وَ اَلتَّبْذِيرُ لاَ يَبْقَى مَعَهُ شَيْءٌ إِنَّ اَللهَ عَزَّ وَ جَلَّ رَفِيقٌ يُحِبُّ اَلرِّفْقَ» [۳۱۰]

حضرتِ امام باقرؑ نے نرمی و آسانی کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نرمی و آسانی سے پیش آتا ہے اور نرمی سے پیش آنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نرمی و آسانی کی وجہ سے پروردگار ان چیزوں کو عطا کرتا ہے جو سختی ودشواری سے حاصل نہیں ہوتیں۔

۳۱۰۔ ایضاً، ص ۷۰-۲۷؛ الکافی، ج ۲، ص ۱۱۹

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ اَلرِّفْقَ وَ يُعْطِي عَلَى اَلرِّفْقِ مَا لاَ يُعْطِي عَلَى اَلْعُنْفِ» [۲۱۱]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: جنابِ خضرؑ نے حضرتِ موسیٰؑ کو چند امور کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: تین چیزیں اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہیں؛

۱) مال کی فراوانی میں عدل وانصاف کے ساتھ پیش آنا۔

۲) قدرت وطاقت کے باوجود عفوو گذشت کے ساتھ پیش آنا۔

۳) بندگانِ خدا کے ساتھ نرمی و آسانی کے ساتھ پیش آنا۔

پھر جنابِ خضرؑ نے نرمی و آسانی کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: دنیا میں کوئی بھی شخص کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے ساتھ نرمی و آسانی سے پیش آئے گا، پھر مزید فرمایا: تمام حکمتوں کا سرچشمہ خوفِ خدا کا دل میں رکھنا ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ: كَانَ آخِرُ مَا أَوْصَى بِهِ اَلْخَضِرُ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنْ قَالَ لَهُ لاَ تُعَيِّرَنَّ أَحَداً بِذَنْبٍ وَ إِنَّ أَحَبَّ اَلْأُمُورِ إِلَى اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ ثَلاَثَةٌ اَلْقَصْدُ فِي اَلْجِدَةِ وَ اَلْعَفْوُ فِي اَلْمَقْدُرَةِ وَ اَلرِّفْقُ بِعِبَادِ اَللَّهِ وَ مَا رَفَقَ أَحَدٌ بِأَحَدٍ فِي اَلدُّنْيَا إِلاَّ رَفَقَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ وَ رَأْسُ اَلْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اَللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى» [۲۱۲]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو نرمی و آسانی سے پیش آنے کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: نرمی و آسانی

۲۱۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص۲۶۹

۲۱۲۔ الخصال، ج۱، ص۱۱۱

باعثِ خیر وبرکت ہے جبکہ سختی ودشواری نحوست وشومی کا سبب ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللّٰہِ صَلَّی اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہِ: اَلرِّفْقُ یُمْنٌ وَ اَلْخُرْقُ شُؤْمٌ» [۳۱۳]

ایک اور روایت میں آپؐ نے اہل وعیال کے ساتھ نرمی وآسانی سے پیش آنے کی خاص تاکید کرتے ہوئے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی خانوادے پر خاص عنایت کرنا چاہتا ہے تو ان کیلئے نرمی وآسانی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللّٰہِ صَلَّی اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہِ: إذا أرادَ اللهُ بأهلِ بيتٍ خيرا أدخلَ عليهِم بابَ رِفقٍ» [۳۱۴]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے نرمی وآسانی کو دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کی زندگی میں نرمی وآسانی ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی اور کامیابی عطا کرتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللّٰہِ صَلَّی اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہِ: مَن أُعطِيَ حَظَّهُ مِن الرِّفقِ ، أُعطِيَ حَظَّهُ مِن خَيرِ الدُّنيا و الآخِرَةِ» [۳۱۵]

ایک روایت میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے بزرگ صحابی جنابِ ہشام کو نرمی وآسانی کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: اے ہشام! زندگی کے تمام امور میں نرمی وآسانی سے کام لو، اس لئے کہ نرمی وآسانی باعثِ خیر وبرکت ہے جبکہ سختی ودشواری باعثِ شومی ونحوست ہے، بے شک نرمی، نیکی اور بہترین اخلاق شہروں اور گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور رزق میں وسعت وفراوانی پیدا کرتے ہیں۔

---

۳۱۳ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۹۸

۳۱۴ شرح نہج البلاغہ، ج ۱۶، ص ۳۳۹

۳۱۵ ایضا

«قَالَ الإِمَامُ الكَاظِمُ (ع): يَا هِشَامُ عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ فَإِنَّ اَلرِّفْقَ يُمْنٌ وَ اَلْخُرْقَ شُؤْمٌ إِنَّ اَلرِّفْقَ وَ اَلْبِرَّ وَ حُسْنَ اَلْخُلُقِ يَعْمُرُ اَلدِّيَارَ وَ يَزِيدُ فِي اَلرِّزْقِ»[۳۱۶]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے نرمی و آسانی کے فوائد و آثار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک نرمی و آسانی سے پیش آنا زندگی کے تمام امور میں اور خصوصاً رزق میں وسعت، اضافے اور برکت کا سبب ہے اور جو شخص نرمی و آسانی کی صفت سے محروم ہو وہ بہت ساری خیر و برکت سے محروم رہ جاتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: إِنَّ فِي اَلرِّفْقِ اَلزِّيَادَةَ وَ اَلْبَرَكَةَ وَ مَنْ يُحْرَمِ اَلرِّفْقَ يُحْرَمِ اَلْخَيْرَ»[۳۱۷]

ان تمام روایات اور آلِ محمدؑ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ: انسان کو چاہئے کہ وہ زندگی کے تمام امور میں اور خصوصاً اپنے اہل و عیال کے ساتھ نرمی، آسانی، رفاقت، مدارات، حسنِ اخلاق اور پیار و محبت سے پیش آئے اور جہاں نرمی و آسانی کارساز نہ ہو تو پھر وہاں سختی و دشواری کو اپنایا جاسکتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے فرمان میں میاں بیوی کے حقوق اور ان کی ادائگی کی خاص تاکید

حضورِ اکرم ﷺ اپنی تمام زندگی میں ہمیشہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق سے آگاہ اور ان کی ادائگی کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک اپنے آخری حج کے موقع پر جہاں پورے اسلام کا خلاصہ بتایا اور امت کو اصول و فروعِ دین اور ایک دوسرے کے حقوق سے آگاہ فرمایا وہاں پر میاں بیوی کے حقوق کو ادا کرنے کی خاص تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اسیر

---

۳۱۶ بحارالانوار، ج ۱، ص ۱۵۱

۳۱۷ الکافی، ج ۲، ص ۱۱۹

کی مانند ہیں جو اپنے نفع ونقصان پر قدرت نہیں رکھتیں، عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی امانت ہیں اور اللہ نے مخصوص کلمات کی ذریعہ سے ان کو تم پر حلال کر دیا ہے، پس اب ان کے اوپر تمہارے حقوق اور تمہارے اوپر ان کے حقوق لازم ہیں جن کو ادا کرنا واجب وضروری ہے، تمہارے لئے ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ خیانت نہ کریں (عورتیں اپنی عفت وپاکدامنی کی حفاظت کریں)، نیک کاموں میں ہمیشہ تمہاری اطاعت گزار رہیں اور جب وہ تمہارے حقوق کو ادا کریں تو تمہارے اوپر ان کیلئے حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے پینے کی چیزیں اور پہننے کیلئے لباس (ضروریاتِ زندگی کے تمام اخراجات) شائستہ طور پر فراہم کرو اور (ان کی عزت واحترام کا خیال رکھیں اور) کبھی ان کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کریں۔

«قَالَ رَسُولِ اَللهُ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَيُّهَا اَلنَّاسُ إِنَّ اَلنِّسَاءَ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ لاَ يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ ضَرّاً وَ لاَ نَفْعاً أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اَللهُ وَ اِسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اَللهُ فَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقٌّ وَ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقٌّ وَ مِنْ حَقِّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لاَ يُوَاطِئْوا فُرُشَكُمْ وَ لاَ يَعْصِينَكُمْ فِي مَعْرُوفٍ فَإِذَا فَعَلْنَ ذَلِكَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لاَ تَضْرِبُوهُنَّ»[۳۱۸]

ایک اور روایت میں خولہ نامی خاتون نے رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ میں اپنے شوہر کیلئے خود کو خوشبو سے معطر کرتی اور دلہن کی طرح آراستہ ہو کر ان سامنے پیش ہوتی ہوں لیکن وہ مجھ سے بے رُخی اختیار کرتے ہیں مجھے لگتا ہے کہ شاید وہ مجھ سے ناراض ہے اب میرا وظیفہ کیا ہے؟ تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرتی رہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو، پھر خولہ نے دوبارہ عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ ان پر میرا حق کیا ہے: رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ جو خود کھاتا ہے تمہیں بھی کھلائے اور جو خود پہنتا ہے تمہیں بھی پہنائے اور تم پر ظلم نہ کرے

[۳۱۸] بحار الانوار، ج۲۱، ص۳۸۰

اور تمہارے سامنے چیخ وپکار نہ کرے، پھر خولہ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ اس کا حق مجھ پر کیا ہے؟ تو فرمایا: تمہارے اوپر اس کا حق یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے باہر نہ نکلو، اس کی اجازت کے بغیر مستحبی روزہ نہ رکھو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے صدقہ نہ دو اور اگر تم سواری پر سوار بھی اور وہ تمہیں پکارے تو اس کی اطاعت کرو۔

«قَالَتْ خَوْلَةُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنِّي أَتَعَطَّرُ لِزَوْجِي كَأَنِّي عَرُوسٌ أُزَفُّ إِلَيْهِ فَآتِيهِ فِي لِحَافِهِ فَيُوَلِّي عَنِّي ثُمَّ آتِيهِ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ فَيُوَلِّي عَنِّي فَأَرَاهُ قَدْ أَبْغَضَنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا ذَا تَأْمُرُنِي قَالَ اِتَّقِي اللهَ وَ أَطِيعِي زَوْجَكِ قَالَتْ فَمَا حَقِّي عَلَيْهِ قَالَ حَقُّكِ عَلَيْهِ أَنْ يُطْعِمَكِ مِمَّا يَأْكُلُ وَ يَكْسُوَكِ مِمَّا يَلْبَسُ وَ لاَ يَلْطِمَ وَ لاَ يَصِيحَ فِي وَجْهِكِ قَالَتْ فَمَا حَقُّهُ عَلَيَّ قَالَ حَقُّهُ عَلَيْكِ أَنْ لاَ تَخْرُجِي مِنْ بَيْتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ لاَ تَصُومِي تَطَوُّعاً إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ لاَ تَتَصَدَّقِي مِنْ بَيْتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَ إِنْ دَعَاكِ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ فَأَجِيبِيهِ»[۳۱۹]

---

[۳۱۹] مکارم الاخلاق، ص ۲۱۸

۱

۴) آیات وروایات کی روشنی میں اولاد کے حقوق

دینِ مقدسِ اسلام میں جس طرح سے میاں بیوی کے حقوق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور پھر ان حقوق کی ادائیگی کی سفارش کی گئی ہے، اسی طرح اولاد کے حقوق کو بھی روایات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور پھر والدین کو بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے کہ وہ اولاد کے حقوق کو ادا کریں اور ان کے حقوق کو ادا کرنا والدین کے لئے دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی وسعادت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

نیک وصالح اولاد انسان کی زندگی میں بہترین زینت اور مسرت کا باعث ہے اور زندگی کے بعد اعمالِ صالحہ کے جاری وباقی رہنے کا سبب ہے، جیسا کہ پروردگارِ عالَم نے مال و اولاد کو انسان کی زندگی میں بہترین زینت قرار دیتے ہوئے فرمایا: مال و اولاد دنیوی زندگی میں زینت کا باعث ہے اور پروردگار کے ہاں باقیات الصالحات بہترین اجر وثواب کا وسیلہ ہیں۔

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾ (الکھف/ ٤٦)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے نیک وصالح اولاد انسان کیلئے باقیات الصالحات اور اعمال و عبادات جاری وباقی رہنے کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: ہر انسان کیلئے مرنے کے بعد اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین گروہ کے اعمال کا سلسلہ باقی وجاری رہتا ہے؛

۱) ایسی نیک وصالح اولاد چھوڑ کر جانے والے کہ جو مسلسل اپنے والدین کیلئے دعا کرتے رہیں۔

۲) ایسا علم چھوڑ کر جانے والے جس سے لوگ اس کی موت کے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہیں۔

۳) ایسی خدمت اور صدقہ جاریہ چھوڑ کر جانے والا کہ جس سے ہمیشہ لوگ استفادہ کرتے رہیں۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :إِذَا مَاتَ اِبْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلاَّ مِنْ ثَلاَثَةٍ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ وَ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ وَ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ» [۳۲۰]

لیکن ایسی اولاد انسان کیلئے زندگی میں مسرت وزینت اور موت کے عمل صالح کے جاری وباقی رہنے کا سبب بنے گی جو واقعی نیک، صالح، تربیت یافتہ اور حقیقی معنوں میں عبادت گزار اور عشقِ اہل بیتؑ میں زندگی گزارنے والی ہو، ورنہ زندگی میں دردِ سر اور زندگی کے بعد باعثِ عقاب وعذاب ہے، اسی وجہ سے سرورِ کائنات ﷺ نے جس طرح اولاد کو اپنے والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید فرمائی ہے اسی طرح والدین کو بھی اولاد کی صحیح تربیت اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی بہت زیادہ سفارش فرمائی ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تم سب کو اپنے والدین کی خدمت، اولاد کی تربیت اور عزیز واقارب کے ساتھ بہترین سلوک اور اچھی طرح زندگی گزارنے کی سفارش کرتا ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :إِنَّ اَللَّهَ تَعَالَى يُوصِيكُمْ بِآبَائِكُمْ وَ أُمَّهَاتِكُمْ إِنَّ اَللَّهَ يُوصِيكُمْ بِأَبْنَائِكُمْ وَ ذَوِي أَرْحَامِكُمْ اَلْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ» [۳۲۱]

اسی طرح حضرتِ امام سجادؑ نے «رسالۃ الحقوق» میں اولاد کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمہارے اوپر اولاد کا حق یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ وہ تمہارا ہی حصہ ہے اور دنیا میں تمہارے ہی ساتھ وابستہ ہے اور اس کا خیر و شر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اسے ادب سکھاؤ، اس کے پروردگار کی طرف اس کی راہنمائی کرو اور اس کی

---

۳۲۰ عوالی اللئالی، ج ۳، ص ۲۶۰؛ مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۲۳۰

۳۲۱ مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۲۳۵

اطاعت میں اس کی مدد کرو، اگر تم اس ذمہ داری کو پورا کرو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر اس کی انجام دہی میں کوتاہی کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ پس اس کے لیے اس طرح نیک عمل کرو کہ اس کا حسن و جمال دنیا میں آشکار ہو جائے اور تمہارا اس کی بہترین سرپرستی کرنا خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کا سبب اور اس کے حضور دلیل اور عذر ہو جائے گا لا قوۃ الا باللہ۔

امام سجادؑ نے اولاد کے حقوق کے متعلق چند امور کی طرف متوجہ کیا ہے:

۱۔ باپ کو یہ چیز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اولاد اس کے وجود کا حصہ ہے اور اس کا خیر اور شر باپ کی طرف منسوب ہے۔

۲۔ اولاد کی تعلیم و تربیت اور اولاد کو خدا کی معرفت کرانا اور شریعت کی تعلیم دینا باپ پر ضروری ہے۔

۳۔ والدین اپنی اولاد کے اعمال و کردار کے ثواب و عقاب میں شریک ہیں۔

۴۔ اولاد کی ترقی و کمال اور تعلیم و تربیت کیلئے اتنی کوشش کرنی چاہیے کہ خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکیں اور خدا کے سامنے عُذر و دلیل پیش کر سکیں۔

۵۔ اولاد کی تعلیم و تربیت میں اور اولاد کو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیوں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی و غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

«وَ أَمَّا حَقُّ وَلَدِكَ فَتَعْلَمُ أَنَّهُ مِنْكَ وَ مُضَافٌ إِلَيْكَ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا بِخَيْرِهِ وَ شَرِّهِ وَ أَنَّكَ مَسْئُولٌ عَمَّا وُلِّيتَهُ مِنْ حُسْنِ الْأَدَبِ وَ الدَّلَالَةِ عَلَى رَبِّهِ وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ فِيكَ وَ فِي نَفْسِهِ فَمُثَابٌ عَلَى ذَلِكَ وَ مُعَاقَبٌ فَاعْمَلْ فِي أَمْرِهِ عَمَلَ الْمُتَزَيِّنِ بِحُسْنِ أَثَرِهِ عَلَيْهِ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا الْمُعَذِّرِ إِلَى رَبِّهِ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ بِحُسْنِ الْقِيَامِ عَلَيْهِ وَ الْأَخْذِ لَهُ

مِنْهُ وَ لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ» ۲۲۲

ا۔ بچے کی ولادت کے بعد والدین کی ذمہ داریاں

دینِ مقدسِ اسلام میں بچے کی ولادت کے موقع پر والدین کی بہت ساری ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے اور ان ذمہ داریوں کو ولادت کے فوراً بعد انجام دینے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے کہ جو بچے کی شخصیت، سلامتی اور کامیابی میں بہت زیادہ موثر ہیں، لہٰذا اب ہم روایات کی روشنی میں وہ ذمہ داریاں کہ جن کو ولادت کے بعد انجام دینا چاہیے بیان کرتے ہیں۔

بچے کی ولادت کے بعد والدین کی اہم ترین ذمہ داریاں درج ذیل ہیں؛

۱) ولادت کے بعد بچے کو غسل دینا؛

۲) دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا؛

۳) تربتِ کربلا یا شہد یا فرات کے پانی سے بچے کا تالو اٹھانا؛

۴) بچے کیلئے بہترین نام کا انتخاب کرنا؛

۵) بہترین کنیت کا انتخاب کرنا؛

۶) عقیقہ کرنا؛

۷) ولیمہ دینا؛

۸) اگر بیٹا ہو تو ختنہ کرنا؛

۹) بالوں کو کاٹنا؛

۱۰) بالوں کے ہموزن چاندی یا سونے کا صدقہ نکالنا؛

۲۲۲۔ رسالۃ الحقوق، حق ۲۶: حق الولد؛ تحف العقول، ص ۲۶۳

۱۱) بچے کے سر پر زعفران سے خوشبو لگانا؛

۱۲) والدین کا خوشحال ہونا اور دوسرے لوگوں کا تبریک پیش کرنا۔

ان ذمہ داریوں کو روایات کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تا کہ ان ذمہ داریوں کی اہمیت، ضرورت اور فضیلت واضح ہو جائے۔

۱) ولادت کے بعد بچے کو غسل دینا؛

بچے کی ولادت کے بعد غسل دینا ضروری ہے اور یہ غسل بچے کی طہارت، پاکیزگی اور نظافت کا باعث ہے اور آئمہ معصومینؑ نے اس غسل تاکید و سفارش کرتے ہوئے لفظِ واجب کو استعمال کیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد غسل دینا ضروری ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: مولود کو غسل دینا واجب و ضروری ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: غُسْلُ اَلْمَوْلُودِ وَاجِبٌ» ۳۲۳

۲) دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا؛

بچے کی ولادت کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنا ضروری ہے، در حقیقت بچے کا دنیا میں آتے ہی اس کے کان میں خدا کی توحید، پیغمبرؐ کی رسالت اور بہترین کاموں کا پیغام اس بچے کے کان میں سنانا ہے تا کہ بچہ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے خدا کی توحید، پیغمبرؐ کی رسالت، آئمہ کی ولایت اور بہترین کاموں کی صدا کو سُنے اور زندگی کا آغاز صدائے توحید، رسالت، ولایت اور دین کے بہترین پیغام سے ہو جائے۔

روایات میں ولادت کے بعد بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کے

---

۳۲۳ عوالی اللئالی، ج ۳، ص ۱۷۲

ساتھ اس کے بہت سے آثار و فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات نے رسولِ اکرم ﷺ سے روایت نقل کی کہ فرمایا: جس کے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو تو بلا تاخیر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت دی جائے کیونکہ یہ چیز بچے کو شیطان سے دور رکھتی ہے۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَلْيُؤَذِّنْ فِي أُذُنِهِ اَلْيُمْنَى وَ لْيُقِمْ فِي اَلْيُسْرَى فَإِنَّ ذَلِكَ عِصْمَةٌ مِنَ اَلشَّيْطَانِ» [۳۲۴]

جنابِ اسماء بنت عُمیس سے روایت ہے کہ جب حضرتِ امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو رسولِ خدا ﷺ تشریف لائے اور امام حسنؑ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت دی اور بحکمِ خدا امام کا نام حسن رکھا اور ساتویں دن دو گوسفندوں کو ذبح کر کے امام حسنؑ کیلئے عقیقہ کیا۔

«قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ ... فَلَمَّا وُلِدَ اَلْحَسَنُ جَاءَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ... فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ اَلْيُمْنَى وَ أَقَامَ فِي اَلْيُسْرَى ... فَسَمَّاهُ اَلْحَسَنَ فَلَمَّا كَانَ اَلْيَوْمُ اَلسَّابِعُ عَقَّ عَنْهُ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ» [۳۲۵]

حضرتِ امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت کے بعد حضور ﷺ نے امام حسینؑ کے کانوں میں اذان دی۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ :إِنَّ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَذَّنَ فِي أُذُنِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِالصَّلاَةِ يَوْمَ وُلِدَ» [۳۲۶]

---

۳۲۴ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۹۲

۳۲۵ روضۃ الواعظین، ج ۱، ص ۱۵۳

۳۲۶ بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۱۱۴

ایک اور روایت میں حضرتِ امام رضاؑ کی والدہ گرامی جناب نجمہ خاتونؑ سے روایت ہے کہ فرمایا: جب میرے بیٹے علی ابن موسیٰ رضاؑ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کو ایک سفید کپڑے میں رکھ کر ان کے والدِ بزرگوار حضرت موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں پیش کیا، امام موسیٰ کاظمؑ نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور پھر فرات کے پانی سے ان کا تالو اٹھایا اور مجھ سے خطاب کر کے فرمایا: اس بچے کو اٹھالو یہ روئے زمین پر حجتِ خدا اور بقیۃ اللہ ہے۔

ان روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کے کان میں اذان دینا سرورِ کائنات ﷺ اور آئمہ اہل بیتؑ کی سنت وسیرت ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ مِيثَمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أُمِّي تَقُولُ: سَمِعْتُ نَجْمَةَ أُمَّ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ تَقُولُ:... فَلَمَّا وَضَعْتُهُ ... فَدَخَلَ إِلَيْهِ أَبُوهُ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ ...، فَنَاوَلْتُهُ إِيَّاهُ فِي خِرْقَةٍ بَيْضَاءَ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ اَلْأَيْمَنِ وَ أَقَامَ فِي اَلْأَيْسَرِ وَ دَعَا بِمَاءِ اَلْفُرَاتِ فَحَنَّكَهُ بِهِ ثُمَّ رَدَّهُ إِلَيَّ وَ قَالَ: خُذِيهِ فَإِنَّهُ بَقِيَّةُ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي أَرْضِهِ» [۳۲۷]

اور حضرتِ امام رضاؑ نے فرمایا: جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہو اور اس کے تالو کو فرات کے پانی سے اٹھاؤ اگر یہ پانی میسر نہ ہو تو شہد سے اٹھالو۔

«عَنِ الإِمَامِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِذَا وُلِدَ مَوْلُودٌ فَأَذِّنْ فِي أُذُنِهِ اَلْأَيْمَنِ وَ أَقِمْ فِي أُذُنِهِ اَلْأَيْسَرِ وَ حَنِّكْهُ بِمَاءِ اَلْفُرَاتِ إِنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ أَوْ بِالْعَسَلِ...» [۳۲۸]

۳۲۷ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۳۰

۳۲۸ بحار الانوار، ج۱۰۱، ص۱۱۹

۳) تربتِ کربلا یا شہد یا فرات کے پانی سے بچے کا تالو اٹھانا:

مستحب ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد تربتِ کربلا، شہد یا آبِ فرات سے اس کا تالو اٹھایا جائے اور بہت ساری روایات میں اس چیز کی تاکید کی گئی ہے، اس لئے کہ بچے کی پہلی غذا تربتِ کربلا اور فرات کے پانی سے ہو تا کہ بچے کا وجود پہلی ہی خوراک کے ذریعہ محبتِ و مودت اہل بیتؑ اور عشق امام حسینؑ سے منور ہو جائے۔

جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: تم اپنے بچوں کے تالو کو فرات کے پانی اور تربتِ قبر امام حسینؑ کے ساتھ اٹھاؤ اور اگر یہ چیز میسّر نہ ہو سکے تو بارش کے پانی سے اٹھالو۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ :حَنِّكُوا أَوْلاَدَكُمْ بِمَاءِ الْفُرَاتِ وَ بِتُرْبَةِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَبِمَاءِ السَّمَاءِ» [۳۲۹]

اور حضرتِ امام رضاؑ نے فرمایا: جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہو اور اس کے تالو کو فرات کے پانی سے اٹھاؤ اگر یہ پانی میسر نہ ہو تو شہد سے اٹھالو۔

«عَنِ الإمامِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِذَا وُلِدَ مَوْلُودٌ فَأَذِّنْ فِي أُذُنِهِ الْأَيْمَنِ وَ أَقِمْ فِي أُذُنِهِ الْأَيْسَرِ وَ حَنِّكْهُ بِمَاءِ الْفُرَاتِ إِنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ أَوْ بِالْعَسَلِ...» [۳۳۰]

۴) بچے کیلئے بہترین نام کا انتخاب کرنا:

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق بہترین نام کا انتخاب کرنا ہے، آل محمدؐ کی تعلیمات میں اولاد کے لئے بہترین نام انتخاب کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، بہترین نام انبیاءؑ اور آئمہ

---

۳۲۹ مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۲۲۹

۳۳۰ بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۱۱۶

طاہرینؑ کے ناموں کو معرفی کیا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کا فرمان ہے کہ اگر میرے ہزار بیٹے بھی ہوں تو بھی میں سب کا نام علی رکھوں گا اور آپ نے ایسا ہی کیا کہ آپ کے سب بیٹوں کے نام علی ہیں۔ (علی بن الحسین، علی اکبر اور علی اصغر ہے)۔

مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: والدین پر اولاد کے تین اہم حقوق ہیں:

۱) بہترین نام رکھنا۔ ۲) بہترین آداب سکھانا۔ ۳) قرآن کی تعلیم دینا۔

«قال علی ع حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ وَ يُحَسِّنَ أَدَبَهُ وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ» ۳۳۱

اور اسی طرح حضور ﷺ کے فرمان میں بھی آیا ہے کہ: بچوں کے تین حقوق ہیں:

۱) بہترین نام کا انتخاب کرنا۔ ۲) پڑھنا لکھنا سکھانا۔ ۳) بالغ ہونے کے بعد شادی کرانا۔

«قَالَ ص مِنْ حَقِ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ ثَلَاثَةٌ يُحَسِّنُ اسْمَهُ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَةَ وَ يُزَوِّجُهُ إِذَا بَلَغَ» ۳۳۲

امام صادقؑ اچھے نام رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سب سے پہلی نیکی جو انسان اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے وہ بہترین نام رکھنا ہے، پس تمہیں چاہئے کہ اپنی اولاد کیلئے بہترین ناموں کو انتخاب کریں۔

«اوَّلُ مَا يَبِرُّ الرَّجلُ وَلَدَهُ أن يُسَمِّيهِ بِاسمٍ حَسَنٍ فَليحسِّنَ أحدُكُم إسمَ وَلَدِهِ» ۳۳۳

۳۳۱۔ ابن أبي الحديد، عبد الحميد بن هبة الله، شرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد، ج ۱۹، ص ۳۶۵۔ قم، چاپ: اول، ۱۴۰۴ق۔

۳۳۲۔ فتال نیشابوری، محمد بن احمد، روضة الواعظين و بصيرة المتعظين، ج ۲، ص ۳۶۹، (ط - القديمة)۔ ایران؛ قم، چاپ: اول، ۱۳۷۵ش۔

۳۳۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۳۸۹

حضور ﷺ نے فرمایا: جب کسی کے ہاں بچے کی ولادت ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت دو، پھر آبِ فرات سے اس کا تالو اٹھاؤ، اس کے بعد اس بچے کیلئے بہترین نام اور کنیت انتخاب کرو اور بہترین نام وہ نام ہیں جن میں صداقت و سچائی کا معنی پایا جاتا ہو اور خدا کی عبادت و بندگی پر دلالت کرتے ہوں اور افضل ترین اسماء انبیاءؑ کے اسماءِ گرامی ہیں۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ...مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُؤَذِّنْ فِي أُذُنِهِ اَلْأَيْمَنِ وَ لْيُقِمْ فِي اَلْأَيْسَرِ وَ يُحَنِّكُهُ بِمَاءِ اَلْفُرَاتِ سَاعَةَ يُولَدُ إِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ وَ يُسَمِّي بِأَحْسَنِ اَلْأَسْمَاءِ وَ يُكَنِّيهِ بِأَحْسَنِ اَلْكُنَى ... أَصْدَقُ اَلْأَسْمَاءِ مَا سُمِّيَ بِالْعُبُودِيَّةِ وَ أَفْضَلُهَا أَسْمَاءُ اَلْأَنْبِيَاءِ» [۳۳۱]

بچے کا نام محمد اور علی رکھنے کی فضیلت

روایات میں تمام ناموں میں سے سب سے زیادہ سرورِ کائنات ﷺ کے اسم مبارک محمد اور اس کے بعد امیر المومنینؑ کے اسم مبارک علی کے رکھنے کی تاکید اور سفارش وارد ہوئی ہے۔ اور ان دو معصوم ہستیوں کے نام رکھنے کی فضیلت و آثار کو بھی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

یہودیوں نے اور دشمنانِ اسلام نے سرورِ کائنات ﷺ کا نام مٹانے کی بہت کوشش کی تو آئمہ طاہرینؑ نے ان کے مقابل میں ہر جگہ پیغمبر ﷺ کا نام روشن کرنے اور ہمیشہ کیلئے باقی وجاویدان رکھنے کیلئے تاکید کی ہے، تاکہ ہر بچے کو محمد کے نام سے پکارا جائے اور ہر جگہ سے محمد کی صدا بلند ہو۔ اور پھر آگے چل کر دشمنانِ اہل بیتؑ نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا نام مٹانے کی بھرپور کوشش کی تو آئمہ طاہرینؑ نے ان کی سازشوں کو خاک میں ملانے کیلئے بچوں کے نام علی رکھنے کی سفارش فرمائی، تاکہ

---

۳۳۳ بحار الانوار ج ۱۰۱، ص ۱۳۶

ہر گھر اور ہر جگہ سے علی کی صدا بلند ہو اور علی کے نام کو پکارا جائے۔ اور اسی وجہ سے حضرتِ امام حسینؑ نے اپنے تمام بیٹوں کے نام علی کے نام پر رکھا۔

محمد اور علی کے نام پر نام رکھنا نہ صرف دشمنانِ اسلام اور دشمنانِ اہل بیتؑ کیلئے ناگوار ہے بلکہ شیطان کیلئے بھی سب سے زیادہ پریشانی وتکلیف کا سبب ہے۔ اور جہاں پیغمبر ﷺ اور علی کا نام لیا جائے وہاں سے شیطان فرار ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام باقرؑ نے بچوں کے نام علی و محمد رکھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بچے کو محمد یا علی کہہ کر پکارتا ہے تو شیطان بہت پریشان ہو کر راہِ فرار اختیار کرتا ہے اور شیطان کا غرور اس طرح نابود ہو جاتا ہے جس طرح لوہا پگھل کر ختم ہو جاتا ہے، جبکہ اس کے مقابل میں شیطان جب دشمنانِ اسلام اور دشمنانِ اہل بیتؑ کا نام سنتا ہے تو خوش ہو کر سر اٹھاتا ہے اور رقص کرتا ہے۔

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَرَادَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلرُّكُوبَ إِلَى بَعْضِ شِيعَتِهِ لِيَعُودَهُ فَقَالَ يَا جَابِرُ اِلْحَقْنِي فَتَبِعْتُهُ فَلَمَّا اِنْتَهَى إِلَى بَابِ اَلدَّارِ خَرَجَ عَلَيْنَا اِبْنٌ لَهُ صَغِيرٌ فَقَالَ لَهُ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا اِسْمُكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ فَبِمَا تُكَنَّى قَالَ بِعَلِيٍّ فَقَالَ لَهُ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لَقَدِ اِحْتَظَرْتَ مِنَ اَلشَّيْطَانِ اِحْتِظَاراً شَدِيداً إِنَّ اَلشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ مُنَادِياً يُنَادِي يَا مُحَمَّدُ يَا عَلِيُّ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ اَلرَّصَاصُ حَتَّى إِذَا سَمِعَ مُنَادِياً يُنَادِي بِاسْمِ عَدُوٍّ مِنْ أَعْدَائِنَا اِهْتَزَّ وَ اِخْتَالَ»[۳۳۵]

حضرتِ امام رضا علیہ السلام نے پیغمبر ﷺ کے نام محمدؐ کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس گھر میں بھی کسی کا نام محمد ہو تو اس گھر میں صبح وشام خدا کی رحمت وبرکت شاملِ حال ہوتی ہے۔

۳۳۵۔ الکافی، ج۶، ص۲۰

«قَالَ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: اَلْبَيْتُ اَلَّذِي فِيهِ مُحَمَّدٌ يُصْبِحُ أَهْلُهُ بِخَيْرٍ وَ يُمْسُونَ بِخَيْرٍ» ۳۳۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسم مبارکِ احمد یا محمد رکھنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی بھی دستر خوان پر احمد یا محمد نام کے افراد ہوں تو ہر روز دو مرتبہ اس گھر کو پاک وپاکیزہ قرار دیا جاتا ہے۔

یعنی ہر روز دو مرتبہ اس گھر سے نحوست اور بلاؤں کو دور کیا جاتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :مَا مِنْ مَائِدَةٍ وُضِعَتْ -فَقَعَدَ عَلَيْهَا مَنِ اِسْمُهُ أَحْمَدُ أَوْ مُحَمَّدٌ - إِلاَّ قُدِّسَ ذَلِكَ اَلْمَنْزِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ» ۳۳۷

مولائے کائنات سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی گھر میں انبیاءؑ کے ناموں میں سے کسی نبی کا نام ہو تو اس گھر میں صبح وشام اللہ تعالی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے اور اس گھر کو پاک و پاکیزہ قرار دیتا ہے۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ فِيهِمُ اِسْمُ نَبِيٍّ إِلاَّ بَعَثَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهِمْ مَلَكاً يُقَدِّسُهُمْ بِالْغَدَاةِ وَ اَلْعَشِيِّ» ۳۳۸

جنابِ امام محمد باقرؑ نے اسم مبارکِ محمد کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ جن کا نام محمد ہے وہ اٹھیں اور جنت میں داخل ہو جائیں، مزید فرمایا: خدا کی جانب

---

۳۳۶ ایضاً، ص ۳۹۳

۳۳۷ مستدرک الوسائل ج ۱۶، ص ۳۲۸

۳۳۸ وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۹۱

سے یہ عنایت پیغمبرؐ کے اسم مبارک محمد ﷺ کی کرامت کی وجہ سے عطا ہوئی ہے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ اَلسَّلاَمُ عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ اَلْقِيَامَةِ، نَادَى مُنَادٍ أَلاَ لِيَقُمْ كُلُّ مَنِ اِسْمُهُ مُحَمَّدٌ فَلْيَدْخُلِ اَلْجَنَّةَ لِكَرَامَةِ سَمِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ»[۳۳۹]

حضرتِ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو چار بیٹے عطا کئے گئے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام بھی میرے نام پر محمد نہ رکھے تو اس نے مجھ پر جفا کی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَوْلاَدٍ لَمْ يُسَمِّ أَحَدَهُمْ بِاسْمِي فَقَدْ جَفَانِي»[۳۴۰]

حضرتِ امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میری ملاقات مروان ابن الحکم سے ہوئی، اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے کہا میرا نام علی ہے، پھر پوچھا آپ کے بھائی کا نام کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ میرے بھائی کا نام بھی علی ہے، تو تعجب وغصے سے کہا کہ تمہارا نام بھی علی اور تمہارے بھائی کا نام بھی علی، آپ کے والد کیا چاہتے ہیں کیا تمہارے والد کے پاس علی کے علاوہ کوئی اور نام نہیں تھا؟ پھر امام سجادؑ وہاں سے گھر پلٹے تو اپنے والدِ گرامی امام حسینؑ سے سارا واقعہ بیان کیا، امام حسینؑ نے فرمایا: میری لعنت ہو اس نیلی آنکھوں والی کے بیٹے (مروان ابن الحکم) پر، [جان لو کہ] اگر اللہ تعالیٰ مجھے ایک سو بیٹے بھی عطا کرے تو میں سب کے نام علی رکھوں گا۔

«فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ فَأَتَيْتُهُ [مَرْوَانَ بْنَ اَلْحَكَمِ] فَقَالَ مَا اِسْمُكَ

۳۳۹۔ وسائل الشیعہ ج۲۱، ص ۳۹۵

۳۴۰۔ الکافی ج۶، ص۱۹

فَقُلْتُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ مَا اِسْمُ أَخِيكَ فَقُلْتُ عَلِيٌّ قَالَ عَلِيٌّ وَ عَلِيٌّ مَا يُرِيدُ أَبُوكَ أَنْ يَدَعَ أَحَداً مِنْ وُلْدِهِ إِلاَّ سَمَّاهُ عَلِيّاً ثُمَّ فَرَضَ لِي فَرَجَعْتُ إِلَى أَبِي فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ وَيْلِي عَلَى اِبْنِ الزَّرْقَاءِ دَبَّاغَةِ الْأَدِمِ لَوْ وُلِدَ لِي مِائَةٌ لَأَحْبَبْتُ أَنْ لاَ أُسَمِّيَ أَحَداً مِنْهُمْ إِلاَّ عَلِيّاً»[۳۳۱]

حضرتِ امامِ موسیٰ کاظمؑ نے پیغمبر گرامی، امیر المومنین اور آئمہ طاہرینؑ کے ناموں پر نام رکھنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس کسی کے گھر میں بھی محمد، احمد، علی، حسن، حسین، جعفر، طالب، عبد اللہ یا عورتوں میں سے فاطمہ ہو تو اس گھر میں کبھی بھی فقر و غربت کا گزر نہیں ہو گا۔

یعنی ان مبارک اسماء کے طفیل اللہ تعالیٰ اس گھر میں خیر و برکت اور رزق میں وسعت عطا کرتا ہے۔

«عَنْ سُلَيْمَانَ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: لاَ يَدْخُلُ الْفَقْرُ بَيْتاً فِيهِ اِسْمُ مُحَمَّدٍ أَوْ أَحْمَدَ أَوْ عَلِيٍّ أَوِ الْحَسَنِ أَوِ الْحُسَيْنِ أَوْ جَعْفَرٍ أَوْ طَالِبٍ أَوْ عَبْدِ اللَّهِ أَوْ فَاطِمَةَ مِنَ النِّسَاءِ»[۳۳۲]

بچیوں کیلئے فاطمہ نام رکھنے کی فضیلت

ناموں میں سے ایک مقدس اور بابرکت نام فاطمہ ہے، اس نام کو پیغمبر گرامی اسلام اور آئمہ طاہرینؑ بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے اور بچیوں کیلئے سب سے بہترین نام فاطمہ رکھنا ہی ہے، فاطمہ در حقیقت خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے، پروردگارِ عالم نے اس نام کو حضرتِ بی بی زہراؑ کیلئے انتخاب کیا ہے، جیسا کہ حدیث میں پروردگارِ عالم نے سرورِ کائنات ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے محمدؐ میں

۳۳۱۔ الکافی، ج۶، ص۱۹

۳۳۲۔ ایضاً

فاطر السموات والارض ہوں اور میں نے اپنے ہی نام سے آپ کی بیٹی کیلئے فاطمہ کا نام منتخب کیا ہے۔

«يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي أَنَا اللهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ، وَهَبْتُ لِابْنَتِكَ إِسْماً مِنْ أَسْمَائِي، فَسَمَّيْتُهَا فَاطِمَةَ، وَ أَنَا فَاطِرُ كُلِّ شَيْءٍ» [۲۴۳]

حضور ﷺ نے جنابِ سیدہؑ کا نام فاطمہ رکھنے کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: فاطمہ کا نام اس لئے فاطمہ رکھا گیا کہ میری بیٹی روزِ قیامت اپنے چاہنے والوں کی شفاعت کر کے ان سب کو جہنم کی آگ سے بچائیں گی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ دور کر دیا ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ»: إِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ فَاطِمَةَ، لِأَنَّ اللهَ فَطَمَهَا وَ فَطَمَ مَنْ أَحَبَّهَا مِنَ النَّارِ» [۲۴۴]

قیامت کے دن جنابِ سیدہ اپنے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں گی اور بارگاہِ الٰہی میں تمام محبین کی شفاعت کریں گی، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ جب جنابِ زہراؑ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور میں پہنچیں گی تو پروردگار کی جانب سے آواز آئے گی: اے فاطمہ آج مجھ سے جو مانگنا ہے وہ مانگ لو میں تمہیں عطا کروں گا اور خوشحال کروں گا، تو حضرتِ زہراؑ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گی: اے میرے پروردگار میری خواہش اور تمنا تو اور تیری رضا ہے، تیری بارگاہ میں تقاضا ہے کہ میرے اور میری ذریت کے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے بچالے، تو رب العزت کی بارگاہ سے آواز آئے گی: اے فاطمہ مجھے اپنی عزت و جلال اور بزرگی کی قسم ہے کہ میں نے کائنات کی خلقت سے دو ہزار سال قبل یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ تیرے اور تیری ذریت کے چاہنے والوں کو جہنم کا عذاب نہیں

---

۲۴۳ تفسیر البرہان، ج۵، ص۱۸۹

۲۴۴ مجموعہ نفیسہ، ج۱، ص۸۰۱۱۰۰؛ علل الشرائع، ج۱، ص۱۷۸

دوں گا۔

«فَيُوحِي اَللهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهَا يَا فَاطِمَةُ سَلِينِي أُعْطِكِ وَ تَمَنَّيْ عَلَيَّ أُرْضِكِ فَتَقُولُ إِلٰهِي أَنْتَ اَلْمُنَى وَ فَوْقَ اَلْمُنَى أَسْأَلُكَ أَنْ لاَ تُعَذِّبَ مُحِبِّي وَ مُحِبِّي عِتْرَتِي بِالنَّارِ فَيُوحِي اَللهُ إِلَيْهَا يَا فَاطِمَةُ وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي وَ اِرْتِفَاعِ مَكَانِي لَقَدْ آلَيْتُ عَلَى نَفْسِي مِنْ قَبْلِ أَنْ أَخْلُقَ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْ لاَ أُعَذِّبَ مُحِبِّيكِ وَ مُحِبِّي عِتْرَتِكِ بِالنَّارِ»

[۳۲۵]

حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ نے اسم فاطمہ کی فضیلت وبرکت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس گھر میں بھی ... فاطمہ نام کی بچی ہو تو اس گھر میں کبھی بھی فقر و غربت کا گزر نہیں ہو گا۔

«قَالَ سَمِعْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لاَ يَدْخُلُ اَلْفَقْرُ بَيْتاً فِيهِ اِسْمُ ... فَاطِمَةَ مِنَ اَلنِّسَاءِ» [۳۲۶]

ایک اور روایت میں جنابِ سکونیؒ جو کہ حضرت امام صادقؑ کے اصحاب میں سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن میں امام صادقؑ کے خدمت میں وارد ہوا اور میں مغموم و پریشان تھا، مجھے پریشان دیکھ کر مولاؑ نے فرمایا: اے سکونی تم کیوں پریشان ہو؟ سکونی نے کہا میرے گھر میں ایک بیٹی کی ولادت ہوئی ہے، مولاؑ نے فرمایا: اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے، اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطاء کرتا ہے اور زمین اسے اٹھاتی ہے پس تمہیں خوشحال ہونا چاہیئے کہ اللہ نے تمہیں صاحب اولاد کیا ہے۔ پھر مولاؑ نے سکونی سے سوال کیا: اس بیٹی کا نام کیا رکھا ہے؟ سکونی نے کہا: فاطمہ نام رکھا ہے۔ لفظ فاطمہ سنتے ہے حضرت امام صادقؑ آہ آہ

---

۳۲۵ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۴۹

۳۲۶ ایضا

کہہ کر گریہ کرنے لگے اور ہاتھ کو اپنی پیشانی پر رکھ کر سوچتے رہے۔

کچھ دیر کے بعد امام صادقؑ نے اولاد کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کا فرمان نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو اس کی ماں کو خوشحال رکھو، اس کے لئے بہترین نام کا انتخاب کرو، اس کو سورہ نور کی تعلیم دو، اس کا خاص خیال رکھو اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرنے میں جلدی کرو۔ اس روایت کے آخر میں امام صادقؑ نے جناب سکونی سے کہا: تم نے جب اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے تو اس کا خاص خیال رکھنا اور اس پر کبھی ظلم و ستم نہ کرنا، نازیبا الفاظ نہ کہنا۔

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچیوں کیلئے بہترین نام سیدہ کونین حضرت زہرا کا نام فاطمہ ہے اور بی بیؑ کے ناموں میں سے زہراؑ، بتول، راضیہ، مرضیہ، زکیہ اور عابدہ وغیرہ ہیں، ان ناموں میں سے کسی بھی نام کا انتخاب کرنا باعثِ خیر و برکت ہے۔

عَنِ السَّكُونِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ ع وَ أَنَا مَغْمُومٌ مَكْرُوبٌ فَقَالَ لِي يَا سَكُونِيُّ مِمَّا غَمُّكَ قُلْتُ وُلِدَتْ لِي ابْنَةٌ فَقَالَ يَا سَكُونِيُّ عَلَى الْأَرْضِ ثِقْلُهَا وَ عَلَى اللهِ رِزْقُهَا تَعِيشُ فِي غَيْرِ أَجَلِكَ[227] وَ تَأْكُلُ مِنْ غَيْرِ رِزْقِكَ فَسَرَّى وَ اللهِ عَنِّي فَقَالَ لِي مَا سَمَّيْتَهَا قُلْتُ فَاطِمَةَ قَالَ آهِ آهِ[228] ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ إِذَا كَانَ ذَكَراً أَنْ يَسْتَفْرِهَ أُمَّهُ وَ يَسْتَحْسِنَ اسْمَهُ وَ يُعَلِّمَهُ كِتَابَ اللهِ وَ يُطَهِّرَهُ وَ يُعَلِّمَهُ السِّبَاحَةَ وَ إِذَا كَانَتْ أُنْثَى أَنْ يَسْتَفْرِهَ أُمَّهَا وَ يَسْتَحْسِنَ اسْمَهَا وَ يُعَلِّمَهَا سُورَةَ النُّورِ وَ لَا يُعَلِّمَهَا سُورَةَ يُوسُفَ وَ لَا يُنْزِلَهَا الْغُرَفَ وَ يُعَجِّلَ

۲۲۷۔ أي: لا تعيش من عمرك ولا تأكل من رزقك۔

۲۲۸۔ قوله عليه السلام آه آه: لعله تذكر ما جرى على فاطمة عليها السلام من أصحاب [illegible]۔

۲۲۹۔ [illegible]

سَرَاحَهَا إِلَى بَيْتِ زَوْجِهَا أَمَّا إِذَا سَمَّيْتَهَا فَاطِمَةَ فَلَا تَسُبَّهَا وَ لَا تَلْعَنْهَا وَ لَا تَضْرِبْهَا.[۳۵۰]

۵) بہترین کنیت کا انتخاب کرنا:

روایات میں بچوں کیلئے بہترین ناموں کے ساتھ بہترین کنیت رکھنے کی بھی تاکید وارد ہوئی ہے، جیسا کہ حضرتِ امام رضاؑ نے فرمایا: بچے کیلئے بہترین نام اور بہترین کنیت انتخاب کرو۔

«عَنِ الإِمامِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: ...وَ سَمِّهِ بِأَحْسَنِ الاِسْمِ وَ كَنِّهِ بِأَحْسَنِ الْكُنَى...»[۳۵۱]

۶) عقیقہ کرنا:

بچے کیلئے عقیقہ کرنا بہت ضروری ہے، روایات میں عقیقہ کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش وارد ہوئی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بچپنے میں عقیقہ کرنا فراموش کر چکا ہو تو پوری زندگی میں جب بھی یاد آئے عقیقہ کرنا مستحبِ موکد ہے، عقیقہ کرنا بچے کی سلامتی اور عافیت کا باعث ہے، عقیقہ در حقیقت بچے کی سلامتی اور پوری زندگی عافیت کیلئے بیمہ اور انشورنس ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: تمام بچوں کی سلامتی وعافیت عقیقہ کرنے پر موقوف ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كُلُّ مَوْلُودٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ»[۳۵۲]

---

۳۵۰ الکافی، ج۶، ص۴۸؛ تہذیب الاحکام، ج۸، ص۱۱۲

۳۵۱ بحار الانوار، ج۱۰۱، ص۱۱۶

۳۵۲ الکافی، ج۶، ص۲۵

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ بچے کیلئے ساتویں دن عقیقہ کرنے کی تاکید اور بچے کیلئے دوسرے مستحبات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ساتویں دن بچے کا نام رکھنا چاہئے، بالوں کو کاٹنا چاہئے اور بالوں کے ہموزن سونا یا چاندی صدقہ دینا چاہئے، بچے کی جانب سے ایک گوسفند (بھیڑ، بکری) سے عقیقہ کرنا چاہئے اور مومنین کو عقیقہ کھانے کیلئے دعوت دینی چاہئے۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يُسَمَّى الصَّبِيُّ يَوْمَ السَّابِعِ وَ يُحْلَقُ رَأْسُهُ وَ يُتَصَدَّقُ بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةٌ وَ يُعَقُّ عَنْهُ بِكَبْشٍ فَحْلٍ وَ يُقَطَّعُ أَعْضَاءً وَ يُطْبَخُ وَ يُدْعَى عَلَيْهِ رَهْطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» [۳۵۳]

ایک اور روایت میں راوی نے امام صادقؑ سے عرض کی: مولا مجھے خدا کی قسم کہ میں یہ نہیں جانتا کہ میرے والد نے میری طرف سے عقیقہ کیا ہے یا نہیں، تو مولاؑ نے مجھے عقیقہ کرنے کا حکم دیا، تو میں نے اپنی طرف سے اپنے بوڑھاپے کی حالت میں خود عقیقہ کیا، پھر ایک اور راوی نے کہا کہ میں نے خود امام صادقؑ سے سنا کہ فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ذریعہ سے بیمہ ہو جاتا ہے اور عقیقہ قربانی کرنے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

«قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنِّي وَ اللَّهِ مَا أَدْرِي كَانَ أَبِي عَقَّ عَنِّي أَمْ لاَ قَالَ فَأَمَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَعَقَقْتُ عَنْ نَفْسِي وَ أَنَا شَيْخٌ وَ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ «كُلُّ امْرِئٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ وَ الْعَقِيقَةُ أَوْجَبُ مِنَ

۳۵۳۔ مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۴۷

اَلْأُضْحِيَةِ» ۲۰۱

مذکورہ روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کیلئے بوڑھا ہو جانے کے باجود عقیقہ کرنا ضروری ، یہاں تک کہ بعض روایات میں عقیقہ کرنا واجب قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ جنابِ ابو بصیر کی روایت میں آیا ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سوال کیا: آیا عقیقہ کرنا واجب ہے ؟ تو امامؑ نے فرمایا: ہاں عقیقہ کرنا واجب ہے۔

البتہ ہمارے فقہاء نے اس روایت کو کمالِ تاکید اور استحبابِ موکدہ پر حمل کیا ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنِ الْعَقِيقَةِ وَاجِبَةٌ هِيَ قَالَ نَعَمْ وَاجِبَةٌ» ۲۰۲

عقیقہ کرنے کے چند احکام

عقیقہ کرنے کے حوالے سے حضرتِ آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی (حفظہ اللہ) سے کئے گئے چند سوالات اور ان کے جوابات آپ کی خدمت میں پیش خدمت ہیں جو خود آقائے سیستانی کی سائیٹ پر موجود ہیں جہاں سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔

سوال : عقیقہ کے احکام بیان کریں؟

جواب : اولاد (بیٹا اور بیٹی) کا عقیقہ کرنا مستحب ہے اور مستحب ہے کہ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے اور کسی وجہ یا بغیر کسی وجہ کے تاخیر کرنے سے عقیقہ ساقط نہیں ہوتا، بلکہ اگر اسکا عقیقہ نہ ہو اور وہ بالغ ہو جائے تو اپنی طرف سے خود عقیقہ کرے، اور خود اپنی زندگی میں اپنا

---

۲۵۴ تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۴۴

۲۵۵ ایضا، ص ۴۴۰

عقیقہ نہ کرے تو اس کی موت کے بعد اس کا عقیقہ کر سکتے ہیں، اور ضروری ہے کہ عقیقہ اونٹ یا گائے یا دنبے یا بکرے کا ہو، اور یہ کافی نہیں ہوگا کہ اس کی طرف سے قیمت ادا کی جائے لیکن اس کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے۔

اور مستحب ہے کہ عقیقہ کا جانور موٹا تازہ ہو اور بعض روایات میں آیا ہے کہ (جانور موٹا اور فربہ ہو)، اور جو شرطیں قربانی کے جانور کے لیے ہیں وہ عقیقہ کے لیے ضروری نہیں ہیں۔

سزاوار (بہتر) ہے کہ عقیقہ کا گوشت بغیر ہڈی ٹوٹے ہوئے کاٹا جائے، اور مستحب ہے کہ عقیقہ کا ۱/۴ گوشت دایا کو دیا جائے جس میں جانور کی ران اور پیر شامل ہو۔ اور چاہیں تو عقیقہ کا گوشت پکا کر یا کچا تقسیم کریں، اور یہ بھی جائز ہے کہ پکایا جائے اور مومنین کو دعوت دی جاے، اور بہتر ہے کہ دس افراد یا اس سے زیادہ اس میں سے کھائیں اور بچے کے لیے دعا کریں اور مکروہ ہے کہ باپ یا جو اس کی کفالت میں ہوں اس میں سے کھائیں، بلکہ احتیاط مستحب ہے کہ ماں اس میں سے نہ کھائے، اور ایک عقیقہ فقط ایک (انسان) کا شمار ہو گا۔

سوال: کیا عورت گھر کے اخراجات میں سے اپنا عقیقہ کر سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر راضی ہے تو ایسا کر سکتی ہے۔

سوال: باپ کس طرح سے بچے کے لیے بکرے کا عقیقہ کر سکتا ہے؟

جواب: بکرے کو صرف عقیقہ کی نیت سے قربانی کے لیے ذبح کر دینا کافی ہے۔

سوال: کیا بچے کے عقیقے کا گوشت اس کے والدین کھا سکتے ہیں؟

جواب: باپ اور جو افراد اس کے نان خوار ہیں ان کے لیے عقیقہ کا گوشت کا کھانا مکروہ ہے مخصوصاً احتیاط مستحب ہے کہ بچے کی ماں اس گوشت سے نہ کھائے۔

سوال : کیا عقیقہ واجب ہے؟

جواب : عقیقہ مستحب ہے، بجالانے کی تاکید ہے۔

دعائے عقیقہ

جہاں آئمہ طاہرینؑ نے عقیقہ کرنے کی تاکید وسفارش فرمائی ہے وہاں پر عقیقہ کی دعا بھی تعلیم دی ہے ،جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ: عقیقہ کرتے وقت اس دعا کو پڑھو۔

«يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ` إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيفاً «مُسْلِماً » وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ» «إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ` لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذَلِكَ أُمِرْتُ «وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ بِسْمِ اللَّهِ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَ تُسَمِّي الْمَوْلُودَ بِاسْمِهِ ثُمَّ تَذْبَحُ»[۳۵۶]

فلاں ابن فلاں کی جگہ بچے اور والد کا نام لیا جائے۔

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا تم جب عقیقہ کرنے لگو تو یہ دعا پڑھو:

«بِسْمِ اللَّهِ وَ بِاللَّهِ اَللَّهُمَّ عَقِيقَةٌ عَنْ فُلَانٍ لَحْمُهَا بِلَحْمِهِ وَ دَمُهَا بِدَمِهِ وَ عَظْمُهَا بِعَظْمِهِ اَللَّهُمَّ اجْعَلْهُ وِقَاءً لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ»[۳۵۷]

---

۳۵۶ الکافی، ج۶، ص ۳۱

۳۵۷ ایضاً، ص ۳۰

۷) ولیمہ کرنا:

بچے کیلئے ولیمہ کرنا اور بچے کی ولادت کی خوشی میں عزیزوں اور مومنین کو دعوت دینا اور کھانا کھلانا مستحب ہے، خصوصاً ساتویں دن جب بچے کا عقیقہ کیا جائے تو اس عقیقے کے گوشت سے مومنین کو کھانا کھلانے کی روایات میں بہت زیادہ سفارش وارد ہوئی ہے اور ان روایات کو عقیقے کے باب میں ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: ساتویں دن بچے کا نام رکھنا چاہئے اور عقیقہ کرنا چاہئے اور عقیقہ کھانے کیلئے مومنین کو دعوت دینی چاہئے۔

«عَنِ اَلصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يُسَمَّى اَلصَّبِيُّ يَوْمَ اَلسَّابِعِ ... وَ يُعَقُّ عَنْهُ بِكَبْشٍ فَحْلٍ وَ يُقَطَّعُ أَعْضَاءً وَ يُطْبَخُ وَ يُدْعَى عَلَيْهِ رَهْطٌ مِنَ اَلْمُسْلِمِينَ»[۳۵۸]

اور امام صادقؑ نے بھی عقیقے کے گوشت سے مومنین کو دعوت دینے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ: عقیقے کے گوشت سے مومنین اور پڑوسیوں کو دعوت دو۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: سَبْعُ خِصَالٍ فِي اَلصَّبِيِّ إِذَا وُلِدَ مِنَ اَلسُّنَّةِ ... وَ اَلسَّابِعَةُ يُطْعَمُ اَلْجِيرَانُ مِنْ عَقِيقَتِهِ»[۳۵۹]

۸) اگر بیٹا ہو تو ختنہ کرنا:

والدین کے فرائض اور اسلامی آداب میں سے ایک اہم ترین ادب بچوں کا ختنہ کرنا ہے، ختنہ بچے کی سلامتی اور عافیت کیلئے بھی بہت زیادہ موثر و مفید ہے اور اس کی روایات میں بہت زیادہ تاکید و سفارش بھی وارد ہوئی ہے اور ختنہ کرنا مسلمانوں کی ایک اہم ترین نشانی ہے۔ اور ختنہ بچے کی طہارت و پاکیزگی کا

---

۳۵۸ مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۴۷

۳۵۹ مکارم الاخلاق، ج۱، ص۲۲۸

بھی باعث ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ نے ختنے کرنے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ختنہ بچے کی طہارت وپاکیزگی کا سبب ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: سَبْعُ خِصَالٍ فِي الصَّبِيِّ إِذَا وُلِدَ مِنَ السُّنَّةِ ... وَ السَّادِسَةُ يُطَهَّرُ بِالْخِتَانِ ...» [۲۶۰]

ایک اور رایت میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بچے کا ختنہ کرنا اہم ترین مستحبات وسنت میں شامل ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: خِتَانُ الْغُلَامِ مِنَ السُّنَّةِ» [۲۶۱]

ختنہ کرنے کے حوالے سے چند اہم ترین احکام حضرت آیت اللہ سید سیستانی (حفظہ اللہ) کے فتویٰ کے مطابق نقل کرتے جو ان کی سائیٹ پر موجود ہیں۔

سوال: ختنہ کی واجب حد کیا ہے؟

جواب: ختنہ میں واجب حد اس حصے کا کاٹنا ہے جو حشفہ (سپاری) کو ڈھک لیتا ہے جس کو غلفہ کہا جاتا ہے، اس طرح سے کہ حشفہ کا سوراخ اور اس کی جلد ظاہر ہو جائے، اگرچہ اس حصہ کی تمام جلد کو نہ کاٹا جائے اور تمام حشفہ کو ظاہر نہ کیا جائے، بہر حال اتنی مقدار میں کاٹا جائے کہ ختنہ کہا جاسکے۔

سوال: کیا بچوں کا ختنہ کرانا والدین پر واجب ہے؟

جواب: نہیں مستحب ہے۔

سوال: جس شخص نے ختنہ نہیں کیا ہے اس کے نماز روزے کا کیا حکم ہے؟

---

۲۶۰ مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۲۲۸

۲۶۱ الکافی، ج ۶، ص ۳۶

جواب :اس کا نماز روزہ صحیح ہے، لیکن طواف باطل ہے۔

سوال :جس بچے کے ولی نے اس کا ختنہ نہیں کیا ہے کیا بالغ ہونے کے بعد واجب ہے اپنا ختنہ کرے؟

جواب :اس پر اپنا ختنہ کرنا واجب ہے۔

https://www.sistani.org/urdu/qa//۰۱۷۹۳

۹)بالوں کو کاٹنا:

ساتویں دن بچے کے بالوں کو کاٹنا روایات میں مستحبات میں شامل کیا گیا ہے اور بچوں کے بالوں کو کاٹنا ان کی سلامتی اور عافیت کے ساتھ ساتھ بچے کا سکون و آرامش کا سبب ہے۔ البتہ بالوں کو کاٹنے کیلئے بلیڈ کے ساتھ یا کسی دوسرے وسیلے سے مکمل طور پر صاف کرنا اور گنج کرنا ضروری ہے، کینچی سے کاٹنا کافی نہیں ہے۔

۱۰)بالوں کے ہموزن چاندی یا سونے کا صدقہ نکالنا:

بچے کے بالوں کو کاٹنے کے بعد اگر قدرت میں ہو تو ان کے ہموزن سونا یا چاندی بچے کی طرف سے صدقہ دینا مستحب ہے اور یہ صدقہ بچے کی سلامتی و عافیت کیلئے بہت زیادہ موثر ہے، اور روایات میں اس چیز کی بہت زیادہ تاکید و سفارش وارد ہوئی ہے۔

۱۱)بچے کے سر پر زعفران سے خوشبو لگانا:

بچے کے بال کاٹنے کے بعد بچے کو نہلانا اور اس کے سر پر زعفران سے خوشبو لگانا بھی مستحبات میں سے ہے، جیسا کہ ان تمام مستحبات کا ذکر کرتے ہوئے حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: بچے کی ولادت کے

بعد سات چیزیں سنت میں شامل ہیں؛

۱)بہترین نام کا انتخاب کرنا۔ ۲)بالوں کو کاٹنا۔ ۳)اگر قدرت میں ہو تو بالوں کے ہموزن سونا یا چاندی سے صدقہ دینا۔

۴)عقیقہ کرنا۔ ۵)سر پر زعفران سے خوشبو لگانا۔ ۶)ختنہ کرنا۔ ۷)عقیقہ کیلئے مومنین اور پڑوسیوں کو دعوت دینا۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: سَبْعُ خِصَالٍ فِي الصَّبِيِّ إِذَا وُلِدَ مِنَ السُّنَّةِ أُولَاهُنَّ يُسَمَّى وَ الثَّانِيَةُ يُحْلَقُ رَأْسُهُ وَ الثَّالِثَةُ يُتَصَدَّقُ بِوَزْنِ شَعْرِهِ وَرِقاً أَوْ ذَهَباً إِنْ قُدِرَ عَلَيْهِ وَ الرَّابِعَةُ يُعَقُّ عَنْهُ وَ الْخَامِسَةُ يُلَطَّخُ رَأْسُهُ بِالزَّعْفَرَانِ وَ السَّادِسَةُ يُطَهَّرُ بِالْخِتَانِ وَ السَّابِعَةُ يُطْعَمُ الْجِيرَانُ مِنْ عَقِيقَتِهِ»[۲۶۳]

اس بحث کا اختتام حضرتِ امام رضا علیہ السلام کے فرمان سے کرتے ہیں جس میں امامؑ نے بچے کی ولادت کے موقع پر اہم ترین مستحبات اور آدابِ اسلامی کے عنوان سے کئی چیزوں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے،وہ اہم ترین مستحبات درج ذیل ہیں؛

۱)داہیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنا۔ ۲)ولادت کے فوراً بعد قدرت ہو تو آبِ فرات سے ورنہ شہد سے تالو اٹھانا۔

۳)بہترین نام کا انتخاب کرنا۔ ۴)بہترین کنیت انتخاب کرنا۔ ۵)ساتویں دن ختنہ کرنا۔ ۶)بال کاٹنا۔

۷)بالوں کے ہموزن صدقہ دینا۔ ۸)عقیقہ کرنا۔

۲۶۳۔ مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۲۲۸

اور مولاؑ نے خاص طور پر عقیقہ کرنے کی تاکید اور آداب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ساتویں دن عقیقہ کرو، جب کسی بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہو تو بچے کے حساب سے عقیقے کے جانور کا انتخاب کرو، اگر بیٹا ہے تو جانور نر ہونا چاہیے اور اگر بیٹی ہے تو جانور مادہ ہو، پھر جانور کی ایک ٹانگ دایہ کو دو، اس گوشت سے بچے کے والدین کچھ نہ کھائیں، عقیقے کا گوشت فقراء اور مومنین میں تقسیم کریں، لیکن اگر ان کیلئے کھانا تیار کر کے ان کو دعوت دو تو یہ چیز میرے نزدیک بہت زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے، اور جتنے افراد زیادہ ہوں گے اتنا ہی بہتر ہے لیکن کم از کم دس افراد ہوں اس سے جتنا اوپر جائیں اتنا ہی فضیلت کا سبب ہے۔

اس کے بعد مولاؑ نے عقیقہ کرنے کی دعا تعلیم دی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

«عَنِ الإِمامِ الرِّضا عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِذَا وُلِدَ مَوْلُودٌ فَأَذِّنْ فِي أُذُنِهِ ٱلأَيْمَنِ وَ أَقِمْ فِي أُذُنِهِ ٱلأَيْسَرِ وَ حَنِّكْهُ بِمَاءِ ٱلْفُرَاتِ إِنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ أَوْ بِالْعَسَلِ سَاعَةَ يُولَدُ وَ سَمِّهِ بِأَحْسَنِ ٱلإِسْمِ وَ كَنِّهِ بِأَحْسَنِ ٱلْكُنَى وَ لاَ تُكَنِّي [يُكَنَّى] بِأَبِي عِيسَى وَ لاَ بِأَبِي ٱلْحَكَمِ وَ لاَ بِأَبِي ٱلْحَارِثِ وَ لاَ بِأَبِي ٱلْقَاسِمِ إِذَا كَانَ ٱلإِسْمُ مُحَمَّداً وَ سَمِّهِ يَوْمَ ٱلسَّابِعِ وَ ٱخْتِنْهُ وَ ٱثْقُبْ أُذُنَهُ وَ ٱحْلِقْ رَأْسَهُ وَ زِنْ شَعْرَهُ بَعْدَ مَا تُجَفِّفُهُ بِفِضَّةٍ أَوْ بِالذَّهَبِ وَ تَصَدَّقْ بِهَا وَ عُقَّ عَنْهُ كُلُّ ذَلِكَ فِي يَوْمِ ٱلسَّابِعِ وَ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعُقَّ عَنْهُ فَلْيَكُنْ عَنِ ٱلذَّكَرِ ذَكَراً وَ عَنِ ٱلأُنْثَى أُنْثَى وَ تُعْطِي ٱلْقَابِلَةَ ٱلْوَرِكَ وَ لاَ يَأْكُلْ مِنْهُ ٱلأَبَوَانِ فَإِنْ أَكَلَتْ مِنْهُ ٱلأُمُّ فَلاَ تُرْضِعْهُ وَ تُفَرِّقُ لَحْمَهَا عَلَى قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ مُحْتَاجِينَ وَ إِنْ أَعْدَدْتَهُ طَعَاماً وَ دَعَوْتَ عَلَيْهِ قَوْماً مِنْ إِخْوَانِكَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ وَ كُلَّمَا أَكْثَرْتَ فَهُوَ أَفْضَلُ وَ حَدُّهُ عَشَرَةُ أَنْفُسٍ وَ مَا زَادَ وَ أَفْضَلُ مَا يُطْبَخُ بِهِ مَاءٌ وَ مِلْحٌ فَإِنْ أَرَدْتَ ذَبْحَهُ فَقُلْ – بِسْمِ ٱللَّهِ وَ بِٱللَّهِ مِنْكَ وَ بِكَ وَ لَكَ وَ إِلَيْكَ عَقِيقَةُ فُلاَنِ بْنِ فُلاَنٍ عَلَى مِلَّتِكَ وَ دِينِكَ وَ

سُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِسْمِ اَللهِ وَ اَلْحَمْدُ لِلهِ وَ اَللهُ أَكْبَرُ إِيمَاناً بِاللهِ وَ ثَنَاءً عَلَى رَسُولِ اَللهِ وَ اَلْعِصْمَةُ بِأَمْرِهِ وَ اَلشُّكْرُ لِرِزْقِهِ وَ اَلْمَعْرِفَةُ لِفَضْلِهِ عَلَيْنَا أَهْلَ اَلْبَيْتِ فَإِنْ كَانَ ذَكَراً فَقُلِ - اَللَّهُمَّ أَنْتَ وَهَبْتَ لَنَا ذَكَراً وَ أَنْتَ أَعْلَمُ بِمَا وَهَبْتَ وَ مِنْكَ مَا أَعْطَيْتَ وَ لَكَ مَا صَنَعْنَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا عَلَى سُنَّتِكَ وَ سُنَّةِ نَبِيِّكَ فَاخْنِسْ عَنَّا اَلشَّيْطَانَ اَلرَّجِيمَ وَ لَكَ سَفْكُ اَلدِّمَاءِ وَ لِوَجْهِكَ اَلْقُرْبَانُ لاَ شَرِيكَ» [۲۶۳]

۲۔ تعلیم اور تربیت

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کو تعلیم و تربیت دینا، شریعت کے تمام احکام و فرائض کا سکھانا اور تمام حرام کاموں سے آگاہ کرنا والدین پر فرض ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اس طرح اولاد کی تربیت کریں کہ بچے دنیا میں عظیم شخصیت بن کر کامیاب زندگی گزاریں اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بھی محفوظ رہ سکیں، جیسا کہ پروردگار عالم نے اولاد کیلئے تعلیم و تربیت واجب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے صاحبانِ ایمان اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچالو۔

{يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ ناراً} (التحریم/ ٦)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ ہم کیسے اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے محفوظ کریں؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمام نیکیوں اور فرائض پر خود بھی عمل کرو اور اپنے اہل و عیال کو بھی فرائض و نیکیوں کی یاد دہانی کراؤ۔

---

۲۶۳ بحار الانوار ج ۱۰۱، ص ۱۱۶

اگر اس طرح اپنی ذمہ داری نبھاؤ گے تو خود کو بھی اور اپنے اہل و عیال کو بھی جہنم کی آگ سے محفوظ کر لو گے۔

« وَ عَنْهُ ص أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ ناراً} قَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نَقِي أَنْفُسَنَا وَ أَهْلِينَا قَالَ اعْمَلُوا الْخَيْرَ وَ ذَكِّرُوا بِهِ أَهْلِيكُمْ فَأَدِّبُوهُمْ عَلَى طَاعَةِ اللهِ » [۳۶۴]

اس آیت کے ذیل میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اپنے نبی پر بھی اہل و عیال کو نماز کی تعلیم دینا اور اس کا پابند رہنا ضروری قرار دیا ہے اور حضرت اسماعیلؑ کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے پروردگار عالم نے فرمایا: اسماعیل کو یاد کرو کہ وہ بہت وعدوں کے سچے اللہ کے رسول اور نبی تھے اور اپنے اہل و عیال کو نماز اور زکات کا حکم دیتے تھے اور اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل تھے۔

ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَ لَا تَرَى أَنَّ اللهَ يَقُولُ لِنَبِيِّهِ {وَ أْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْها} (طه/ ۱۳۲) وَ قَالَ {وَ اذْكُرْ فِي الْكِتابِ إِسْماعِيلَ إِنَّهُ كانَ صادِقَ الْوَعْدِ وَ كانَ رَسُولاً نَبِيًّا * وَ كانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلاةِ وَ الزَّكاةِ وَ كانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا} (مریم/ ۵۴-۵۵) [۳۶۵]

ان آیات میں اہل و عیال کی تربیت کرنا، ان کو فرائض و واجبات اور شریعت کے احکام سے آگاہ کرنا انبیاء کی سیرت قرار دیا گیا ہے، لہذا حکم الہی پر عمل کرتے ہوئے اور سرور کائناتؐ اور دیگر انبیاءؑ کی سیرت کو اپناتے ہوئے اولاد کی تربیت کرنا اور ان کو بہترین تعلیم دینا والدین پر ضروری ہے۔

۳۶۴۔ ایضا

۳۶۵۔ دعائم الاسلام ج ۱، ص ۱۹۳؛ تفسیر برہان ج ۳، ص ۷۱۳

مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: والدین پر اولاد کے تین اہم حقوق ہیں:

۱) بہترین نام رکھنا۔ ۲) بہترین آداب سکھانا۔ ۳) قرآن کی تعلیم دینا۔

«قال علی ع حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ وَ يُحَسِّنَ أَدَبَهُ وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ» [۳۶۶]

اور اسی طرح حضور ﷺ کے فرمان میں بھی آیا ہے کہ: بچوں کے تین حقوق ہیں:

۱) بہترین نام کا انتخاب کرنا۔ ۲) پڑھنا لکھنا سکھانا۔ ۳) بالغ ہونے کے بعد شادی کرانا۔

«قَالَ ص مِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ ثَلَاثَةٌ يُحَسِّنُ اسْمَهُ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَةَ وَ يُزَوِّجُهُ إِذَا بَلَغَ» [۳۶۷]

۳۔ بہترین آداب اور احترام سکھانا

اولاد کی حقوق میں سے ایک اور اہم ترین حق ان کو بہترین آداب واحترام سکھانا ہے، متعدد روایات میں اولاد کو بہترین آداب سکھانے کی تاکید وسفارش کی گئے ہے، جیسا کہ سرور کائنات ﷺ کا فرمان ہے: اولاد کو عزت وبزرگی دو اور ان کو بہترین آدابِ زندگی سکھاؤ، اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

«قال رسول الله ص :أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَ أَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ يُغْفَرْ لَكُمْ» [۳۶۸]

۳۶۶۔ ابن ابی الحدید، عبد الحمید بن ہبۃ اللہ، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج ۱۹، ص ۳۶۵، قم، چاپ: اول، ۱۴۰۴ق۔

۳۶۷۔ فتال نیشاپوری، محمد بن احمد، روضۃ الواعظین و بصیرۃ المتعظین، ج ۲، ص ۳۶۹، (ط - القدیمۃ)، ایران، قم، چاپ: اول، ۱۳۷۵ش۔

۳۶۸۔ مکارم الاخلاق، ص ۲۲۲

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: والدین کی طرف سے اولاد کیلئے بہترین آداب وتربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین تحفہ اور ہدیہ نہیں ہے۔

«قَالَ رسول الله ص: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً نُحْلاً أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ» [۳۶۹]

حضرت امام باقرؑ نے بہترین آداب وتربیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم مسلمانوں میں سے چھوٹوں کو اولاد سمجھو، ہم عمر افراد کو اپنا بھائی سمجھو اور بزرگوں کو اپنا والد سمجھو، پھر اپنے بیٹے پر رحم کرو، بھائی کے ساتھ اچھا رابطہ رکھو اور والد کے ساتھ نیکی واحسان کرو اور اب جبکہ تم نے نیکی کو انجام دیا ہے تو اس کو باقی وجاری رکھو۔

«قَالَ الباقرؑ: اوصيكَ انْ تَتَّخِذَ صَغيرَ الْمُسْلِمينَ وَلَداً وَاوْسَطَهُمْ اخاً وَكَبيرَهُمْ اباً فَارْحَمْ وَلَدَكَ وَصِلْ اخاكَ وَبِرَّ اباكَ ، وَ إِذَا صَنَعْتَ مَعْرُوفاً فَرَبِّهِ» [۳۷۰]

تین اہم ترین آداب کا سکھانا

سرور کائنات کا فرمان ہے کہ اپنے بچوں کو تین چیزیں ضرور سکھاؤ یہ اہم ترین آداب میں سے ہیں:

۱۔ میری معرفت اور محبت۔ ۲۔ میرے اہل بیتؑ کی معرفت اور محبت۔

۳۔ قرآن پاک کی تعلیم۔

«رسولُ اللهَ صلی الله علیه و آله: أَدِّبوا أولادَكُم على ثَلاثِ خِصالٍ: حُبِّ نَبيِّكُم، وحُبِّ أهلِ بَيتِهِ، وقِراءةِ و تلاوة القرآنِ» [۳۷۱]

۳۶۹۔ سرح الفصاحۃ، ص ۶۸۹

۳۷۰۔ موسوعۃ العلوم، ج ۱۹، ص ۲۶۷؛ الامام الصادق والمذاہب الاربع، ج ۱، ص ۱۳۲

۳۷۱۔ میزان الحکمۃ، ج ۱۳، ص ۵۰۶

اولاد کے لئے بہترین میراث

والدین کی جانب سے اولاد کے لئے بہترین میراث اچھے آداب اور اچھے اخلاق کی تعلیم دینا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کے فرمان میں آیا ہے: والدین کی جانب سے اولاد کے لئے بہترین میراث پسندیدہ اخلاق اور آداب ہیں نہ کہ مال ودولت، اس لئے کہ جو چیز باقی اور جاویدانی ہے وہ اخلاق و آداب ہیں اور مال ودولت توفانی اور ختم ہونے والی چیز ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ خَيْرَ مَا وَرَّثَ الْآبَاءُ لِأَبْنَائِهِمُ الْأَدَبُ، لَا الْمَالُ؛ فَإِنَّ الْمَالَ يَذْهَبُ، وَ الْأَدَبَ يَبْقَى» [۴۷۲]

۴۔ بچوں کے ساتھ پیار ومحبت کرنا

بچوں کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان سے پیار و محبت اور نوازش کرنا ہے، پیار و محبت ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے لیکن سب سے زیادہ پیار و محبت کی ضرورت بچوں کو ہے، جو بچے ماں باپ کے پیار و محبت کی فضاؤں میں پرورش پاتے ہیں وہ انتہائی مہربان، ہمدرد اور دلسوز انسان بن کے معاشرے میں پیش ہوتے ہیں، اسی وجہ سے سرور کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: بچوں سے بہت زیادہ پیار ومحبت سے پیش آؤ، اس لئے کے اللہ تعالیٰ ہر پیار پر جنت میں ایک درجہ عطاء کرتا ہے۔

«قَالَ رسول الله ص: أَكْثِرُوا مِنْ قُبْلَةِ أَوْلَادِكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ مَسِيرَةَ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ» [۴۷۳]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: بچوں سے بہت زیادہ پیار و محبت کرو اور ان پر رحم کیا

۴۷۲۔ کافی، ج ۱۵، ص ۳۶۱۔

۴۷۳۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج ۲۱، ص ۴۸۵۔ قم، چاپ: اول، ۱۴۰۹ ق۔

کرو، جب ان سے کسی چیز کا وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو، اس لئے کہ بچے تمہیں اپنا رازق سمجھتے ہیں اور تم سے بہت زیادہ امید رکھتے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: أَحِبُّوا الصِّبْيَانَ وَ ارْحَمُوهُمْ وَ إِذَا وَعَدْتُمُوهُمْ شَيْئاً فَفُوا لَهُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَدْرُونَ إِلَّا أَنَّكُمْ تَرْزُقُونَهُمْ» [۷۷۱]

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں وہ واحد ہستی ہیں جو سب سے زیادہ بچوں کے ساتھ پیار و محبت اور نوازش کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ وامام حسینؑ کو چوم رہے تھے، پیار کر رہے تھے، ایک شخص اقرا ابن حارث (حابس) نے دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ کتنا پیار و محبت اور نوازش کر رہے ہیں، تو اس کے منہ سے ایک جملہ نکلا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی سے پیار نہیں کیا، کسی کو نہیں چوما، تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بچوں سے پیار نہ کرے اور ان پر رحم نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

«كَانَ رَسُولُ اللهِ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَقَالَ عُيَيْنَةُ وَفِي رِوَايَةٍ غَيْرِهِ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فقال ص: الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ إِنَّ لِي عَشَرَةً مَا قَبَّلْتُ وَاحِداً مِنْهُمْ قَطُّ فَقَالَ ص مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ» [۷۷۲]

۵۔ حوصلہ افزائی کرنا اور شوق و رغبت دلانا

بچوں کے بنیادی اور اہم ترین حقوق میں سے ایک حق ان کو ہمت دینا، حوصلہ افزائی کرنا اور تشویق و

۷۷۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط-الاسلامیہ)، ج۶، ص۴۹۔ قم، چاپ چہارم، ۱۴۰۷ق۔

۷۷۲۔ ابن شہر آشوب مازندرانی، محمد بن علی، مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج۳، ص۳۸۴۔ قم، چاپ: اول، ۱۳۷۹ق۔

ترغیب دلانا ہے، اگر بچوں کی معمولی سی کامیابی پر حوصلہ افزائی و تشویق کی جائے تو آگے بڑھ کر عظیم کامیابیوں کو پالیتے ہیں۔ تشویق بچوں کی صلاحیت اور استعداد کو کمال تک پہنچانے کیلئے اور بچوں کے اندر موجود عظیم پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور میدانِ عمل میں ان کو فعال کرنے کیلئے نہایت موثر ہے، اسی وجہ سے شریعت ہر اچھے کام کرنے والوں کیلئے تشویق و ترغیب کرنے کا اور بُرے کاموں کو انجام دینے والوں کی حوصلہ شکنی، توبیخ اور سرزنش کرنے کا حکم ہے۔

جیسا کہ سُرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ مؤمنین کو جنگ کیلئے تشویق کریں اور ان کو ہمت دلائیں تا کہ جنگ کے میدان میں وہ شجاعت و بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: اے نبیؐ آپ مؤمنین کو جنگ کیلئے تشویق و ترغیب کریں، اگر مؤمنین صبر و استقامت اختیار کریں تو وہ بیس بھی ہوں تو وہ دشمن کے دو سو افراد پر غالب آجائیں گے اور اگر ایک سو ہوں تو دشمن کے ایک ہزار پر غالب آجائیں گے۔

اس آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشویق کا نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مؤمنین میں اس قدر ہمت و شجاعت کا جذبہ موجزن ہو گا کہ مؤمنین میں سے ایک سو افراد کفار اور دشمن کے ایک ہزار افراد پر غالب و کامیاب ہو جائے گا۔

﴿يا أَيها النَّبِي حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يكُنْ مِنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يغْلِبُوا مِائَتَينِ وَإِنْ يكُنْ مِنكُمْ مِائَةٌ يغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يفْقَهُونَ﴾ (الأنفال/ ٦٥)

ایک اور روایت میں مولائے کائنات تشویق کی اہمیت و تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت پر ثواب رکھ دیا ہے اور نافرمانی پر عقاب و عذاب رکھ دیا ہے تا کہ انسان معصیت و نافرمانی سے باز رہیں اور جنت کی طرف تشویق و ترغیب ہو جائے۔

«إِنَّ اللهَ سُبحانَهُ وَضَعَ الثَّوابَ عَلى طَاعَتِهِ، وَالعِقابَ عَلى مَعصِيَتِهِ زِيادَةً لِعِبادِهِ عن نقمته وحِياشَةً لَهُم إلى جَنَّتِهِ»[۳۷۶]

نہج البلاغہ میں مولائے کائناتؑ نے جنابِ مالک اشتر کو اچھے کام کرنے والے اور بہترین کارنامے انجام دینے والے لوگوں کی تشویق کرنے کا حکم اور اس تشویق کرنے کی تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ان کو نیکی واچھائی کے ساتھ یاد کرو اور مسلسل ان کی تشویق کرتے رہو اور ان کے نیک کاموں اور کارناموں کا بار بار ذکر کرتے رہو، کیونکہ ان کے نیک کاموں اور کارناموں کو یاد کرنا اور ان کو تشویق دلانا ان میں ہمت وبہادری کو ایجاد کرنا اور ہر قسم کی سستی وکاہلی سے نجات دینا ہے۔

ہر انسان تشویق، ترغیب اور حوصلہ افزائی کا محتاج ہے اور انسان کی زندگی میں تشویق وترغیب کا بہت بڑا نقش وکردار ہے، سب سے زیادہ تشویق وترغیب کرنے کی ضرورت بچوں کیلئے ہے، کیونکہ یہ تشویق و ترغیب ان کی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں اور ان کو بلند ترین مقامات تک پہنچانے میں بہت زیادہ موثر ہے۔

«وَ وَاصِلْ فِي حُسْنِ الثَّناءِ عَلَيهِم، وَتَعدِيدِ ما أَبلَى ذَوُو البَلاءِ مِنهُم؛ فَإِنَّ كَثرَةَ الذِّكرِ لِحُسنِ أَفعالِهِم تَهُزُّ الشُّجاعَ، وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ إن شاءَ اللهُ»[۳۷۷]

۶۔ ہمت دلانا اور سستی وکاہلی سے نجات دلانا

تشویق وترغیب دینے کے ساتھ ساتھ بچوں کو سستی، کاہلی اور بے رغبتی سے نجات دلانا بھی ضروری ہے، اس لئے کے جو بچے ست وکاہل اور بے ہمت ہوتے ہیں وہ تمام کامیابیوں سے محروم ہو جاتے ہیں

---

[۳۷۶] نہج البلاغہ، حکمت ۳۶۸

[۳۷۷] ایضاً، نامہ ۵۳

اور سستی وکاہلی انسان کی دنیاو آخرت دونوں کو بگاڑ دیتی ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کے فرمان میں آیا ہے: سستی وکاہلی انسان کے دین کو بھی برباد کر دیتی ہے اور دنیا کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

«اَلْکَسَلُ یَضُرُّ بِالدِّینِ وَ الدُّنْیَا»[۲۷۸]

انسان کی قدر وقیمت اس کی ہمت کے مطابق ہے، جس انسان کی ہمت، حوصلہ اور فکر بلند ہے وہ انسان عظیم انسان ہے اور جس کی ہمت و ارادہ پست ہے تو جان لو یہ پست انسان کی علامت ہے، جیسا کہ امیر کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں: پست وحقیر انسانوں کے پاس کوئی ہمت نہیں ہوتی۔

«وَ لَا هِمَّةَ لِمَهِینٍ»[۲۷۹]

جیسا کہ ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ کا مشہور و معروف کلام ہے کہ: مردوں کی بلند ہمتیں پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکتی ہیں۔

«هِمَمُ الرِّجَالِ تَقْلَعُ الْجِبَالِ»[۲۸۰]

بلند اور عظیم ہمت والے انسانوں نے بڑے بڑے پہاڑوں کو اپنے مقام سے ہٹایا ہے، یعنی انسان کی جو ہمت ہے وہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتی ہے، اگرچہ پہاڑ ظاہری طور پر طاقتور اور بلند ہے لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ عظیم انسان اور قوی ارادے پہاڑوں سے بھی زیادہ محکم و مضبوط ہیں جس کی وجہ سے عظیم مشکلات و پریشانیاں، سخت حوادث و موانع اور رکاوٹوں کو ہٹا کر عظیم کامیابیوں اور کمالات پانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ تاریخ میں بشر نے جتنی بھی ترقیوں، کامیابیوں اور عظیم بلندیوں کو پایا ہے وہ سب قوی ارادے اور بلند ہمت کا نتیجہ ہے۔

۲۷۸۔ ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، ص ۳۰۰۔ قم، چاپ دوم، ۱۴۰۴ / ۱۳۶۳ ق۔

۲۷۹۔ بحار الانوار (ط۔ بیروت)، ج ۷۵، ص ۱۰۔

۲۸۰۔ تنوخی، محسن بن علی، الفرج بعد الشدۃ، ج ۲، ص ۸۱، ۵ جلد، دار صادر۔ بیروت (لبنان)، چاپ: ۱۳۹۸ ق۔

جیسا کہ مولائے کائنات نے فرمایا: انسان کی قدر وقیمت اس کی ہمت پر موقوف ہے اور انسان کی صداقت کی قدر وقیمت اس کی مروّت وانسانیت پر موقوف ہے اور انسان کی شجاعت وبہادری اس کی دنیا کو بے حیثیت جاننے پر موقوف ہے اور عفت اس کی غیرت پر موقوف ہے۔

قَالَ امیرالمومنینؑ قَدْرُ الرَّجُلِ عَلَى قَدْرِ هِمَّتِهِ وَ صِدْقُهُ عَلَى قَدْرِ مُرُوءَتِهِ وَ شَجَاعَتُهُ عَلَى قَدْرِ أَنَفَتِهِ وَ عِفَّتُهُ عَلَى قَدْرِ غَيْرَتِهِ[۳۸۱]

حضرت امام باقرؑ نے ہمت کی بلندی کو تمام انسانوں کے لئے سب سے عظیم فضیلت وشرافت قرار دیتے ہوئے فرمایا: ہمت کی بلندیوں سے بڑھ کر انسان کیلئے کوئی شرافت وفضیلت نہیں اور اپنی امیدوں کو کم کرنے سے بڑھ کر کوئی زہد نہیں اور بلند ترین درجات وکمالات پانے کی خواہش سے بڑھ کر کوئی اچھی خواہش وحرص نہیں اور فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کوئی بہترین اطاعت نہیں ہے۔

اس فرمان میں حضرتِ امام باقرؑ نے انسان کیلئے عظیم ہمت وبلند ارادوں کو بہترین فضیلت وشرافت قرار دیا ہے۔

«قَالَ الامَامُ الباقر: لاَ شَرَفَ كَبُعْدِ الْهِمَّةِ وَ لاَ زُهْدَ كَقَصْرِ الْأَمَلِ وَ لاَ حِرْصَ كَالْمُنَافَسَةِ فِي الدَّرَجَاتِ ... وَ لاَ طَاعَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ» [۳۸۲]

ایک اور فرمان میں حضرت امام باقرؑ نے تمام انسانوں کی پستی وحقارت کے بنیادی سبب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمام برائیوں اور پستیوں کی چابی بے ہمتی اور بے رغبتی ہے۔

«الْكَسَلَ وَ الضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ» [۳۸۳]

---

۳۸۱ نہج البلاغۃ (صبحی صالح)، ص ۴۷۷۔

۳۸۲ تحف العقول، ج ۱، ص ۲۸۲؛ منتخب میزان الحکمۃ، ص ۶۵۰

۳۸۳ بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۷۵۔

ہمت، حوصلہ اور بلند ارادوں کا نہ ہونا دنیاو آخرت دونوں میں ناکامی کا سبب ہے، جیسا کہ حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: میرے پدرِ بزرگوار امام صادقؑ نے اپنے اولاد کو جمع کر کے ان کو ہر قسم کی سُستی، کاہلی اور بے ہمتی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! کبھی زندگی میں کاہل، سُست اور بے رغبت نہ ہونا، اس لئے کہ کاہلی و سُستی تمہیں دنیاو آخرت دونوں سے محروم کردے گی۔

اس روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے اپنی اولاد کو ہر قسم کی سُستی و کاہلی سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہوئے ہمت و حوصلہ بلند رکھنے کی سفارش فرمائی ہے، لہٰذا ہمیں بھی اپنی اولاد کو ہر قسم کی سُستی و کاہلی سے بچانا چاہیۓ اور ان کی ہمت و حوصلوں کو بلند کرنا چاہیۓ۔

«عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَبِي عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لِبَعْضِ وُلْدِهِ: إِيَّاكَ وَ اَلْكَسَلَ وَ اَلضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا يَمْنَعَانِكَ مِنْ حَظِّكَ مِنَ اَلدُّنْيَا وَ اَلْآخِرَةِ »[۳۸۱]

مولائے کائناتؑ نے چھوٹوں کو بڑے انسانوں کی پیروی کرنے کی اور ان کے تجربات وکامیابیوں سے سبق حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تمہارے چھوٹوں کو بڑوں کی پیروی کرنی چاہیۓ، بزرگوں کو چھوٹوں کے ساتھ پیار و محبت اور مہربانی سے پیش آنا چاہیۓ اور زمانِ جاہلیت کے لوگوں کی طرح زندگی نہیں گزارنی چاہیۓ کیونکہ وہ ایسے لوگ تھے کہ نہ توانہیں دین کی کوئی معرفت تھی اور نہ وہ خدا کے بارے میں غور و فکر کرتے تھے۔

اس فرمان میں مولائے کائناتؑ نے تمام چھوٹے بچوں اور جوانوں کو بزرگ وکامیاب لوگوں کی زندگی سے درس لینے کی تاکید کی ہے اور بزرگوں کو چھوٹوں کی رہنمائی اور ان کو ہمت و حوصلہ دینے کی سفارش فرمائی ہے۔

۳۸۱کافی، ج۵، ص۸۵

«قال امیر المؤمنین علیہ السلام: لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ وَ لْيَرْأَفْ كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ وَ لَا تَكُونُوا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ وَ لَا عَنِ اللهِ يَعْقِلُونَ» [۳۸۵]

تین چیزوں نے انسان کو بہت نقصان پہنچایا

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جس انسان کی زندگی میں تین چیزیں ہوں وہ کمال وترقی حاصل نہیں کرسکتے؛

۱) بے ہمتی اور ارادوں کا ضعیف ہونا۔ ۲) تدبیر کی کمی اور وسائل کا نایاب ہونا۔

۳) فکری کمزوری اور کوتاہ نظری۔

«ثَلَاثٌ يَحْجُزْنَ الْمَرْءَ عَنْ طَلَبِ الْمَعَالِي قَصْرُ الْهِمَّةِ وَ قِلَّةُ الْحِيلَةِ وَ ضَعْفُ الرَّأْيِ» [۳۸۶]

۷۔ بچوں کی مدد کرنا

بچوں کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کی زندگی کے تمام امور میں ان کی مدد و تعاون کرنا ہے، وہی بچے کامیاب ہوتے ہیں جن کے والدین اور اساتذہ تمام میدانوں میں ان کی مدد اور راہنمائی کرتے ہوئے کامیابی کی اعلیٰ ترین منازل تک پہنچاتے ہیں، لہٰذا ایسے ہی والدین کے لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی خاص رحمت وعنایت ہو ان والدین پر جو اپنی اولاد کے ساتھ تمام نیک کاموں میں تعاون کرتے ہوئے انہیں نیکی کی راہ پر گامزن رکھتے ہیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص رَحِمَ اللهُ وَالِدَيْنِ أَعَانَا وَلَدَهُمَا عَلَى بِرِّهِمَا»

---

۳۸۵ نہج البلاغۃ (للصبحي صالح)، ص ۲۳۰

۳۸۶ تحف العقول، ص ۳۱۸

۳۸۷

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی رحمت و عنایت ہو ان والدین پر جو اپنی اولاد کے ساتھ تعاون و مدد کرتے ہیں، آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کس طرح بچوں کے ساتھ مدد کی جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بچے نے جس کام کو انجام دیا ہے اس کو قبول کر لو اور جو کام اس سے نہ ہو سکے اس کو معاف کر دو، اس پر ظلم و زیادتی نہ کرو، ایسے کام کے کرنے پر مجبور نہ کرو جو اس کی طاقت و توانائی سے بالاتر ہو اور بچوں کے ساتھ بد اخلاقی و سختی سے پیش نہ آو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص رَحِمَ اللهُ مَنْ أَعَانَ وَلَدَهُ عَلَى بِرِّهِ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يُعِينُهُ عَلَى بِرِّهِ قَالَ يَقْبَلُ مَيْسُورَهُ وَ يَتَجَاوَزُ عَنْ مَعْسُورِهِ وَ لَا يُرْهِقُهُ وَ لَا يَخْرَقُ بِهِ» [۳۸۸]

۸۔ بچپن میں تربیت کرنا

تربیت کا زمانہ بچے کی کم سنی اور بچپنے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں ہر قسم کی تربیت کرنا ممکن ہے اور بچپن میں جو تربیت ہوتی ہے وہ پائیدار اور نہایت مستحکم ہوتی ہے، اس طرح پائیدار اور جاویدانی ہے کہ پتھر پر لکیر کی طرح ہمیشہ اس تربیت کا اثر باقی رہتا ہے۔

جیسا کے مولائے کائنات کا فرمان ہے: بچپن میں علم کا اثر پتھر پر لکیر کی طرح ہمیشہ باقی رہتا ہے اور بوڑھاپے میں علم کا اثر پانی پر لکیر کی طرح ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع: الْعِلْمُ مِنَ الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ، و الْعِلْمُ فِي الْكِبَرِ

۳۸۷۔ الکافی، ج۶، ص۴۸

۳۸۸۔ الکافی، ج۶، ص۵۰

كالنّقش على الماء» ۲۸۹

ایک اور روایت میں مولانے فرمایا: بچوں کا سینہ خالی زمین کی طرح ہے جو ہر قسم کی فصل کیلئے آمادہ اور تیار ہے، جس قسم کا بیج بھی اس زمین میں ڈال دو قبول کرنے کیلئے تیار ہے، پھر آپ نے امام حسنؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے تمہیں ادب سکھانے اور تربیت کرنے کیلئے جلدی اور پہل کی ہے قبل اس کے کہ آپ کا دل سخت ہو جائے۔

«إِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْأَرْضِ الْخَالِيَةِ مَا أُلْقِيَ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ فَبَادَرْتُكَ بِالْأَدَبِ قَبْلَ أَنْ يَقْسُوَ قَلْبُكَ» ۲۹۰

حضرت امام حسنؑ نے اپنے اور امام حسینؑ کے فرزندان کو جمع کر کے فرمایا: تم آج چھوٹے بچے ہو لیکن کل کے بزرگ اور بڑے لوگوں میں شامل ہو، پس اپنے بچپنے میں علم و کمال کو حاصل کرو اور جو کچھ حاصل کرتے ہو اس کو تحریر کر کے محفوظ کر لیا کرو تاکہ بعد میں آنے والوں کے کام آسکے۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ع أَنَّهُ دَعَا بَنِيهِ وَ بَنِي أَخِيهِ فَقَالَ إِنَّكُمْ صِغَارُ قَوْمٍ وَ يُوشِكُ أَنْ تَكُونُوا كِبَارَ قَوْمٍ آخَرِينَ فَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ فَمَنْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ أَنْ يَحْفَظَهُ فَلْيَكْتُبْهُ وَ لْيَضَعْهُ فِي بَيْتِهِ» ۲۹۱

حضور ﷺ نے بچپنے میں بچوں کو تربیت کرنے اور فرائض و واجبات اور خاص طور پر نماز سکھانے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی تاکید کرو اور نماز کا پابند بناؤ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان پر فرائض کی ادائگی پر سختی کیا کرو۔

۲۸۹۔ مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول، ج ۲۳، ص ۳۰۶

۲۹۰۔ تحف العقول، النص، ص ۷۰

۲۹۱۔ بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۵۲

«عَنِ النَّبِيِّ ص: أَنَّهُ قَالَ: مُرُوهُمْ بِالصَّلَاةِ وَ هُمْ أَبْنَاءُ سَبْعٍ وَ اضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ» [۳۹۲]

۹۔ بہترین ماحول فراہم کرنا

بچوں کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کو بہترین ماحول اور زمینہ فراہم کرنا ہے، ایک ایسا ماحول اور معاشرہ جس میں بچہ بہترین طریقے سے تربیت پاسکے، اس کے عقائد وافکار اور کردار ہر برائی، انحراف اور گمراہیوں سے محفوظ رہے۔ بچوں کے بگڑنے کا ایک اہم ترین عامل و سبب غلط معاشرہ، برے ماحول اور بُری سوسائٹی اور بُرے دوستوں میں پرورش پانا ہے، اسی وجہ سے جب کسی نے حضور ﷺ سے بچوں کے حقوق کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا بچوں کے تین اہم ترین حق ہیں:

۱) بہترین نام رکھنا۔ ۲) بہترین تربیت و آداب کا سکھانا۔

۳) تربیت کے لئے بہترین ماحول فراہم کرنا۔

«عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى ع قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا حَقُّ ابْنِي هَذَا قَالَ تُحْسِنُ اسْمَهُ وَ أَدَبَهُ وَ ضَعْهُ مَوْضِعاً حَسَناً» [۳۹۳]

۱۰۔ شادی کرانا

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق بلوغت کے بعد ان کو رشتہ ازدواج سے منسلک کرنا اور ان کے لئے شریکِ حیات کا انتخاب کرنا ہے، شادی کرانا درحقیقت بچوں کے ایک اہم ترین فرض کی

---

۳۹۲ بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۱۳۳

۳۹۳ الکافی، ج ۶، ص ۴۸

ادائیگی اور ان کو گناہوں اور جنسی انحرافات سے محفوظ کرنا ہے، شادی کرنے سے اولاد کا دین وایمان اور افکار، انحرافات سے محفوظ ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے روایات میں آیا ہے کہ جو شخص شادی کرلیتا ہے اس کا نصف دین محفوظ ہو جاتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جس نے شادی کرلی اس نے اپنے نصف دین کو محفوظ کرلیا اور دوسرے نصف کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ذریعے سے محفوظ کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أَحْرَزَ نِصْفَ دِينِهِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي» [۳۹۴]

سرور کائنات ﷺ نے شادی کو اولاد کے اہم ترین حقوق میں سے قرار دیتے ہوئے فرمایا: بچوں کے تین حقوق ہیں:

۱) بہترین نام انتخاب کرنا۔ ۲) پڑھنا لکھنا سکھانا۔ ۳) بالغ ہو جائیں تو شادی کرانا۔

«وَ قَالَ ص مِنْ حَقِ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ ثَلَاثَةٌ يُحَسِّنُ اسْمَهُ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَةَ وَ يُزَوِّجُهُ إِذَا بَلَغَ» [۳۹۵]

بچوں کی شادی کرنا در حقیقت والدین کی ایک اہم ترین ذمہ داری کی ادائیگی ہے اور بچوں کو ہر قسم کی فکری اور جنسی انحراف سے بچانا ہے، خصوصاً عصر حاضر میں کہ جس زمانے میں بچوں اور نوجوانوں کو ہر قسم کی فکری و جنسی انحرافات میں لے جانے کیلئے دشمن انسانیت نے ہر قسم کے آلات وابزار اور پیش

۳۹۴۔ امالی (للطوسی)، المجلس ۱۸، ص ۵۱۸۔

۳۹۵۔ روضۃ الواعظین و بصیرۃ المتعظین، ج ۲، ص ۳۶۹

رفتہ ترین وسائل نوجوانوں کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں کہ جن سے نوجوان جوک در جوک پھنستے چلے جا رہے ہیں، ان تمام سازشوں سے محفوظ رکھنے اور دین و ایمان کو بچانے کیلئے نوجوانوں کی جلد از جلد شادی کرانا والدین کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اور جو شخص اس اہم ترین فریضے کے ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو اس کے لئے سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: وہ مجھ سے نہیں ہے، اس لئے کہ شادی کرنا میری شریعت و سنت کا حصہ ہے اور جو شادی نہ کرے وہ میری شریعت و سنت سے دور ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلنِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي» [۳۹۶]

۱۱۔ قرآنِ مجید کی تعلیم دینا

بچوں کے اہم ترین حقوق میں سے ایک حق قرآن پاک کی آیات سے آشنا کرنا اور ان کو قرآن پاک کی تعلیم دینا ہے۔ متعدد روایات میں والدین کو تاکید و سفارش کی گئی کہ وہ اپنی اولاد کو قرآن پاک کی تعلیم دیں، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں ارشاد فرمایا: والد پر اولاد کے تین درج ذیل حقوق ہیں:

۱) نیک اور اچھا نام انتخاب کرنا۔ ۲) نیک ادب سکھانا۔ ۳) قرآنِ مجید کی تعلیم دینا۔

«وَ قَالَ ع: وَ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ وَ يُحَسِّنَ أَدَبَهُ وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ» [۳۹۷]

اس روایت کی روشنی میں اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق قرآنِ پاک کی تعلیم دینا قرار دیا

---

[۳۹۶] جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۰۱

[۳۹۷] شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۱۹، ص ۳۶۵

گیا ہے، قرآنِ پاک کی تعلیم سے مراد قرآن کو ظاہری طور پر تجوید کے قواعد کے مطابق درست انداز سے سکھانا اگرچہ اچھی بات ہے لیکن یہ قرآن کی تعلیم نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کے الفاظ کو پڑھنا ہے، جبکہ حقیقت کی قرآن کی تعلیم سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کا علم دیا جائے، یعنی قرآنِ پاک کی جو تعلیمات ہیں وہ بچے کو سکھانا ہے، یعنی جن چیزوں کو قرآن نے واجب قرار دیا ہے ان واجبات سے آگاہ کرنا اور جن چیزوں کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے ان حرام چیزوں سے آگاہ کرنا اور قرآن نے جو عقائد وافکار تعلیم دیئے ہیں ان عقائد وافکار سے بچے کی فکر وعقیدے کو مضبوط و محکم کرنا ہے۔ یعنی بچپنے ہی سے بچے کی زندگی کو قرآنی زندگی بنانا یہ حقیقت میں قرآن کی تعلیم دینا ہے۔

بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کا عظیم اجر وثواب

جو لوگ اپنے بچوں کو حقیقی معنوں میں قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے ہیں اور بچوں کے معصوم سینوں کو قرآن کے نور سے منور کرتے ہیں، روایات میں ان والدین اور اساتذہ کیلئے عظیم مقام و مرتبہ اور عظیم اجر وثواب بیان کیا گیا ہے، اس سلسلے میں معصومینؑ کی بہت ساری روایات ہیں جن میں سے ایک عظیم الشان روایت سرورِ کائنات ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کا عظیم اجر وثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس نے بھی اپنے بچے کو قرآن کی تعلیم دی گویا کہ اُس نے دس ہزار حج، دس ہزار عمرے، حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے دس ہزار غلاموں کو آزاد کرنے، دس ہزار جنگوں میں جہاد کرنے، دس ہزار بھوکے مسلمان مسکینوں کو کھانا کھلانے اور دس ہزار برہنوں کو لباس پہنانے کی کی سعادت حاصل کی اور اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیوں کو لکھ دیتا ہے اور دس گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور (اس شخص کے مرنے کے بعد) قرآن اس کے پاس قبر میں آتا ہے اسے نجات دلاتا ہے اور قیامت تک اس کے ساتھ رہتا ہے اور قیامت کے دن اس کے میزانِ عمل کو وزنی بنا دیتا ہے اور اس شخص کو پلِ صراط سے

آسانی کے ساتھ بجلی کی سی رفتار میں گزار دیتا ہے اور اس وقت تک قرآن اس مومن کے ساتھ رہتا ہے جب تک کہ اسے اپنی تمنا کے مطابق جنت میں افضل ترین مقام تک نہ پہنچادے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: مَنْ عَلَّمَ وَلَدَهُ الْقُرْآنَ فَكَأَنَّمَا حَجَّ الْبَيْتَ عَشَرَةَ آلَافِ حِجَّةٍ وَ اعْتَمَرَ عَشَرَةَ آلَافِ عُمْرَةٍ وَ أَعْتَقَ عَشَرَةَ آلَافِ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ ع وَ غَزَا عَشَرَةَ آلَافِ غَزْوَةٍ وَ أَطْعَمَ عَشَرَةَ آلَافِ مِسْكِينٍ مُسْلِمٍ جَائِعٍ وَ كَأَنَّمَا كَسَى عَشَرَةَ آلَافِ عَارٍ مُسْلِمٍ وَ يُكْتَبُ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَ يُمْحَى عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَ يَكُونُ مَعَهُ فِي قَبْرِهِ حَتَّى يُبْعَثَ وَ يَثْقُلُ مِيزَانُهُ وَ يُجَاوَزُ بِهِ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَ لَمْ يُفَارِقْهُ الْقُرْآنُ حَتَّى يَنْزِلَ بِهِ مِنَ الْكَرَامَةِ أَفْضَلَ مَا يَتَمَنَّى» [۲۹۸]

اس روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے بچوں کو صحیح معنوں قرآن کی تعلیم دینے والوں کاوہ مقام و منزلت اوروہ عظیم اجر وثواب بیان کیاہے جو انسان کے تصور وسوچ سے بالا تر ہے۔

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے بچوں کو چومنے، ان کو خوش کرنے اور قرآن کی تعلیم دینے والوں کے مقام ومرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس نے اپنے فرزند کو پیار ومحبت سے بوسہ دیا اللہ تعالیٰ ہر بوسے کے بدلے میں اس کیلئے ایک نیکی درج کر دیتاہے اور جس نے اپنے فرزند کو خوش کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے خوش کرے گا اور جس نے اپنے فرزند کو قرآن کی تعلیم دی تو قیامت کے روز اُس بچے کو اپنے والدین کے ہمراہ بلایا جائے گا اور ان کو ایک ایسا جنتی لباس پہنایا جائے گا جس کے نور سے تمام اہل جنت کے چہرے روشن ہو جائیں گے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ قَبَّلَ وَلَدَهُ كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ حَسَنَةً

---

۲۹۸ جامع الاخبار، ص ۴۹

وَ مَنْ فَرَّحَهُ فَرَّحَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ عَلَّمَهُ الْقُرْآنَ دُعِيَ بِالْأَبَوَيْنِ فَيُكْسَيَانِ حُلَّتَيْنِ يُضِيءُ مِنْ نُورِهِمَا وُجُوهُ أَهْلِ الْجَنَّةِ»[۳۹۹]

اس روایت میں اگرچہ والدین کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن حقیقت میں ہر وہ شخص مراد ہے جس نے کسی بھی بچے کو قرآن کی تعلیم دی ہو چاہے وہ بچے کے والدین ہوں یا استاد، سب کیلئے یہ اجر وثواب ہے، جیسا کہ اس روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جب معلم کسی بچے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی تعلیم دیتا ہے تو بچے کی زبان پر جیسے ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم جاری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس بچے کو ،اس کے والدین کو اور اس کے معلم کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے اور چاروں کیلئے جہنم سے برائت نامہ لکھ دیتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُعَلِّمُ لِلصَّبِيِّ قُلْ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، فَقَالَ الصَّبِيُّ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، كَتَبَ اللهُ بَرَاءَةً لِلصَّبِيِّ وَ بَرَاءَةً لِأَبَوَيْهِ وَ بَرَاءَةً لِلْمُعَلِّمِ مِنَ النَّارِ»[۴۰۰]

۱۲۔ واجبات اور فرائض کا سکھانا

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کو تمام واجبات و فرائض کا سکھانا اور شریعت کے تمام قوانین و احکام سے آگاہ کرنا ہے، یہ وہ حق اور ذمہ داری ہے کہ جس کی اہمیت و ضرورت کو قرآن و احادیث میں بہت زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مؤمنین کو اس اہم ترین حق اور ذمہ داری کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور جو لوگ اولاد کی تربیت کی اس اساسی و بنیادی ذمہ داری سے غافل

---

[۳۹۹] الکافی، ج۶، ص ۴۹

[۴۰۰] جامع الاخبار، ج۱، ص ۴۲

ہیں اُن لوگوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جیسا کہ سورہ مبارکہ تحریم میں اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ: تم اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

﴿یا أَیهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَکُمْ وَأَهْلِیکُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ...﴾ (التحریم/ ٦)

اس آیت کے ذیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص روتے ہوئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے نجات دینے پر عاجز ہوں تو کس طرح اپنے بچوں اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ خود تمام فرائض وواجبات کو انجام دو اور حرام چیزوں سے اجتناب کرو اور اسی طرح اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی واجبات وفرائض کا پابند کرو اور گناہوں اور حرام کاموں سے انہیں بچاؤ، اس طرح تم بھی جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے اور تمہارے بچے اور گھر والے بھی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآیَةُ: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَکُمْ وَ أَهْلِیکُمْ نَاراً﴾[301] جَلَسَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِینَ یَبْکِي وَ قَالَ أَنَا عَجَزْتُ عَنْ نَفْسِي کُلِّفْتُ أَهْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ حَسْبُكَ أَنْ تَأْمُرَهُمْ بِمَا تَأْمُرُ بِهِ نَفْسَكَ وَ تَنْهَاهُمْ عَمَّا تَنْهَی عَنْهُ نَفْسَكَ»[302]

---

[301] التحریم/ ٦

[302] الکافی، ج۵، ص ۶۲

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے اُن والدین سے دوری اور بیزاری کا اعلان کیا ہے جو اپنے بچوں کو واجبات و فرائض کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ اولاد اگر واجبات و فرائض کو سیکھنا بھی چاہیں تو انہیں منع کرتے ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جہنم ہے اولادِ آخر الزمان کے لئے ان کے والدین کی جانب سے، اصحاب نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کی مراد مشرک والدین ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ میری مراد وہ مؤمنین والدین ہیں جو اپنی اولاد کو واجبات و فرائض کی تعلیم نہیں دیتے اور اگر اولاد فرائض کو سیکھنا بھی چاہے تو انہیں منع کرتے ہیں اور بچوں کو دنیا کی ناپائیدار اور حقیر دولت کے حاصل کرنے پر راضی و خوشحال ہیں، میں ایسے والدین سے بری اور بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔

«رُوِيَ عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى بَعْضِ اَلْأَطْفَالِ فَقَالَ وَيْلٌ لِأَوْلاَدِ آخِرِ اَلزَّمَانِ مِنْ آبَائِهِمْ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ مِنْ آبَائِهِمُ اَلْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لاَ مِنْ آبَائِهِمُ اَلْمُؤْمِنِينَ لاَ يُعَلِّمُونَهُمْ شَيْئاً مِنَ اَلْفَرَائِضِ وَ إِذَا تَعَلَّمُوا أَوْلاَدُهُمْ مَنَعُوهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُمْ بِعَرَضٍ يَسِيرٍ مِنَ اَلدُّنْيَا فَأَنَا مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَ هُمْ مِنِّي بِرَاءٌ» [۴۰۳]

اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا، ان کو شخصیت دینا، دین کی تمام بنیادی باتوں اور فرائض کا سکھانا اور دین مقدسِ اسلام میں جن اخلاق و آداب کو سیکھنے کی تاکید کی گئی ہے ان تمام اخلاق و آداب کی تعلیم دینا ،اولاد کے اہم ترین حقوق و فرائض میں شامل ہے، یہ فقط فرض و حق ہی نہیں بلکہ اولاد اور والدین کی نجات و مغفرت بھی اسی چیز پر موقوف ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: تم اپنی اولاد کو عزت، کرامت اور بزرگی دو اور ان کو بہترین آداب سکھاؤ، اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں

---

[۴۰۳] جامع الاخبار، ج۱، ص ۱۰۶؛ مفاتیح الحیاۃ، ص ۲۳۵

کو بخش دے گا۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَكْرِمُوا أَوْلاَدَكُمْ وَ أَحْسِنُوا آدَابَهُمْ يُغْفَرْ لَكُمْ»[۴۰۴]

انسان دنیاو آخرت دونوں میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود شریعت کے تمام فرائض وواجبات کی تعلیم حاصل کر کے ان پر عمل نہ کرے اور پھر شریعت کے تمام فرائض وواجبات کی تعلیم سے اپنے بچوں اور گھر والوں کو آگاہ اور پھر اس پر عمل کرنے کا پابند نہ کرے۔

۱۳۔ اولاد کے درمیان عدل وانصاف کا خیال رکھنا

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کے درمیان عدالت وانصاف بر قرار رکھنا اور تمام اولاد کے حقوق پر مساوی توجہ دینا ہے، اولاد کے درمیان انصاف وعدالت کا خیال نہ رکھنا باعثِ عداوت وحسادت ہے، اسی وجہ سے روایات میں اولاد کے درمیان اعتدال کی رعایت کرنے کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولائے کائناتؑ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے فرزندوں میں سے ایک کے ساتھ پیار کیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا، حضور ﷺ نے جب اس منظر کو دیکھا تو آپ نے اس شخص کی توبیخ کرتے ہوئے فرمایا: تم نے اولاد کے درمیان عدل وانصاف کا خیال کیوں نہیں رکھا۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع أَنَّ رَسُولَ اللهِ أَبْصَرَ رَجُلاً لَهُ وَلَدَيْنِ قَبَّلَ أَحَدَهُمَا وَ تَرَكَ

---

[۴۰۴] بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۹۵

الْآخَرَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ص فَهَلَّا وَاسَيْتَ بَيْنَهُمَا۔[۴۰۵]

یعنی اگر ایک کو بوسہ دیا ہے تو دوسرے کو بھی بوسہ دینا چاہئے ورنہ ان کے درمیان حسد کی آگ شعلہ ور ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان نفرت وکینہ ایجاد ہو جائے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام حقوق چاہے مادی ہوں یا معنوی اولاد کی درمیان اعتدال کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پیار اور محبت میں بھی افراط اور تفریط سے کام لینا اور حد سے زیادہ محبت کرنا درست نہیں ہے اس لئے کے حد سے زیادہ محبت کرنا اولاد کے بگڑنے کا سبب بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ حضرت امام باقرؑ کا فرمان ہے: بدترین والدین وہ ہیں جن کا پیار اولاد کو بیگاڑنے کا سبب ہو۔

«قال امام باقر ع: شَرُّ الْآبَاءِ مَنْ دَعَاهُ الْبِرُّ إِلَى الْإِفْرَاطِ، وَشَرُّ الْأَبْنَاءِ مَنْ دَعَاهُ التَّقْصِيرُ إِلَى الْعُقُوقِ»[۴۰۶]

۱۴۔ زمانے کے حساب سے تربیت کرنا

اولاد کی تربیت میں زمانے کے تقاضوں کا خیال رکھنا اور زمانے کے حساب سے ان کو تعلیم وتربیت دینا ضروری ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: تم اپنی اولاد کو اپنے زمانے کے حساب سے نہیں بلکہ ان کے زمانے کے حساب سے تعلیم وتربیت دیا کرو اس لئے کے ان کے زمانے اور تمہارے زمانے کے تقاضوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔

«قال امیر المومنین ع: لا تَقْسِرُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى آدَابِكُم، فَإِنَّهُمْ مَخْلُوقُونَ لِزَمَانٍ غَيْرِ

۴۰۵۔ الجعفریات (الاشعثیات)؛ ص۱۸۹۔

۴۰۶ تاریخ الیعقوبی، ج۲، ص۳۲۰

زَمانِکُم » [۱۰۷]

اس فرمان میں مولاؑ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنے والے زمانوں میں لوگ بہت زیادہ پیشرفت وترقی کریں گے، وسائل و ٹیکنالوجی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا اور جب زمانہ ترقی کرے اور جدید وسائل و ٹیکنالوجی ایجاد ہوں تو والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو زمانے کے ساتھ ساتھ جدید ٹیکنالوجی اور انسانی ترقی و پیشرفت کے تمام وسائل کی تعلیم دیں، تاکہ نئی نسل زمانے کے حساب سے ترقی وتکامل کے منازل کو باآسانی طے کرسکے اور کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔

اسی لئے ہمارے آئمہ طاہرینؑ نے دینی فرائض وواجبات کے سیکھنے کے ساتھ ساتھ ہر زمانے کے تقاضے وضروریات کو پورا کرنے کیلئے اس زمانے کی تعلیمات، ہنر اور مہارتوں کو سیکھنا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

۱۵۔ ہمیشہ ہدایت اور نصیحت کرنا

والدین کے اہم ترین حقوق وذمہ داریوں میں سے اولاد کو نصیحت وہدایت کرنا، ہمیشہ زندگی کے تمام امور میں رہنمائی کرنا ہے، تمام خامیوں، برائیوں گناہ اور تمام گمراہیوں سے روکنا ہے، والدین کو کس طرح اپنی اولاد کو نصیحت اور ہدایت کرنا چاہیئے اس کیلئے قرآن پاک میں نمونہ اور مثال پیش کرتے ہوئے پروردگارِ عالم نے حضرت لقمان کی نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں، پیش کی ہیں، جناب لقمان کی نصیحتیں در حقیقت والدین کے لئے مثال اور نمونہ عمل ہیں، ایک دلسوز اور مہربان والد کو اپنی اولاد کو کس طرح اور کن موضوعات کے بارے میں نصیحت وہدایت کرنی چاہیئے، اس سلسلے میں پروردگار عالم نے سورہ لقمان میں حضرت لقمان کی نصیحتیں کو نمونے کے طور پر پیش کیا ہے۔

۱۰۷۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۲۰، ص ۲۶۷۔

اسی طرح ایک اور کامل و بہترین نمونہ مولائے کائنات جنابِ امیر المومنین ؑ کی نصیحتیں ہیں جو انہوں نے اپنی فرزندِ ارجمند حضرت امام حسن ؑ کو کی ہیں، لہٰذا ہم ان دونوں نمونوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، تاکہ مومنین ان ہستیوں کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اولاد کیلئے ہدایت و نصیحت کا وظیفہ بطورِ احسن انجام دے سکیں۔

اولاد کیلئے والد کی جانب سے ہدایت اور نصیحت کے دو کامل ترین نمونہ:

۱)جناب لقمان کی اپنے فرزند کو نصیحتیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جنابِ لقمان کی نصیحتوں کو بیان کرتے ہوئے چند اہم موضوعات کو ذکر کیا ہے:

۱)خدا کی معرفت وشناخت۔ ۲)معاد و عقیدہ قیامت۔

۳)نماز کی اہمیت و فضیلت۔ ۴)امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید۔

۵)صبر واستقامت کی تلقین۔ ۶)بہترین اخلاق کی سفارش۔

جنابِ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو خدا کی توحید کی معرفت کراتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دینا، کیونکہ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان/ ۱۳)

پھر جنابِ لقمانؑ نے عقیدہ قیامت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا! تمہارے اعمال اگرچہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اور چاہے وہ آسمانوں میں ہوں زمینوں میں، اللہ تعالی ان سب کو تمہارے سامنے لیکر آئیگا اور تمہیں اپنے اعمال و کردار سے آگاہ کریگا بے شک اللہ نہایت لطیف اور

اعمال سے باخبر ہے۔

﴿يا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾ (لقمان/ ١٦)

پھر جنابِ لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نماز، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی تاکید اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا! نماز قائم کرو، لوگوں کو نیکیوں کی طرف دعوت دو اور برائیوں سے روکو، زندگی کی تمام مشکلات میں صبر واستقامت سے کام لو کہ بے شک یہ چیزیں پختگی کی نشانیاں ہیں۔

﴿يا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ (لقمان/ ١٧)

پھر جنابِ لقمانؑ نے اپنے فرزند کو اخلاقی خوبیوں اور برائیوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا! لوگوں کے سامنے تکبر سے پیش نہ آؤ اور زمین پر اکڑ کر اور غرور کے ساتھ نہ چلو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (لقمان/ ١٨)

پھر جنابِ لقمانؑ بیٹے کو اعتدال و میانہ روی کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا! اور اپنی رفتار میں میانہ روی سے کام لینا اور اپنی آواز کو دھیما رکھنا کہ سب سے بدتر آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے (جو بلاسبب بھونڈے انداز سے چنگھاڑتا رہتا ہے)۔

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (لقمان/ ١٩)

جنابِ لقمانؑ کی ان نصیحتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عظیم نعمتوں کی طرف متوجہ

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل کر دی ہیں اور (اس کے باوجود) کچھ لوگ اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ کوئی روشن کتاب۔

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ﴾ (لقمان/ ۲۰)

ان آیات میں جنابِ لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے بہترین عقائد، بہترین اعمال، بہترین اخلاق و کردار اور بہترین آدابِ اجتماعی کی تعلیم دی ہے، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اس طرح قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنی اولاد کی تربیت کریں۔

۲) امیر المؤمنینؑ کی امام حسنؑ کو نصیحتیں

نہج البلاغہ کا مکتوب نمبر ۳۱ کہ جو کامل ترین و جامع ترین ہدایت اور نصیحتوں کا مجموعہ ہے، جس میں مولائے کائناتؑ نے امام حسنؑ کو انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، اعتقادی اور زندگی کے تمام امور سے متعلق جامع ترین ضابطہ حیات اور آئینِ زندگی تعلیم دی ہے اور دنیا کے والدین کیلئے بھی ہدایت و نصیحت کرنے کا ایک کامل ترین نمونہ پیش کیا ہے۔ اس وصیت نامہ میں مولائے کائناتؑ نے بہت سارے موضوعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے اہم ترین چند موضوعات درج ذیل ہیں؛

۱) خدا کی معرفت وشناخت۔
۲) یاد و ذکر الٰہی کرنا۔
۳) مسلسل خدا کے ساتھ ارتباط رکھنا۔
۴) موت کی یاد اور تیاری کرنا۔
۵) آخرت پر یقین اور زادِ راہِ آخرت کو فراہم کرنا۔
۶) تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا۔

۷) دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی جاودانی کی یاد دہانی۔ ۸) تاریخ سے عبرت لینا۔

۹) عدل وانصاف کا پابند رہنا۔ ۱۰) بارگاہِ الٰہی میں دعا و مناجات کرنا۔

۱۱) نیک وصالحین کی سیرت سے رہنمائی وہدایت حاصل کرنا۔

۱۲) سختیوں اور مشکلات میں صبر واستقامت سے کام لینا۔

۱۳) ہمیشہ غور وفکر سے کام لینا۔

۱۴) ہمیشہ علم ومعرفت کے حصول میں جدوجہد کرنا۔

۱۵) دنیا کے روزبروز بدلتے حالات پر نظر رکھنا۔ ۱۶) راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کرنا۔

۱۷) عقائد وافکار کی اصلاح کرنا۔

۱۸) نیت کو پاک وصاف رکھنا اور ہر کام کو خلوص کے ساتھ انجام دینا۔

۱۹) حکم خدا اور رسول کے سامنے سر تسلیم خم رہنا۔

۲۰) جو چیز اپنے لئے پسند ہے دوسرے کیلئے بھی وہی پسند کرنا۔

اس کے علاوہ دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی و سعادت کو پانے کیلئے نہایت زرین وقیمتی اصول و قواعد اور بہترین ضابطہ حیات کو مولائے کائناتؑ نے اس وصیت نامہ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ وصیت نامہ در حقیقت امام حسنؑ کیلئے نہیں ہے کیونکہ آپؑ بھی اپنے والدِ بزرگوار کی طرح معصوم اور حجتِ خدا ہیں، بلکہ یہ وصیت نامہ حضرت امام حسنؑ کے ذریعہ سے مولائے کائناتؑ کا دنیا کے تمام انسانوں کیلئے بہترین پیغام ہے۔

اس وصیت نامہ کی ہمہ گیر افادیت اور زندگی کے تمام شعبوں میں کامل وجامع ہونے کی وجہ سے ہم پورے وصیت نامہ کو جناب علامہ ذیشان حیدر جوادیؒ کے کئے گئے ترجمہ میں پیش کرتے ہیں:

آپؑ کا وصیت نامہ (جسے امام حسنؑ کے نام صفین سے واپسی پر مقام حاضرین میں تحریر فرمایا ہے)

یہ وصیت ایک ایسے باپ کی ہے جو فنا ہونے والا اور زمانہ کے تصرفات کا اقرار کرنے والا ہے، جس کی عمر خاتمہ کے قریب ہے اور وہ دنیا کے مصائب کے سامنے سپر انداختہ ہے، مرنے والوں کی بستی میں مقیم ہے اور کل یہاں سے کوچ کرنے والا ہے، اُس فرزند کے نام جو دنیا میں وہ امیدیں رکھے ہوئے ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہیں اور ہلاک ہو جانے والوں کے راستے پر گامزن ہے، بیماریوں کا نشانہ اور روزگار کے ہاتھوں گروی ہے، مصائبِ زمانہ کا ہدف اور دنیا کا پابند ہے، اس کی فریب کاریوں کا تاجر اور موت کا قرضدار ہے۔ اجل کا قیدی اور رنج و غم کا ساتھی، مصیبتوں کا ہمنشیں ہے اور آفتوں کا نشانہ، خواہشات کا مارا ہوا اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

امابعد! میرے لئے دنیا کے منہ پھیر لینے، زمانہ کے ظلم وزیادتی کرنے اور آخرت کے میری طرف آنے کی وجہ سے جن باتوں کا انکشاف ہو گیا ہے انہوں نے مجھے دوسروں کے ذکر اور اغیار کے اندیشہ سے روک دیا ہے، مگر جب میں تمام لوگوں کی فکر سے الگ ہو کر اپنی فکر میں پڑا تو میری رائے نے مجھے خواہشات سے روک دیا اور مجھ پر واقعی حقیقت منکشف ہو گئی، جس نے مجھے اس محنت ومشقت تک پہنچا دیا جس میں کسی طرح کا کیل نہیں ہے اور اس صداقت تک پہنچا دیا جس میں کسی طرح کی غلط بیانی نہیں ہے۔ میں نے تم کو اپنا ہی ایک حصہ پایا بلکہ تم کو اپنا سراپا وجود سمجھا کہ تمہاری تکلیف میری تکلیف ہے اور تمہاری موت میری موت ہے اس لئے مجھے تمہارے معاملات کی اتنی ہی فکر ہے جتنی اپنے معاملات کی ہوتی ہے اور اسی لئے میں نے یہ تحریر لکھی دی ہے جس کے ذریعہ تمہاری امداد کرنا چاہتا ہوں چاہے میں زندہ رہوں یا مر جاؤں۔

فرزند! میں تم کو خوف خدا اور اس کے احکام کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں۔ اپنے دل کو اس کی یاد سے آباد رکھنا اور اس کی ریسمان ہدایت سے وابستہ رہنا کہ اس سے زیادہ مستحکم کوئی رشتہ تمہارے اور خدا کے درمیان نہیں ہے۔

اپنے دل کو موعظہ سے زندہ رکھنا اور اس کے خواہشات کو زہد سے مردہ بنادینا، اسے یقین کے ذریعہ قوی رکھنا اور حکمت کے ذریعہ نورانی رکھنا، ذکر موت کے ذریعہ رام کرنا اور فنا کے ذریعہ قابو میں رکھنا، دنیا کے حوادث سے آگاہ رکھنا اور زمانہ کے حملہ اور لیل ونہار کے تصرفات سے ہوشیار رکھنا، اس پر گذشتہ لوگوں کے اخبار کو پیش کرتے رہنا اور پہلے والوں پر پڑنے والے مصائب کو یاد دلاتے رہنا، ان کے دیار و آثار میں سرگرم سفر رہنا اور دیکھتے رہنا کہ انہوں نے کیا کیا ہے اور کہاں سے کہاں چل گئے ہیں، کہاں وارد ہوئے ہیں اور کہاں ڈیرہ ڈالا ہے، پھر تم دیکھو گے کہ وہ احباب کی دنیا سے منتقل ہو گئے ہیں اور دیار غربت میں وارد ہو گئے ہیں اور گویا کہ عنقریت تم بھی انہیں میں شامل ہو جاؤ گے لہذا اپنی منزل کو ٹھیک کرلو اور خبردار آخرت کو دنیا کے عوض فروخت نہ کرنا۔ جن باتوں کو نہیں جانتے ہو ان کے بارے میں بات نہ کرنا اور جن کے مکلف نہیں ہو ان کے بارے میں گفتگو نہ کرنا، جس راستہ میں گمراہی کا خوف ہو ادھر قدم آگے نہ بڑھانا کہ گمراہی کے تحیر سے پہلے ٹھہر جانا ہولناک مرحلوں میں وارد ہو جانے سے بہتر ہے۔ نیکیوں کا حکم دیتے رہنا تا کہ اس کے اہل میں شمار ہو اور برائیوں سے اپنے ہاتھ اور زبان کی طاقت سے منع کرتے رہنا اور برائی کرنے والوں سے اپنے امکان بھر دور رہنا۔ راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دینا اور خبر دار اس راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ حق کی خاطر جہاد بھی ہو سختیوں میں کود پڑنا۔ اور دین کا علم حاصل کرنا اپنے نفس کو ناخوشگوار حالات میں صبر کا عادی بادینا اور یاد رکھنا کہ بہترین اخلاق حق کی راہ میں صبر کرنا ہے۔ اپنے تمام امور میں پروردگار کی طرف رجوع کرنا کہ اس طرح ایک محفوظ ترین پناہ گاہ کا سہارا لوگے اور بہترین محافظ کی پناہ میں رہو گے۔ پروردگار سے سوال کرنے میں مخلص رہنا کہ عطا کرنا اور محروم کر دینا اسی کے ہاتھ میں ہے، مالک سے مسلسل طلب خیر کرتے رہنا اور میری وصیت پر غور کرتے رہنا۔ اس سے پہلو بچا کر گذر نہ جانا کہ بہترین کلام وہی ہے جو فائدہ مند ہو اور یاد رکھو کہ جس علم میں فائدہ نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور جو علم سیکھنے کے لائق

نہ ہو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

فرزند! میں نے دیکھا کہ اب میرا سن بہت زیادہ ہو چکا ہے اور مسلسل کمزور ہوتا جارہا ہوں لہٰذا میں نے فوراً یہ وصیت لکھ دی اور ان مضامین کو درج کر دیا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے دل کی بات تمہارے حوالہ کرنے سے پہلے مجھے موت آجائے یا جسم کے نقص کی طرح رائے کو کمزور تصور کیا جانے لگے یا وصیت سے پہلے ہی خواہشات کے غلبے اور دنیا کے فتنے تم تک نہ پہنچ جائیں۔ اور تمہارا حال بھڑک اٹھنے والے اونٹ جیسا ہو جائے۔ یقیناً نوجوان کا دل ایک خالی زمین کی طرح ہوتا ہے کہ جو چیز اس میں ڈال دی جائے اسے قبول کر لیتا ہے لہٰذا میں نے چاہا کہ تمہیں دل کے سخت ہونے اور عقل کے مشغول ہو جانے سے پہلے وصیت کر دوں تاکہ تم سنجیدہ فکر کے ساتھ اس امر کو قبول کر لو جس کی تلاش اور جس کے تجربہ کی زحمت سے تمہیں تجربہ کار لوگوں نے بچالیا ہے۔ اب تمہاری طلب کی زحمت ختم ہو چکی ہے اور تمہیں تجربہ کی مشکل سے نجات مل چکی ہے۔ تمہارے پاس وہ حقائق از خود آگئے ہیں جن کو ہم تلاش کیا کرتے تھے اور تمہارے لئے وہ تمام باتیں واضح ہو چکی ہیں جو ہمارے لئے مبہم تھیں۔

فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھی لیکن میں نے ان کے اعمال میں غور کیا ہے اور ان کے اخبار میں فکر کی ہے اور ان کے آثار میں سیر و سیاحت کی ہے اور میں صاف اور گندہ کو خوب پہچانتا ہوں۔ نفع و ضرر میں امتیاز رکھتا ہوں۔ میں نے ہر امر کی چھان پھٹک کر اس کا خالص نکال لیا ہے۔ اور بہترین تلاش کر لیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے دور کر دیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ تمہیں اسی وقت ادب کی تعلیم دے دوں جب کہ تم عمر کے ابتدائی حصہ میں ہو اور زمانہ کے حالات کا سامنا کر رہے ہو۔ تمہاری نیت سالم ہے اور نفس صاف و پاکیزہ ہے اس لئے کہ مجھے تمہارے بارے میں اتنی ہی فکر ہے جتنی ایک مہربان باپ کو اپنی اولاد کی ہوتی ہے۔

اب میں اپنی تربیت کا آغاز کتاب خدا اور اس کی تاویل، قوانین اسلام اور اس کے احکام حلال و حرام

سے کر رہا ہوں اور تمہیں چھوڑ کر دوسرے کی طرف نہیں جانا۔ پھر مجھے یہ خوف بھی ہے کہ کہیں لوگوں کے عقائد و افکار و خواہشات کا اختلاف تمہارے لئے اسی طرح مشتبہ نہ ہو جائے جس طرح ان لوگوں کے لئے ہو گیا ہے لہٰذا ان کا مستحکم کر دینا میری نظر میں اسے زیادہ محبوب ہے کہ تمہیں ایسے حالات کے حوالے کر دوں جن میں ہلاکت سے محفوظ رہنے کا اطمینان نہیں ہے۔ اگر چہ مجھے یہ تعلیم دیتے ہوئے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ پروردگار تمہیں نیکی کی توفیق دے گا اور سیدھے راستہ کی ہدایت عطا کرے گا۔ اسی بنیاد پر یہ وصیت نامہ لکھ دیا ہے۔

فرزند! یاد رکھو کہ میری بہترین وصیت جسے تمہیں اخذ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور اس کے فرائض پر اکتفا کرو اور وہ تمام طریقے جن پر تمہارے باپ دادا اور تمہارے گھرانے کے نیک کردار افراد چلتے رہے ہیں انہیں پر چلتے رہو کہ انہوں نے اپنے بارے میں کسی ایسی فکر کو نظر انداز نہیں کیا جو تمہاری نظر میں ہے اور کسی خیال کو فرو گذاشت نہیں کیا ہے اور اسی فکر و نظر نے ہی انہیں اس نتیجہ تک پہنچایا ہے کہ معروف چیزوں کو حاصل کر لیں اور لایعنی چیزوں سے پرہیز کریں۔ اب اگر تمہارا نفس ان چیزوں کو بغیر جانے پہچانے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو پھر اس کی تحقیق باقاعدہ علم و فہم کے ساتھ ہونی چاہیے اور شبہات میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور نہ جھگڑوں کا شکار ہونا چاہیے اور ان مسائل میں نظر کرنے سے پہلے اپنے پروردگار سے مدد طلب کرو اور توفیق کے لئے اس کی طرف توجہ کرو اور ہر اس شائبہ کو چھوڑ دو جو کسی شبہ میں ڈال دے یا کسی گمراہی کے حوالے کر دے۔

پھر اگر تمہیں اطمینان ہو جائے کہ تمہارا دل صاف اور خاشع ہو گیا ہے اور تمہاری رائے تام و کامل ہو گئی ہے اور تمہارے پاس صرف یہی ایک فکر رہ گئی ہے تو جن باتوں کو میں نے واضح کیا ہے ان میں غور و فکر کرنا ورنہ اگر حسبِ منشاء فکر و نظر کا فراغ حاصل نہیں ہوا ہے تو یاد رکھو کہ اس طرف صرف شبکور اونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مارتے رہو گے اور اندھیرے میں بھٹکتے رہو گے اور دین کا طلبگار وہ نہیں ہے

جو اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارے اور باتوں کو مخلوط کر دے۔ اس سے تو ٹھہر جانا ہی بہتر ہے۔

فرزند! میری وصیت کو سمجھو اور یہ جان لو کہ جو موت کا مالک ہے وہی زندگی کا مالک ہے اور جو خالق ہے وہی موت دینے والا ہے اور جو فنا کرنے والا ہے وہی دوبارہ واپس لانے والا ہے اور جو مبتلا کرنے والا ہے وہی عافیت دینے والا ہے اور یہ دنیا اسی حالت میں مستقر رہ سکتی ہے جس میں مالک نے قرار دیا ہے یعنی نعمت، آزمائش، آخرت کی جزا یا وہ بات جو تم نہیں جانتے ہو۔ اب اگر اس میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اسے اپنی جہالت پر محمول کرنا کہ تم ابتدا میں جب پیدا ہوئے ہو تو جاہل ہی پیدا ہوئے ہو بعد میں علم حاصل کیا ہے اور اسی بنا پر مجہولات کی تعداد کثیر ہے جس میں انسانی رائے متحیر رہ جاتی ہے اور نگاہ بہک جاتی ہے اور بعد میں صحیح حقیقت نظر آتی ہے۔ لہٰذا اس مالک سے وابستہ رہو جس نے پیدا کیا ہے۔ روزی دی ہے اور معتدل بنایا ہے۔ اسی کی عبادت کرو، اسی کی طرف توجہ کرو اور اسی سے ڈرتے رہو۔

بیٹا! یہ یاد رکھو کہ تمہیں خدا کے بارے میں اس طرح کی خبریں کوئی نہیں دے سکتا ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے دی ہیں لہٰذا ان کو بخوشی اپنا پیشوا اور راہِ نجات کا قائد تسلیم کرو۔ میں نے تمہاری نصیحت میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور نہ تم کوشش کے باوجود اپنے بارے میں اتنا سوچ سکتے ہو جتنا میں نے دیکھ لیا ہے۔

فرزند! یاد رکھو اگر خدا کے لئے کوئی شریک بھی ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اور اس کی سلطنت اور حکومت کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اس کے افعال وصفات کا بھی کچھ پتہ ہوتا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہے لہٰذا خدا ایک ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے۔ اس کے ملک میں اس سے کوئی ٹکرانے والا نہیں ہے اور نہ اس کے لئے کسی طرح کا زوال ہے۔ وہ اولیت کی حدوں کے بغیر سب سے اول ہے اور کسی انتہا کے بغیر سب سے آخر تک رہنے والا ہے، وہ اس بات سے عظیم تر ہے کہ اس کی ربوبیت کا اثبات فکرو

نظر کے احاطہ سے کیا جائے اگر تم نے اس حقیقت کو پہچان لیا ہے تو اس طرح عمل کرو جس طرح تم جیسے معمولی حیثیت، قلیل طاقت، کثیر عاجزی اور پروردگار کی طرف اطاعت کی طلب، عتاب کے خوف اور ناراضگی کے اندیشہ میں حاجت رکھنے والے کیا کرتے ہیں۔ اس نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ بہترین ہے اور جس سے منع کیا ہے وہ بدترین ہے۔

فرزند! میں نے تمہیں دنیا، اس کے حالات، تصرفات، زوال اور انتقال سب کے بارے میں باخبر کر دیا ہے اور آخرت اور اس میں صاحبانِ ایمان کے لئے مہیا نعمتوں کا بھی پتہ بتا دیا ہے اور دونوں کے لئے مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ تم عبرت حاصل کر سکو اور اس سے ہوشیار رہو۔

یاد رکھو کہ جس نے دنیا کو بخوبی پہچان لیا ہے اس کی مثال اس مسافر قوم جیسی ہے، جس کا قحط زدہ منزل سے دل اچاٹ ہو جائے اور وہ کسی سرسبز و شاداب علاقہ کا ارادہ کرے اور زحمت راہ، فراق احباب، دشواری سفر، بدمزگی طعام وغیرہ جیسی تمام مصیبتیں برداشت کرلے تاکہ وسیع گھر اور قرار کی منزل تک پہنچ جائے کہ ایسے لوگ ان تمام باتوں میں کسی تکلیف کا احساس نہیں کرتے اور نہ اس راہ میں خرچ کو نقصان تصور کرتے ہیں اور ان کی نظر میں اس سے زیادہ محبوب کوئی شئے نہیں جو انہیں منزل سے قریب تر کر دے اور اپنے مرکز تک پہنچا دے۔

اور اس دنیا سے دھوکہ کھا جانے والوں کی مثال اس قوم کی ہے جو سرسبز و شاداب مقام پر رہے اور وہاں سے دل اچٹ جائے تو قحط زدہ علاقہ کی طرف چلی جائے کہ اس کی نظر میں قدیم حالات کے چھٹ جانے سے زیادہ ناگوار اور دشوار گذار کوئی شئے نہیں ہے کہ اب جس منزل پر وارد ہوئے ہیں اور جہاں تک پہنچے ہیں وہ کسی قیمت پر اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے۔

بیٹا! دیکھو اپنے اور غیر کے درمیان میزان اپنے نفس کو قرار دو اور دوسرے کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کر سکتے ہو اور اس کے لئے بھی وہ بات ناپسند کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو۔ کسی پر

ظلم نہ کرنا کہ اپنے اوپر ظلم پسند نہیں کرتے ہو اور ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنا جس طرح چاہتے ہو کہ سب تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کریں اور جس چیز کو دوسرے سے برا سمجھتے ہو اسے اپنے لئے بھی برا ہی تصور کرنا۔ لوگوں کی اس بات سے راضی ہو جانا جس سے اپنی بات سے لوگوں کو راضی کرنا چاہتے ہو۔ بلا علم کوئی بات زبان سے نہ نکالنا اگرچہ تمہارا علم بہت کم ہے اور کسی کے بارے میں وہ بات نہ کہنا جو اپنے بارے میں پسند نہ کرتے ہو۔

یاد رکھو کہ خود پسندی راہِ صواب کے خلاف اور عقلوں کی بیماری ہے لہٰذا اپنی کوشش تیز تر کرو اور اپنے مال کو دوسروں کے لئے ذخیرہ نہ بناؤ اور اگر درمیانی راستہ کی ہدایت مل جائے تو اپنے رب کے سامنے سب سے زیادہ خضوع وخشوع سے پیش آنا۔

اور یاد رکھو کہ تمہارے سامنے وہ راستہ ہے جس کی مسافت بعید اور مشقت شدید ہے اس میں تم بہترین زادِ راہ کی تلاش اور بقدرِ ضرورت زادِ راہ کی فراہمی سے بے نیاز ہو سکتے ہو۔ البتہ بوجھ ہلکا رکھو اور اپنی طاقت سے زیادہ اپنی پشت پر بوجھ مت لادو کہ یہ گراں باری ایک وبال بن جائے۔ اور پھر جب کوئی فقیر مل جائے اور تمہارے زادِ راہ کو قیامت تک پہنچا سکتا ہو اور کل وقتِ ضرورت مکمل طریقہ سے تمہارے حوالے کر سکتا ہو تو اسے غنیمت سمجھو اور مال اسی کے حوالے کر دو اور زیادہ سے زیادہ اس کو دے دو کہ شاید بعد میں تلاش کرو اور وہ نہ مل سکے اور اسے بھی غنیمت سمجھو جو تمہاری دولت مندی کے دور میں تم سے قرض مانگے تاکہ اس دن ادا کر دے جب تمہاری غربت کا دن ہو۔

اور یاد رکھو کہ تمہارے سامنے بڑی دشوار گزار منزل ہے جس میں ہلکے بوجھ والا سنگین بار والے سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا اور دھیرے چلنے والا تیز رفتار سے کہیں زیادہ بدحال ہوگا اور تمہاری منزل بہرحال جنت یا جہنم ہے لہٰذا اپنے نفس کے لئے منزل سے پہلے جگہ تلاش کر لو اور ورود سے پہلے اسے ہموار کر لو کہ موت کے بعد نہ خوشنودی حاصل کرنے کا کوئی امکان ہوگا اور نہ دنیا میں واپس آنے کا۔

یاد رکھو کہ جس کے ہاتھوں میں زمین و آسمان کے تمام خزانے ہیں اس نے تم کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور قبولیت کی ضمانت دی ہے اور تمہیں مامور کیا ہے کہ تم سوال کرو تا کہ وہ عطا کرے اور تم طلب رحمت کرو تا کہ وہ تم پر رحم کرے، اس نے تمہارے اور اپنے درمیان کوئی حاجب نہیں رکھا ہے اور نہ تمہیں کسی سفارش کرنے والے کا محتاج بنایا ہے۔ گناہ کرنے کی صورت میں توبہ سے بھی نہیں روکا ہے اور عذاب میں جلدی بھی نہیں کی ہے اور توبہ کرنے پر طعنے بھی نہیں دیتا ہے اور تمہیں رسوا بھی نہیں کرتا ہے اگر تم اس کے حقدار ہو۔ اس نے توبہ قبول کرنے میں بھی کسی سختی سے کام نہیں لیا ہے اور جرائم پر سخت محاسبہ کر کے رحمت سے مایوس بھی نہیں کیا ہے بلکہ گناہوں سے علیحدگی کو بھی ایک حسنہ بنا دیا ہے اور پھر برائی میں ایک کو ایک شمار کیا ہے اور نیکیوں میں ایک کو دس بنا دیا ہے۔ توبہ اور طلبِ رضا کا دروازہ کھول دیا ہے کہ جب بھی آواز دو فوراً سن لیتا ہے اور جب مناجات کرو تو اس سے بھی باخبر رہتا ہے تم اپنی حاجتیں اس کے حوالے کر سکتے ہو۔ اسے اپنے حالات بتا سکتے ہو۔ اپنے رنج و غم کی شکایت کر سکتے ہو۔ اپنے حزن و الم کے زوال کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ اپنے امور میں مدد مانگ سکتے ہو اور اس کے خزانہ رحمت سے اتنا سوال کر سکتے ہو جتنا کوئی دوسرا بہرحال نہیں دے سکتا ہے چاہے وہ عمر میں اضافہ ہو یا بدن کی صحت یا رزق کی وسعت۔ اس کے بعد اس نے دعا کی اجازت دے کر گویا خزائن رحمت کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں کہ جب چاہو ان کنجیوں سے نعمت کے دروازے کھول سکتے ہو اور رحمت کی بارشوں کو برسا سکتے ہو۔ لہٰذا خبردار قبولیت کی تاخیر تمہیں مایوس نہ کر دے کہ عطیہ ہمیشہ بقدرِ نیت ہوا کرتا ہے اور کبھی کبھی قبولیت میں اس لئے تاخیر کر دی جاتی ہے کہ اس میں سائل کے اجر میں اضافہ اور امیدوار کے عطیہ میں زیادتی کا امکان پایا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شئے کا سوال کرو اور وہ نہ ملے لیکن اس کے بعد جلد یا بدیر اس سے بہتر مل جائے یا اسے تمہاری بھلائی کے لئے روک دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس چیز کو تم نے طلب کیا ہے وہ اگر مل جائے تو دین کی بربادی

کا خطرہ ہے۔ لہٰذا اسی چیز کا سوال کرو جس میں تمہارا حُسن باقی رہے اور تم وبال سے محفوظ رہو۔ مال نہ باقی رہنے والا ہے اور نہ تم اس کے لئے باقی رہنے والے ہو۔

فرزند! یاد رکھو کہ تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے دنیا کے لئے نہیں اور فنا کے لئے بنایا گیا ہے دنیا میں باقی رہنے کے لئے نہیں۔ تمہاری تخلیق موت کے لئے ہوئی ہے زندگی کے لئے نہیں اور تم اس گھر میں ہو جہاں سے بہر حال اکھڑنا ہے اور صرف بقدر ضرورت سامان فراہم کرنا ہے۔ اور تم آخرت کے راستہ پر ہو۔ موت تمہارا پیچھا کئے ہوئے ہے جس سے کوئی بھاگنے والا بچ نہیں سکتا ہے اور اس کے ہاتھ سے نکل نہیں سکتا ہے۔ وہ بہر حال اسے پالے گی۔ لہٰذا اس کی طرف سے ہوشیار رہو کہ وہ تمہیں کسی برے حال میں پکڑ لے اور تم خالی توبہ کے لئے سوچتے ہی رہ جاؤ اور وہ تمہارے اور توبہ کے درمیان حائل ہو جائے کہ اس طرح گویا تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا۔

فرزند! موت کو برابر یاد کرتے رہو اور ان حالات کو یاد کرتے رہو جن پر اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں تک موت کے بعد جانا ہے تاکہ وہ تمہارے پاس آئے تو تم احتیاطی سامان کر چکے ہو اور اپنی طاقت کو مضبوط بنا چکے ہو اور وہ اچانک آکر تم پر قبضہ نہ کر لے اور خبر دار اہل دنیا کو دنیا کی طرف جھکتے اور اس پر مرتے دیکھ کر تم دھوکہ میں نہ آجانا کہ پروردگار تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہے اور وہ خود بھی اپنے مصائب سنا چکی ہے اور اپنی برائیوں کو واضح کر چکی ہے۔ دنیادار افراد صرف بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں، جہاں ایک دوسرے پر بھونکتا ہے اور طاقت والا کمزور کو کھا جاتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل ڈالتا ہے۔ یہ سب جانور ہیں جن میں بعض بندھے ہوئے ہیں اور بعض آوارہ جنہوں نے اپنی عقلیں گم کر دی ہیں اور نامعلوم راستہ پر چل پڑے ہیں۔ گویا دشوار گذار وادیوں میں مصیبتوں میں چرنے والے ہیں جہاں نہ کوئی چرواہا ہے جو سیدھے راستہ پر لگا سکے اور نہ کوئی چرانے والا ہے جو انہیں چرا سکے۔ دنیا نے انہیں گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا ہے اور ان کی بصارت کو منارۂ ہدایت کے مقابلہ میں

سلب کرلیا ہے اور وہ حیرت کے عالم میں سرگرداں ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دنیا کو اپنا معبود بنالیا ہے اور وہ ان سے کھیل رہی ہے اور وہ اس سے کھیل رہے ہیں اور سب نے آخرت کو یکسر بھلادیا ہے۔

ٹھہرو! اندھیرے کو چھٹنے دو۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے قافلے آخرت کی منزل میں اتر چکے ہیں اور قریب ہے کہ تیز رفتار افراد اگلے لوگوں سے ملحق ہوجائیں۔

فرزند! یادرکھو کہ جو شب و روز کی سواری پر سوار ہے وہ گویا سرگرم سفر ہے چاہے ٹھہرا ہی کیوں نہ رہے اور مسافت قطع کررہا ہے چاہے اطمینان سے مقیم ہی کیوں نہ رہے۔ یہ بات یقین کے ساتھ سمجھ لو کہ تم نہ ہر امید کو پاسکتے ہو اور نہ اجل سے آگے جاسکتے ہو، تم اگلے لوگوں کے راستہ ہی پر چل رہے ہو لہٰذا طلب میں نرم رفتاری سے کام لو اور کسبِ معاش میں میانہ روی اختیار کرو۔ ورنہ بہت سی طلب انسان کو مال کی محرومی تک پہنچادیتی ہے اور ہر طلب کرنے والا کامیاب بھی نہیں ہوتا ہے اور نہ ہر اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی ہوتا ہے۔ اپنے نفس کو ہر طرح کی پستی سے بلند تر رکھو چاہے وہ پستی پسندیدہ اشیاء تک پہنچا ہی کیوں نہ دے۔ اس لئے کہ جو عزتِ نفس دے دوگے اس کا کوئی بدل نہیں مل سکتا اور خبر دار کسی کے غلام نہ بن جانا جب کہ پروردگار نے تمہیں آزاد قرار دیا ہے۔ دیکھو اس خیر میں کوئی خیر نہیں ہے جو شر کے ذریعہ حاصل ہو اور وہ آسانی آسانی نہیں ہے جو دشواری کے راستہ سے ملے۔

خبر دار طمع کی سواریاں تیز رفتاری دکھلا کر تمہیں ہلاکت کے چشموں پر نہ وارد کردیں اور اگر ممکن ہو کہ تمہارے اور خدا کے درمیان کوئی صاحبِ نعمت نہ آنے پائے تو ایسا ہی کرو کہ تمہیں تمہارا حصہ بہر حال ملنے والا ہے۔ اور اپنا نصیب بہر حال لینے والے ہو اور اللہ کی طرف سے تھوڑا بھی مخلوقات کے بہت سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اگرچہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

خاموشی سے پیدا ہونے والی کوتاہی کی تلافی کرلینا گفتگو سے ہونے والے نقصان کے تدارک سے

آسان تر ہے، برتن کے اندر کا سامان منہ بند کرکے محفوظ کیا جاتا ہے اور اپنے ہاتھ کی دولت کا محفوظ کرلینا دوسرے کے ہاتھ کی نعمت کے طلب کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔مایوسی کی تلخی کو برداشت کرنا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے اور پاکدامانی کے ساتھ محنت مشقت کرنا فسق وفجور کے ساتھ مالداری سے بہتر ہے۔

ہر انسان اپنے راز کو دوسروں سے زیادہ محفوظ رکھ سکتا ہے اور بہت سے لوگ ہیں جو اس امر کے لئے دوڑ رہے ہیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔زیادہ بات کرنے والا بکواس کرنے لگتا ہے اور غور وفکر کرنے والا بصیر ہو جاتا ہے۔اہل خیر کے ساتھ رہو تاکہ انہیں میں شمار ہو اور اہل شر سے الگ رہو تاکہ ان سے الگ حساب کئے جاؤ۔بدترین طعام مالِ حرام ہے اور بدترین ظلم کمزور آدمی پر ظلم ہے۔نرمی نامناسب ہو تو سختی ہی مناسب ہے۔ کبھی کبھی دوا مرض بن جاتی ہے اور مرض دوا اور کبھی کبھی غیر مخلص بھی نصیحت کی بات کردیتا ہے اور کبھی کبھی مخلص بھی خیانت سے کام لے لیتا ہے۔دیکھو خبر دار خواہشات پر اعتماد نہ کرنا کہ یہ احمقوں کا سرمایہ ہیں۔ عقلمندی تجربات کے محفوظ رکھنے میں ہے اور بہترین تجربہ وہی ہے جس سے نصیحت حاصل ہو۔فرصت سے فائدہ اٹھاؤ قبل اس کے کہ رنج واندوہ کا سامنا کرنا پڑے۔ہر طلبگار مطلوب کو حاصل بھی نہیں کرتا ہے اور ہر غائب پلٹ کر بھی نہیں آتا ہے۔

فساد کی ایک قسم زادِ راہ کا ضائع کردینا اور عاقبت کو برباد کردینا بھی ہے۔ہر امر کی ایک عاقبت ہے اور عنقریب وہ تمہیں مل جائے گا جو تمہارے لئے مقدر ہوا ہے۔تجارت کرنے والا وہی ہوتا ہے جو مال کو خطرہ میں ڈال سکے۔بسا اوقات تھوڑا مال زیادہ سے زیادہ بابرکت ہوتا ہے۔اس مددگار میں کوئی خیر نہیں ہے جو ذلیل ہو اور وہ دوست بیکار ہے جو بدنام ہو۔زمانہ کے ساتھ سہولت کا برتاؤ کرو جب تک اس کا اونٹ قابو میں رہے اور کسی چیز کو اس سے زیادہ کی امید میں خطرہ میں مت ڈالو۔خبر دار کہیں دشمنی اور عناد کی سواری تم سے منہ زوری نہ کرنے لگے۔

اپنے نفس کو اپنے بھائی کے بارے میں قطع تعلق کے مقابلہ میں تعلقات، اعراض کے مقابلہ میں مہربانی، بخل کے مقابلہ میں عطا، دوری کے مقابلہ میں قربت، شدت کے مقابل میں نرمی اور جرم کے موقع پر معذرت کے لئے آمادہ کرو گویا کہ تم اس کے بندے ہو اور اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے اور خبر دار احسان کو بھی بے محل نہ قرار دینا اور نہ کسی نااہل کے ساتھ احسان کرنا۔ اپنے دشمن کے دوست کو اپنا دوست نہ بنانا کہ تم اپنے دوست کے دشمن ہو جاؤ اور اپنے بھائی کو مخلصانہ نصیحت کرتے رہنا چاہے اسے اچھی لگیں یا بری۔ غصہ کو پی جاؤ کہ میں نے انجام کار کے اعتبار سے اس سے زیادہ شیریں کوئی گھونٹ نہیں دیکھا ہے اور نہ عاقبت کے لحاظ سے لذیذ تر۔ اور جو تمہارے ساتھ سختی کرے اس کے لئے نرم ہو جاؤ شاید کبھی وہ بھی نرم ہو جائے۔ اپنے دشمن کے ساتھ احسان کرو کہ اس میں دو میں سے ایک کامیابی اور شیریں ترین کامیابی ہے اور اگر اپنے بھائی سے قطع تعلق کرنا چاہو تو اپنے نفس میں اتنی گنجائش رکھو کہ اگر اسے کسی دن واپسی کا خیال پیدا ہو تو واپس آسکے۔ جو تمہارے بارے میں اچھا خیال رکھے اس کے خیال کو غلط نہ ہونے دینا۔ باہمی روابط کی بنا پر کسی بھائی کے حق کو ضائع نہ کرنا کہ جس کے حق کو ضائع کر دیا پھر وہ واقعاً بھائی نہیں ہے اور دیکھو تمہارے گھر والے تمہاری وجہ سے بد بخت نہ ہونے پائیں اور جو تم سے کنارہ کش ہونا چاہے اس کے پیچھے نہ لگے رہو۔ تمہارا کوئی بھائی تم سے قطع تعلقات میں تم پر بازی نہ لے جائے اور تم تعلقات مضبوط کر لو اور خبر دار برائی کرنے میں نیکی کرنے سے زیادہ طاقت کا مظاہرہ نہ کرنا اور کسی ظالم کے ظلم کو بہت بڑا تصور نہ کرنا کہ وہ اپنے کو نقصان پہنچا رہا ہے اور تمہیں فائدہ پہنچا رہا ہے اور جو تمہیں فائدہ پہنچائے اس کی جزا یہ نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ برائی کرو۔

اور فرزند! یاد رکھو کہ رزق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رزق وہ ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو اور ایک رزق وہ ہے جو تم کو تلاش کر رہا ہے کہ اگر تم اس تک نہ جاؤ گے تو وہ خود تم تک آجائے گا۔ ضرورت کے وقت خضوع و خشوع کا اظہار کس قدر ذلیل ترین بات ہے اور بے نیازی کے عالم میں بد سلوکی کس قدر قبیح

حرکت ہے۔ اس دنیا میں تمہارا حصہ اتناہی ہے جس سے اپنی عاقبت کا انتظام کرسکو۔ اور کسی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر پریشانی کا اظہار کرتا ہے تو ہر اس چیز پر بھی فریاد کرو جو تم تک نہیں پہنچی ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کے ذریعہ اس کا پتہ لگاؤ جو ہونے والا ہے کہ معاملات تمام کے تمام ایک ہی جیسے ہیں اور خبر دار ان لوگوں میں نہ ہو جاؤ جن پر اس وقت تک نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی ہے جب تک پوری طرح تکلیف نہ پہنچائی جائے اس لئے کہ انسان عاقل ادب سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور جانور مار پیٹ سے سیدھا ہوتا ہے۔ دنیا میں وارد ہونے والے ہموم و آلام کو صبر کے عزائم اور یقین کے حُسن کے ذریعہ کردو۔ یاد رکھو کہ جس نے بھی اعتدال کو چھوڑا وہ منحرف ہوگیا۔ ساتھی ایک طرح کا شریک نسب ہوتا ہے اور دوست وہ ہے جو غیبت میں بھی سچا دوست رہے۔ خواہش اندھے پن کی شریک کار ہوتی ہے۔ بہت سے دور والے ایسے ہوتے ہیں جو قریب والوں سے قریب تر ہوتے ہیں اور بہت سے قریب والے دور والوں سے زیادہ دور تر ہوتے ہیں۔ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ جو حق سے آگے بڑھ جائے اس کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں اور جو اپنی حیثیت پر قائم رہتا ہے اس کی عزت باقی رہ جاتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں مضبوط ترین وسیلہ تمہارا اور خدا کا رشتہ ہے۔ اور جو تمہاری پروانہ کرے وہی تمہارا دشمن ہے کبھی کبھی مایوسی بھی کامیابی بن جاتی ہے جب حرص و طمع موجب ہلاکت ہو۔ ہر عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا ہے اور نہ ہر فرصت کو موقع بار بار ملا کرتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آنکھوں والا راستہ سے بھٹک جاتا ہے اور اندھا سیدھے راستہ کو پالیتا ہے۔ برائی کو پس پشت ڈالتے رہو کہ جب بھی چاہو اس کی طرف بڑھ سکتے ہو۔ جاہل سے قطع تعلق عاقل سے تعلقات کے برابر ہے۔ جو زمانہ کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے زمانہ اس سے خیانت کرتا ہے اور جو اسے بڑا سمجھتا ہے اسے ذلیل کر دیتا ہے، ہر تیر انداز کا تیر نشانہ پر نہیں بیٹھتا ہے جب حاکم بدل جاتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے، رفیق سفر کے بارے میں راستہ پر چلنے سے پہلے دریافت کرو اور ہمسایہ کے بارے میں اپنے گھر سے پہلے خبر گیری کرو۔ خبر دار

ایسی کوئی بات نہ کرنا جو مضحکہ خیز ہو چاہے دوسروں ہی کی طرف سے نقل کی جائے۔

خبردار۔ عورتوں سے مشورہ نہ کرنا کہ ان کی رائے کمزور اور ان کا ارادہ سست ہوتا ہے۔ انہیں پردہ میں رکھ کر ان کی نگاہوں کو تاک جھانک سے محفوظ رکھو کہ پردہ کی سختی ان کی عزت و آبرو کو باقی رکھنے والی ہے اور ان کا گھر سے نکل جانا غیر معتبر افراد کے اپنے گھر میں داخل کرنے سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو کہ وہ تمہارے علاوہ کسی کو نہ پہچانیں تو ایسا ہی کرو اور خبردار انہیں ان کے ذاتی مسائل سے زیادہ اختیارات نہ دو اس لئے کہ عورت ایک پھول ہے اور حاکم و متصرف نہیں ہے۔ اس کے پاس ولحاظ کو اس کی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ اور اس میں دوسروں کی سفارش کا حوصلہ نہ پیدا ہونے دو۔ دیکھو خبردار غیرت کے مواقع کے علاوہ غیرت کا اظہار مت کرنا کہ اس طرح اچھی عورت بھی برائی کے راستہ پر چلی جائے گی اور بے عیب بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

اپنے ہر خادم کے لئے ایک عمل مقرر کردو جس کا محاسبہ کر سکو کہ یہ بات ایک دوسرے کے حوالہ کرنے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اپنے قبیلہ کا احترام کرو کہ یہی تمہارے لئے پرپرواز کا مرتبہ رکھتے ہیں اور یہی تمہاری اصل ہیں جن کی طرف تمہاری بازگشت ہے اور تمہارے ہاتھ ہیں جن کے ذریعہ حملہ کر سکتے ہو۔

اپنے دین و دنیا کو پروردگار کے حوالہ کردو اور اس سے دعا کرو کہ تمہارے حق میں دنیا و آخرت میں بہترین فیصلہ کرے۔ والسلام

•ومن وصية له عليه السلام للحسن بن علي عليه‌السلام كتبها إليه بحاضرين عند انصرافه من صفين:

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ الْمُسْتَسْلِمِ لِلدُّنْيَا ... فَإِنِّي أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ أَيْ بُنَيَّ وَ لُزُومِ أَمْرِهِ وَ عِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهِ وَ الِاعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ وَ أَيُّ سَبَبٍ

أَوْثَقُ مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ إِنْ أَنْتَ أَخَذْتَ بِهِ أَخِي قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ وَ مَوِّتْهُ بِالزُّهْدِ وَ قَوِّهِ بِالْيَقِينِ وَ ذَلِّلْهُ بِالْمَوْتِ وَ قَرِّرْهُ بِالْفَنَاءِ وَ بَصِّرْهُ فَجَائِعَ الدُّنْيَا ... الی آخره»[۴۰۸]

۱۶. بچوں کے ساتھ کھیلنا

بچوں کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کے ساتھ کھیلنا اور کھیلنے کے اسباب ووسائل کو فراہم کرنا ہے، اس لئے کہ کھیل بچوں کے جسمانی وفکری رُشد وتکامل کیلئے نہایت ضروری ہے، بچہ جب تک کھیلے گا نہیں اس وقت تک اس کا جسمانی وفکری رُشد ممکن نہیں ہے، لہٰذا والدین نہ صرف یہ کہ بچوں کو کھیل کُود سے منع نہ کریں بلکہ ان کو مفید اور جسمانی صلاحیتوں کو اُجاگر وتقویت دینے والے کھیلوں کی طرف ترغیب وتشویق کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہوسکے ان کے ساتھ کھیل میں حصہ لینا چاہیۓ۔

جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جس کے ہاں بچے ہوں اُس کو چاہیۓ کہ وہ ان کے ساتھ کھیلے اور بچپنے کے تقاضوں کو پورا کرے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَبِيٌّ فَلْيَتَصَابَ لَهُ»[۴۰۹]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے بھی صاحبِ اولاد کو بچوں کے ساتھ کھیلنے اور بچپن کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: جو صاحبِ اولاد ہو اُسے چاہیۓ کہ وہ بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح کھیلے۔

«قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ :مَنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ صَبَا»[۴۱۰]

بچوں کے ساتھ کھیلنا محبت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضہ اور محبت کے اظہار اور محبت کی نشانیوں

---

[۴۰۸] نہج البلاغہ، نامہ ۳۱

[۴۰۹] من لا یحضرہ الفقیہ، ج۳، ص ۴۸۳

[۴۱۰] الکافی، ج۶، ص ۴۹

میں سے ایک اہم ترین نشانی ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ تمام انبیاءؑ و مرسلین میں افضل اور فخر کائنات ہوتے ہوئے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور ان کو خوشحال بھی کرتے تھے، بلکہ بعض مواقع پر تو بچوں کیلئے سواری بھی بن جایا کرتے تھے، جیسا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کیلئے سواری بن کر ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔

جنابِ جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آپ کی پشت پر سوار تھے اور آپؐ اپنے نواسوں کیلئے سواری بنے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے تمہاری سواری کتنی اچھی سواری ہے اور سوار کتنے اچھے سوار ہیں۔

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى اَلنَّبِيِّ وَ اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَيْنُ عَلَى ظَهْرِهِ وَ هُوَ يَجْثُو بِهِمَا وَ يَقُولُ نِعْمَ اَلْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَ نِعْمَ اَلْعِدْلاَنِ أَنْتُمَا»[۴۱۱]

اسی طرح ایک روایت میں عمر ابن خطاب کے غلام نقل کرتے ہیں کہ میں نے حسنؑ و حسینؑ کو رسولِ اکرم ﷺ کے کاندھوں پر سوار دیکھا تو کہا کہ تم دونوں کی سواری کتنی اچھی ہے، تو رسولِ اکرم ﷺ نے بلا فاصلہ فرمایا کہ: [تم نے سوار پر نگاہ نہیں کی] اور سوار بھی کتنے عظیم اور اچھے ہیں۔

«اَلسَّمْعَانِيُّ فِي اَلْفَضَائِلِ عَنْ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَلْخَطَّابِ قَالَ: رَأَيْتُ اَلْحَسَنَ وَ اَلْحُسَيْنَ عَلَى عَاتِقَيْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقُلْتُ نِعْمَ اَلْفَرَسُ لَكُمَا فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ نِعْمَ اَلْفَارِسَانِ هُمَا»[۴۱۲]

---

[۴۱۱] المناقب، ج ۴، ص ۳۸۷

[۴۱۲] بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۸۵

ان روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچوں کو اہمیت دینا، ان کی حوصلہ افزائی کرنا، ان کو شخصیت دینا اور ان کے ساتھ کھیلنا جہاں پر ان کی جسمی، فکری اور روحانی تقویت کا سبب ہے وہاں پر سرورِ کائنات ﷺ کی سنت وسیرت بھی ہے۔

حضرت امام صادقؑ نے بچوں کیلئے کھیل کُود کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: بچہ پہلے سات سال تک کھیلے اور دوسرے سات سال لکھنا پڑھنا سیکھے اور تیسرے سات سال دین کی معرفت حاصل کرتے ہوئے حلال وحرام کو سمجھے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ :اَلْغُلاَمُ يَلْعَبُ سَبْعَ سِنِينَ وَ يَتَعَلَّمُ الْكِتَابَ سَبْعَ سِنِينَ وَ يَتَعَلَّمُ الْحَلاَلَ وَ الْحَرَامَ سَبْعَ سِنِينَ»[۳۱۳]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بچوں کو پہلے سات سال تک کھیلنے کی اجازت دو اور دوسرے سات سال تک ان کو دینی آداب سکھاؤ اور پھر تیسرے سات سال تک ان پر سختی کے ساتھ کوشش کرو، پس اگر اس مدت میں وہ بچہ سیکھ گیا اور کامیاب ہو گیا تو بہت خوب ورنہ اس مدت کے بعد اس سے کوئی خیر کی امید نہیں۔ یعنی اس کے بعد تربیت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: دَعِ ابْنَكَ يَلْعَبْ سَبْعَ سِنِينَ وَ يُؤَدَّبْ سَبْعَ سِنِينَ وَ أَلْزِمْهُ نَفْسَكَ سَبْعَ سِنِينَ فَإِنْ أَفْلَحَ وَ إِلاَّ فَإِنَّهُ مِمَّنْ لاَ خَيْرَ فِيهِ»[۳۱۴]

سرورِ کائنات ﷺ کا فرمانِ پاک ہے: بچہ پہلے سات سال تک بادشاہ اور دوسرے سات سال تک غلام اور تیسرے سات سال تک وزیر ہے، پس اگر اس ۲۱ سال کی مدہ میں تم اس کے اخلاق وکردار سے

---

۳۱۳ الکافی، ج۶، ص ۴۷

۳۱۴ من لا یحضرہ الفقیہ، ج۳، ص ۴۹۲

راضی ہو گئے تو بہت خوب ورنہ تم نے اپنا وظیفہ انجام دے دیا اور خدا کے نزدیک تم قصوروار نہیں رہو گے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :اَلْوَلَدُ سَيِّدٌ سَبْعَ سِنِينَ وَ عَبْدٌ سَبْعَ سِنِينَ وَ وَزِيرٌ سَبْعَ سِنِينَ فَإِنْ رَضِيتَ خَلاَئِقَهُ لِإِحْدَى وَ عِشْرِينَ سَنَةً وَ إِلاَّ فَاضْرِبْ عَلَى جَنْبَيْهِ فَقَدْ أَعْذَرْتَ إِلَى اَللَّهِ» [۴۱۵]

ان روایات میں جہاں بچوں کیلئے کھیل کود اور تفریحی سرگرمیوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے، وہاں اولاد کی تربیت اور ان کو اسلامی آداب سکھانا بھی بہت ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور پھر اس تربیت کے نتیجے میں والدین کی خدمت اور زندگی کے تمام امور کو سنبھالنے کا بھی حکم ہے، یعنی پہلے سات سال میں وہ بادشاہ ہے اپنی مرضی سے کھیلتا رہے گا، دوسرے سات سال میں غلاموں کی طرح خدمت کرے گا اور تیسرے سات سال میں وہ وزیر بن کر والدین کی ذمہ داریوں اور بوجھ اور گھر کے تمام نظام کو سنبھالے گا۔

جہاں بچوں کو کھیلنے کی اجازت اور والدین کو بچوں کے کھیلنے کے وسائل واسباب فراہم کرنے کا حکم ہے وہاں کچھ اہم نکات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے؛

۱) کھیل کا مقصد جیسا کہ اوپر بیان ہوا بچوں کی جسمانی و فکری صلاحیتوں کو تقویت دینا، ان کو تندرست وسالم رکھنا ہے۔ لہٰذا ایسا کھیل اور تفریح جائز نہیں جو بچوں کی تندرستی، سلامتی اور عافیت کے لئے مضر ہو، عصر حاضر میں دشمنانِ اسلام نے بچوں کیلئے ایسے ایسے کھیل اور کھلونے بنائے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے بچوں کے دین، ایمان اور ان کی جسمانی سلامتی کو برباد کرنا ہے، جیسا کہ ہر وقت موبائل پر

---

[۴۱۵] وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۴۷۶

اور آنلائن گیموں میں بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ اکثر و بیشتر ایسے بچے مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں، جن میں آنکھوں کی بیماری، نفسیاتی بیماری، جسمانی کمزوری وغیرہ شامل ہیں۔ تو اس قسم کے کھیلوں سے سختی کے ساتھ منع کرنا چاہئے۔

۲) اسلام بامقصد، باہدف اور مفید کھیلوں کو ورزش اور جسمانی سلامتی کیلئے جائز قرار دیتا ہے، لیکن وہ کھیل جو بچوں کو اپنے ہدف، تعلیم و تربیت اور ترقی و کمال سے محروم کردیں اور ان کے قیمتی وقت کو برباد کردیں اور ہر قسم کے مفید کاموں سے رکاوٹ بن جائیں تو ایسے کھیلوں کو اسلام نہ صرف جائز قرار نہیں دیتا بلکہ انسان کا اور انسان کی تمام کامیابیوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے اس سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔

جیسا کہ مختلف ممالک میں فٹبال، کرکٹ وغیرہ کے ورلڈ کپ میں مہینوں مہینوں بچے اور نوجوان صرف کھیل دیکھنے میں لگے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اپنے امتحان سے فیل ہو جاتے ہیں، پھر وہ آہستہ آہستہ پڑھائی سے بیزار ہونے لگ جاتے ہیں، پھر پڑھنے کا شوق ختم ہو جاتا ہے اور پھر آخر میں وہ ایک جاہل و ناکارہ انسان بن کر رہ جاتے ہیں اور اس کے تمام ترقی و کمال کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے کھیلوں کو حد سے نہیں بڑھانا چاہئے اور مضر کھیلوں میں بھی حصہ نہیں لینا چاہئے اور ہر وہ کھیل جس میں نقصان دہ ہے اس سے دور رہنا ضروری ہے۔

۱۷. اولاد کیلئے دعا کرنا

بچوں کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کی کامیابی اور ان کی صحت و سلامتی کیلئے دعا کرنا بھی شامل ہے، والدین کی نیک و موثر دعاؤں کی وجہ سے اولاد کو شاندار کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں، والدین کی دعائیں اولاد کیلئے تقدیر ساز ہوتی ہیں، اس وجہ سے معصومینؑ کی تعلیمات میں والدین کو بچوں کیلئے دعا کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے اور قرآنِ پاک میں بھی اولاد کیلئے دعا تعلیم دیتے ہوئے نیک و صالح انسانوں کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وہ لوگ جو بارگاہِ الٰہی

میں مسلسل یہ دعا کرتے ہیں پروردگارا! ہمیں عطا فرما اپنی بیویوں اور اولاد کے ذریعہ سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشیاں عطا فرما اور ہمیں متقین کیلئے پیشوا اور رہنما قرار دے۔

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ (الفرقان/ ٧٤)

متعدد روایات میں اس بات کا ذکر ہے کہ والدین کی دعا اولاد کیلئے مستجاب اور تقدیر ساز ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: چار دعائیں ضرور بالضرور قبول ہوتی ہیں؛

۱) والد کی دعا اپنی اولاد کیلئے۔ ۲) مومن کی غائبانہ دعا دوسرے مومنین کیلئے۔

۳) مظلوم کی دعا۔ ۴) مخلص انسان کی دعا۔

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ أَرْبَعُ دَعَوَاتٍ لاَ يُحْجَبْنَ عَنِ اللهِ تَعَالَى دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَ الْأَخُ لِظَهْرِ الْغَيْبِ لِأَخِيهِ وَ الْمَظْلُومُ وَ الْمُخْلِصُ» [۳۱۶]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے والدین کی دعا اولاد کیلئے اس قدر موثر و تقدیر ساز قرار دیا ہے کہ والدین کی دعا کو انبیاء کی دعا سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا: والد کی دعا اپنی اولاد کیلئے اس طرح مستجاب ہے جیسے نبی کی دعا اس کی اپنی امت کیلئے مستجاب ہوتی ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ كَدُعَاءِ النَّبِيِّ لِأُمَّتِهِ» [۳۱۷]

اولاد کیلئے دعا کرنے کا طریقہ امام سجادؑ کی تعلیمات میں

والدین کو اولاد کیلئے کس طرح دعا مانگنی چاہئے اور کیا مانگنا چاہئے، یہ بات صاحبانِ شریعت سے بہتر

---

[۳۱۶] بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۳۷۰

[۳۱۷] مشکات الانوار، ج ۱، ص ۱۶۲

کوئی نہیں جانتا، لہٰذا ہم انہی صاحبانِ شریعت کے مصداق میں سے ایک کامل مصداق کی دعا کے کچھ حصے تحریر کرتے ہیں جو تا قیامِ قیامت والدین کیلئے بہترین نمونہ ہے، والدین کو چاہئے کہ اپنی اور اپنی اولاد کی دنیوی واخروی نجات وترقی کیلئے مولاؑ کی اس دعا کو ضرور پڑھیں اور اس تعلیم سے استفادہ حاصل کریں اور پھر اپنے بچوں کیلئے بھی اسی طرح دعا کریں جیسا کہ امامؑ نے تعلیم دیا ہے۔

امامؑ نے صحیفہ سجادیہ کی ۲۵ نمبر دعا میں اولاد کیلئے دعا کرتے ہوئے متعدد موضوعات کی بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی ہے جن میں سے چند اہم موضوعات یہ ہیں؛

۱)اصلاح ایمان وکردار کی دعا۔ ۲)پرہیزگار و متقی بننے کی دعا۔ ۳)عافیت و تندرستی کی دعا۔

۴)حق شناس وحق پرست بننے کی دعا۔ ۵)والدین کیلئے خدمت گزار و وفادار بننے کی دعا۔

۶)اولیاء اور صالحین کے محب ہونے کی دعا۔ ۷)دشمنانِ خدا سے بیزار و دور رہنے کی دعا۔

۸)اور اولاد کا حق تربیت ادا کرنے کی توفیق کی دعا۔ ۹)والدین کیلئے بہترین یادگار بننے کی دعا۔

۱۰)والدین کیلئے زینت ورونق بننے کی دعا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرتِ امام سجادؑ نے اولاد کیلئے دعا کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں فرمایا: اے میرے معبود! میری اولاد کی بقاء اور ان کی اصلاح اور ان سے بہرہ مندی کے سامان مہیا کر کے مجھے ممنونِ احسان فرما اور میرے سہارے کے لئے ان کی عمروں میں برکت اور ان کی زندگیوں میں طول دے اور ان میں سے چھوٹوں کی پرورش فرما اور کمزوروں کو توانائی عطا کر دے اور ان کی جسمانی، ایمانی اور اخلاقی حالت کو درست فرما اور ان کے جسم وجان اور ان کے دوسرے معاملات میں جن میں مجھے اہتمام کرنا پڑے انہیں عافیت سے ہمکنار رکھ اور میرے لئے اور میرے ذریعہ ان کیلئے رزقِ فراوان جاری کر اور انہیں نیکوکار، پرہیزگار،

روشن دل، حق شناس اور اپنا فرمانبر دار اور اپنے دوستوں کا دوست و خیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن وبد خواہ قرار دے۔ آمین

اے اللہ! ان کے ذریعہ میرے بازوؤں کو قوی اور میری پریشان حالی کی اصلاح اور ان کی وجہ سے میری جمعیت میں اضافہ اور میری مجلس کی رونق دوبالا فرما اور ان کی بدولت میرا نام زندہ رکھ اور میری عدم موجودگی میں انہیں میرا قائم مقام قرار دے اور ان کے وسیلہ سے میری حاجتوں میں میری مدد فرما اور انہیں میرے لئے دوست، مہربان، ہمہ تن متوجہ، ثابت قدم اور فرمانبر دار قرار دے۔ وہ نافرمان، سرکش، مخالف وخطاکار نہ ہوں اور ان کی تربیت وتادیب اور ان سے اچھے برتاؤ میں میری مدد فرما۔

«اَللّٰهُمَّ وَ مُنَّ عَلَيَّ بِبَقَاءِ وُلْدِي وَ بِإِصْلاَحِهِمْ لِي و بِإِمْتَاعِي بِهِمْ. إِلَهِي اُمْدُدْ لِي فِي أَعْمَارِهِمْ، وَ زِدْ لِي فِي آجَالِهِمْ ، وَ رَبِّ لِي صَغِيرَهُمْ، وَ قَوِّ لِي ضَعِيفَهُمْ، وَ أَصِحَّ لِي أَبْدَانَهُمْ وَ أَدْيَانَهُمْ وَ أَخْلاَقَهُمْ، وَ عَافِهِمْ فِي أَنْفُسِهِمْ وَ فِي جَوَارِحِهِمْ وَ فِي كُلِّ مَا عُنِيتُ بِهِ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَ أَدْرِرْ لِي وَ عَلَى يَدِي أَرْزَاقَهُمْ. وَ اِجْعَلْهُمْ أَبْرَاراً أَتْقِيَاءَ بُصَرَاءَ سَامِعِينَ مُطِيعِينَ لَكَ، وَ لِأَوْلِيَائِكَ مُحِبِّينَ مُنَاصِحِينَ، وَ لِجَمِيعِ أَعْدَائِكَ مُعَانِدِينَ وَ مُبْغِضِينَ، آمِينَ. اَللّٰهُمَّ اُشْدُدْ بِهِمْ عَضُدِي، وَ أَقِمْ بِهِمْ أَوَدِي ، وَ كَثِّرْ بِهِمْ عَدَدِي، وَ زَيِّنْ بِهِمْ مَحْضَرِي، وَ أَحْيِ بِهِمْ ذِكْرِي، وَ اِكْفِنِي بِهِمْ فِي غَيْبَتِي، وَ أَعِنِّي بِهِمْ عَلَى حَاجَتِي، وَ اِجْعَلْهُمْ لِي مُحِبِّينَ، وَ عَلَيَّ حَدِبِينَ مُقْبِلِينَ مُسْتَقِيمِينَ لِي، مُطِيعِينَ، غَيْرَ عَاصِينَ وَ لاَ عَاقِّينَ وَ لاَ مُخَالِفِينَ وَ لاَ خَاطِئِينَ. وَ أَعِنِّي عَلَى تَرْبِيَتِهِمْ وَ تَأْدِيبِهِمْ، وَ بِرِّهِمْ»[۱۱۸]

---

[۱۱۸] صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۵

اولاد کی تعلیم وتربیت، ترقی وکمال اور اعلیٰ منازل ومقامات تک پہنچانے کیلئے کوشش کرنا والدین کی ذمہ داری ہے لیکن نتیجہ وتقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے، لہٰذا جہاں والدین کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی کامیابی کیلئے ہر طرح کی کوشش کریں وہاں اولاد کی بہترین تقدیر اور بہترین کامیابی کیلئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا اور بچوں کو اللہ کے سپرد کرنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ورحمت ان کی زندگی میں شامل حال رہے۔

۱۸. جسمانی سلامتی اور غذا کا خیال رکھنا

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق بچوں کی جسمانی سلامتی کا خاص خیال رکھنا اور ان کیلئے بہترین اور حلال غذا کا اہتمام کرنا ہے، قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں جہاں بچوں کی تعلیم وتربیت اور فکری سلامتی پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے وہاں پر بچوں کی جسمانی ومادی سلامتی وعافیت پر بھی بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

جیسا کہ قرآنِ پاک میں بچہ کیلئے بہترین غذا کی معرفی کرتے ہوئے اور اس بہترین غذا کو اولاد کیلئے فراہم کرنے کی تاکید وسفارش کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ماؤں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جو مکمل دودھ پلانا چاہتے ہیں اور باپ کو چاہئے کہ وہ شائستہ اور اپنی قدرت کے مطابق بچہ کی ماں کیلئے تمام ضروریات کو فراہم کرے۔

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

(البقرة/ ۲۳۳)

اس آیت میں پروردگارِ عالَم نے والدین کو بچہ کی غذا کے حوالہ سے خاص خیال رکھنے کا اور دو سال تک دودھ پلانے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے کہ بچہ کیلئے اس کائنات میں بہترین غذا ماں کا دودھ ہے تو پروردگارِ عالَم نے ماں کے دودھ میں بچہ کی تمام ضروریات، طاقت و توانائی اور تمام وٹامنز کو ذخیرہ کر دیا ہے۔ لہٰذا ماں کے دودھ سے بہتر اس کائنات میں بچہ کیلئے کوئی غذا نہیں ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ: بچہ کیلئے ماں کے دودھ سے بہترین کوئی دودھ نہیں ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَيْسَ لِلصَّبِيِّ لَبَنٌ خَيْرٌ مِنْ لَبَنِ أُمِّهِ»[۳۱۹]

بچوں پر ماں کے دودھ کا اثر اور دو نصیحت آمیز واقعے

بچوں پر ماں کے دودھ کا بہت زیادہ اثر واقع ہوتا ہے، ماں جتنی پاک و پاکیزہ ہوگی اور دودھ پلاتے وقت بھی پاکیزگی کا خیال رکھے گی تو بچہ بھی اتنا ہی پاک و پاکیزہ بنے گا اور اس کے برعکس ہوا تو بچہ بھی بے دین بن جائے گا۔ اس سلسلہ میں متعدد روایات اور واقعات موجود ہیں جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ماں کا دودھ بچہ پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے، انہی واقعات میں دو اہم واقعات کو ہم ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک واقعہ میں ماں پاک و پاکیزہ ہے تو اس کا بچہ پر کیا اثر ہوا اور دوسرے واقعہ میں ماں کا دودھ پاک و پاکیزہ نہیں تو بچہ کتنا بگڑ گیا۔

پہلے ہم ذکر کرتے ہیں اُس فرزند کے بارے میں جن کے والد بہت عظیم شخص تھے بلکہ مجتہد تھے لیکن دودھ کے اثر کی وجہ سے اس کا کیا حال ہوا اور وہ کس حد تک گمراہ ہو گیا، ملاحظہ فرمایئے؛

---

[۳۱۹] مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۵۶

پہلا واقعہ:

شہید شیخ فضل اللہ نوریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ اس حد تک پاک و پاکیزہ زندگی گزار رہے ہیں اور شریعت و مذہب کی اتنی خدمت کی لیکن اس کے باوجود آپ کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کیوں اتنا لاابالی و بے پروا ہو گیا؟ تو شہید شیخ فضل اللہ نوریؒ نے جواب میں فرمایا: اس نے جو دودھ پیا تھا وہ خبیث و نجس تھا، کیونکہ جس عورت نے اسے دودھ پلایا تھا وہ عورت ایک پلید و بد اعتقاد تھی۔ پھر شیخ فضل اللہ نوریؒ نے اس طرح واقعہ کی تفصیل بتائی کہ: جب میں سامرا میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے استادِ بزرگوار میرزا شیرازی کی خدمت میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک فرزند عطا کیا لیکن اس کی ماں کا اس قدر دودھ نہیں تھا کہ وہ بچہ سیر ہو کر پی سکے، تو ہم دایہ لینے پر مجبور ہوئے، لہذا ہم نے بغیر تحقیق و جستجو کے ایک دایہ کو اجیر کیا اور فرزند اس کے سپرد کر دیا، مکمل دو سال تک اس عورت نے بچہ کو دودھ پلایا لیکن متاسفانہ دو سال تمام ہونے کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ وہ عورت اہل بیتؑ کی دشمن تھی۔ تو اس دودھ سے جو نتیجہ نکلا وہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے بلکہ مجھے اس سے یہی خوف تھا کہ یہ بچہ بے دین و فاسد نہ ہو جائے۔[۴۲۰]

یہ بچہ یہاں تک بے دین و فاسد ہو گیا کہ اس نے اپنے والد کو زندانی کروانے کیلئے بہت جد و جہد کی اور جب ان کے والد شہید شیخ فضل اللہ نوریؒ کو دشمنوں نے تختہ دار پر چڑھایا تو یہ فرزند اپنے والد کو تختہ دار پر دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگا۔[۴۲۱]

---

[۴۲۰] میرزا محمد باقر حسینی، تاثیر غذا در جسم و جان انسان، ص ۳۸؛ بہ نقل از: محمد رازی، تاریخ ری، زندگی نامہ مرحوم باقفی، ص ۸۹۔

[۴۲۱] امر اللہ احمدی امان آبادی، اسلام و شیر مادر، ص ۲۳۔

دوسرا واقعہ:

اسی طرح نیک ماں کے دودھ کے اثر کے بارے میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ شیخ انصاریؒ جو کہ استاد المجتہدین ہیں کی والدہ سے کہا گیا کہ ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ نے شیخ انصاریؒ جیسی شخصیت کی تربیت کی ہے جس نے دین کی بہت بڑی خدمت کی، تو شیخ انصاریؒ کی والدہ نے جواب میں کہا: یہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند کو عطا کیا ہے، ان زحمات و تکلیفات کے مقابلہ میں بہت کم ہے جو میں نے اس کی تربیت میں اٹھائی ہیں، مثال کے طور پر میں نے جتنی مدت تک اسے دودھ پلایا ہے کبھی بھی وضوء کے بغیر ایک گھونٹ بھی نہیں پلایا۔[۳۲۲]

ان واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نیک سیرت اور پاکیزہ مائیں اور ان کا پاکیزہ دودھ معاشرے میں شیخ انصاریؒ جیسی شخصیتوں کو پیش کرتی ہیں۔

بچہ کو دودھ پلانے کا عظیم اجر و ثواب

بچہ کو دودھ پلانا، بچہ کی بہترین طریقہ سے تربیت کرنا اور گھر والوں کی خدمت کرنا عظیم عبادات میں شامل ہے اور پروردگار کی جانب سے ایسی ماؤں کو بہت زیادہ اجر و ثواب عطا ہوتا ہے جو بچوں کو دودھ پلاتی ہیں یہاں تک کہ ان کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ نے حضورِ اکرم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی عورت گھر میں تزئین و آرائش کیلئے گھر کے وسائل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھتی ہے تو پروردگارِ عالم اُسے رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جس پر پروردگار کی رحمت کی نگاہ ہو وہ ہرگز عذاب میں مبتلا نہیں ہوتا، پھر جنابِ امّ سلمہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ اللہ تعالیٰ نے تمام فضائل و خوبیاں (جہاد،

---

[۳۲۲] تاثیر غذا در جسم و جان انسان، ص ۱۲۱؛ بہ نقل از: زندگی و شخصیت شیخ انصاری، ص ۷۰۔

شہادت کا مقام اور سب کچھ) مردوں کو عطا کی ہیں تو بیچاری عورتوں کیلئے کیا فضیلت ہے؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو پروردگارِ عالم اس کو ہر شب عبادت کرنے اور ہر روز روزہ رکھنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کیلئے اس خدمت کے صلہ میں راہِ الٰہی میں جان ومال سے جہاد کرنے کا درجہ عطا کرتا ہے اور جب بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور بچہ کی خدمت کرتی ہے تو پروردگار کی جانب سے اس قدر اجر وثواب عطا ہوتا ہے کہ جس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور پھر بچہ کے ہر دودھ کے گھونٹ پر حضرتِ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور جب دو سال بچہ کو دودھ پلا کر اور بچہ کی خدمت کر کے فارغ ہو جائے تو خدا کی جانب سے ایک فرشتہ اس عورت کو خوشخبری دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاک وپاکیزہ قرار دیا ہے اور تیرے تمام گناہوں کو بخش دیا ہے لہٰذا اب نئے سرے اپنی زندگی کا آغاز کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ أَنَّ رَسُولَ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَيُّمَا اِمْرَأَةٍ رَفَعَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا شَيْئاً مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ تُرِيدُ بِهِ صَلاَحاً نَظَرَ اَللهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهَا وَ مَنْ نَظَرَ اَللهُ إِلَيْهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رِضْوَانُ اَللهِ عَلَيْهِ ذَهَبَ اَلرِّجَالُ بِكُلِّ خَيْرٍ فَأَيُّ شَيْءٍ لِلنِّسَاءِ اَلْمَسَاكِينِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بَلَى إِذَا حَمَلَتِ اَلْمَرْأَةُ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ اَلصَّائِمِ اَلْقَائِمِ اَلْمُجَاهِدِ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اَللهِ فَإِذَا وَضَعَتْ كَانَ لَهَا مِنَ اَلْأَجْرِ مَا لاَ تَدْرِي مَا هُوَ لِعِظَمِهِ فَإِذَا أَرْضَعَتْ كَانَ لَهَا بِكُلِّ مَصَّةٍ كَعِدْلِ عِتْقِ مُحَرَّرٍ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ رَضَاعِهِ ضَرَبَ مَلَكٌ عَلَى جَنْبِهَا [جَنْبَيْهَا] وَ قَالَ اسْتَأْنِف [اِسْتَأْنِفِي] اَلْعَمَلَ فَقَدْ غُفِرَ لَكِ»[۳۲۳]

---

[۳۲۳] امالی صدوق، ص ۴۱۱

بچوں کو دودھ کے علاوہ دیگر مقوی و مفید غذائیں دینا

تمام انسانوں کو مقوی و مفید غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے، انسان کی صحت وسلامتی اور جسمانی قوت و توانائی مفید و مقوی غذاؤں پر موقوف ہے، ایسی چیزیں جن میں غذائیت بھی ہو اور وٹامنز سے بھی بھرپور ہوں، البتہ چونکہ بچوں کا جسم اور ان کی فکر بہت زیادہ تکامل ورُشد کی طرف گامزن ہے اس وجہ سے ان کیلئے انتہائی مفید و مقوی اور مؤثر غذاؤں کی اشد ضرورت ہوتی ہے، بچہ کیلئے دو سال تک بہترین غذا جیسا کہ اوپر آیات وروایات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے ماں کا دودھ ہے اور دو سال کے بعد بچہ کیلئے ایسی غذاؤں کا انتخاب کرنا ضروری ہے جس میں بچوں کی فکری و جسمانی صلاحیتوں کو تقویت دینے کی بہت زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہو، بچپنے میں بچہ کی غذا پر توجہ دینا بہت ضروری ہے، اگر بچپن میں بچہ کی غذا پر توجہ نہ دی جائے تو بچہ زندگی بھر جسمانی و فکری کمزوریوں کا شکار رہتا ہے، اس کے مقابل میں وہ بچہ جس کو والدین نے بچپن میں مفید و مقوی غذائیں کھلائی ہیں وہ ہمیشہ قوت و توانائی کے مالک ہوتے ہیں اور بیماریوں کے مقابلہ میں ان کے جسم کا دفاعی سسٹم بھی بہت قوی و مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے دنیا کے تمام ڈاکٹر و طبیب والدین کو بچوں کی غذا پر توجہ دینے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کرتے ہیں، ان غذاؤں میں سے کہ جو بچوں کی جسمانی و فکری صلاحیتوں کے رُشد و نمو کا باعث ہیں نمونہ کے طور پر چند اہم غذائیں یہ ہیں؛

۱) دودھ اور دہی۔ ۲) پھل وفروٹ۔ ۳) گوشت خصوصا مچھلی۔

۴) سبزیجات۔ ۵) مغزیات اخروٹ، بادام وغیرہ۔ ۶) انڈے۔

۷) مونگ پھلی۔ ۸) شہد۔ ۹) دلیہ وغیرہ۔

۱۰) جوس وغیرہ۔ ۱۱) کھجور۔ ۱۲) روغن زیتون۔

ان غذاؤں میں بچہ کیلئے ضروری غذائیت موجود ہے۔

ہمارے آئمہؑ نے بھی تمام انسانوں کو بہترین و مفید اور مقوی غذاؤں کی طرف متوجہ کیا ہے، یہ غذائیں ہر انسان کیلئے ضروری ہیں خاص طور پر بچوں کیلئے نہایت ہی ضروری ہیں، ان میں سے ایک نہایت مفید، مقوی اور کیلشیم و وٹامنز سے بھرپور غذا دودھ ہے جس کیلئے روایات میں بہت زیادہ تاکید و سفارش وارد ہوئی ہے، جیسا کہ جنابِ ابوالحسن اصفہانیؒ نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت امام صادقؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص نے امامؑ کی بارگاہ میں عرض کیا: مولاؑ میں اپنے بدن میں ضعف و کمزوری محسوس کر رہا ہوں، مولاؑ نے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ دودھ پیو کیونکہ دودھ گوشت کو بڑھاتا ہے اور ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلْأَصْفَهَانِيِّ ، قَالَ :كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَ أَنَا أَسْمَعُ: إِنِّي أَجِدُ اَلضَّعْفَ فِي بَدَنِي فَقَالَ :عَلَيْكَ بِاللَّبَنِ فَإِنَّهُ يُنْبِتُ اَللَّحْمَ وَ يَشُدُّ اَلْعَظْمَ»[۳۲۴]

اسی طرح ایک اور نہایت مقوی و مفید غذا فروٹ ہیں جو ہر انسان کیلئے بہت ضروری ہیں، خاص طور پر بچوں کیلئے فروٹ تو بہت ہی ضروری ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم بازار میں نئے وارد تازہ اور موسمی پھل و فروٹ کھاؤ کیونکہ یہ پھل بدن کیلئے صحت اور غم واندوہ کے زوال کا سبب ہیں اور پرانے فروٹ نہ کھاؤ کیونکہ وہ بدن کیلئے بیماری کا سبب ہیں۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :عَلَيْكُمْ بِالْفَوَاكِهِ فِي إِقْبَالِهَا فَإِنَّهَا مَصَحَّةٌ لِلْأَبْدَانِ مَطْرَدَةٌ

---

[۳۲۴] الکافی، ج۶، ص۳۳۶

لِلأَحْزَانِ وَ أَلْقُوهَا فِي أَدْبَارِهَا فَإِنَّهَا دَاءُ الأَبْدَانِ»[۴۲۵]

۱۹. اولاد کیلئے بہترین اور اچھے دوستوں کا انتخاب کرنا

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ان کیلئے بہترین، نیک اور صالح لوگوں کی طرف راہنمائی کرنا ہے، نیک و صالح دوست اولاد کی کامیابی کیلئے بہت زیادہ مفید اور مؤثر ہے، اکثر انسانوں کی کامیابی میں نیک دوستوں کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے، اسی وجہ سے والدین کو چاہئے کہ اولاد کے دوستوں پر خاص توجہ دیں اور ان کیلئے بہترین دوستوں کا انتخاب کریں اور ہر قسم کے بُرے و ناشائستہ دوستوں سے اپنے بچوں کو دور رکھیں، جن کی زندگی میں انتہائی نیک و صالح کردار دوست موجود ہوں وہ ہمیشہ راہِ حق پر گامزن پر رہتے ہیں اور دنیوی و اخروی عظیم کامیابیوں کو پا لیتے ہیں، اس لئے معصومینؑ کی روایات میں اچھے دوستوں کو انتخاب کرنے کی اور اچھے دوستوں کے دائرے کو بڑھانے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، جیسا کہ حضرتِ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو زیادہ سے زیادہ نیک و صالح دوست بنانے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! اپنے لئے ہزار دوست بناؤ اور دوست ہزار بھی ہوں تو وہ کم ہیں اور کسی ایک فرد کو بھی اپنا دشمن مت بناؤ اور دشمن ایک بھی ہو تو وہ زیادہ ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: ... يَا بُنَيَّ اِتَّخِذْ أَلْفَ صَدِيقٍ وَ أَلْفُ قَلِيلٌ وَ لاَ تَأْخُذْ عَدُوّاً وَاحِداً وَ الْوَاحِدُ كَثِيرٌ»[۴۲۶]

---

[۴۲۵] طب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج ۱، ص ۲۷

[۴۲۶] النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین، ج ۱، ص ۳۲۷

اچھے دوستوں کی ضرورت اور انسانی زندگی میں اس کے فوائد

حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ نے دیندار، نیک وصالح لوگوں کے ساتھ دوستی اور ان کے ساتھ ہمنشینی کو دنیاو آخرت دونوں کی کامیابی، شرافت اور سعادت کا وسیلہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: اے ہشام! دیندار لوگوں کے ساتھ دوستی اور ہمنشینی دنیاو آخرت دونوں کی شرافت وکامیابی کا سبب ہے۔

«قَالَ الإمَامُ الكَاظِمُ ع: يَا هِشَامُ مُجَالَسَةُ أَهْلِ الدِّينِ شَرَفُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»[۳۲۷]

اور اسی طرح انسان کی زندگی میں نیک وصالح دوستوں کا کردار اور ان کی تاثیر کو بیان کرتے ہوئے حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: نیک وصالح افراد کے ساتھ ہمنشینی اصلاح وکامیابی کی طرف دعوت دیتی ہے۔

«قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: مُجَالَسَةُ الصَّالِحِينَ دَاعِيَةٌ إِلَى الصَّلَاحِ»[۳۲۸]

اور جنابِ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اچھے دوستوں میں اضافہ اور بُرے دوستوں سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! اچھے دوستوں میں بہت زیادہ اضافہ کرواور دشمنوں پر ہرگز بھروسہ مت کرو کیونکہ دشمنوں کے دل میں عداوت وکینہ اس طرح پنہان وپوشیدہ ہوتا ہے جس طرح خاکستر کے نیچے پانی پوشیدہ ہوتا ہے، اے بیٹے! لوگوں کے ساتھ ملتے وقت ہمیشہ کلام سے پہلے سلام ومصافحہ کیا کرو۔

«قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ اِسْتَكْثِرْ مِنَ الْأَصْدِقَاءِ وَ لَا تَأْمَنْ مِنَ الْأَعْدَاءِ فَإِنَّ الْغِلَّ فِي صُدُورِهِمْ مِثْلُ الْمَاءِ تَحْتَ الرَّمَادِ يَا بُنَيَّ اِبْدَأِ النَّاسَ بِالسَّلَامِ وَ الْمُصَافَحَةِ قَبْلَ

---

[۳۲۷] بحار الانوار، ج۷۵، ص۲۹۶

[۳۲۸] بحار الانوار، ج۷۵، ص۲۹۶

اَلْکَلاَمِ»[۳۲۹]

اور حضرت امام صادقؑ نے انسان کیلئے دنیا و آخرت دونوں میں نیک دوستوں کا کردار اور ان کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: دنیا میں سچے اور نیک دوستوں کا بہت زیادہ اضافہ کرو کیونکہ نیک دوست دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ پہنچاتے ہیں، دنیا میں ان کا فائدہ یہ ہے کہ دنیاوی مشکلات میں سہارا بنتے ہیں اور آخرت میں بھی شفاعت کا باعث ہیں، جیسا کہ پروردگارِ عالَم نے اہلِ جہنم کی اس حسرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے کاش! ہمارے لئے بھی کو دوست اور شفاعت کرنے والے ہوتے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: أَكْثِرُوا مِنَ اَلْأَصْدِقَاءِ فِي اَلدُّنْيَا فَإِنَّهُمْ يَنْفَعُونَ فِي اَلدُّنْيَا وَ اَلْآخِرَةِ أَمَّا فِي اَلدُّنْيَا فَحَوَائِجُ يَقُومُونَ بِهَا وَ أَمَّا اَلْآخِرَةَ فَإِنَّ أَهْلَ جَهَنَّمَ قَالُوا ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ وَ لاَ صَدِيقٍ حَمِيمٍ﴾ (الشعراء/ ۱۰۰)»[۳۳۰]

اور ایک اور مقام پر جنابِ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو علماء کے ساتھ ہمنشینی اور ان سے استفادہ کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: علماء کے ساتھ ہمنشینی اور ان کے سامنے زانوئے ادب ٹیک کر ان کی شاگردی اختیار کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو اس طرح حکمت کے نور سے زندگی و حیات عطا کرتا ہے جس طرح بارش کے حیات بخش قطرات کے ذریعہ سے مردہ زمینوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔

«قَالَ لُقْمَانُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: جَالِسِ اَلْعُلَمَاءَ أَوْ زَاحِمْهُمْ بِرُكْبَتَيْكَ فَإِنَّ اَللهَ يُحْيِي اَلْقُلُوبَ بِنُورِ اَلْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي اَلْأَرْضَ بِوَابِلِ اَلسَّمَاءِ»[۳۳۱]

---

[۳۲۹] الاختصاص، ج۱، ص ۳۳۶

[۳۳۰] وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۷

[۳۳۱] تنبیہ الخواطر (مجموعہ ورام)، ج۱، ص ۸۳

اسی طرح ایک اور مقام پر جناب لقمانؑ نے اپنے فرزند کو علماء کے ساتھ ہمنشینی اور ہمیشہ ان کی صحبت میں رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! علماء کی ہمنشینی اختیار کرو اور ان کی محفلوں میں بیٹھا کرو اور ان کے گھروں میں جاکر ان کی زیارت کیا کرو تاکہ تمہیں بھی ان کی طرح علم و حکمت حاصل ہو جائے اور تمہارا اشمار بھی انہی میں سے ہو۔

«قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: أَيْ بُنَيَّ صَاحِبِ الْعُلَمَاءَ وَ جَالِسْهُمْ وَ زُرْهُمْ فِي بُيُوتِهِمْ لَعَلَّكَ أَنْ تُشْبِهَهُمْ فَتَكُونَ مِنْهُمْ»[۳۳۲]

برے دوستوں کی مذمت اور ان کے نقصانات

برے دوست اور برے افراد کی ہمنشینی انسان کیلئے دنیاو آخرت دونوں کی تباہی و بربادی کا سبب ہے اسی وجہ سے قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں بُرے لوگوں کی ہمنشینی اور دوستی کی سختی کے ساتھ مذمت کرتے ہوئے منع کیا گیا ہے اور پھر برے دوستوں کے ساتھ بیٹھنے کی بدترین عاقبت، انجام اور عظیم نقصانات سے آگاہ کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں جہنم کی طرف جانے والوں کی فریاد و حسرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے کاش! میں (دنیا میں) فلاں (بُرے شخص) کو اپنا دوست نہ بناتا، کیونکہ یقیناً اسی نے مجھے ذکر (حق) سے گمراہ کر دیا تھا جبکہ حق مجھ تک پہنچ چکا تھا اور شیطان تو انسان کو تنہا چھوڑنے والا ہی ہے۔

اس آیت میں پروردگارِ عالم نے نہ صرف یہ کہ بُرے لوگوں کے ساتھ دوستی و ہمنشینی سے روکا ہے بلکہ ایسے لوگوں کی دوستی و ہمنشینی جہنم اور حق سے گمراہی کا سبب بھی قرار دیا ہے۔

﴿يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا * لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ

---

[۳۳۲] بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۰۵

الشَّيطَانُ لِلإِنْسَانِ خَذُولًا﴾ (الفرقان/ ۲۸-۲۹)

حضرتِ امام صادقؑ نے اپنے صحابی جنابِ سفیان ثوری کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: مجھے میرے والدِ بزرگوار نے تین آداب یہ بھی سکھائے ہیں کہ اے بیٹا! جو بُرے لوگوں کے ساتھ ہمنشینی ودوستی اختیار کرتا ہے وہ (دنیاو آخرت دونوں کے خطرات سے) محفوظ نہیں رہتا اور جو شخص اپنے بُرے الفاظ سے باز نہ رہے وہ نادم وپشیمان ہوتا ہے اور جو بری جگہ پر آنا جانا رکھے وہ خود بھی متہم اور بدنام ہو کر رہتا ہے۔

«الإِمَامُ الصَّادِقُ ع: يَا سُفْيَانُ أَدَّبَنِي أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ بِثَلَاثٍ ... يَا بُنَيَّ مَنْ يَصْحَبْ صَاحِبَ السَّوْءِ لاَ يَسْلَمْ وَ مَنْ لاَ يُقَيِّدْ أَلْفَاظَهُ يَنْدَمْ وَ مَنْ يَدْخُلْ مَدَاخِلَ السَّوْءِ يُتَّهَمْ» [۳۳۳]

مولائے کائناتؑ نے جاہل ونادان لوگوں کے ساتھ ہمنشینی کے بُرے انجام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جاہل ونادان لوگوں کی ہمنشینی اور دوستی نحوست وشومی کا سبب ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع: صُحْبَةُ الْجَاهِلِ شُؤْمٌ» [۳۳۴]

اسی طرح ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو علماء کے ساتھ ہمنشینی اختیار کرے وہ عزت و وقار پاتا ہے اور جو حقیر وپست لوگوں کے ساتھ ہمنشینی اختیار کرے وہ حقیر وپست ہو کر رہتا ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع: مَنْ خَالَطَ الْعُلَمَاءَ وُقِّرَ، وَ مَنْ خَالَطَ الْأَنْزَالَ حُقِّرَ» [۳۳۵]

حضرت امام محمد تقی الجوادؑ نے بُرے اور شرپسند لوگوں کے ساتھ دوستی وہمنشینی کو انتہائی خطرناک

---

[۳۳۳] بحار الانوار، ج۷۵، ص۲۶۱

[۳۳۴] الکافی، ج۸، ص۱۸

[۳۳۵] نزہۃ الناظر، ج۱، ص۶۱

قرار دیتے ہوئے فرمایا: خبردار! بُرے اور شریر لوگوں کے ساتھ دوستی و ہمنشینی اختیار نہ کرو کیونکہ ایسے لوگ اس ننگی تلوار کی طرح خطرناک ہیں جس کا ظاہر تو چمکدار اور خوبصورت ہوتا ہے لیکن اس کا باطن اور اثر بہت خطرناک و قبیح ہوتا ہے۔

«قَالَ اَلْجَوَادُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ اَلشَّرِيرِ فَإِنَّهُ كَالسَّيْفِ اَلْمَسْلُولِ يَحْسُنُ مَنْظَرُهُ وَ يَقْبُحُ أَثَرُهُ»[۲۳۶]

۲۰. اولاد کو رزقِ حلال کھلانا

اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم ترین اور واجب ترین حق ان کو رزقِ حلال و پاکیزہ روزی کھلانا ہے، اولاد کو لقمہ حلال کھلانا اور پاکیزہ روزی کے ذریعہ سے بچہ کے جسم وجان کو تقویت دینا در حقیقت بچہ کے نیک و صالح انسان بننے کی بنیاد و اساس ہے، دین اسلام میں رزقِ حلال پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے اور اولاد کیلئے رزقِ حلال کا فراہم کرنا والدین کے اہم ترین فرائض وواجبات میں سے قرار دیا گیا ہے۔

جس طرح رزقِ حلال انسان کے دین وایمان کے محفوظ رکھنے کا اور بچوں کے نیک و صالح بننے کا سبب ہے، اسی طرح لقمہ حرام نسلوں کی تباہی و بربادی اور تمام انسانوں کے بگڑنے کا سبب ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: کسبِ حرام اور لقمہ حرام نسلوں کی تباہی کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: كَسْبُ اَلْحَرَامِ يَبِينُ فِي اَلذُّرِّيَّةِ»[۲۳۷]

ایک اور روایت میں لقمہ حرام کے بدترین آثار و مفاسد کو بیان کرتے ہوئے امام باقرؑ فرماتے ہیں: جو انسان حرام طریقہ سے مال حاصل کرے ان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی نہ ان کا حج قبول ہے نہ عمرہ

---

[۲۳۶] مستدرک الوسائل، ج۸، ص ۳۵۱

[۲۳۷] الکافی، ج۵، ص ۱۲۴

اور نہ صلہ رحمی یہاں تک کہ لقمہ حرام نسلوں کی تباہی وفساد کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَصَابَ مَالاً مِنْ حَرَامٍ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ حَجٌّ وَ لاَ عُمْرَةٌ وَ لاَ صِلَةُ رَحِمٍ حَتَّى أَنَّهُ يَفْسُدُ فِيهِ الْفَرْجُ»[۳۲۸]

لقمہ حرام کے مفاسد و نقصانات

لقمہ حرام کے انتہائی بدترین آثار و مفاسد ہیں جن میں سے دنیا و آخرت دونوں کی تباہی و بربادی اور تمام اعمال وعبادات کا ضائع ہو جانا ہے۔ تمام اعمال کی صحت و قبولیت کی بنیادی شرط لقمہ حلال ہے، جب تک انسان کا لباس، غذا، گھر اور زندگی کے دیگر لوازمات حلال ذریعہ سے حاصل نہ ہوں کوئی بھی عبادت و عمل بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول نہیں ہے۔

۱) لقمہ حرام عبادات کی قبولیت میں مانع:

متعدد روایات میں آیا ہے کہ جو ناجائز و حرام طریقہ سے کسبِ معاش کرتا ہے اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جس نے بھی لقمہ حرام کھایا ہو اس کی چالیس دن تک نہ کوئی عبادت قبول ہے اور نہ دعا اور ہر وہ شخص جس کا گوشت و پوست حرام لقمہ سے بڑھا ہو وہ جہنم کی آگ کا سزاوار ہے اور یقیناً ایک حرام لقمہ سے انسان کے جسم پر حرام گوشت بڑھ جاتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ أَكَلَ لُقْمَةَ حَرَامٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَ لَمْ تُسْتَجَبْ لَهُ دَعْوَةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحاً وَ كُلُّ لَحْمٍ يُنْبِتُهُ الْحَرَامُ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ وَ إِنَّ

---

[۳۲۸] بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۳۵۳

اَللُّقْمَةَ اَلْوَاحِدَةَ تُنْبِتُ اَللَّحْمَ»[۴۲۹]

اس روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے لقمہ حرام کی تاثیر عبادتوں کا برباد ہونا اور جہنم کا مستحق ہونا قرار دیا ہے۔

۲) لقمہ حرام ملائکہ کی لعنت اور غضبِ خدا کا سبب؛

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے لقمہ حرام کے بدترین مفاسد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس انسان کے پیٹ میں ایک لقمہ حرام بھی چلا جائے تو آسمان وزمین کے تمام فرشتے اس شخص پر لعنت کرتے ہیں اور جب تک وہ لقمہ اس کے شکم میں موجود رہے گا اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور جس نے حرام کا ایک لقمہ بھی کھالیا تو یقیناً وہ خدا کے غضب کا شکار ہوا پس اگر اس نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ قبول کرنے والا ہے اور اگر بغیر توبہ کے مرگیا تو اس کیلئے جہنم ہی سزاوار ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا وَقَعَتِ اَللُّقْمَةُ مِنْ حَرَامٍ فِي جَوْفِ اَلْعَبْدِ لَعَنَهُ كُلُّ مَلَكٍ فِي اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضِ وَ مَا دَامَتِ اَللُّقْمَةُ فِي جَوْفِهِ لَا يَنْظُرُ اَللَّهُ إِلَيْهِ وَ مَنْ أَكَلَ اَللُّقْمَةَ مِنَ اَلْحَرَامِ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اَللَّهِ فَإِنْ تَابَ تَابَ اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ إِنْ مَاتَ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ»[۴۳۰]

۳) لقمہ حرام جنت سے محروم ہونے کا سبب؛

سرورِ کائنات ﷺ نے حرامخور انسانوں کو جنت سے محروم قرار دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

---

[۴۲۹] بحار الانوار، ج ۶۳، ص ۳۱۴۔

[۴۳۰] مشکات الانوار، ج ۱، ص ۳۱۵؛ مکارم الأخلاق، ص ۱۵۰

جنت کو حرام قرار دیا ہے ہر اس انسان پر جس کا گوشت و پوست حرام غذا سے بڑھ چکا ہو۔

«قَالَ النَّبِيُّ ص الْجَنَّةُ مُحَرَّمَةٌ عَلَى جَسَدٍ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ»[۳۳۱]

۴) لقمہ حرام کھانے والے سے مولائے کائنات کی بیزاری؛

مولائے کائنات نے لقمہ حرام کھانے والوں سے بیزاری و نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص میرا چاہنے والا نہیں ہے جس نے کسی مومن کا مال حرام طریقہ سے کھایا ہو۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع لَيْسَ بِوَلِيٍّ لِي مَنْ أَكَلَ مَالَ مُؤْمِنٍ حَرَاماً»[۳۳۲]

۵) لقمہ حرام قبولیت دعا میں مانع؛

لقمہ حرام کے بیشمار نقصانات و مفاسد ہیں اور روایات میں لقمہ حرام کے نقصانات و مفاسد میں سے ایک اہم ترین نقصان اعمال و عبادات اور خصوصاً دعا و مناجات کا ضائع ہونا اور قبول نہ ہونا ہے، لقمہ حرام دعا کی قبولیت کیلئے مانع اور رکاوٹ بن جاتا ہے، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرتِ موسیٰؑ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو بہت زیادہ گریہ وزاری کرتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں دعا و مناجات کر رہا تھا، تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی کی اور فرمایا: یہ شخص جتنا بھی گریہ وزاری کرے اور جتنی بھی دعا و مناجات کرے اس کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس کے پیٹ لقمہ حرام ہے اور اس کے بدن پر بھی حرام ہے اور اس کے گھر میں بھی حرام ہے۔ جب تک یہ شخص حرام سے ہاتھ نہ اٹھائے اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔

«رُوِيَ أَنَّ مُوسَى ع رَأَى رَجُلًا يَتَضَرَّعُ تَضَرُّعاً عَظِيماً وَ يَدْعُو رَافِعاً يَدَيْهِ وَ يَبْتَهِلُ

---

[۳۳۱] إرشاد القلوب، ج ۱، ص ۶۹

[۳۳۲] مشكاة الأنوار في غرر الأخبار، ص ۱۵۴

فَأَوْحَى اللهُ إِلَى مُوسَى لَوْ فَعَلَ كَذَا وَ كَذَا لَمَا اسْتَجَبْتُ دُعَاءَهُ لِأَنَّ فِي بَطْنِهِ حَرَاماً وَ عَلَى ظَهْرِهِ حَرَاماً وَ فِي بَيْتِهِ حَرَاماً» [۳۳۲]

۶) لقمہ حرام ہلاکتِ ابدی کا سبب؛

لقمہ حرام انسان کیلئے ہلاکتِ ابدی و دنیاو آخرت دونوں کی تباہی و بربادی کا سبب ہے، جیسا کہ کربلا میں روزِ عاشور امام حسینؑ کے مقابل میں جو اہل بیتؑ کے دشمن امامؑ کے خون بہانے کیلئے جمع ہوئے تھے وہ سب کے سب لقمہ حرام کی وجہ سے ہلاکتِ ابدی کے شکار ہوئے اور لقمہ حرام کھانے کی وجہ سے ان کے دل اس قدر سخت وسیاہ ہو چکے تھے کہ امام معصومؑ کی نصیحتوں کا بھی ان پر ذرا برابر اثر نہ ہوا، اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزِ عاشور امام حسینؑ نے دشمن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ویل ہو تمہارے لئے تمہیں کیا ہو چکا ہے کہ میری باتیں نہیں سنتے ہو اور ان پر غور نہیں کرتے ہو، جبکہ میں تمہیں ابدی کامیابی کی طرف دعوت دے رہا ہوں اور جو میری اطاعت کرے گا وہ یقیناً کامیاب ہو جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے وہ یقیناً ہلاکتِ ابدی کا شکار ہو گا اور تم میں سے ہر ایک میری نافرمانی کر رہے ہو اور میری باتوں پر توجہ نہیں دے رہے ہو اور حقیقت میں میری باتیں اس وجہ سے تم پر اثر انداز نہیں ہو رہیں کیونکہ تمہارے پیٹ لقمہ حرام سے بھر چکے ہیں اور تمہارے دل لقمہ حرام کی وجہ سے تمہارے دلوں پر گمراہی کی مُہر لگ چکی ہے۔

«قال الحسين ع فی يوم عاشورا : وَيْلَكُمْ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ تُنْصِتُوا إِلَيَّ فَتَسْمَعُوا قَوْلِي وَ إِنَّمَا أَدْعُوكُمْ إِلَى سَبِيلِ الرَّشَادِ فَمَنْ أَطَاعَنِي كَانَ مِنَ الْمُرْشَدِينَ وَ مَنْ عَصَانِي كَانَ مِنَ الْمُهْلَكِينَ وَ كُلُّكُمْ عَاصٍ لِأَمْرِي غَيْرُ مُسْتَمِعٍ قَوْلِي فَقَدْ مُلِئَتْ بُطُونُكُمْ مِنَ الْحَرَامِ

---

[۳۳۲] بحار الانوار، ج ۹۰، ص ۳۷۳

وَ طُبِعَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيْلَكُمْ أَلَا تُنْصِتُونَ أَلَا تَسْمَعُونَ»[۳۳۳]

کسبِ حلال کی فضیلت اور اس کی تاثیر

دینی واجبات و فرائض میں سے ایک اہم ترین فریضہ رزقِ حلال کا حصول اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو حلال و جائز طریقہ سے پورا کرنا ہے اور قرآنِ پاک ہمیشہ تمام انسانوں کو رزقِ حلال حاصل کرنے اور کھانے کا حکم دیتا ہے جبکہ حرام طریقہ سے کمانے اور کھانے کو سختی کیساتھ منع کرتا ہے ، جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشادِ رب العزت ہے: اے لوگو! زمین میں جو حلال و پاکیزہ رزق ہے اسے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو اس لئے کہ یقیناً شیطان تم سب کا کھلا دشمن ہے۔

﴿يا أَيها النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّبًا وَلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (البقرة/ ١٦٨)

دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے تمام انبیاءؑ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: اے میرے رسولو! حلال و پاکیزہ رزق کھاؤ اور عمل صالح انجام دیتے رہو بے شک میں تمہارے تمام اعمال سے بخوبی آگاہ ہوں۔

﴿يا أَيها الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (المؤمنون/ ٥١)

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام انبیاءؑ کا پیغام اپنی امت کیلئے رزقِ حلال کھانا اور حلال و جائز طریقہ سے ہی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔

دینِ مقدسِ اسلام میں کسبِ حلال نہ تنہا یہ کہ ایک عظیم عبادت ہے بلکہ تمام عبادات کی صحت و

---

[۳۳۳] بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۸

قبولیت بھی اسی پر موقوف ہے اور حدیثِ قدسی میں پروردگارِ عالَم نے اپنے حبیبؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے احمدؐ! عبادت کے دس اجزاء ہیں جن میں سے نو ۹ جزء کسبِ حلال ہے پس جب تمہارا کھانا اور پینا پاک وپاکیزہ ہو گا تو ہمیشہ میری رحمت اور حفاظتِ خاص میں رہو گے۔

«يَا أَحْمَدُ إِنَّ الْعِبَادَةَ عَشَرَةُ أَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ مِنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ فَإِذَا طَيَّبْتَ مَطْعَمَكَ وَ مَشْرَبَكَ فَأَنْتَ فِي حِفْظِي وَ كَنَفِي»[۴۳۵]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے بھی مومنین کو رزقِ حلال طلب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: تم سب پر تین چیزیں لازم وضروری ہیں؛

۱) رزقِ حلال کمانا۔ ۲) ہمیشہ گھر والوں کیساتھ نیکی واحسان کرنا۔ ۳) ہر حال میں اللہ کو یاد کرنا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ: عَلَيْكَ بِلُزُومِ الْحَلَالِ وَ حُسْنِ الْبِرِّ بِالْعِيَالِ وَ ذِكْرِ اللهِ فِي كُلِّ حَالٍ»[۴۳۶]

مولائے کائناتؑ نے اس فرمان میں « عَلَيْكَ بِلُزُومِ الْحَلَالِ » فرما کر ہر مومن پر کسبِ حلال و جائز طریقہ سے ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا واجب قرار دیا ہے۔

روایات آلِ محمد علیہم السلام میں لقمہ حلال اور کسبِ حلال کے عظیم آثار وفوائد کو بیان کیا گیا ہے، ان روایات میں نہ صرف رزقِ حلال حاصل کرنے کی تاکید وسفارش کی گئی ہے بلکہ رزقِ حلال حاصل کرنے کے فوائد وآثار سے بھی آگاہ کیا گیا ہے، در حقیقت دونوں جہانوں کی سعادت وخوشبختی اور خدا

---

[۴۳۵] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۲۱

[۴۳۶] غرر الحکم، ج ۱، ص ۴۴۵

کی رضا و خوشنودی رزقِ حلال کے حصول پر ہی موقوف ہے۔

۱) رزقِ حلال اعمال کی قبولیت اور قلب کی نورانیت کا سبب؛

جو رزقِ حلال کھاتا ہے اس کے دل میں نورانیت آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اعمال و عبادات کو قبول کرتا ہے اور اس کی دعائیں مستجاب ہو جاتی ہیں، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جو لقمہ حلال کھاتا ہے اس کا دل نرم و نورانی ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے (خوفِ خدا کی وجہ سے) آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور اس کی دعا کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنَ الْحَلَالِ الْقُوتَ صَفَا قَلْبُهُ وَ رَقَّ وَ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَ لَمْ يَكُنْ لِدَعْوَتِهِ حِجَابٌ» [۴۴۷]

۲) رزقِ حلال دعا کی قبولیت کا سبب؛

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے رزقِ حلال کی تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دعا ضرور بالضرور قبول ہو تو اسے چاہئے کہ وہ حلال و پاکیزہ لقمہ کھائے اور جائز طریقہ سے کاروبار کرے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اعمال کی قبولیت اور دعاؤں کی اجابت رزقِ حلال پر ہی موقوف ہے اور جو شخص لقمہ حرام کھاتا ہے نہ اس کے اعمال قبول ہیں اور نہ ہی دعا مستجاب ہے۔

« قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْتَجَابَ دُعَاؤُهُ فَلْيُطَيِّبْ مَطْعَمَهُ وَ مَكْسَبَهُ» [۴۴۸]

---

[۴۴۷] مجمع البحرین، ج۵، ص ۳۵۳

[۴۴۸] بحار الانوار، ج۹۰، ص ۳۷۲

۳) کسبِ حلال گناہوں کی مغفرت کا سبب؛

کسبِ حلال نہ صرف یہ کہ ایک عظیم عبادت ہے بلکہ پروردگارِ عالَم نے کسبِ حلال کو گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ بھی قرار دیا ہے، جیساکہ سرورِ اعظم ﷺ کا فرمان ہے: گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جن کی بخشش نہ نماز سے ہوتی ہے اور نہ ہی صدقہ وخیرات کے ذریعہ سے، تو آپ سے کہا گیا اے اللہ کے رسولؐ پھر ان گناہوں کی بخشش کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: رزقِ حلال طلب کرنا اور اس سلسلہ میں تکلیف وغم اور اندہ کو برداشت کرنا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص إِنَّ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوباً لَا يُكَفِّرُهَا صَلَاةٌ وَ لَا صَدَقَةٌ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ ص فَمَا يُكَفِّرُهَا قَالَ الْهُمُومُ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ»[۳۴۹]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لقمہ حلال کھاتا ہے رحمت کا فرشتہ اس شخص اس وقت تک استغفار کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ رزق حلال کھانے میں مصروف رہتا ہے جبکہ اس کے مقابل میں وہ جو لقمہ حرام کھاتا ہے آسمان وزمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب تک وہ لقمہ حرام اس کے شکم میں رہتا ہے اس وقت تک

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَكَلَ الْحَلَالَ قَامَ عَلَى رَأْسِهِ مَلَكٌ يَسْتَغْفِرُ لَهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ أَكْلِهِ وَ قَالَ إِذَا وَقَعَتِ اللُّقْمَةُ مِنْ حَرَامٍ فِي جَوْفِ الْعَبْدِ لَعَنَهُ كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ...»[۳۵۰]

---

[۳۴۹] ایضاً، ج ۷۰، ص ۱۵۷

[۳۵۰] بحار الانوار، ج ۶۳، ص ۳۱۴

۴) لقمہ حلال مؤمن کو کھلانا جنت کو پانے کا سبب؛

جب کوئی مؤمن اپنے رزقِ حلال سے دوسرے مؤمنین کو کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے طعام سے نوازتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کا فرمان ہے: جب کوئی شخص کسی مؤمن کو لقمہ حلال کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے میوہ جات عطا کرتا ہے اور جب کوئی مؤمن کسی کو پانی سے سیراب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بہترین مشروب (رحیق مختوم) سے سیراب کرتا ہے اور جب کوئی مؤمن دوسرے مؤمن کو لباس پہناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا بہترین لباس (حریر واستبرق) پہناتا ہے اور جب تک اس لباس کا ایک دھاگا بھی باقی ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَطْعَمَ مُؤْمِناً لُقْمَةً أَطْعَمَهُ اَللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ اَلْجَنَّةِ وَ مَنْ سَقَاهُ شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ سَقَاهُ اَللّٰهُ مِنَ اَلرَّحِيقِ اَلْمَخْتُومِ وَ مَنْ كَسَاهُ ثَوْباً كَسَاهُ اَللّٰهُ مِنَ اَلْإِسْتَبْرَقِ وَ اَلْحَرِيرِ وَ صَلَّى عَلَيْهِ اَلْمَلاَئِكَةُ مَا بَقِيَ فِي ذَلِكَ اَلثَّوْبِ سِلْكٌ»
[۳۵۱]

۵) کسبِ حلال طلبِ آخرت کا ذریعہ؛

کسبِ معاش اور حصولِ معاش نیت پر موقوف ہے، معاش کسب کرنے والا اپنی نیت کے ذریعہ سے اپنے حاصل شدہ رزق کو حلال و حرام کرتا ہے، اگر کسب کرنے والی کی نیت اچھی ہو گی تو نہ صرف یہ کہ وہ دنیا میں سہولیات کا سبب اور دنیا طلبی میں شمار نہیں ہو گی بلکہ وہ روایات کی نگاہ میں رزقِ حلال بھی ہے اور طلبِ آخرت بھی، جبکہ کسب کرنے والی کی نیت اگر صرف ریا، تکبر دکھاوا یا اس قسم کا کوئی اور مقصد ہو تو پھر نہ صرف یہ کہ وہ حاصل شدہ معاش رزقِ حلال نہیں بلکہ وبالِ جان بھی ہے۔

---

[۳۵۱] ایضاً، ج ۷۱، ص ۳۸۳

رزقِ حلال کا حصول نہ صرف دنیا میں آسائش، آرام، سکون وسہولت کا سبب ہے بلکہ آخرت کی تیاری اور آخرت میں نجات کا بھی بہترین سبب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ رزقِ حلال کے ذریعہ سے نیک کاموں کو انجام دے، دین کی خدمت کرے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی خدمت کرے۔

«عَنْ عَبْدِ اَللهِ بْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِأَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ اَللهِ إِنَّا لَنَطْلُبُ اَلدُّنْيَا وَ نُحِبُّ أَنْ نُؤْتَاهَا فَقَالَ تُحِبُّ أَنْ تَصْنَعَ بِهَا مَا ذَا قَالَ أَعُودُ بِهَا عَلَى نَفْسِي وَ عِيَالِي وَ أَصِلُ بِهَا وَ أَتَصَدَّقُ بِهَا وَ أَحُجُّ وَ أَعْتَمِرُ فَقَالَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لَيْسَ هَذَا طَلَبَ اَلدُّنْيَا هَذَا طَلَبُ اَلْآخِرَةِ»[۳۵۲]

۶) رزقِ حلال کا طلب کرنا ایک اہم ترین فریضہ؛

دینِ مقدسِ اسلام میں رزقِ حلال کا حصول اہم ترین فرائض میں شامل ہے، جیسا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان ہے: رزقِ حلال کا حصول ہر مسلمان مرد وعورت پر ایک اہم ترین فریضہ ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ ص طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ»[۳۵۳]

۷) کسبِ حلال پلِ صراط سے بجلی کی رفتار میں گزرنے کا سبب؛

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص زحمت ومحنت کرکے رزقِ حلال کھائے وہ پلِ صراط سے بجلی کی رفتار کی طرح گزرے گا۔

---

[۳۵۲] الکافی، ج۵، ص۷۲

[۳۵۳] جامع الاخبار، ص۱۳۹

«قَالَ النَّبِيُّ ص: مَنْ أَكَلَ مِنْ كَدِّ يَدِهِ مَرَّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ»[۴۵۴]

۸) کسبِ حلال جنت کے دروازے کھلنے کا سبب؛

حضور ﷺ نے فرمایا: جو اپنی زحمت و محنت کی روزی کھاتا ہے اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے وہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

«وَ قَالَ ص مَنْ أَكَلَ مِنْ كَدِّ يَدِهِ حَلَالاً فُتِحَ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ»[۴۵۵]

۹) کسبِ حلال خدا کی نظر رحمت کا سبب؛

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی زحمت و محنت کی کمائی کھاتا ہے اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے اس کی طرف نگاہ کرتا ہے اور جس کی طرف خدا کی رحمت کی نگاہ ہو وہ ہرگز عذاب میں مبتلا نہیں ہوتا۔

«وَ قَالَ ص مَنْ أَكَلَ مِنْ كَدِّ يَدِهِ نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِ بِالرَّحْمَةِ ثُمَّ لَا يُعَذِّبُهُ أَبَداً»[۴۵۶]

۱۰) کسبِ حلال انبیاءؑ کے ساتھ محشور ہونے کا سبب؛

حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسبِ حلال کرتا ہے اور زحمت کی روزی کھاتا ہے وہ قیامت کے دن انبیاءؑ کے ساتھ محشور ہوگا اور انبیاءؑ جیسا ہی اجر و ثواب پائے گا۔

«وَ قَالَ ص مَنْ أَكَلَ مِنْ كَدِّ يَدِهِ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي عِدَادِ الْأَنْبِيَاءِ وَ يَأْخُذُ ثَوَابَ

---

[۴۵۴] مستدرک الوسائل، ج۱۳، ص ۲۳

[۴۵۵] جامع الاخبار، ج۱، ص ۱۳۹

[۴۵۶] بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۹

الْأَنْبِيَاءِ»[۳۵۷]

۱۱) کسبِ حلال جہاد فی سبیل اللہ:

دینِ اسلام میں کسبِ حلال اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا درجہ رکھتا ہے اور زحمت و محنت کرنے والا انسان مجاہد کا مقام و مرتبہ پاتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: وہ شخص جو اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے محنت و زحمت کرتا ہے اس کا مقام و مرتبہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مانند ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ ص: اَلكادُّ لِعِيالِهِ كَالْمُجاهِدِ فى سَبيلِ الله»[۳۵۸]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک زبردست جوان پہلوان پر نظر پڑی جو صبح سویرے کام کیلئے نکل رہا تھا، اصحاب نے کہا: کاش کہ یہ اپنی جوانی اور طاقت و توانائی کو جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تو کتنا بہتر ہوتا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے یہ سُن کر فرمایا: ایسا نہ کہو، کیونکہ اگر یہ جوان کام کیلئے اس لئے نکلا ہے کہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرے یا اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کرے تو اس کا یہ کام اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہی ہے (اس کا یہ کام بھی جہاد کا درجہ رکھتا ہے) اور اگر اس لئے کام کیلئے نکلا ہے کہ مال و دولت سے لوگوں پر فخر و تکبر کرے اور صرف ذخیرہ اندوزی کی نیت ہو تو پھر یہ شیطان کی راہ میں گامزن ہے۔

«كانَ [رَسُولُ اللهِ (ص)] جالِساً مَعَ أصحابِهِ ذاتَ يَومٍ فَنظَرَ إلي شابٌّ ذي جَلَدٍ

---

[۳۵۷] جامع الاخبار، ص ۱۳۹

[۳۵۸] بحار الانوار، ج ۱۰۳، ص ۱۳

و قُوَّةٍ قَد بَكَّرَ يَسعي فَقالُوا: وَيحَ هذا لَو كانَ شَبابُهُ و جَلَدُهُ في سَبيلِ الله تَعالي؟ فَقالَ(ص) لا تَقُولُوا هذا، فَإِنَّهُ أن كانَ يَسعي عَلي نَفسِهِ لِيَكُفَّها عَنِ المَسألَةِ و يُغنِيَها عَنِ النّاسِ فَهُوَ فِي سَبيلِ الله، وَ إن كانَ يَسعي عَلي أبَوَينِ ضَعيفَينِ أو ذُرِّيَّةٍ ضِعافٍ لِيُغنِيَهُم و يَكفِيَهُم فَهُوَ فِي سَبيلِ الله، و إن كانَ يَسعي تَفاخُراً و تَكاثُراً فَهُوَ في سَبيلِ الشَّيطانِ» [359]

۱۲) کسبِ حلال روزِ قیامت چہرے کے منور ہونے کا سبب ؛

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جو شخص اس لئے رزقِ حلال طلب کرتا ہے کہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے اور اپنے اہل وعیال کیلئے سہولت اور دوسرے لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان ہو جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس شان کے ساتھ ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہو گا۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ طَلَبَ اَلدُّنْيَا اِسْتِعْفَافاً عَنِ اَلنَّاسِ وَ سَعْياً عَلَى أَهْلِهِ وَ تَعَطُّفاً عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ ، وَ وَجْهُهُ مِثْلُ اَلْقَمَرِ لَيْلَةَ اَلْبَدْرِ» [360]

۱۳) رزقِ حلال طلب کرنے والے کے ہاتھ کو رسولِ اکرم ﷺ کا بوسہ دینا؛

رزقِ حلال کا طلب کرنا اور زحمت ومحنت سے اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا اس قدر دینِ اسلام میں محبوب وپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ محنت کرنے والے کے ہاتھ کی قدر دانی و

---

[359] المحجۃ البیضاء، ج ۳، ص ۱۴۰

[360] وسائل الشیعہ، ج ۱۷، ص ۲۱

تعظیم کرتے ہوئے بوسہ دیتے ہیں اور اس شخص کو جہنم سے نجات پانے کی خوشخبری دیتے ہیں، جیسا کہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ جب جنگِ تبوک سے واپس پلٹے تو جنابِ سعد انصاریؓ آپؐ کے استقبال کیلئے آئے اور حضور ﷺ سے مصافحہ کیا، حضور ﷺ نے دیکھا کہ جنابِ سعد انصاریؓ کا ہاتھ بہت سخت ہے تو پوچھا اے سعد تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا کہ اس قدر سخت ہے؟ جنابِ سعدؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اپنے ہاتھوں سے اینٹیں بناتا ہوں اس لئے ہاتھ ایسے ہیں، تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان زحمت کش ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا یہ وہ ہاتھ ہیں جس کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھو سکتی۔

«عَن أنَس بنِ مَالِک: إنَّ رَسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ لَمّا أقبَلَ مِن غَزوَةِ تَبوکَ استَقبَلَهُ سَعدٌ الأنصارِيُّ ، فَصافَحَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و آلہ ، ثُمَّ قالَ لَهُ: ما هذَا الَّذی أكتَبَ یَدَیكَ ؟ قالَ: یا رَسولَ اللّٰہ ، أضرِبُ بِالمَرِّ وَالمِسحاةِ فَأُنفِقُهُ عَلی عِیالی . فَقَبَّلَ یَدَهُ رَسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ ، وقالَ : هذِهِ یَدٌ لاتَمَسُّهَا النّارُ أبدا» [۳۶۱]

۱۴) طلبِ رزقِ حلال کرنے والا حضرت عیسیٰؑ کے نزدیک سب سے افضل انسان؛

قرآنِ مجید میں آیا ہے کہ حضرتِ عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کیلئے آسمان سے اللہ کی بارگاہ میں مائدہ (کھانا) طلب کیا اور ان کو جنت کا کھانا کھلایا جیسا کہ سورہ مائدہ میں اس کی تفصیل موجود ہے اور پورے سورہ کو اسی وجہ سے سورہ مائدہ کہا گیا ہے۔

﴿إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (المائدۃ/ ۱۱۲) ﴿قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ

---

[۳۶۱] اسد الغابہ، ج۲، ص۲۶۹؛ تاریخ بغداد، ج۷، ص۳۵۳

رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (المائدۃ/ ١١٤)

اور روایت میں آیا ہے کہ حوارئین یعنی حضرتِ عیسیٰؑ کے خاص اصحاب جب بھی کھانے کی ضرورت محسوس کرتے تو جنابِ عیسیٰؑ سے کہتے: اے روح اللہ! بھوک لگ رہی ہے، تو حضرت عیسیٰؑ ان کیلئے زمین پر ہاتھ مارتے تھے چاہے وہ زمین نرم ہوتی یا سخت، زمین سے ہر ایک کیلئے دو دو عدد روٹیاں بر آمد ہو جاتیں جس کو وہ کھاتے تھے اور جب پیاس محسوس کرتے تو کہتے: اے روح اللہ! پیاس لگ رہی ہے، پھر جنابِ عیسیٰؑ اسی طرح ان کیلئے پانی فراہم کرتے تھے جسے وہ پیتے تھے، پھر ان حوارئین نے حضرتِ عیسیٰؑ سے مخاطب ہو کر کہا: اے روح اللہ کیا ہم سے بہتر بھی اس زمین پر کوئی ہو گا کہ ہم آپ پر ایمان بھی لائے ہیں، آپ کی اتباع بھی کرتے ہیں، ہمیں جب بھی بھوک لگتی ہے تو آپ ہی ہمیں کھانا کھلاتے ہو اور جب پیاس لگتی ہے تو آپ ہی سیراب کرتے ہو؟ تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: ہاں تم سے بھی افضل اس دنیا میں موجود ہیں، انہوں نے تعجب خیز انداز میں پوچھا اے روح اللہ وہ کون ہیں؟ تو جواب دیا: وہ لوگ جو محنت و زحمت کر کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی پاک و پاکیزہ روزی کھاتے ہیں، جب حواریوں کو پتا چلا کہ محنت و زحمت کرنے والا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی پاک و حلال روزی کھانے والا دنیا میں سب سے افضل ہے تو انہوں نے بھی زحمت و محنت کرنا شروع کی اور اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے لگے۔

وفِي مَجْمَعِ الْبَيَانِ: رُوِيَ أَنَّهُمْ يَعْنِي الْحَوَارِيِّينَ اِتَّبَعُوا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانُوا إِذَا جَاعُوا قَالُوا يَا رُوحَ اللّٰهِ جُعْنَا فَيَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ سَهْلاً كَانَ أَوْ جَبَلاً فَيُخْرِجُ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ رَغِيفَيْنِ يَأْكُلُهُمَا فَإِذَا عَطِشُوا قَالُوا يَا رُوحَ اللّٰهِ عَطِشْنَا فَيَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ سَهْلاً كَانَ أَوْ جَبَلاً فَيُخْرِجُ مَاءً فَيَشْرَبُونَ قَالُوا يَا رُوحَ اللّٰهِ مَنْ أَفْضَلُ مِنَّا إِذَا شِئْنَا أَطْعَمْتَنَا وَ إِذَا شِئْنَا سَقَيْتَنَا وَ قَدْ آمَنَّا بِكَ وَ اتَّبَعْنَاكَ قَالَ

أَفضَلُ مِنكُمْ مَنْ یَعْمَلُ بِیَدِهِ وَ یَأکُلُ مِنْ کَسْبِهِ فَصَارُوا یَغسِلُونَ الثِّیَابَ بِالْکِرَاءِ» [۶۱۲]

۱۵) اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور رزقِ حلال طلب کرنا انبیاءؑ و معصومینؑ کی سنت و سیرت؛

ہاتھ سے کام کرنا اور رزقِ حلال طلب کرنا نہ صرف ایک عظیم عبادت و اطاعتِ الٰہی ہے بلکہ تمام انبیاءؑ و معصومینؑ کی سنت و سیرت بھی ہے، انبیاءؑ و معصومینؑ نے زحمت و محنت کرنے کی تاکید و سفارش بھی فرمائی ہے اور میدان عمل میں بھی زحمت و محنت کر کے رزقِ حلال طلب کرتے ہوئے بہترین عملی نمونوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے، جیسا کہ حضرتِ داؤدؑ کے بارے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جنابِ داؤدؑ رزقِ حلال طلب کرنے کیلئے بہت زیادہ زحمت و محنت کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ اور سرورِ کائناتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: اس دنیا میں بہترین رزق اپنے ہاتھ کی کمائی ہے کہ جس سے افضل کوئی طعام دنیا میں نہیں ہے۔

«قَالَ النَّبِیُّ ص: ما أَکَلَ أَحَدٌ طَعاما قطُّ خیرا مِن أن یَأکُلَ مِن عَمَلِ یَدِهِ ، وإنَّ نَبِیَّ اللهِ داوودَ کانَ یَأکُلُ مِن عَمَلِ یَدِهِ» [۶۱۳]

علی ابن ابی حمزہ بطائنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ کو کھیت میں کام کرتے ہوئے دیکھا کہ ان کے پاؤں پسینے سے شرابور ہو چکے تھے، میں نے عرض کی آپؑ پر فدا ہو جاؤں آپ کے خادم کہاں ہیں جو یہ کام کرتے؟ تو امامؑ نے فرمایا: اے علی ان لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ سے کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے والد سے افضل تھے تو میں کیوں نہ کروں، تو میں نے عرض کی مولا وہ کون لوگ تھے؟ امامؑ نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المؤمنینؑ اور میرے تمام آباؤ اجداد نے اپنے ہاتھوں سے

---

[۶۱۲] مستدرک الوسائل، ج ۱۳، ص ۲۳

[۶۱۳] کنز العمال، ح ۹۲۲۳

ہی کام کیا ہے اور یہ اپنے ہاتھوں سے کام، محنت، زحمت و مزدوری کرنا انبیاء، مرسلین، اوصیاء اور صالحین کی سیرت و سنت ہے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زحمت و محنت کرنا اور رزقِ حلال حاصل کرنا تمام انبیاء و مرسلین اور آئمہ طاہرینؑ کی سنت و سیرت ہے اور دنیا کے مزدور و محنت کش طبقہ کو فخر کرنا چاہیئے کہ ہم سیرتِ انبیاءؑ پر گامزن ہیں اور محنت و مزدوری کرتے ہوئے ننگ و عار محسوس نہیں کرنا چاہیئے۔

«عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :رَأَيْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَعْمَلُ فِي أَرْضٍ لَهُ قَدِ اِسْتَنْقَعَتْ قَدَمَاهُ فِي اَلْعَرَقِ فَقُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَيْنَ اَلرِّجَالُ فَقَالَ يَا عَلِيُّ قَدْ عَمِلَ بِالْيَدِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي فِي أَرْضِهِ وَ مِنْ أَبِي فَقُلْتُ لَهُ وَ مَنْ هُوَ فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ وَ آبَائِي عَلَيْهِمُ اَلسَّلاَمُ كُلُّهُمْ كَانُوا قَدْ عَمِلُوا بِأَيْدِيهِمْ وَ هُوَ مِنْ عَمَلِ اَلنَّبِيِّينَ وَ اَلْمُرْسَلِينَ وَ اَلْأَوْصِيَاءِ وَ اَلصَّالِحِينَ» [۳۶۴]

حضرت امام صادقؑ نے مولائے کائناتؑ کی طلبِ رزق میں زحمت و محنت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بتحقیق امیر المؤمنینؑ نے اپنے ہاتھ کی کمائی ہو روزی سے ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرایا ہے۔

«الإمامُ الصّادقُ عليه السلام: إنَّ أميرَ المؤمنينَ عليه السلام أعتَقَ ألفَ مَملوكٍ مِن كَدِّ يَدِهِ» [۳۶۵]

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنینؑ شدید گرمی میں کام کرنے کی غرض سے نکلتے

---

[۳۶۴] الکافی، ج۵، ص۷۵

[۳۶۵] تہذیب الاحکام، ج۶، ص۳۲۶

تھے جبکہ آپ کے چاہنے والے اس کام کو کرنے کی خواہش ظاہر کرتے تھے، لیکن مولاؑ کسی کو کام کی اجازت نہیں دیتے تھے بلکہ خود انجام دیتے تھے اس لئے کہ خدا اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسکا بندہ رزقِ حلال کے طلب میں زحمت و محنت کرے۔

«مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ قَالَ: كَانَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَخْرُجُ فِي اَلْهَاجِرَةِ فِي اَلْحَاجَةِ قَدْ كَفَاهَا يُرِيدُ أَنْ يَرَاهُ اَللَّهُ يُتْعِبُ نَفْسَهُ فِي طَلَبِ اَلْحَلاَلِ»[۳۶۶]

ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا تو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے، فرمایا یہ کیا کام کرتا ہے، لوگوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں کرتا، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کے اب یہ شخص میری نظروں سے گر گیا ہے، آپؐ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسولؐ وہ کیسے؟ فرمایا: جب مؤمن اپنی ضروریاتِ زندگی کے حصول کیلئے کوئی نہ کرے تو وہ اپنے دین کو وسیلہ معاش بنائے گا۔

«روی ابن عباس قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ص إِذَا نَظَرَ إِلَى الرَّجُلِ فَأَعْجَبَهُ قَالَ لَهُ حِرْفَةٌ فَإِنْ قَالُوا لَا قَالَ سَقَطَ مِنْ عَيْنِي قِيلَ وَ كَيْفَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِأَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حِرْفَةٌ يَعِيشُ بِدِينِهِ»[۳۶۷]

۱۶) لقمہ حرام کو ترک کرنا دو ہزار رکعت نماز سے افضل:

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: لقمہ حرام کو ترک کرنا خداوندِ عالم کے نزدیک دو ہزار رکعت نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ تَرْكُ لُقْمَةِ اَلْحَرَامِ أَحَبُّ إِلَى اَللَّهِ مِنْ صَلاَةِ أَلْفَيْ رَكْعَةٍ

---

[۳۶۶] وسائل الشیعہ، ج۱۷، ص ۴۳

[۳۶۷] جامع الاخبار، ج۱، ص ۱۳۹

تَطَوُّعاً»[۳۶۸]

بچوں کی تربیت نہ کرنے کا عظیم نقصان

بچوں کی تربیت نہ کرنا، ان کو دینی فرائض وواجبات نہ سکھانا اور ان کے حقوق کی ادائگی سے لاپروائی کرنا جہاں عظیم گناہوں میں شامل ہے وہاں پر دنیا و آخرت دونوں میں خسارت و نقصانات کا سبب بھی ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں رب العزت کا اعلان ہے: اب تم جس کی چاہو عبادت کرو کہہ دیجئے کہ حقیقی خسارہ والے وہی ہیں جنہوں نے اپنے نفس اور اپنے اہل کو قیامت کے دن گھاٹے میں رکھا- آگاہ ہو جاؤ یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔

{فَاعْبُدُوا ما شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ أَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ أَلا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرانُ الْمُبِينُ} (الزمر/ ۱۵)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: اور تم انہیں دیکھو گے کہ وہ جہنّم کے سامنے پیش کئے جائیں گے تو ذلت سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ کن انکھیوں سے دیکھتے بھی جائیں گے اور صاحبانِ ایمان کہیں گے کہ گھاٹے والے وہی افراد ہیں جنہوں نے اپنے نفس اور اپنے اہل کو قیامت کے دن گھاٹے میں مبتلا کر دیا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ ظالموں کو بہر حال دائمی عذاب میں رہنا پڑے گا۔

{وَ تَراهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْها خاشِعِينَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وَ قالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ أَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ أَلا إِنَّ الظّالِمِينَ في عَذابٍ مُقِيمٍ}(الشوری/ ۴۵)

جس طریقہ سے اولاد والدین کی نافرمانی کرے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو وہ

---

[۳۶۸] عدۃ الداعی، ص ۱۴۰

عاق ہو جاتی ہے اور خدا کی لعنت وعذاب کی مستحق قرار پاتی ہے اسی طریقہ سے اگر والدین بھی اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہ کریں اور ان کی زندگیوں کو برباد کر دیں تو یہ والدین بھی عاق ہو جاتے ہیں اور وہ عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جس طرح اولاد والدین کی نافرمانی کی وجہ سے عاق ہو جاتی ہے اسی طرح والدین بھی اولاد کے حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے عاق ہو جاتے ہیں۔

«قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہِ: یَلْزَمُ الْوَالِدَیْنِ مِنْ عُقُوقِ الْوَلَدِ مَا یَلْزَمُ الْوَلَدَ لَھُمَا مِنَ الْعُقُوقِ»[۱]

اور حضرتِ امام صادقؑ نے اولاد کی تربیت نہ کرنا اور ان کو گمراہ کر دینا اولاد کو قتل کرنے کے مساوی قرار دیا ہے، جیسا کہ جنابِ سماعہ نے جب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (جس نے کسی ایک نفس کو بے گناہ قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک نفس کو زندہ کیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو زندہ کیا) کی تفسیر کے بارے میں مولاؑ سے پوچھا تو فرمایا: جو کسی کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائے تو گویا اس نے اس کو زندگی عطا کی اور جو کسی کو ہدایت سے گمراہی کی طرف لے جائے تو گویا اس نے اسے قتل کر ڈالا۔

کسی کو گمراہی کی طرف لے جانا قتل کے برابر گناہ ہے اس میں فرق نہیں کہ گمراہ کرنے والا کسی اور کو گمراہ کرے یا اپنی اولاد ہی کو گمراہ کر دے بلکہ اپنی اولاد کو گمراہ کرنا دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے سے زیادہ گناہ وعذاب کا باعث ہے۔

«عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ: أَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿مَنْ

---

[۱] مکارم الاخلاق، ص ۲۲۰

قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَ مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً﴾ قَالَ: مَنْ أَخْرَجَهَا مِنْ ضَلالٍ إِلَى هُدًى فَقَدْ أَحْيَاهَا، وَ مَنْ أَخْرَجَهَا مِنْ هُدًى إِلَى ضَلالٍ فَقَدْ وَ اللهِ قَتَلَهَا»[۳۷۰]

---

[۳۷۰] امالی طوسی، ص ۲۲۶

۵) روایات کی روشنی میں بہن اور بھائی کے اہم ترین حقوق

رشتوں میں سے ایک اہم ترین اور محبت ومودت سے بھرپور رشتہ بہن اور بھائی کا رشتہ ہے، یہ رشتہ اس قدر قوی ومضبوط ہے جو کسی وقت بھی ٹوٹ نہیں سکتا، اگرچہ قرآنِ مجید نے محبت والفت میں ایک عظیم رشتہ میاں بیوی کا رشتہ قرار دیا ہے جیسا کہ پروردگارِ عالم نے فرمایا: میں نے تمہارے درمیان محبت ومودت کو قرار دیا ہے۔ میاں بیوی کی محبت کو پروردگارِ عالم نے اپنی توحید وقدرت کی نشانی قرار دیا ہے، لیکن بعض حالات میں میاں بیوی کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بہن وبھائی کا رشتہ اس قدر محکم ومضبوط ہے کہ جو کبھی نہیں ٹوٹتا۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (الروم/ ۲۱)

بہن وبھائی کے درمیان بہت شدید محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے رازدان، سہارا، پناہ گاہ اور مشکلات کے وقت ایک دوسرے کیلئے ناصر ومددگار ہوتے ہیں، ماں کے بعد انسان سے بہت زیادہ محبت کرنے والی اور زندگی کی تمام مشکلات میں سہارا بننے والی ذات بہن کی ذات ہے، بہن وبھائی کی محبت اور بہن کا اپنے بھائی کیلئے سہارا بننا اور بہن کا بھائی کی مشکلات میں پریشان حال ہوجانے کی مثال پیش کرتے ہوئے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ موسیٰؑ اور ان کی بہن کی مثال بیان فرمائی ہے، سورہ قصص میں آیا ہے کہ خدا کے حکم سے جنابِ موسیٰؑ کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل کے حوالہ کردیا اس کے بعد ماں بھی پریشان ہوئی اور جنابِ موسیٰؑ کی بہن بھی پریشان ہوئی، جنابِ موسیٰؑ کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ جاکر بھائی کی خبر لو، ان کے ساتھ کیا ہوا اور کس حال میں ہے، بہن کو پتا چلا کہ ان کا بھائی دربارِ فرعون میں ہے اور مختلف عورتوں کا ان کو دودھ پلانے کی کوشش کی جارہی ہے، لیکن

خدا نے تمام عورتوں کے دودھ کو جنابِ موسیٰؑ پر حرام قرار دے دیا تھا، فرعون اور اس کے درباری بہت پریشان ہیں کہ اب اس بچے کو دودھ پلانے کیلئے کس کو لایا جائے تا کہ یہ دودھ پیئے اور اس کی جان بچ جائے، تو اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنابِ موسیٰؑ کی بہن نے ان سے کہا: میں ایک گھرانہ کو جانتی ہوں جو اس بچے کیلئے بہت زیادہ خیر خواہ ہے اگر ان کو لایا جائے تو یہ بچہ دودھ پی لے گا، چنانچہ جنابِ موسیٰؑ کی والدہ کو لایا گیا تو جنابِ موسیٰؑ نے اپنی ماں کا دودھ قبول کیا اور پروردگارِ عالم نے اپنی قدرت سے موسیٰؑ کو صحت و سلامتی کے ساتھ دوبارہ آغوشِ مادر میں پلٹا کے ماں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کے اللہ نے اپنے وعدہ کو پورا فرمایا۔

اس قصہ میں جنابِ موسیٰؑ کی بہن کا کردار بھائی کی جان بچانے میں، بھائی کے غم میں بہن کے پریشان ہونے میں اور آغوشِ مادر میں جنابِ موسیٰؑ کو دوبارہ پلٹانے میں انتہائی عظیم کردار کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔

﴿وَأَوْحَينَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ * فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ * وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَينٍ لِي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَى أَنْ ينْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يشْعُرُونَ * وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَى فَارِغًا إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ * وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يشْعُرُونَ * وَحَرَّمْنَا عَلَيهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ بَيتٍ يكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ * فَرَدَدْنَاهُ إِلَى أُمِّهِ كَي تَقَرَّ عَينُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يعْلَمُونَ﴾ (القصص/ ۷-۱۳)

اسی طرح تاریخ میں بھی ہمیں عظیم بہن اور بھائیوں کی مثالیں ملتی ہیں جو کائنات میں تمام بہن بھائیوں کیلئے نمونہ حیات ہیں، انہی میں سے ایک عظیم بہن بھائی جو محبت میں، الفت میں، ہمدردی میں، دکھ و درد میں، حق کی خاطر ایثار و قربانی میں، وفا و خلوص میں اور زندگی کے تمام میدانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک رہنے میں تاریخ نے ایک عظیم مثال حضرتِ امام حسینؑ اور جنابِ زینبؑ کی پیش کی ہے۔

اسی طرح بہن و بھائی کی محبت و الفت اور وفا و خلوص کی ایک عظیم مثال حضرتِ امام رضاؑ اور ان کی ہمشیرہ گرامی حضرتِ فاطمہ معصومہؑ کی ہے، جنہوں نے اپنے بھائی کی جدائی کو برداشت نہ کیا اور بھائی کی محبت و تلاش میں بہت شدید و پُر خطر پہاڑوں کا سفر کرتے ہوئے ایران تشریف لائیں لیکن اپنے عظیم بھائی سے ملاقات نہ ہو سکی اسی راہ میں آپؑ دنیا سے کوچ کر گئیں اور اللہ تعالیٰ نے معصومینؑ کی طرح آپ کیلئے بھی عظیم مقام و مرتبہ قرار دیا کہ جو ان کی زیارت کرنے کیلئے آئے گا اسے جنت کا حقدار بنا دیا اور جن کا روضہ کائنات کے تمام مومنین کیلئے ایک عظیم زیارت گاہ بن گیا۔

تین معصوم ہستیوں امام صادقؑ، امام رضاؑ اور امام محمد تقیؑ نے جنابِ معصومہؑ کی معرفت کے ساتھ زیارت کرنے والے مؤمنین کو جنت کی خوشخبری وبشارت دی ہے۔

حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: کہ ہم اہل بیتؑ کا ایک حرم ہے اور وہ شہر قم ہے اور عنقریب میری اولاد میں سے ایک بیٹی جس کا نام فاطمہ ہو گا اس شہر میں دفن ہو گی پس جس نے اس کی زیارت کی اس کیلئے جنت واجب ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: وَ إِنَّ لَنَا حَرَماً وَ هُوَ بَلْدَةُ

قُمَّ وَ سَتُدْفَنُ فِيهَا اِمْرَأَةٌ مِنْ أَوْلاَدِي تُسَمَّى فَاطِمَةَ فَمَنْ زَارَهَا وَجَبَتْ لَهُ اَلْجَنَّةُ»[471]

امام رضاؑ نے فرمایا: اے سعد تمہارے پاس ہماری ایک قبر ہے، سعد نے کہا جی مولا فاطمہ بنت امام موسیٰ علیہما السلام کی قبر ہے، فرمایا: ہاں جس نے بھی اس کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے زیارت کی اس کیلئے جنت واجب ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى اَلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يَا سَعْدُ عِنْدَكُمْ لَنَا قَبْرٌ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ نَعَمْ مَنْ زَارَهَا عَارِفاً بِحَقِّهَا فَلَهُ اَلْجَنَّةُ»[472]

حضرت امام محمد تقیؑ نے فرمایا: جس نے میری پھوپھی کی شہر قم میں زیارت کی اس کیلئے جنت واجب ہے۔

«عَنِ اِبْنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ زَارَ قَبْرَ عَمَّتِي بِقُمَّ فَلَهُ اَلْجَنَّةُ»[473]

کس قدر خوش نصیب و خوش بخت ہے وہ زائر جنہیں حضرتِ معصومہؑ کی معرفت کے ساتھ زیارت نصیب ہو جائے کہ جن کیلئے تین معصوم اماموں نے جنت کی بشارت و خوشخبری دی ہے۔

بہن و بھائی کے حقوق میں سے ایک دوسرے کی عزت و احترام کرنا، ایک دوسرے کی مشکلات میں مدد کرنا، زندگی کے تمام میدانوں میں ایک دوسرے کیلئے سہارا بننا اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ وفا و خلوص کے ساتھ زندگی کرنا شامل ہیں، جہاں بہن کیلئے تاکید ہے کہ وہ بھائی کو باپ کی طرح سمجھے اور ان

---

[471] مستدرک الوسائل، ج۱۰، ص۳۶۸

[472] مستدرک الوسائل، ج۱۰، ص۳۶۸

[473] وسائل الشیعہ، ج۱۴، ص۵۷۶

کی عزت واحترام کرے اسی طرح بھائی کیلئے بھی یہ تاکید ہے کہ وہ بہن کو ماں کی طرح سمجھے اور ماں کی طرح اس کو عزت ومقام دے۔

اور وہ بھائی جو بہن کی تمام ضروریات کو پورا کرے اور بہن کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کرتے ہوئے زندگی گزارے تو اس کیلئے روایات میں جنت کی بشارت ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی کفالت وسرپرستی کی اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے، سوال کیا گیا یا رسول اللہ اگر کسی کے ہاں بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں تو؟ فرمایا: اس کیلئے بھی جنت واجب ہے، پھر سوال کیا گیا یا رسول اللہ اگر کسی کے ہاں صرف ایک بیٹی یا ایک بہن ہو تو؟ فرمایا: پھر بھی جنت واجب ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ :مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثَ أَخَوَاتٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ اِثْنَتَیْنِ قَالَ وَ اِثْنَتَیْنِ قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ وَاحِدَةً قَالَ وَ وَاحِدَةً» [۳۸۳]

روایات میں ماں کے بعد بہن کا مقام بیان کیا گیا ہے اور ماں کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کے بعد سب سے پہلے بہن کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ جنابِ صعصہ بن ناجیہ جو حضور ﷺ کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں، بارگاہِ رسالت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے نصیحت وہدایت کیجئے، تو سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: میں تجھے ماں کے ساتھ، باپ کے ساتھ، بہن کے ساتھ، بھائی کے ساتھ اور رشتہ میں جو قریب سے قریب تر رشتہ ہے اس کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔

اس روایت میں حضور ﷺ نے ماں باپ کے فوراً بعد تمام رشتہ داروں سے پہلے بہن کے ساتھ نیکی

---

[۳۸۳] مکارم الاخلاق، ص ۲۱۹

کرنے کا حکم دیا ہے۔

«فَقَالَ [صَعْصَعَةُ بنِ نَاجِيَة] لِلنَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ: بِأبِي أَنتَ وَ أُمِّي أوصِنِي! قَالَ: «أُوصِيكَ بِأُمِّكَ وَ أَبِيكَ وَ أُختِكَ وَ أَخِيكَ وَ أَدَانِيكَ أَدنَانِيكَ» [۲۷۵]

بہن بھائی کے حقوق حضرتِ امام سجادؑ کی نگاہ میں

حضرتِ امام سجادؑ نے رسالۃ الحقوق میں تقریباً پچاس قسم کے افراد کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے بہن و بھائی کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے، اگرچہ امام سجادؑ نے بہن و بھائی کے حقوق کے بیان میں لفظِ (اخ) کو ذکر فرمایا ہے جس کا لغوی معنٰی بھائی کے ہیں، لیکن عربی محاورات و کلامات میں بعض کلمے ایسے ہوتے ہیں جو ایک سے زیادہ معنٰی پر دلالت کرتے ہیں جیسے قرآن میں لفظ (مؤمن) استعمال ہوا ہے، اگرچہ لفظ مؤمن کا معنی مرد مؤمن ہے لیکن قرآن میں اس سے مراد مرد وزن دونوں ہیں، اسی طرح لفظِ (زوج) کا لغوی معنٰی شوہر کے ہیں لیکن قرآن میں اس سے مراد میاں اور بیوی دونوں ہیں، اسی طرح لفظِ (اخ) بھی اگرچہ لغوی اعتبار سے تو بھائی کے معنٰی میں ہے لیکن حقوق کے باب میں اس سے مراد بہن اور بھائی دونوں ہیں۔

امام سجادؑ نے بہن و بھائی کے حقوق کے ذکر کرنے سے پہلے انسانی زندگی میں بہن و بھائی کی اہمیت کو بتایا کہ ایک بہن و بھائی زندگی میں ایک دوسرے کا کیا مقام رکھتے ہیں، پھر ان کے حقوق کو ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے بہن و بھائی کا ایک دوسرے کی زندگی میں اہمیت و ضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا جان لو کہ: بہن و بھائی ایک دوسرے کے ہاتھ، ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کی طاقت ہیں۔

اہمیت بیان کرنے کے بعد حقوق کو اس طرح بیان فرمایا کہ:

---

[۲۷۵] امالی، سید مرتضی، ج ۲، ص ۲۸۴

۱) بہن و بھائی ایک دوسرے کو خدا کی نافرمانی میں وسیلہ وذریعہ قرار نہ دیں۔

۲) بہن و بھائی خدا کی مخلوق پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار نہ بنیں۔

۳) بہن و بھائی کو چاہئے کہ اپنے دشمن کے مقابل میں ایک دوسرے کی کبھی بھی مدد کو ترک نہ کریں۔

۴) بہن و بھائی کو چاہئے کہ ہمیشہ ایک دوسرے کی نصیحت، ہدایت و خیر خواہی کرتے رہیں۔ (ہمیشہ ایک دوسرے کی بھلائی کی فکر میں رہیں)

پس اگر تمہاری نصیحتوں سے وہ خدا کا مطیع و فرمانبردار بن گیا تو بہت ہی خوب اور اگر وہ خدا کا فرمانبردار نہ بنے اور نافرمان ہی رہے تو تم نے اپنی ذمہ داری اور وظیفہ کو انجام دے دیا ہے اور خدا تعالیٰ تم پر تمہارے بہن بھائی سے زیادہ کریم و مہربان ہے۔

«أَمَّا حَقُّ أَخِيكَ فَأَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ يَدُكَ وَ عِزُّكَ وَ قُوَّتُكَ فَلَا تَتَّخِذْهُ سِلَاحاً عَلَى مَعْصِيَةِ اللهِ وَ لَا عُدَّةً لِلظُّلْمِ لِخَلْقِ اللهِ وَ لَا تَدَعْ نُصْرَتَهُ عَلَى عَدُوِّهِ وَ النَّصِيحَةَ لَهُ فَإِنْ أَطَاعَ اللهَ وَ إِلَّا فَلْيَكُنِ اللهُ أَكْرَمَ عَلَيْكَ مِنْهُ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ»[۲۷۶]

امام سجاد علیہ السلام کے اس کلام سے حقوق کے سلسلہ میں چند چیزیں اور چند حقوق ضروری ہیں:

ایک دوسرے کو نصیحت کرنا، اگر ان میں سے کوئی گمراہی اور غلط کام کی طرف جاتا ہے تو اسے راہ حق کی طرف ہدایت کرنا اور اگر ان میں سے کوئی مشکلات میں ہے تو اس کے لئے ہر ممکن مدد کرنا، لیکن یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ بہن و بھائی کی مدد کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہر مقام پر اور ہر جگہ پر ایک دوسرے کی مدد کرنی ہے، بلکہ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی ہر حد تک جتنا ممکن ہو سکے ایک

---

[۲۷۶] ۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، الأمالي (للصدوق)، ص ۳۷۱۔ تهران، چاپ: ششم، ۱۳۷۶ ش۔

دوسرے کی مدد کریں لیکن وہ مقامات جہاں خدا کی نافرمانی ہو یا ان میں سے کوئی کسی پر ظلم کرے تو اس مقام پر نافرمانی میں اور ظلم کرنے میں نہ صرف یہ ہے کہ مدد نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کے کام میں رکاوٹ بن سکے تو رکاوٹ بھی بنیں اور اسے باز بھی رکھے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مدد کرو لیکن گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

{وَ تَعاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوى وَ لا تَعاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوانِ وَ اتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَديدُ الْعِقابِ}[۲۷۷]

حقیقی اور دینی بھائی

قرآن وروایات کی روشنی میں بھائی کی دو قسم ہیں:

۱- برادر حقیقی سگا بھائی، جن کے ماں باپ ہیں، جن میں خونی رشتہ ہے، سگے بہن و بھائی کے شریعت کے کچھ خاص احکام و خاص حقوق ہیں، جیسے ایک دوسرے سے ارث لینا اور ایک دوسرے کا محرم ہونا وغیرہ، شریعت میں بھائیوں کیلئے بہت زیادہ احترام کرنے کا حکم ہے خصوصاً جو بڑا بھائی ہے اس کو دیگر بہن بھائیوں کی نسبت باپ کا درجہ دیا گیا ہے لہٰذا اسے باپ کی طرح سمجھنا اور باپ کی طرح اس کی عزت کرنا اور اس کی باتوں پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام رضاؑ کا فرمان ہے: تمہارا بڑا بھائی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے باپ کی طرح ہے۔

۲۷۷۔ سورۃ المائدۃ:۲۔

«عَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْأَخُ اَلْأَكْبَرُ بِمَنْزِلَةِ اَلْأَبِ» [۴۷۸]

۲-دینی بھائی: قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں تمام مسلمانوں کو اور تمام مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے، جس طرح برادرِ حقیقی کی عزت، احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے اسی طرح برادرانِ دینی کی عزت واحترام اور ان کے ساتھ بھی نیکی کرنے کا حکم ہے، لہٰذا جو حقوق اوپر امام سجادؑ کے فرمان میں ایک برادرِ حقیقی کے لئے بیان ہوئے وہ در حقیقت عام ہیں جو ہر قسم کے بھائی کو شامل ہیں چاہے وہ برادرِ حقیقی ہو یا ایمانی، تو اس لحاظ سے برادرِ حقیقی کی طرح برادرِ ایمانی کا بھی احترام کرنا، ان کی عزت و آبرو کا خیال رکھنا، ان کی مشکلات میں ان کا سہارا بننا، گمراہی سے نجات دلانا اور ہدایت کرنا، ہر حال میں ان کی بھلائی کا خواہاں ہونا اور اگر برادرانِ دینی کے درمیان کسی وقت اختلاف و جھگڑا ہو جائے تو انکے درمیان مصالحت کرانا اور الفت و محبت کو پیدا کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ سورہ حجرات میں پروردگارِ عالَم نے تمام مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتے ہوئے اور ایک دوسرے کے درمیان اختلاف کی صورت میں مصالحت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم کرے۔

{إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ} [۴۷۹]

اس آیت میں برادرانِ دینی کیلئے تین حقوق کا ذکر کیا گیا ہے؛

۱-﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ ایک دوسرے کو بھائی سمجھنا۔

---

[۴۷۸] تہذیب الاحکام، ج۷، ص ۳۹۳

[۴۷۹] سورۃ الحجرات: ۱۰۔

۲-﴿فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ برادرانِ دینی کے درمیان مصالحت کرانا۔

۳-﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ تقویٰ الٰہی اختیار کرنا۔

پھر اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر برادرانِ دینی اپنے حقوق کو ادا کریں گے تو اللہ کی رحمت و مغفرت ان کے شاملِ حال رہے گی۔

امام صادق علیہ السلام کی نظر میں برادرِ حقیقی اور برادرِ دینی

اسی طرح برادرانِ ایمانی کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی ہے اور ان دونوں کی مثال ایک جسم کی مانند ہے جس طرح جسم کے متعدد اعضاء میں سے اگر کسی ایک عضو میں درد و تکلیف ہو تو پورا بدن بے چین و تکلیف میں رہتا ہے اسی طرح اگر مؤمن تکلیف میں ہو تو دوسرے مؤمن کو بھی تکلیف پہنچتی ہے، کیونکہ مؤمنین کے ارواح اللہ تعالیٰ کی روح سے ہیں اور بے شک مؤمن کی روح کا تعلق اللہ کی روح کے ساتھ اس طرح شدید و قوی ہے جس طرح سورج اور سورج کی شعاع کے درمیان اتصال و تعلق پایا جاتا ہے۔

«وَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّهُ قَالَ: الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَى شَيْئاً مِنْهُ وَجَدَ أَلَمَ[۴۸۰] ذَلِكَ فِي سَائِرِ جَسَدِهِ لِأَنَّ أَرْوَاحَهُمْ مِنْ رُوحِ اللَّهِ تَعَالَى وَ إِنَّ رُوحَ الْمُؤْمِنِ لَأَشَدُّ اتِّصَالاً بِرُوحِ اللَّهِ مِنِ اتِّصَالِ شُعَاعِ[۴۸۱] الشَّمْسِ بِهَا»

---

[۴۸۰] - ما بین المعقوفین موجود في غیر ھذا الکتاب من المصادر۔

[۴۸۱] - سقط من النسخۃ -ب-۔

[۴۸۲] - کوفی اھوازی، حسین بن سعید، المؤمن، ص ۳۸- قم، ق ۱۴۰۴، عنہ في البحار: ۷۴/ ۲۶۸ ح ۸، و عن الکافي: ۲/ ۱۶۶ ح ۴ باسنادہ عن أبي بصیر مع اختلاف یسیر وفیہ: أرواحھما من روح واحدۃ بدل لأن أرواحھم من روح اللہ، وفي ص ۷۷ ح ۹ عن

سورج کی مثال کے ذریعہ یہ سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح سورج کی شعاع کبھی سورج سے جدا نہیں ہو سکتی اسی طرح مؤمن کا تعلق خدا سے بھی اور مؤمنین کا ایک دوسرے سے بھی نہیں ٹوٹنا چاہئے۔

یعنی جس طرح جسم کے اعضاء جب تک بدن کے ساتھ جڑے رہتے ہیں تو بدن قوی رہتا ہے اور زندگی کے تمام نظام کو بطریق احسن انجام دیا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں تمام کامیابیوں کو حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن اگر بدن کے اعضاء جدا ہو جائیں تو بدن کمزور پڑ جاتا ہے، زندگی کا نظام بگڑ جاتا ہے اور مختلف پریشانیوں کا شکار رہتا ہے، اسی طرح مؤمنین بھی اگر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہیں تو ایک دوسرے کی طاقت وتوانائی بنیں گے، زندگی کے نظام کو بطریق احسن انجام دیا جائے گا اور زندگی میں بہت ساری کامیابیوں کو پایا جاسکتا ہے اور اگر مؤمنین ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تفرقہ پڑ جائے تو ہزاروں قسم کی مشکلات وپیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی اور مؤمنین کمزور ہو کر رہ جائیں گے۔

لہٰذا مؤمنین کو چاہئے کہ آپس میں متحد، منظم اور متفق رہیں اور ایک دوسرے کیلئے سہارا و قوت اور توانائی کا باعث بنیں رہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نظر میں بھائی کا حق

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام کاظمؑ کے ایک صحابی عبدالمؤمن انصاری کہتے ہیں میں امامؑ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا وہاں پر محمد بن عبداللہ جعفی موجود ہیں میں نے ان کو دیکھا تو خوش ہوا اور مسکرایا، امامؑ نے مجھ سے پوچھا کیا تم ان کے چاہتے ہو اور ان سے محبت کرتے ہو؟ تو میں نے عرض کی جی مولاؑ میں ان سے محبت کرتا ہوں اس لئے کہ یہ آپ کا چاہنے والا ہے، تو پھر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے برادرانِ دینی کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ ایک مؤمن

الاختصاص: ص ۲۶ مرسلاً، وفی البحار ۶۱/ ۲۵۲ ح ۱۳۸ عن الکافی والاختصاص، ورواہ فی مصادقۃ الاخوان: ص ۳۰ ح ۲ مثلہ۔

دوسرے مؤمن کا سگا بھائی ہے یعنی ماں باپ کی طرف سے بھائی ہے، پس ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی پر تہمت لگائی، ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی کو دھوکہ دیا، ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی کو نیکی کی نصیحت نہ کی، ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو خود کو اپنے بھائی پر مقدم کرے، ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی سے دور وکٹ کے رہے، ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی غیبت کرے۔

اس روایت میں مولاؑ نے ایک دینی بھائی کو دوسرے دینی بھائی کو پہلے تو سگے بھائی کی طرح قرار دیا ہے اور پھر ان کے درج ذیل حقوق کو بیان فرمایا اور یہاں تک سختی فرمائی کہ اگر ایک مؤمن بھائی اپنے دوسرے مؤمن بھائی کے حقوق کو ادا نہ کرے تو وہ ہماری نظر میں اور خدا کی نظر میں ملعون ہے، اور ملعون بھی ایک دفعہ نہیں دو دو بار ملعون ملعون فرمایا ہے:

۱) تہمت نہ لگائے۔ ۲) دھوکہ نہ دے۔ ۳) نیکی کے کاموں میں نصیحت کو ترک نہ کرے۔

۴) خود کو مقدم نہ کرے۔ ۵) دور اور کٹ کر نہ رہے۔ ۶) غیبت وبرائی نہ کرے۔

«وَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الْكَاظِمِ ع وَ عِنْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْجُعْفِيُّ فَتَبَسَّمْتُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ أَ تُحِبُّهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَ مَا أَحْبَبْتُهُ إِلَّا فِيكُمْ فَقَالَ هُوَ أَخُوكَ الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ لِأَبِيهِ وَ لِأُمِّهِ مَلْعُونٌ مَنِ اتَّهَمَ أَخَاهُ مَلْعُونٌ مَنْ غَشَّ أَخَاهُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ لَمْ يَنْصَحْ أَخَاهُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنِ اسْتَأْثَرَ عَلَى أَخِيهِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنِ احْتَجَبَ عَنْ أَخِيهِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنِ اغْتَابَ أَخَاهُ» [۴۸۳]

---

[۴۸۳] دیلمی، حسن بن محمد، أعلام الدین في صفات المؤمنین، ص ۱۲۵- قم، چاپ: اول، ۱۴۰۸ق؛ قضاء حقوق المؤمنین، ح

مولائے کائناتؑ کی نگاہ میں برادرانِ دینی کے حقوق

غرر الحکم میں ایک اہم روایت ہے جس میں مولائے کائنات علیہ السلام نے برادر دینی کے چھ حقوق و وظائف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بے شک تمہارا سچا دینی بھائی وہ ہے؛

۱) جو تمہاری خطا ولغزش کو معاف کر دے۔

۲) جو تمہیں اور تمہاری برادری کو تقویت دے اور مضبوط کرے۔

۳) جو تمہارے عذر کو قبول کرے۔

۴) جو تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرے۔

۵) جو تمہارے ڈر و خوف کو تم سے دور کرے۔

۶) جو تمہاری امیدوں کو پورا کرے۔

«إِنَّ أَخَاكَ حَقّاً مَنْ غَفَرَ زَلَّتَكَ وَ سَدَّ خَلَّتَكَ وَ قَبِلَ عُذْرَكَ وَ سَتَرَ عَوْرَتَكَ وَ نَفَى وَجَلَكَ وَ حَقَّقَ أَمَلَكَ»[۴۴۳]

۴۴۲۔ عدۃ الداعی، ص ۱۷۴

۴۴۳ غرر الحکم، ص ۲۴۳

فصل پنجم اخلاقِ اجتماعی

دینِ مقدسِ اسلام ایک معاشرتی واجتماعی دین ہے، جس میں اجتماعی اور معاشرتی زندگی گزارنے کیلئے چند چیزوں کو لازم و ضروری قرار دیا گیا ہے ، یہ چیزیں در حقیقت اجتماعی آداب، اخلاق، فرائض ووظائف میں سے ہیں جن کی رعایت کرنا اور خیال رکھنا جہاں پر اجتماعی و معاشرتی زندگی میں کامیابی اور اجتماعی روابط میں استحکام و مضبوطی کا باعث ہے وہیں پر دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و خوشنودی خدا کا سبب بھی ہے، اجتماعی اخلاق ووظائف ویسے تو بہت زیادہ ہیں جن پر آیات وروایات میں بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے اور تمام مسلمانوں کو ان اخلاق ووظائفِ اجتماعی کے انجام دینے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت دونوں میں عظیم فوائد و برکات اور کامیابیوں کے حصول کا سبب قرار دیا گیا ہے، لیکن ان میں سے نمونہ کے طور پر چند اہم ترین اخلاقی واجتماعی ضروری صفات و وظائف کو روایات کی روشنی بیان کیا جاتا ہے۔

۱) عفو و در گزر کرنا:

اجتماعی و معاشرتی اخلاق وآداب اور وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ ایک دوسرے کو بخش دینا اور در گزر کرنا ہے، عفو حقیقت میں تمام خطاؤں، لغزشوں اور غلطیوں سے در گزر کرنے کا نام ہے، یعنی اگر چہ معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے سے خطاء و لغزش کا ہونا بالکل عین ممکن و فطری چیز ہے

لیکن کسی کی غلطی کے مقابلہ میں سامنے والا کیا اور کیسے رویہ اپناتا ہے یہ سب سے اہم چیز ہے جس پر شریعت نے بہت زور دیا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ یا آپ کے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ یا آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کے ساتھ کوئی گستاخی یا بے ادبی کردے تو اس کے مقابل میں تمہیں اسی طرح غلطی وگستاخی سے پیش نہیں آنا چاہئے اور نہ ہی دل میں کینہ وکدورت رکھنی چاہئے، بلکہ وسعتِ قلبی وشرح صدر کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کی تمام خطاؤں، غلطیوں اور لغزشوں کو بخش دینا چاہئے اور ان سے درگزر کرنا چاہئے، عفوودرگزر کرنا خود خدا، تمام انبیاءؑ، معصومینؑ اور بزرگ ہستیوں کی سنت وسیرت کا حصہ ہے۔

عفو کی اہمیت وفضیلت قرآن کی روشنی میں

عفوودرگزر کرنا ایک خدائی صفت ہے، سب سے زیادہ عفوودرگزر اور بخش دینے والی ذات ارحم الراحمین کی ذات ہے، جو تمام خطاؤں، گناہوں، لغزشوں اور بندوں کی تمام غلطیوں کو بخش دیتی ہے، سب سے پہلے بندوں کی خطاؤں اور گناہوں پر پردہ پوشی کرتی ہے، پھر جب بندہ پشیمان ہو جائے اور پروردگار سے معافی طلب کرلے تو اس طرح بخش دیتا ہے گویا کہ اُس سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہی نہیں، جیسا کہ مولا امام صادق علیہ السلام کے فرمان میں آیا ہے: وہ شخص جو واقعی توبہ کرنے اور معافی مانگنے والا ہے وہ اس شخص کی طرح پاک وپاکیزہ ہو جاتا ہے جس نے کوئی گناہ انجام ہی نہ دیا ہو اور وہ شخص جو بار بار گناہ پر اصرار بھی کرے اور استغفار بھی، تو وہ در حقیقت خدا کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: اَلتَّائِبُ مِنَ اَلذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ وَ اَلْمُقِيمُ عَلَى اَلذَّنْبِ وَ هُوَ يَسْتَغْفِرُ كَالْمُسْتَهْزِئِ» ([illegible])

ویسے تو خداوند عالم کی بہت زیادہ صفات ہیں جن کو شمار کرنا ممکن ہی نہیں ہے لیکن ان صفات میں سے ایک

---

(۲۸۵) مکارم الاخلاق، ج۱، ص۳۳

عظیم صفت ارحم الراحمین اور عفو وغفور ہونا ہے، یعنی بہت زیادہ مہربان اور بہت زیادہ بخش دینے والا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں پروردگارِ عالَم نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: وہ بہت بخشنے والی اور مہربان ذات ہے۔

﴿...إِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (النساء/ ۴۳)

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خطاؤں اور لغزشوں کو بخش دیتا ہے، اسی طرح اپنے بندوں سے بھی یہی تقاضا کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کردیں اور بخش دیں، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے بھی اس شخص کی خطاؤں اور گناہوں کو بخش دینے کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ سورہ نور میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: تم لوگ ایک دوسرے کو بخش دو اور دلوں سے کینہ وکدورتوں کو نکال دو (دل کو پاک وصاف کردو) کیا تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو بخش دے اور اللہ تو بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النور/ ۲۲)

اسی طرح سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ تقویٰ اور اہلِ جنت کی صفات وعلامات کو بیان کرتے ہوئے ایک اہم ترین صفت وعلامت عفو ودرگزر کرنا اور ایک دوسرے کو بخش دینا قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے: اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جانے میں سبقت لو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو اہلِ تقویٰ کے لیے آمادہ کی گئی ہے ٥ (ان متقین کے لیے) جو خواہ آسودگی میں ہوں یا تنگی میں ہر حال میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ٥ اور جن سے کبھی نازیبا حرکت سرزد ہو جائے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو اسی وقت خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کا بخشنے والا کون ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے ہیں ٥ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کی مغفرت اور وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،

جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (نیک) عمل کرنے والوں کے لیے کیا ہی خوب جزا ہے۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ * الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ * وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ * أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ (آل عمران/ ۱۳۳-۱۳۶)

ان آیات اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ اور اہل جنت کی صفات وعلامات کو بیان کرتے ہوئے سات صفات کو بیان کیا ہے اور جو شخص اپنے آپ کو اہل جنت میں سے شمار کرنا چاہتا ہے وہ ان صفات کو اپنے کردار میں اپنانے کی کوشش کرے تاکہ وہ اہل جنت میں شامل ہو کر سعادتِ ابدی کو پا سکے، وہ صفات درج ذیل ہیں؛

۱) مغفرت وجنت کی جانب سبقت کرنا۔
۲) ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ وانفاق کرنا۔
۳) غصہ کو پی جانا۔
۴) لوگوں کی غلطیوں کو معاف کر دینا۔
۵) اللہ کی راہ میں نیکی واحسان کرنا۔
۶) اپنی خطاؤں ولغزشوں پر توبہ واستغفار کرنا۔
۷) اپنی خطاؤں پر ڈٹے نہ رہنا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ اور اہل جنت کی ان سات صفات کو بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کو کہ جو ان صفات کو اپناتے ہیں جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کہ ﴿أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ انہی لوگوں کی پاداش ان

کے پروردگار کی جانب سے مغفرت ورحمت اور جنت ہے کہ جس میں یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور ان کیلئے کیا ہی خوب پاداش ہے۔

عفوودرگزر کی اہمیت وفضیلت روایات کی روشنی میں

اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات وروایات میں عفواور درگزر کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش وارد ہوئی ہے، عفو کرنے والے لوگوں کے لئے عظیم مقام ومنزلت اور عظیم اجر وپاداش کو بیان کیا گیا ہے، عفوو درگزر کو درحقیقت خدا کی دی ہوئی قدرت، طاقت اور نعمتوں کا شکرانہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے حکمت نمبر ۱۱ میں فرمایا ہے: جب تم اپنے دشمن پر غالب آجاؤ تو عفو وبخشش کو اس کامیابی کا شکرانہ قرار دو۔

«قالَ عليٌّ عليه السلام: إِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْراً لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ»

توضیح: دشمن پر غلبہ اور کامیابی کا شکرانہ مولا علی علیہ السلام نے انتقام کو قرار نہیں دیا بلکہ اس قدرت و کامیابی کا شکرانہ دشمن کو معاف کر دینا اور ان سے درگذر کرنا قرار دیا ہے۔ جس طرح سرورِ کائنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر سرسخت ترین دشمن کفارِ قریش اور مشرکین مکہ کو اور ابو سفیان جیسے دشمنوں کو بخش دیا اور ان سے انتقام نہیں لیا۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عمومی معافی کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: سب چلے جاؤ میں نے تم سب کو آزاد کر دیا ہے۔

«فَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ مَكَّةَ عَنوَةً فَخَطَبَ عَلَى بَابِ الكَعبَةِ ثُمَّ قَالَ بَعدَ كَلَامٍ: يَا مَعشَرَ قُرَيشٍ! مَا تَرَونَ أَنِّي فَاعِلٌ فِيكُم؟ قَالُوا: خَيراً. أَخٌ كَرِيمٌ، وَ ابنُ أَخٍ كَرِيمٍ، قَالَ: إِذهَبُوا فَأَنتُمُ الطُّلَقَاءُ» [۴۸۶]

---

(۴۸۶) بحارالانوار، ج ۲۱، ص ۱۰۷

حضور ﷺ اگر چاہتے تو مشرکین مکہ سے انتقام وقصاص لیتے ہوئے سب کی گردنوں کو اڑا سکتے تھے، تمام مشرکین کی گردنیں اسلامی فوج کی تلوار کے سائے میں تھیں، یہ مشرکین مکہ اور اِن کا سردار ابوسفیان ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے سردارِ کائنات ﷺ اور مسلمانوں کو ہر طرح کی اذیت و تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی اور بہت سارے مسلمانوں کو شہید بھی کر دیا تھا، لیکن پیغمبر اکرم ﷺ نے ان تمام دشمنوں کو معاف کر کے مسلمانوں کو یہ سبق سکھایا کہ کامیابی، فتح و کامرانی کا شکرانہ عفوودرگزر کرنا ہے نہ کہ انتقام وقصاص لینا۔

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تم کو دنیا و آخرت کی کامیابی اور بہترین اخلاق سے آگاہ کروں؟ تو صحابہ نے عرض کی: جی کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: دنیاو آخرت کی کامیابی اور بہترین اخلاق تین چیزوں میں ہے؛

۱۔ جن لوگوں نے رابطہ منقطع کیا ہے ان سے رابطہ برقرار رکھنا۔

۲۔ جن لوگوں نے محروم کیا ہے انکو عطا کرنا۔

۳۔ جن لوگوں نے ظلم وستم کیا ہے انکو بخش دینا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرِ أَخْلَاقِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَ تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَ تَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ»[۲۸۸]

ایک اور حدیث میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا و آخرت دونوں کی بزرگی اور کامیابی تین چیزوں میں ہے؛

---

(۲۸۸) الکافی، ج ۲، ص ۱۰۷

۱۔ جن لوگوں نے ظلم وستم کیا ہے انکو بخش دینا۔

۲۔ جن لوگوں نے رابطہ منقطع کیا ہے ان سے رابطہ برقرار رکھنا۔

۳۔ جاہل ونادان لوگوں کے ساتھ حلم وبُردباری سے پیش آنا۔

«قَالَ الصَّادِقُ علیه السلام: ثَلَاثَةٌ مِنْ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَ تَحْلُمَ إِذَا جُهِلَ عَلَيْكَ» [۳۸۸]

ایک اور حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ عفو ودرگزر کرنے کو دنیا وآخرت دونوں میں بزرگی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: تم سب پر اخلاقی کمالات وبزرگیوں کو اپنانا لازم وضروری ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے انہی اخلاقی کمالات وبزرگیوں کو سکھانے کیلئے مبعوث فرمایا ہے اور ان اخلاقی کمالات و بزرگیوں میں سے چند یہ ہیں:

۱) انسان کا اس کو بخش دینا جس نے اس سے ناانصافی وزیادتی کی ہو۔

۲) اس کو عطا کرنا جس نے اسے محروم رکھا ہو۔

۳) اس سے صلہ رحمی کرنا جس نے اس سے قطع رحمی اختیار کی ہو۔

۴) اس کی عیادت واحوال پُرسی کرنا جس نے اس کی عیادت نہ کی ہو۔

«عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ بَعَثَنِي بِهَا، وَ إِنَّ مِنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ: أَنْ يَعْفُوَ الرَّجُلُ عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَ يُعْطِيَ مَنْ حَرَمَهُ، وَ يَصِلَ مَنْ قَطَعَهُ، وَ أَنْ يَعُودَ مَنْ لَا يَعُودُهُ» [۳۸۹]

---

(۳۸۸) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۶۳

۳۸۹ بحار الانوار، ج ۶۶، ص ۷۵، ح ۲۴

زندگی میں عفوودر گزر کرنے کی اہمیت وفضیلت اور دنیاو آخرت دونوں میں اس کے عظیم فوائد و برکات کو ہم نے اس کتاب کی جلد اول میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے مزید تفصیلات کیلئے اس کی طرف رجوع کریں۔

عفوودرگزر کرنے کی ایک اعلیٰ مثال

معاویہ کے زمانہ میں خود معاویہ نے لوگوں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ مولائے کائناتؑ علی ابن ابی طالب کو سب وشتم اور لعن کیا کرو، اسی زمانہ میں مولائے کائنات ایک شخص کے پاس سے گزرے کہ وہ مولائے کائناتؑ کو برے بھلے الفاظ کے ساتھ یاد کر رہا تھا، مولاؑ نے ان کی سب باتیں سُنی لیکن چونکہ مولاؑ عفوو بخشش کا پیکر تھے اس لئے عفوو بخشش کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ أَمُرُّ عَلَى اللَّئِيمِ يَسُبُّنِي فَمَضَيْتُ ثُمَّةَ قُلْتُ لَا يَعْنِينِي[۳۹۰]

میں گذرا ایک پست ولئیم انسان کے پاس سے جو (معاذاللہ) مجھے سب کرتے ہوئے توہین آمیز الفاظ کہہ رہا تھا، پس میں اُس کے پاس سے گزرا تو خود سے کہا کہ اس کی مراد میں نہیں ہوں کوئی اور ہے۔

یعنی مولانے خود سے کہا: کیا پتہ یہ کس علی کو سب کر رہا ہے، دنیا میں کوئی ایک علی تو نہیں ہے لاکھوں کی تعداد میں ہیں، میرے علاوہ کسی اور علی پر غصہ آیا ہو گا۔ گویا مولائے کائناتؑ نے معاف کر دیا اور درگزر کردیا کیونکہ عفوومعاف کرنا اور بخش دینا انبیاء ،اولیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سنت و سیرت ہے۔

ان آیات وروایات اور معصومینؑ کی سیرت وسنت کی روشنی میں ہمیں بھی اپنی اجتماعی و معاشرتی زندگی میں عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے زندگی گزارنا چاہئے تاکہ دونوں جہانوں کی سعادت وخوش

---

۳۹۰ شرح ابن عقیل، ج۲، ص۱۹۶

بختی اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

۲) نیکی واحسان کرنا:

اجتماعی اخلاق، آداب اور وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ وذمہ داری دوسروں کے ساتھ نیکی و احسان کرنا اور زندگی کے تمام امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہے، خصوصا معاشرے میں ضرورتمند ومحتاج غریب وغرباء اور مساکین وفقراء پر توجہ دینا اور ان کے ساتھ نیکی واحسان کرتے ہوئے ان کی ضروریاتِ زندگی کو فراہم کرنا دین مقدسِ اسلام کی افضل ترین عبادات میں شامل ہے، قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں نیکی واحسان کرنے کی تاکید وسفارش کے ساتھ بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، احسان کرنے والے مؤمنین کے عظیم مقام ومرتبہ کو بیان کرتے ہوئے ان کیلئے خدا کی جانب سے بے شمار اجر وثواب اور عنایاتِ الٰہی کا اعلان کیا گیا ہے، احسان ونیکی کرنے کا اجر وثواب نہ صرف یہ کہ آخرت میں ہے بلکہ دنیا میں بھی پروردگارِ عالَم احسان کرنے والوں کیلئے عظیم خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ ساتھ ان کے رزق میں فراوانی اور زندگی میں برکت عطا کرتا ہے۔

نیکی واحسان کرنے کی فضیلت قرآنِ پاک کی روشنی میں

قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں احسان ونیکی کرنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے صاحبانِ ایمان کو ہمیشہ نیکی واحسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور احسان کرنے والے مومنین کو پروردگارِ عالَم کے محبوب ترین وپسندیدہ لوگوں میں قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اور تم اللہ کی راہ میں انفاق وخرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ بڑھاؤ اور ہمیشہ نیکی واحسان کرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی واحسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿وَ أَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّهِ وَ لاَ تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَ أَحْسِنُوا إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (البقرة/ ١٩٥)

اسی طرح کائنات کے تمام انسانوں کو عدل وانصاف اور نیکی واحسان کا حکم دیتے ہوئے رب العزت کا اعلان ہے: بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل وانصاف اور نیکی واحسان کرنے کا اور رشتہ داروں سے روابط رکھنے اور منع کرتا ہے فحش وقبیح کاموں سے اور منکر و حرام کاموں سے اور ظلم وبغاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے شاید کہ تم نصیحت حاصل کرلو۔

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبىٰ وَ يَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل/ ۹۰)

اس آیت میں پروردگارِ عالَم نے کائنات کے تمام انسانوں کو تین چیزوں کا حکم دیا ہے اور تین چیزوں سے منع کیا ہے، عدل وانصاف اور نیکی واحسان اور رشتہ داروں سے روابط رکھنے کا حکم ہے اور فحش وقبیح کام، منکر و حرام کام اور ظلم وبغاوت سے منع کیا ہے۔

نیکی واحسان کرنے کے آثار قرآن وروایات کی روشنی میں

قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں نیکی واحسان کرنے کے عظیم آثار وبرکات کو بیان کیا گیا ہے، ان آثار وبرکات میں سے کچھ دنیوی ہیں اور کچھ اخروی، دنیا میں نیکی واحسان کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے کو رزق کی فراوانی، مال کی وسعت وبرکت، حاجات کی برآوردگی، زندگی میں بہت ساری خوشیوں اور اپنی خاص رحمت وعنایات سے نوازتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت ورحمت، انبیاءؑ وآئمہؑ کی شفاعت، سعادتِ ابدی اور انبیاء وصالحین کے ساتھ خُلدِ برین میں عظیم مقام ومنزلت عطا فرماتا ہے۔

جیسا کہ سورہ یونس میں احسان ونیکی کرنے والوں کا مقام ومرتبہ کو بیان کرتے ہوئے پروردگار کا اعلان ہے:

(قیامت کے دن) ان لوگوں کیلئے کہ جنہوں نے نیکی واحسان کیا ہے بہترین بدلہ وپاداش ہے بلکہ ان کی پاداش سے بھی زیادہ اجر وثواب ہے اور ان کے چہروں پر ذلت ورسوائی کے غبار نہیں ہوں گے اور یہی لوگ اہل جنت ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہیں۔

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَ زِيَادَةٌ وَ لاَ يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَ لاَ ذِلَّةٌ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (یونس/ ۲۶)

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کا بدلہ احسان کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہو سکتا ہے؟

یعنی احسان کرنے والوں کیلئے خدا کی جانب سے دنیا وآخرت دونوں میں احسان ہے اور خدا کا احسان کیا ہوگا اس کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلاَّ الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن/ ۶۰)

اسی طرح روایاتِ معصومینؑ میں بھی نیکی واحسان کرنے والوں کیلئے دنیا وآخرت دونوں میں عظیم آثار وبرکات اور دونوں جہاں کی کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: نیکی واحسان ناگہانی حوادث اور بُری موت سے بچاتی ہے اور پوشیدہ طور پر صدقہ دینا خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرنا زندگی میں برکت کا سبب ہے اور ہر نیکی صدقہ میں شامل ہے اور دنیا میں نیکی واحسان کرنے والے ہی آخرت میں نیکی واحسان کرنے والے ہوں گے اور دنیا میں منکرات وبرائیاں کرنے والے ہی آخرت میں منکرات وبرائیاں کرنے والے ہوں گے (یعنی دنیا میں نیکی کروگے تو آخرت میں نیکی کو ہی پاؤ یعنی خود تو نیکی کا صلہ پاؤگے ہی بلکہ آخرت میں بھی اگر کوئی مشکل میں گرفتار ہو تو اس کی نجات کا سبب بھی بنوگے اور اگر دنیا میں برائیاں کروگے تو آخرت میں اپنے لئے برائی کو ہی پاؤگے) اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے نیکی واحسان کرنے والے ہی ہوں گے۔

«قَالَ ص: صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوْءِ وَ الصَّدَقَةُ الْخَفِيَّةُ تُطْفِئُ غَضَبَ اللهِ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ وَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ وَ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ وَ أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ وَ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ»[۳۹۱]

اسی طرح مذکورہ روایت میں جو لفظ آیا ہے کہ جو دنیا میں نیکی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی نیکی کرنے والے ہوں گی، اس لفظ کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیکی کرنے والے ہوں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے فرمائے گا میں نے تمہارے سارے گناہوں کو بخش دیا اس لئے کہ تم دنیا میں نیکی واحسان کرتے رہے ہو (گناہ تو تمہارے سب ختم ہوگئے ہیں) اب تمہاری نیکیاں باقی ہیں پس یہ نیکیاں یہاں پر بھی آپ جن کو چاہتے ہو دے دو اور ان کی مغفرت کا سبب بن جاؤ اس طرح تم یہاں آخرت میں بھی نیکی کرنے والے بن جاؤگے۔

«عَنِ الْعَالِمِ: أَنَّهُ قَالَ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ لِأَنَّ اللهَ جَلَّ وَ عَزَّ يَقُولُ لَهُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ تَفَضُّلاً عَلَيْكُمْ لِأَنَّكُمْ كُنْتُمْ أَهْلَ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا وَ بَقِيَتْ حَسَنَاتُكُمْ فَهَبُوهَا لِمَنْ تَشَاءُونَ فَتَكُونُوا بِهَا أَهْلَ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ»[۳۹۲]

مولائے کائناتؑ نے تین چیزوں کو دنیا و آخرت دونوں میں سرداری کی زینت قرار دیتے ہوئے فرمایا: نیکی واحسان، مظلوم انسانوں کی فریادرسی اور مہمان نوازی سرداری زینت ہے۔

---

[۳۹۱] تحف العقول: النص، ص ۵۶

[۳۹۲] الفقہ المنسوب إلی الإمام الرضا علیہ السلام، ص ۳۵۳

«فِعْلُ الْمَعْرُوفِ وَ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَ إِقْرَاءُ الضُّيُوفِ زَيْنُ السِّيَادَةِ»[۴۳]

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص مسلمانوں میں سے کسی پر نیکی واحسان کرتے ہوئے سیلاب کا راستہ روکے یا آگ سے نجات دے تو اس کیلئے جنت واجب ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ رَدَّ عَنْ قَوْمٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَادِيَةَ مَاءٍ أَوْ نَارٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»[۴۴]

حضرت امام صادقؑ نے احسان و نیکی کرنے کا اثر و فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لوگ دنیا میں اپنی طبعی موت سے زیادہ گناہوں کی وجہ سے مرتے ہیں اسی طرح لوگ اپنی طبعی زندگی سے زیادہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کی وجہ سے زندگی پاتے ہیں۔

یعنی گناہ فنا اور موت کا سبب ہے جبکہ نیکی واحسان زندگی وحیات کا سبب ہے۔ لوگ احسان کرنے سے جیتے ہیں اور گناہ کرنے سے مرتے ہیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَنَّهُ قَالَ: مَنْ يَمُوتُ بِالذُّنُوبِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَمُوتُ بِالْآجَالِ، وَ مَنْ يَعِيشُ بِالْإِحْسَانِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعِيشُ بِالْأَعْمَارِ»[۴۵]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے چار چیزوں کو بزرگی و سرداری کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: چار صفات کی وجہ سے انسان بزرگی و سرداری پاتے ہیں؛

۱) عفت وپاکدامنی۔ ۲) ادب واخلاق۔

---

[۴۳] عیون الحکم والمواعظ (اللیثی)، ص ۳۵۸

[۴۴] الکافی، ج ۵، ص ۵۵

[۴۵] الامالی (للطوسی)، النص، ص ۳۰۵

۳) نیکی واحسان اور سخاوت۔ ۴) عقل وفکر۔

«قَالَ الصادق ع أَرْبَعُ خِصَالٍ يَسُودُ بِهَا الْمَرْءُ الْعِفَّةُ وَ الْأَدَبُ وَ الْجُودُ وَ الْعَقْلُ»[۳۶۶]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے نیکی واحسان کرنے والوں کو افضل ترین انسان قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم میں سے افضل ترین لوگ سخی ہیں اور بدترین لوگ بخیل وکنجوس ہیں اور ایمان کے خالص ہونے کی علامات میں سے برادرانِ دینی کے ساتھ نیکی واحسان کرنا اور ان کی حاجات کو برآوردہ کرنا ہے اور بے شک پروردگار دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو اور نیکی ہی شیطان کی شکست، جہنم سے دوری اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

اس روایت میں امام صادقؑ نے نیکی واحسان کرنے کے چار آثار بیان فرمائے ہیں:

۱) محبوبِ خدا بننے کا سبب۔ ۲) شیطان کی شکست کا سبب۔

۳) جہنم سے دوری کا سبب۔ ۴) جنت میں داخل ہونے کا سبب۔

«سَهْلُ بْنُ زِيَادٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ جَمِيلِ بْنِ دَرَّاجٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ (علیهالسلام) يَقُولُ خِيَارُكُمْ سُمَحَاؤُكُمْ وَ شِرَارُكُمْ بُخَلَاؤُكُمْ وَ مِنْ خَالِصِ الْإِيمَانِ الْبِرُّ بِالْإِخْوَانِ وَ السَّعْيُ فِي حَوَائِجِهِمْ وَ إِنَّ الْبَارَّ بِالْإِخْوَانِ لَيُحِبُّهُ الرَّحْمَنُ وَ فِي ذَلِكَ مَرْغَمَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَ تَزَحْزُحٌ عَنِ النِّيرَانِ وَ دُخُولُ الْجِنَانِ»[۳۶۷]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نیکی واحسان کو شہروں کی آبادی اور زندگی میں اضافہ کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: نیکی واحسان کرنا اور بہترین اخلاق اپنانا شہروں کی آبادی اور زندگی میں اضافہ کا

---

[۳۶۶] بحار الانوار، ج۱، ص ۹۳

[۳۶۷] کلینی، محمد بن یعقوب، الاصول من الکافی؛ محقق، مصحح، غفاری، علی اکبر، آخوندی، محمد، ج۴، ص ۴۱

سبب ہیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (علیه السلام) قَالَ: الْبِرُّ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ وَ يَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَارِ»[۲۹۸]

نیکی و احسان قیامت کے دن انسان کی مغفرت و نجات کیلئے بہترین زادِ راہِ آخرت ہے، جیسا کہ مولائے کائنات کا فرمان ہے: انسان کی نجات کیلئے سب سے بہترین زادِ راہِ آخرت بندگانِ خدا کے ساتھ نیکی واحسان کرنا ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَام: نِعْمَ زَادُ الْمَعَادِ الْإِحْسَانُ إِلَى الْعِبَادِ»[۲۹۹]

نیکی واحسان کرنے کے موارد

نیکی واحسان کرنے کے بہت سارے موارد ہیں جہاں انسان کو نیکی واحسان کرنا چاہئے لیکن ان موارد میں سے قرآنِ مجید نے چند اہم موارد کو بار بار ذکر کیا ہے کہ ان موارد و مواقع میں ضرور بالضرور نیکی و احسان کرنا چاہئے جن میں سے چند یہ ہیں؛

۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا بار بار حکم ہوا ہے۔

۲) قریبی رشتہ داروں کے ساتھ۔

۳) یتیموں کے ساتھ۔

۴) مسکینوں کے ساتھ۔

۵) رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ۔

۶) اجنبی پڑوسی کے ساتھ۔

۷) پاس رہنے والے دوستوں و ساتھیوں کے ساتھ۔

---

۲۹۸ کلینی، محمد بن یعقوب، الاصول من الکافی، محقق، مصحح، غفاری، علی اکبر، آخوندی، محمد، ج ۲، ص ۱۰۰

۲۹۹ عیون الحکم، ص ۴۹۳؛ منتخب میزان الحکمہ، ص ۱۹۳

۸) مسافروں کے ساتھ۔ ۹) غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ۔

یہ وہ خاص موارد ہیں جہاں نیکی واحسان کرنے کا پروردگارِ عالم نے نہ صرف یہ کہ حکم دیا ہے بلکہ نیکی واحسان کرنے کا عہد وپیمان بھی لیا ہے، جیسا کہ سورہ نساء میں ارشادِ رب العزت ہے:

اور تم لوگ اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دو اور ماں باپ، قریب ترین رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب ترین رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، پاس بیٹھنے والے رفیقوں، مسافروں اور جو (غلام وکنیز) تمہارے قبضے میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو، بے شک اللہ کو غرور کرنے والا، (اپنی بڑائی پر) فخر کرنے والا پسند نہیں ہے۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (النساء/ ۳۶)

نیکی واحسان کا معنیٰ ومفہوم

نیکی واحسان کا معنیٰ ومفہوم صرف یہ نہیں ہے کہ مادی طور پر خدمت کی جائے اور کچھ نہ کچھ چیزیں دی جائیں بلکہ نیکی واحسان کا معنیٰ ومفہوم ہر طرح کی بھلائی، خدمت اور فائدہ پہنچانے کا نام ہے، جاہل کو علم عطا کرنا اور گمراہ کو گمراہی سے نجات دینا بھی احسان ہے اور اس کے علاوہ نیکی واحسان کرنا چونکہ ایک ایسا کام ہے جو خدا کو بہت پسند ہے تو یہ کام اللہ کے ہر بندہ کے بس، اختیار وقدرت میں ہونا چاہئے ورنہ خدا کی عدالت پر حرف آئے گا، لہٰذا اسی لئے اس کا معنیٰ ومفہوم کو آزاد وعام چھوڑا گیا ہے چاہے امیر ہوں یا غریب، مسکین ہوں یا یتیم سب کے سب اس کام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خدا کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو سکتے ہیں، ہاں البتہ یہ عین ممکن ہے کہ جو کام امیر کر سکتے ہیں وہ غریب ویتیم اور

مسکین نہیں کر سکتے لیکن یہ بھی نیکی واحسان ضرور کر سکتے ہیں، اس لئے کہ نیکی واحسان کرنا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ہر قسم کی بھلائی کرنا ہے تو اس میں اگر کوئی شخص کسی کو کچھ عطا نہیں کر سکتا تو کم از خوش اخلاقی سے پیش آکر، راستے سے گرد و غبار و کانٹے اٹھا کر، کسی کی عزت و احترام کر کے، کسی کیلئے دعا کر کے، کسی کی ہدایت کر کے، کسی کو سلام کر کے اور اس کے علاوہ معاشرے میں ہر قسم کی نیکی و بھلائی کر کے بھی احسان کرنے والوں میں شامل ہو سکتا ہے۔

۳) روابطِ اجتماعی کو برقرار رکھنا:

اجتماعی اخلاق، آداب اور وظائف میں سے ایک اہم ترین اخلاقی وظیفہ و ذمہ داری روابطِ اجتماعی کو برقرار رکھنا اور تقویت دینا ہے، دینِ اسلام ایک معاشرتی و اجتماعی دین ہے جس میں معاشرت، روابط اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ آیاتِ قرآنی اور روایاتِ اہل بیتؑ میں اجتماعی روابط برقرار رکھنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، یہاں تک کہ سورہ مبارکہ رعد میں آیت نمبر ۲۰ سے آیت نمبر ۲۴ تک اہل جنت کی درج ذیل آٹھ صفات ونشانیوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک روابطِ اجتماعی کو برقرار رکھنا بھی ہے:

جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پیمان کو نہیں توڑتے ٭ اور اللہ نے جن رشتوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور برے حساب سے بھی خائف رہتے ہیں ٭ اور جو لوگ اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے انہیں دی ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں آخرت کا گھر ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے ٭ (یعنی) ایسی دائمی جنتیں ہیں جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے آبا اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک

ہوں گے وہ بھی اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے ٭ (اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو یہ تمہارے صبر کا صلہ ہے، پس عاقبت کا گھر کیا ہی عمدہ گھر ہے۔

﴿الَّذِينَ يوفُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَلَا ينقُضُونَ المِيْثَاقَ ٭ وَالَّذِينَ يصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الحِسَابِ ٭ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ٭ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ٭ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (الرعد/ ۲۰-۲۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی آٹھ صفات کو بیان کیا ہے جن میں سے ایک اہم ترین صفت ان رشتوں وروابط کو برقرار رکھنا ہے جن کو برقرار رکھنے کا پروردگار نے حکم دیا ہے، وہ آٹھ صفات درج ذیل ہیں۔

۱) اللہ کے عہد وپیمان کو پورا کرنا۔

۲) اللہ نے جن روابط ورشتوں کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں قائم رکھنا۔

۳) ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ۴) قیامت کے دن برے حساب سے خائف رہنا۔

۵) اللہ کی رضا کیلئے ہمیشہ صبر کرنا۔ ۶) نماز قائم کرنا۔

۷) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ ۸) نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرنا۔

چار قسم کے روابط کو برقرار رکھنے کا حکم

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سے رشتے وروابط ہیں جن کو برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؟

اس آیت ﴿وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يوصَلَ﴾ کے ذیل میں وہ رشتے جن سے روابط رکھنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے، مفسرین نے چار قسم کے روابط کو ذکر کیا ہے؛

۱) اللہ، رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ رابطہ بر قرار رکھنا؛

جو ہر مسلمان کیلئے لازم و ضروری ہے اور یہی رابطہ در حقیقت زندگی کی روح اور جسم کی جان ہے، جب تک اللہ، رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ انسان کا رابطہ قوی و مضبوط نہ ہو تو وہ ایمان کی منزل پر فائز نہیں ہو سکتا اور مومن نہیں بن سکتا، لہٰذا ہر انسان کیلئے واجب ولازم ہے کہ وہ اللہ، رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ اپنے روابط کو مضبوط و محکم بنائے اور یہی رابطہ مضبوط کرنا در حقیقت اللہ کی وہ رسی ہے جس کو اللہ نے مضبوطی سے تھامے رہنے کا بھی حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا؛ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں تفرقہ کا شکار نہ ہو۔

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ...﴾ (آل عمران/ ۱۰۳)

۲) تمام مسلمانوں کے ساتھ رابطہ رکھنا؛

متعدد آیات وروایات میں تمام مسلمانوں کو اتحاد واتفاق اور باہمی روابط و تعلقات کو مضبوط و محکم رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۰۳ جو اوپر بیان کی گئی ہے میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو متحد رہنے اور کسی قسم کے تفرقہ میں نہ پڑنے کا حکم دیا ہے۔ اور حضور ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ: ہمیشہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہو اور تفرقہ بازی سے پرہیز کرو، پھر ایک فرمان میں فرمایا: جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور رابطہ کو برقرار رکھنا اللہ کی رحمت ہے اور جماعت سے تفرقہ و دوری اختیار کرنا باعثِ عذاب ہے۔

«قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُم بِالجَمَاعَةِ وَ إِيَّاكُم وَ الفُرْقَةَ»[۵۰۰]

«قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَ الْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَ الْفُرْقَةُ عَذَابٌ»[۵۰۱]

جس طرح حضور ﷺ اپنی پوری زندگی مسلمانوں کو متحد و متفق رہنے کی اور ایک دوسرے کے ساتھ اجتماعی روابط کو محکم و مضبوط بنانے کی تاکید وسفارش کرتے رہے، اسی طرح مولائے کائناتؑ بھی اپنی پوری زندگی مسلمانوں کو ہمیشہ باہمی روابط کو محکم و مضبوط رکھنے کی سفارش کرتے رہے اور مسلمانوں کے متحد رہنے اور آپس کے روابط کو محکم و مضبوط رکھنے کو اللہ کی رحمت کا سبب قرار دیتے رہے اور ایک دوسرے دوری وجدائی سے سختی کے ساتھ منع کرتے رہے اور وہ شخص جو مسلمانوں کی جماعت سے دور ہو جائے اور اختلاف ڈالے اس کو شیطان کا آلہ کار و نمائندہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم سب اتحاد و باہمی روابط کو لازم و ضروری قرار دو اس لئے کہ باہمی روابط اور جماعت کے ساتھ اتحاد میں ہی اللہ کی رحمت ہے اور خبردار! تفرقہ وجدائی سے پرہیز کرو کیونکہ کہ مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جیسا کہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ سے جدا ہونے والی بھیڑ بکری، بھیڑیئے کا شکار بن جاتی ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ [عَلَى] مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَ إِيَّاكُمْ وَ الْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ»[۵۰۲]

مولائے کائناتؑ جس طرح پوری زندگی مسلمانوں کو اتحاد، اتفاق اور باہمی روابط کی تاکید وسفارش کرتے رہے اسی طرح زندگی کے آخری لحات میں شہادت کے وقت بھی تمام مسلمین و مومنین کو اپنی

---

[۵۰۰] منتخب میزان الحکمۃ، ص ۱۳۷، ح ۱۱۰۹
[۵۰۱] نزہۃ الناظر، ج ۱، ص ۲۷
[۵۰۲] بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۲۸۹؛ نہج البلاغۃ، خ ۱۲۷

وصیت میں روابطِ اجتماعی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تم سب پر لازم وضروری ہے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا اور جڑے رہنا اور ایک دوسرے پر نیکی و احسان کرتے رہنا اور خبردار! کبھی بھی ایک دوسرے سے پشت نہ کرنا اور جدا نہ ہونا اور روابط کو منقطع نہ کرنا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي وَصِيَّةٍ: عَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَ التَّبَاذُلِ وَ إِيَّاكُمْ وَ التَّدَابُرَ وَ التَّقَاطُعَ»[۱]...

مسلمانوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی تاکید امام صادقؑ کی نگاہ میں:

حضرتِ امام صادقؑ نے ہمیشہ اپنے شاگردوں اور شیعوں کو تمام مسلمانوں کے ساتھ شائستہ رابطہ رکھنے اور انکے غم وخوشی میں شریک ہونے کی باربار تاکید وسفارش کرتے رہے، جیسا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے، اس کو تنہا واکیلا نہیں چھوڑنا چاہئے، اس دھوکہ نہیں دینا چاہئے اور تمام مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ روابط، ہمدردی، تعاون اور محبت کو بہت زیادہ تقویت دیں اور جو ضرورتمند افراد ہیں ان کے ساتھ مالی تعاون، نیکی اور احسان کریں اور ایک دوسرے پر اس طرح مہربان ودلسوز رہیں جس طرح پروردگار کا حکم ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں انصار ومہاجرین ایک دوسرے کے ساتھ مہربان و دلسوز تھے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَ لاَ يَخْذُلُهُ وَ لاَ يَخُونُهُ وَ يَحِقُّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الاِجْتِهَادُ فِي التَّوَاصُلِ وَ التَّعَاوُنُ عَلَى التَّعَاطُفِ وَ الْمُوَاسَاةُ لِأَهْلِ الْحَاجَةِ وَ تَعَاطُفُ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ حَتَّى تَكُونُوا كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ - رُحَمَاءَ بَيْنَكُمْ مُتَرَاحِمِينَ

---

[۱] نہج البلاغہ (للصبحی صالح)، ص ۴۲۲

مُغْتَمِّينَ لِمَا غَابَ عَنكُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ عَلَى مَا مَضَى عَلَيْهِ مَعْشَرُ الْأَنْصَارِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ص، [۵۰۴]

۳) مؤمنین کے ساتھ رابطہ رکھنا:

متعدد روایات میں مؤمنین کو حکم دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ برقرار رکھیں، ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شریک رہیں، کوئی مریض ہو تو اس کی عیادت کریں، کوئی انتقال کر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہوں اور ہمیشہ ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہیں۔

ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھنا اور ایک دوسرے کی زیارت کرنا اس قدر روایات میں تاکید و سفارش کے ساتھ اس لئے بیان ہوا ہے کہ روایات میں اس رابطہ کو مکتبِ اہل بیتؑ کی حیات و پیشرفت کا سبب، مؤمنین کے گناہوں کی مغفرت، باہمی الفت و محبت، مشکلات کی دوری اور جنت میں جانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جب کوئی مؤمن دوسرے مؤمن بھائی کی زیارت کیلئے اس کے گھر میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میرا مہمان اور میرا زائر ہے پس مجھ پر تیری مہمان نوازی کرنا لازم ہے اور بے شک کہ میں نے تیرے لئے جنت کو اس لئے واجب کر دیا ہے کہ تو نے ایک مؤمن بھائی سے محبت کرتے ہوئے اس کی زیارت کی ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ زَارَ أَخَاهُ فِي بَيْتِهِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ أَنْتَ ضَيْفِي وَ زَائِرِي عَلَيَّ قِرَاكَ وَ قَدْ أَوْجَبْتُ لَكَ الْجَنَّةَ بِحُبِّكَ إِيَّاهُ» [۵۰۵]

---

[۵۰۴] الكافي (ط - الإسلامية) ج ۲، ص ۱۷۳

[۵۰۵] الكافي (ط - الإسلامية) ج ۲، ص ۱۷۷

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے تمام شیعیانِ آلِ محمدؐ کو ایک دوسرے کی زیارت کرنے کا حکم اور اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کی زیارت کیا کرو اس لئے کہ زیارت کرنا دلوں کی حیات اور محبت کا باعث ہے، ہماری تعلیمات کے تذکرہ کا سبب ہے اور ہماری تعلیمات تمہیں ایک دوسرے پر مہربان بنادیتی ہیں اور اگر ہماری تعلیمات پر عمل کروگے تو دنیا میں رُشد وکمال اور کامیابی پاؤگے اور آخرت میں نجات پاؤگے اور اگر ہماری تعلیمات کو چھوڑدیا تو دنیا میں ضلالت وگمراہی اور آخرت میں ہلاکتِ ابدی کا شکار ہو جاؤگے، پس ہماری تعلیمات پر ضرور بالضرور عمل کرو (اگر ایسا کروگے تو) میں تمہاری نجات کا ضامن ہوں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: تَزَاوَرُوا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِكُمْ إِحْيَاءً لِقُلُوبِكُمْ وَ ذِكْراً لِأَحَادِيثِنَا وَ أَحَادِيثُنَا تُعَطِّفُ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فَإِنْ أَخَذْتُمْ بِهَا رَشَدْتُمْ وَ نَجَوْتُمْ وَ إِنْ تَرَكْتُمُوهَا ضَلَلْتُمْ وَ هَلَكْتُمْ فَخُذُوا بِهَا وَ أَنَا بِنَجَاتِكُمْ زَعِيمٌ»[۵۰۶]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے مؤمنین کو ایک دوسرے کے ساتھ روابط برقرار رکھنے اور نیکی واحسان کرنے کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ برقرار رکھو، ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرو اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربان بھائی کی طرح زندگی گزارو جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: تَوَاصَلُوا وَ تَبَارُّوا وَ تَرَاحَمُوا وَ كُونُوا إِخْوَةً بَرَرَةً كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ»[۵۰۷]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے رضائے الٰہی کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات و

---

[۵۰۶] الكافي (ط - الإسلامية)؛ ج ۲؛ ص ۱۸۶

[۵۰۷] الكافي (ط - الإسلامية)؛ ج ۲؛ ص ۱۷۵

زیارت کرنے والے مؤمنین کو جنت کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب کہ مؤمن دوسرے مؤمن بھائی کی صرف رضائے الٰہی کی خاطر زیارت وملاقات کرے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو اس کے استقبال کیلئے بھیجتا ہے اور یہ فرشتے اس مؤمن کو یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ تم پاک وپاکیزہ ہوگئے ہو اور اللہ نے تمہارے لئے جنت کو واجب قرار دے دیا ہے۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ زَارَ أَخَاهُ لِلّٰهِ لاَ لِغَيْرِهِ اِلْتِمَاسَ مَوْعِدِ اللهِ وَ تَنَجُّزَ مَا عِنْدَ اللهِ وَكَّلَ اللهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُنَادُونَهُ أَلاَ طِبْتَ وَ طَابَتْ لَكَ الْجَنَّةُ»[۵۰۸]

۴) رشتہ داروں کے ساتھ رابطہ رکھنا:

متعدد روایات میں رشتہ داروں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش بیان ہوئی ہے کہ جس رابطہ کا نام صلہ رحمی ہے، صلہ رحمی بہت ہی اہم فرائض وواجبات میں شامل ہے جبکہ اس مقابل میں قطع رحمی گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے۔ صلہ رحمی دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی، رزق میں وسعت، زندگی میں برکت اور آخرت میں جنت کے حصول کا سبب ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات کا فرمان ہے: جو شخص مجھے صلہ رحمی کرنے کی ضمانت دے تو میں اس شخص کو چار چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں:

۱) صلہ رحمی کرنے والا محبوبِ خدا ہوگا۔ ۲) اس کے رزق میں وسعت وفراوانی ہوگی۔

۳) اس کی زندگی میں برکت ہوگی۔ ۴) اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ ضَمِنَ لِي وَاحِدَةً ضَمِنْتُ لَهُ أَرْبَعَةً يَصِلُ رَحِمَهُ فَيُحِبُّهُ اللهُ وَ

---

۵۰۸ الکافي (ط۔ الاسلامیة)؛ ج۲؛ ص۱۷۵

يُوَسَّعُ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ وَ يَزِيدُ فِي عُمْرِهِ وَ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ الَّتِي وَعَدَهُ»[۱]

صلہ رحمی کے عظیم آثار و برکات اور قطع رحمی کے بدترین مفاسد و انجام کو تفصیل کے ساتھ جلد اول میں ہم نے ذکر کیا ہے مزید تفصیل کیلئے وہاں رجوع کریں۔

۱۔ عیون أخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۳۷

۴)عیادت واحوال پُرسی کرنا؛

اخلاق و آداب اور وظائفِ اجتماعی میں سے ایک اہم ترین وظیفہ ومعاشرتی ذمہ داری مریضوں کی عیادت کرنا، ان کی احوال پرسی کرنا اوران کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردی کرنا ہے۔ مریض کی عیادت کرنادین مقدسِ اسلام میں ایک بہت ہی عظیم ترین عبادت اور تمام انبیاءؑ ومعصومینؑ کی سیرت وسنت ہے، معاشرے میں اگر کوئی شخص مریض ہو جائے چاہے وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی آلِ محمدؑ کی تعلیمات میں اس کی عیادت واحوال پرسی کیلئے جانے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے اور مسلمانوں کے اجتماعی حقوق میں سے ایک اہم ترین حق ایک دوسرے کی عیادت کرنا بھی قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب اس سے ملاقات کرے تو سلام کرے اور اگر وہ مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مِنْ حَقِّ اَلْمُسْلِمِ عَلَى اَلْمُسْلِمِ إِذَا لَقِيَهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِ وَ إِذَا مَرِضَ أَنْ يَعُودَهُ وَ إِذَا مَاتَ أَنْ يُشَيِّعَ جَنَازَتَهُ» (۵۱۰)

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا: ایک مسلمان کے ذمہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے تیس حقوق ہیں، جن سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے، سوائے اس کے کہ یا تو انہیں ادا کرے، یا پھر صاحبِ حق معاف کر دے؛

ان اجتماعی حقوق میں سے چند یہ ہیں؛

---

(۵۱۰) مکارم الاخلاق، ج۱، ص۳۵۹

۱) ایک دوسرے کی خطاؤں ولغزشوں کو معاف کرنا۔ ۲) مشکلات میں مدد کرنا۔

۳) عیوب کی پردہ پوشی کرنا۔ ۴) معذرت کو قبول کرنا۔

۵) غیبت کرنے سے پرہیز کرنا۔ ۶) ہمیشہ خیر خواہی اور ہمدردی کرنا۔

۷) دوستی کی حفاظت کرنا۔ ۸) ذمہ داریوں کی نبھانا۔

۹) بیماری کی حالت میں ایک دوسرے کی عیادت کرنا۔

۱۰) اگر کوئی انتقال کر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرنا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ ثَلَاثُونَ حَقّاً لَا بَرَاءَةَ لَهُ مِنْهَا إِلَّا بِالْأَدَاءِ أَوِ الْعَفْوِ يَغْفِرُ زَلَّتَهُ وَ يَرْحَمُ عَبْرَتَهُ وَ يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ وَ يُقِيلُ عَثْرَتَهُ وَ يَقْبَلُ مَعْذِرَتَهُ وَ يَرُدُّ غِيبَتَهُ وَ يُدِيمُ نَصِيحَتَهُ وَ يَحْفَظُ خُلَّتَهُ وَ يَرْعَى ذِمَّتَهُ وَ يَعُودُ مَرْضَتَهُ وَ يَشْهَدُ مَيِّتَهُ»[۱]

مریض کی عیادت کرنا خدا کی رضا وخوشنودی کو پانے، گناہوں کی مغفرت اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ مریض کی عیادت کرنے والوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کا مقام جنت میں قرار دیتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر کسی مریض کی عیادت کرے اور اس کی مشکل کو حل کرے تو عرشِ الٰہی سے آواز آتی ہے اے فلان ابن فلان پروردگار عالم نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے، تجھے پاک وپاکیزہ قرار دیا ہے اور تیرا مقام جنت میں قرار دیا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ عَادَ مَرِيضاً نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ بِاسْمِهِ يَا فُلَانُ طِبْتَ وَ

---

[۱] وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۱۲

طَابَ مَمْشَاكَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ»(۵۱۲)

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنتی انسانوں کا کردار انسانوں سے ہمدردی کرنا، مشکل وقت میں سہارا بننا، بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کی ہر ممکن مدد کرنا ہے اور یہ کام خدا کی بارگاہ میں اس قدر محبوب وپسندیدہ ہے کہ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جنت عطا کرتا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی رواداری اور اجتماعی ذمہ داری اور معاشرتی آداب کا خیال رکھتے ہوئے معاشرے میں کوئی بھی مسلمان اگر مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا اوران کے ساتھ ہمدردی واظہارِ محبت کرتے ہوئے ہر ممکن تعاون کرنا ضروری ہے، عیادتِ مریض کی فضیلت اور اس کے فوائد و آثار اور عیادت کے آداب کو تفصیل کے ساتھ ہم نے جلد اول میں بیان کیا ہے، مزید تفصیلات کیلئے وہاں رجوع کریں۔

---

(۵۱۲) مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۳۶۱

۵) خدمتِ خلق کرنا:

اخلاقِ و وظائفِ اجتماعی میں سے ایک اہم ترین وظیفہ و ذمہ داری معاشرے میں لوگوں کی خدمت کرنا، معاشرے میں موجود مشکلات و پریشانیوں کو دور کرنا اور لوگوں کیلئے سہولت و آسانیاں فراہم کرنا ہے، خصوصاً معاشرے میں غریب و نادار طبقہ کے افراد کی مشکلات و پریشانیوں کو حل کرنا اور ان پر توجہ دینا جہاں ایک اجتماعی، انسانی اور اسلامی وظیفہ و ذمہ داری ہے وہاں پر ایک عظیم عبادت بھی ہے، لہٰذا دین مقدس اسلام میں تمام انسانوں کے ساتھ ہمدردی کرنے، پریشانیوں و مُشکلات کو دور کرنے اور ہر طرح کی ممکن حد تک خدمتِ خلق کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ جناب ابو حمزہ ثمالیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ: تین کام خدا کی بارگاہ میں انتہائی محبوب اور پسندیدہ ہیں؛

۱) بھوکے کو کھانا کھلانا۔ ۲) پریشان حال لوگوں کو خوشحال کرنا۔

۳) مقروض انسانوں کا قرض ادا کرنا۔

«سَمِعتُ أبا جَعفَر(ع) يقولُ: ثَلاثُ خِصالٍ مِن أَحَبِّ الأعمالِ، إطعَامُ مُسلِمٍ مِن جوعٍ، أو فكّ عنه كُربَة، أو قَضىٰ عنه دَينَه» [۵۱۳]

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضورؐ فرمایا: خدا کے نزدیک سب سے محبوب و پسندیدہ تین اعمال ہیں؛

۱) بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ۲) مقروض کا قرض ادا کرنا۔

---

۵۱۳ اصول ستہ، ص ۳۷۔

۳) مشکلات وپریشانیوں سے نجات دینا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ ثَلَاثَةٌ إِشْبَاعُ جَوْعَةِ الْمُسْلِمِ وَ قَضَاءُ دَيْنِهِ وَ تَنْفِيسُ كُرْبَتِهِ»[۵۱۴]

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی مؤمن کی پریشانی کو دور کرے اور اس کی حاجت روا کرے تو پروردگار اس شخص کی دنیا اور آخرت دونوں کی پریشانیوں کو دور کرتا ہے، مزید فرمایا: جو لوگوں پر احسان کرتا ہے اللہ بھی اس پر احسان کرتا ہے اور اللہ تو احسان کرنے والوں بہت پسند کرتا ہے۔

«خَطَبَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ: ... وَ مَنْ نَفَّسَ كُرْبَةَ مُؤْمِنٍ فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرَبَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَنْ أَحْسَنَ أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْهِ- وَ اللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ»[۵۱۵]

خدمتِ خلق کرنے والے کا مقام ومرتبہ

عرشِ الٰہی کے سایہ میں مقام پانا:

روایات میں خدمتِ خلق کرنے والے، لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے والے اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے والے افراد کیلئے عظیم مقام وبلند مرتبہ بیان کیا گیا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن کہ جو تمام انسانوں کیلئے انتہائی پریشان کن اور وحشتناک دن ہے لیکن خدمت خلق کرنے والے افراد اس دن کی پریشانیوں اور مشکلات سے محفوظ ہوں گے اور وہ عرشِ الٰہی کے سایہ میں سکون و آرام کی حالت میں رہیں گے۔

جیسا کہ حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ نے قیامت کے دن خدمتِ خلق کرنے والوں کا مقام ومرتبہ بیان

---

[۵۱۴] المحاسن، ج۱، ص ۲۹۳

[۵۱۵] بحار الانوار، ج۷۵، ص ۱۲۱

کرتے ہوئے فرمایا: تین گروہ روزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سایہ میں سکون کے ساتھ ہوں گے کہ جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی بھی سایہ نہیں ہوگا:

۱) وہ شخص جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی شادی کرائی ہو۔

۲) وہ شخص جس نے کسی کی خدمت کی ہو۔

۳) وہ شخص جس نے دوسروں کے اسرار ورازوں کی حفاظت کی ہو۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع قَالَ: ثَلَاثَةٌ يَسْتَظِلُّونَ بِظِلِّ عَرْشِ اللهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ رَجُلٌ زَوَّجَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ أَوْ أَخْدَمَهُ أَوْ كَتَمَ لَهُ سِرّاً» [۵۲۶]

اس روایت میں مسلمانوں کی خدمت کرنے اور ضرورتمند لوگوں کی شادی کرانے کو قیامت کے دن نجات وعرشِ الٰہی کے سایہ میں مقام پانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

انبیاءؑ کے ساتھ محشور ہونا:

خدمتِ خلق کرنے والے قیامت کے دن انبیاءؑ کے ساتھ محشور ہوں گے، جیسا کہ سرورِ کائناتؐ کا فرمان ہے: آٹھ عظیم عمل ایسے ہیں کہ میری امت میں سے کوئی بھی شخص ان کو انجام دے تو اللہ تعالی اسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے محشور فرمائے گا؛ عرض کیا گیا یارسول اللہؐ وہ آٹھ عمل کون سے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا:

۱) وہ شخص جو کسی کو حج کرادے۔

۲) وہ شخص جو کسی مظلوم کی فریادرسی کرے۔

۳) وہ شخص جو کسی غلام کو آزاد کرے۔

۴) وہ شخص جو کسی یتیم کی کفالت وسرپرستی کرے۔

---

۵۲۶ الخصال، ج۱، ص۱۴۱

۵)وہ شخص جو کسی گمراہ کی ہدایت کرے۔ ۶)وہ شخص جو کسی بھوکے کو کھانا کھلائے۔

۷)وہ شخص جو کسی پیاسے کو پانی پلائے۔ ۸)وہ شخص جو شدید گرمی میں روزہ رکھے۔

«قَالَ سَيِّدُنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: ثَمَانُ خِصَالٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي حَشَرَهُ اللهُ تَعَالَى مَعَ جُمْلَةِ النَّبِيِّينَ وَ الصِّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ قِيلَ وَ مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَنْ زَوَّدَ حَاجاً أَوْ أَغَاثَ مَلْهُوفاً أَوْ أَعْتَقَ مَمْلُوكاً وَ رَبَّى يَتِيماً وَ أَهْدَى ضَالاً وَ أَطْعَمَ جَائِعاً وَ أَرْوَى عَطْشَاناً وَ صَامَ يَوْماً شَدِيدَ الْحَرِّ» [۵۱۷]

جنت میں عظیم مقام ودرجہ پانے کا سبب:

خدمتِ خلق جنت میں عظیم درجہ پانے کا سبب ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو مؤمن کسی دوسرے مؤمن بھائی کی خدمت کرے تو اس کیلئے جنت میں ایسا عظیم درجہ ومقام ہے کہ جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکتا سوائے خدمت کرنے والوں کے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: خِدْمَةُ الْمُؤْمِنِ لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ دَرَجَةٌ لَا يُدْرَكُ فَضْلُهَا إِلَّا بِمِثْلِهَا» [۵۱۸]

اسی طرح ایک اور روایت میں خدمتِ خلق کرنے والے مؤمنین کا جنت میں ان کا درجہ بیان کرتے ہوئے رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ... شیعیانِ آلِ محمدؑ میں سے بعض ایسے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں اس قدر درجات، منازل اور مقامات عطا کرتا ہے کہ جن کے مقابل میں دنیا اور دنیا کی تمام نیکیاں صحرا کی ریت کے برابر ہیں اور یہ درجات ومقامات ومنازل اس لئے ان کو عطا کئے گئے ہیں کہ وہ

---

۵۱۷ معدن الجواہر، ج۱، ص ۶۲

۵۱۸ مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص ۴۲۸

جب بھی کسی فقیر مؤمن کو دیکھتے تھے تو ان کے سامنے تواضع وانکساری سے پیش آتے، ان کی عزت وتکریم کرتے، ان کی مدد کرتے، ان کو فائدہ پہنچاتے اور ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کرتے تھے... پس جب بھی کوئی مؤمن کسی مؤمن بھائی سے ملاقات کرے اور اس کے ساتھ نیکی واحسان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکی وخدمت کے حساب سے جنت میں اس کیلئے خدمت کرنے والے خادم اور درجات ومقامات عطا کرتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ:... إِنَّ مِنْ شِيعَتِنَا لَمَنْ يَهَبُ اللهُ لَهُ فِي الْجِنَانِ مِنَ الدَّرَجَاتِ وَ الْمَنَازِلِ وَ الْخَيْرَاتِ مَا لاَ يَكُونُ الدُّنْيَا وَ خَيْرَاتُهَا فِي جَنْبِهَا إِلاَّ كَالرَّمْلِ فِي الْبَادِيَةِ الْفَضْفَاضَةِ فَمَا هُوَ إِلاَّ أَنْ يَرَى أَخاً لَهُ مُؤْمِناً فَقِيراً فَيَتَوَاضَعُ لَهُ وَ يُكْرِمُهُ وَ يُعِينُهُ وَ يَمُونُهُ وَ يَصُونُهُ عَنْ بَذْلِ وَجْهِهِ لَهُ ... وَ كُلَّمَا لَقِيَ هَذَا الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ فَبَرَّهُ زَادَ اللهُ فِي مَمَالِكِهِ وَ فِي خَدَمِهِ فِي الْجَنَّةِ كَذَلِكَ»[۵۱۹]

خدمتِ خلق کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب

خدمتِ خلق کرنے کی روایات میں بہت زیادہ فضیلت اور اس کے بے کراں اجر وثواب کو بیان کیا گیا ہے، اعمال وعبادات میں سے خدا کی رضا وخوشنودی کو پانے میں سب سے مؤثر ترین عمل وعبادت خدمتِ خلق ہی کو قرار دیا گیا ہے اور خدمتِ خلق کرنا تمام حاجات کی برآوردگی اور جنت کے حصول کا سبب ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے بھی کسی مومن کی حاجت روائی کی تو اللہ تعالیٰ اس کی بہت ساری حوائج کو پورا کرے گا جن میں سے کم ترین حاجت اللہ کی طرف سے جنت کا عطا کرنا ہے۔

---

[۵۱۹] بحار الانوار، ج۸، ص ۱۴۷

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ قَضَى لِمُؤْمِنٍ حَاجَةً قَضَى اللهُ لَهُ حَوَائِجَ كَثِيرَةً، أَدْنَاهُنَّ الْجَنَّةُ»[۵۲۰]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے خدمتِ خلق کرنے اور لوگوں کی پریشانیوں کو دور کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی بھی مؤمن کسی دوسرے مؤمن کو پریشانی سے نجات دلائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دنیا و آخرت کی ستر ۷۰ پریشانیوں سے نجات عطا کرے گا اور اگر کوئی بھی مؤمن دوسرے مؤمن جو مشکل میں دوچار ہے اس کو مشکل سے نجات دلائے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت دونوں کو آسان بنا دیتا ہے اور اگر کوئی بھی مؤمن دوسرے مؤمن کے عیوب کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت میں ستر عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، مزید امامؑ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کی مدد کرتا ہے جب تک کہ مؤمن دوسرے مؤمنین کی مدد کرتا رہتا ہے، پس تم اس نصیحت سے فائدہ حاصل کرو اور خیر و خدمت کے کاموں میں رغبت پیدا کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: أَيُّمَا مُؤْمِنٍ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ سَبْعِينَ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا وَ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ وَ مَنْ يَسَّرَ عَلَى مُؤْمِنٍ وَ هُوَ مُعْسِرٌ يَسَّرَ اللهُ لَهُ حَوَائِجَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَنْ سَتَرَ عَلَى مُؤْمِنٍ عَوْرَةً سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ سَبْعِينَ عَوْرَةً مِنْ عَوْرَاتِهِ الَّتِي يُخَلِّفُهَا فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ قَالَ وَ إِنَّ اللهَ لَفِي عَوْنِ الْمُؤْمِنِ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فَانْتَفِعُوا فِي الْعِظَةِ وَ ارْغَبُوا فِي الْخَيْرِ»[۵۲۱]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے خدمتِ خلق کو روزہ و اعتکاف سے افضل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کوئی بھی مؤمن دوسرے مؤمن کو ظلم سے نجات دلائے تو اس کا یہ کام ایک مہینہ

---

۵۲۰. قرب الاسناد، النص، ص ۱۱۹

۵۲۱ المؤمن، ص ۳۶؛ مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۴۱۳

کے روزہ رکھنے اور مسجد الحرام میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے اور وہ مؤمن جو قدرت وہ مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی ضرورتمند مؤمن کی مدد و نصرت کرے تو اللہ تعالیٰ اس مؤمن کی دنیا و آخرت دونوں میں مدد و نصرت کرتا ہے اور اگر کوئی مدد و نصرت کی قدرت رکھتے ہوئے کسی مؤمن کی مدد و نصرت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت دونوں میں اس شخص کو اپنی نصرت سے محروم کردیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعِينُ مُؤْمِناً مَظْلُوماً إِلَّا كَانَ أَفْضَلَ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَنْصُرُ أَخَاهُ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَى نُصْرَتِهِ إِلَّا وَ نَصَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَخْذُلُ أَخَاهُ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَى نُصْرَتِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ» [۱]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے خدمتِ خلق کی عظیم فضیلت و آثار کو بیان کرتے ہوئے جنابِ مفضّل سے فرمایا: اے مفضّل میں جو کچھ کہتا ہوں اُسے غور سے سنو اور اپنے برادران میں سے جو بزرگ مقام کے مالک ہیں ان تک بھی پہنچاؤ، جنابِ مفضّل نے مولاؑ سے عرض کی: اے میرے آقا میرے برادران میں سے بزرگ مقام کے مالک کون ہیں؟ تو مولاؑ نے فرمایا: وہ لوگ جو خدمتِ خلق کرنے والے اور مؤمنین کی حاجات کو برآوردہ کرنے والے ہیں اس لئے کہ جو بھی شخص برادرِ مؤمن کی خدمت کرتے ہوئے اس کی حاجت روائی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی ایک لاکھ حاجات کو برآوردہ کرتا ہے کہ جن میں سے پہلی حاجت اس شخص کو، اس کے عزیز و اقارب کو اور اس کے دوست واحباب کو جنت میں جگہ عطا کرتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ آلِ محمدؐ کے دشمن نہ ہوں، جنابِ مفضّل نے جب سے امام صادقؑ کی یہ نصیحت سُنی تو ہمیشہ اپنے دوستوں سے کہتے تھے کہ کیا آپ

---

[۱] ثواب الاعمال، النص، ص ۱۴۷

لوگ یہ نہیں چاہتے کہ خدمتِ خلق کرکے خود کو بزرگوں میں شامل کریں۔

«عَنِ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ لِي يَا مُفَضَّلُ اسْمَعْ مَا أَقُولُ لَكَ وَ اعْلَمْ أَنَّهُ الْحَقُّ وَ افْعَلْهُ وَ أَخْبِرْ بِهِ عِلْيَةَ إِخْوَانِكَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ مَا عِلْيَةُ إِخْوَانِي قَالَ الرَّاغِبُونَ فِي قَضَاءِ حَوَائِجِ إِخْوَانِهِمْ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَ مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً قَضَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ- يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِائَةَ أَلْفِ حَاجَةٍ مِنْ ذَلِكَ أَوَّلُهَا الْجَنَّةُ وَ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يُدْخِلَ قَرَابَتَهُ وَ مَعَارِفَهُ وَ إِخْوَانَهُ الْجَنَّةَ بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونُوا نُصَّاباً وَ كَانَ الْمُفَضَّلُ إِذَا سَأَلَ الْحَاجَةَ أَخاً مِنْ إِخْوَانِهِ قَالَ لَهُ أَ مَا تَشْتَهِي أَنْ تَكُونَ مِنْ عِلْيَةِ الْإِخْوَانِ» [۵۲۳]

خدمتِ خلق کے موارد

خدمتِ خلق کرنے کے بہت سارے موارد ہیں، معاشرے میں جن کاموں کی بھی ضرورت ہو اور لوگوں کیلئے مفید و ضروری ہوں تو ان تمام کاموں کو انجام دینا خدمتِ خلق میں شامل ہے، مثلاً علاج کیلئے اسپتال بنوانا، تعلیم و تربیت کیلئے اسکول و مدارس بنوانا، یتیموں کی کفالت و تربیت کیلئے یتیم خانے بنوانا، غریبوں و مسکینوں کیلئے مکان بنوانا اور ان کی ضروریاتِ زندگی کو فراہم کرنا، آلِ محمدؐ کی عزاداری کیلئے عزا خانے بنوانا، اللہ کی عبادت و بندگی کیلئے مساجد بنوانا، لوگوں کیلئے پانی کا بندوبست کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب خدمت کے عظیم مصادیق میں شامل ہیں اور ان کاموں کو انجام دینے والوں کو اللہ تعالیٰ عظیم اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور جب تک ان کی خدمت کے آثار باقی ہیں ان کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب جاری رہتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرمان میں آیا ہے کہ: پانچ گروہ ایسے ہیں کہ جن کے قبروں میں ہونے کے باوجود ان کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے؛

---

۵۲۳ الکافی، ج ۲، ص ۱۹۲

۱) جس نے کھجور کا درخت لگایا ہو۔ ۲) جس نے پانی کیلئے کنواں کھودا ہو۔

۳) جس نے اللہ کی خاطر مسجد تعمیر کرائی ہو۔ ۴) جس نے لوگوں کی ہدایت کیلئے کتاب لکھی ہو۔

۵) جو اپنے پیچھے نیک و صالح اولاد چھوڑ کے گیا ہو۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: خَمْسَةٌ فِي قُبُورِهِمْ وَ ثَوَابُهُمْ يَجْرِي إِلَى دِيوَانِهِمْ مَنْ غَرَسَ نَخْلاً وَ مَنْ حَفَرَ بِئْراً وَ مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِداً وَ مَنْ كَتَبَ مُصْحَفاً وَ مَنْ خَلَّفَ اِبْناً صَالِحاً»[۵۲۴]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے مگر تین افراد ایسے ہیں کہ جن کے فوت ہونے کے باوجود ان کا نامہ اعمال بند نہیں ہوتا (بلکہ ان کے نامہ اعمال میں ثواب لکھے جانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے):

۱) وہ شخص جو ایسی نیک و صالح اولاد چھوڑ کے جائے کہ جو اپنے والدین کیلئے دعا کرے۔

۲) وہ شخص جو ایسا علم چھوڑ کے جائے کہ جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔

۳) وہ شخص کہ جو ایسا صدقہ جاریہ (ایسی خدمت کر کے جائے جو مسلسل جاری و ساری رہے) کہ جس سے عام لوگ استفادہ کرتے رہیں۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا مَاتَ اِبْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلاَّ مِنْ ثَلاَثَةٍ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ وَ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ وَ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ»[۵۲۵]

---

[۵۲۴] جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۰۵

[۵۲۵] عوالی اللئالی، ج ۳، ص ۲۶۰

اسی طرح ایک اور روایت میں پیغمبر اسلام ﷺ نے خدمت کے موارد کو بیان کرتے ہوئے اور خدمت کرنے والے لوگوں کے اجر وثواب کے جاری وساری ہونے کے بارے میں فرمایا: سات کام ایسے ہیں کہ جن کا کرنے والا اگرچہ قبر میں ہو لیکن اس کے نامہ اعمال میں ان کا اجر وثواب جاری رہتا ہے:

۱)وہ شخص جو کسی کو علم سکھائے۔ ۲)جو کسی کیلئے پانی کی نہر جاری کرے۔

۳)جو پانی کا کنواں کھودے۔ ۴)جو کھجور کا درخت لگائے۔

۵)جو اللہ کی مسجد بنائے۔ ۶)جو وراثت میں مفید کتاب چھوڑ کے جائے۔

۷)ایسی نیک وصالح اولاد چھوڑ کے جائے جو اس کے مرنے کے بعد اس کی مغفرت کی دعا کرے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: سَبْعٌ يَجْرِي لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ وَ هُوَ فِي قَبْرِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْماً، أَوْ أَجْرَى نَهَراً، أَوْ حَفَرَ بِئْراً، أَوْ غَرَسَ نَخْلاً، أَوْ بَنَى مَسْجِداً، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفاً، أَوْ تَرَكَ وَلَداً يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ»[۴۲۶]

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدمتِ خلق کرنے والوں کا مرنے کے باوجود ان کے نامہ اعمال میں اجر وثواب کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے۔ اور خدمتِ خلق کے بہت سارے موارد ان روایات میں بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے: مساجد بنوانا، لوگوں کیلئے پانی کا انتظام کرنا، درخت لگانا، ان کی ہدایت کیلئے مفید کتاب چھوڑ کے جانا اور ایسی نیک وصالح اولاد چھوڑ کے جانا جو ان کے مرنے کے بعد ان کیلئے مغفرت کی دعا کریں اور ان کی خدمات کے سلسلہ کو جاری وساری رکھیں وغیرہ

---

۴۲۶ مفاتیح الحیاۃ، ص ۷۰۹؛ کنز العمال، ج ۱۵، ص ۹۵۳

وغیرہ، ان موارد کے علاوہ ہر قسم کی نیکی و بھلائی جو لوگوں کیلئے مفید و موثر ہو وہ بھی خدمتِ خلق کے مصادیق میں شامل ہے۔

آلِ محمدؐ کی تعلیمات میں خدمتِ خلق کی تاکید وسفارش

آئمہ طاہرینؑ نے اپنی پوری زندگی بندگانِ خدا کی خدمت و تربیت کرتے ہوئے گزاری اور اپنے چاہنے والوں کو بھی ہمیشہ خدا کے بندوں کی ہر ممکن خدمت و مدد کرنے کی تاکید وسفارش کرتے رہے، آئمہ طاہرینؑ کی اپنے چاہنے والوں کو خدمتِ خلق کرنے کی تاکید وسفارش کے حوالہ سے بے شمار روایات ہیں لیکن ان میں سے نمونہ کے طور پر چند سفارشات کو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱)امام صادقؑ کی جانب سے اپنے شیعوں کو خدمتِ خلق کرنے کی تاکید:

خیثمہ جُعفی کہتے ہیں کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور میں سفر کرنے کا اردہ رکھتا تھا کہ امامؑ نے (اپنے چاہنے والوں کو اہم ترین پیغام دیتے ہوئے) مجھ سے فرمایا: ہمارے شیعوں تک میر اسلام پہنچانا اور ان کو اللہ کے تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرنا اور کہنا کہ ان کے غنی و امیر افراد فقیروں اور ناداروں پر توجہ کریں، ان کے طاقتور افراد کمزوروں کی حمایت کریں، ان کے صحیح وسالم افراد مریضوں کی عیادت کریں، ان کے زندہ افراد جنازوں میں شرکت کریں، ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کیلئے ایک دوسرے کے گھروں میں جاؤ اور بے شک ہمارے شیعوں میں سے بعض کا بعض سے ملاقات کرنا ہمارے امر کو زندہ کرنا ہے، خدا رحم فرمائے اس شخص پر جو ہمارے امر کو زندہ کرے، اے خیثمہ ہم تمہیں اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتے عمل و عبادت کے بغیر (تمہاری نجات کا وسیلہ عبادت و بندگی ہے) اور ہماری ولایت حاصل نہیں ہو سکتی تقویٰ و پرہیز گاری کے بغیر اور بے شک قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت کرنے والا وہ شخص ہو گا جو دوسروں کو عدل و انصاف کی جانب دعوت دے لیکن خود عدل و

انصاف کی خلاف ورزی کرتا رہا ہو۔

«عَنْ خَيْثَمَةَ الْجُعْفِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع وَ أَنَا أُرِيدُ الشُّخُوصَ فَقَالَ: أَبْلِغْ مَوَالِيَنَا السَّلَامَ وَ أَوْصِهِمْ بِتَقْوَى اللهِ وَ أَنْ يَعُودَ غَنِيُّهُمْ فَقِيرَهُمْ وَ قَوِيُّهُمْ ضَعِيفَهُمْ وَ أَنْ يَعُودَ صَحِيحُهُمْ مَرِيضَهُمْ وَ أَنْ يَشْهَدَ حَيُّهُمْ جِنَازَةَ مَيِّتِهِمْ وَ أَنْ يَتَلَاقَوْا فِي بُيُوتِهِمْ وَ أَنَّ لِقَاءَ بَعْضِهِمْ بَعْضاً حَيَاةٌ لِأَمْرِنَا رَحِمَ اللهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا يَا خَيْثَمَةُ إِنَّا لَا نُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئاً إِلَّا بِالْعَمَلِ إِنَّ وَلَايَتَنَا لَا تُنَالُ إِلَّا بِالْوَرَعِ وَ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَصَفَ عَدْلاً ثُمَّ خَالَفَهُ إِلَى غَيْرِهِ»[۵۲۷]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے اپنے شیعوں کو خدمتِ خلق، مؤمنین کی حاجات کو بر آوردہ کرنے اور مؤمنین کو پریشانیوں سے نجات دلانے کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ مؤمنین کی حاجات کو بر آوردہ کرنے کی، ان کو خوشحال کرنے کی اور ان کو پریشانیوں و مشکلات سے نجات دلانے کی بہت زیادہ کوشش و جستجو کرو، اس لئے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک ایمان کے بعد افضل ترین عمل مؤمنین کو خوشحال کرنا اور ان کو مشکلات سے نجات دلانا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ ع أَنَّهُ قَالَ: احْرِصُوا عَلَى قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِينَ وَ إِدْخَالِ السُّرُورِ عَلَيْهِمْ وَ دَفْعِ الْمَكْرُوهِ عَنْهُمْ فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْأَعْمَالِ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ بَعْدَ الْإِيمَانِ أَفْضَلَ مِنْ إِدْخَالِ السُّرُورِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ»[۵۲۸]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے اپنے شیعوں کی پہچان کیلئے بنیادی صفت نماز و خدمتِ خلق کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: ہمارے شیعوں کا امتحان اور ان کی آزمائش دو خصلتوں سے کرو اگر یہ دو

---

[۵۲۷] بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۱۸۷

[۵۲۸] مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۴۰۳

خصلتیں ان میں پائیں جائیں تو وہ واقعی ہمارے شیعہ ہیں ورنہ ان سے دوری اختیار کرو وہ سچے شیعہ نہیں ہیں؛

۱) نماز کی ہر حال میں حفاظت کرنا۔

۲) خدمتِ خلق کرتے ہوئے غریبوں کی مدد کرنا، اگرچہ یہ مدد مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

«عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع: اخْتَبِرْ شِيعَتَنَا فِي خَصْلَتَيْنِ فَإِنْ كَانَتَا فِيهِمْ وَ إِلَّا فَاعْزُبْ ثُمَّ اعْزُبْ قُلْتُ مَا هُمَا قَالَ الْمُحَافَظَةُ عَلَى الصَّلَوَاتِ فِي مَوَاقِيتِهِنَّ وَ الْمُوَاسَاةُ لِلْإِخْوَانِ وَ إِنْ كَانَ الشَّيْءُ قَلِيلاً»[۵۲۹]

۲) امام موسیٰ کاظمؑ کی جانب سے اپنے شیعوں کو خدمتِ خلق کرنے کی تاکید؛

حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ بھی اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ خدمتِ خلق کرنے کی تاکید و سفارش کرتے رہے اور خدمتِ خلق کرنے والوں کیلئے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و سعادت کی بشارت دیتے رہے، جیسا کہ علی ابن یقطین کو مؤمنین کی خدمت کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے علی! تم مجھے مؤمنین کی خدمت اور ان کی عزت کرنے کی ضمانت دو تو میں تمہیں تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱) دشمن تم پر کبھی بھی غالب نہ ہو گا ان کی تلوار سے ہمیشہ محفوظ رہو گے۔

۲) کبھی فقر و فاقہ کا شکار نہ ہو گے۔

۳) کبھی بھی زندان میں نہیں جاؤ گے۔

«قَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَلِيِّ بْنِ يَقْطِينٍ: اِضْمَنْ لِي خَصْلَةً أَضْمَنْ لَكَ ثَلَاثاً –

---

[۵۲۹] مصادقۃ الاخوان، ص ۳۶

فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ مَا الْخَصْلَةُ الَّتِي أَضْمَنُهَا لَكَ وَ مَا الثَّلاَثُ الَّتِي تَضْمَنُ لِي -قَالَ فَقَالَ أَمَّا الثَّلاَثُ الَّتِي أَضْمَنُ لَكَ أَنْ لاَ يُصِيبَكَ حَرُّ الْحَدِيدِ أَبَداً بِقَتْلٍ وَ لاَ فَاقَةٍ وَ لاَ بِسِجْنِ حَبْسٍ قَالَ فَقَالَ عَلِيٌّ وَ مَا الْخَصْلَةُ الَّتِي أَضْمَنُهَا لَكَ قَالَ فَقَالَ تَضْمَنُ لِي أَنْ لاَ يَأْتِيَكَ وَلِيٌّ أَبَداً إِلاَّ أَكْرَمْتَهُ» [۵۳۰]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ نے علی ابن یقطین کو خدمتِ خلق کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے علی ابن یقطین تمہارے اعمال کی قبولیت کی سند برادرانِ ایمانی کی حاجات کو برآوردہ کرنا، ان کی خدمت کرنا اور ان کے ساتھ ہر ممکن نیکی و احسان کرنا ہے اور جب تک خدمتِ خلق نہیں کروگے تمہارا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں ہے، پس برادرانِ ایمانی کے ساتھ محبت کرو، ان کی خدمت کرو اور ان پر رحم کرتے رہو تاکہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ملحق ہو جاؤ۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَقْطِينٍ قَالَ [الْكَاظِمُ] عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِنَّ خَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ قَضَاءُ حَوَائِجِ إِخْوَانِكُمْ وَ الْإِحْسَانُ إِلَيْهِمْ مَا قَدَرْتُمْ وَ إِلاَّ لَمْ يُقْبَلْ مِنْكُمْ عَمَلٌ حِنُّوا عَلَى إِخْوَانِكُمْ وَ ارْحَمُوهُمْ تَلْحَقُوا بِنَا» [۵۳۱]

خدمتِ خلق افضل ترین عبادت

دینِ مقدسِ اسلام میں سب سے افضل ترین عبادت خدمتِ خلق کرنا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی اور عبادت نہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: تمام نیکیوں اور عبادات میں سے بالاترین و افضل ترین دو نیکیاں ہیں کہ جن سے افضل کوئی نیکی و عبادت نہیں؛

---

[۵۳۰] رجال الکشی، ج ۱، ص ۴۳۳

[۵۳۱] بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۷۹

۱) خدا کی ذات پر ایمان لانا۔

۲) بندگانِ خدا کی خدمت کرتے ہوئے ان کو نفع وفائدہ پہنچانا۔

مزید آپؐ نے فرمایا: تمام برائیوں میں سے دو برائیاں سب سے بالاتر ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی گناہ وبرائی نہیں ہے؛

۱) خدا کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔

۲) بندگانِ خدا کو ضرر ونقصان پہنچانا۔

«قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَصْلَتَانِ لَيْسَ فَوْقَهُمَا مِنَ الْبِرِّ شَيْءٌ اَلْإِيمَانُ بِاللهِ وَ النَّفْعُ لِعِبَادِ اللهِ وَ خَصْلَتَانِ لَيْسَ فَوْقَهُمَا مِنَ الشَّرِّ شَيْءٌ اَلشِّرْكُ بِاللهِ وَ الضَّرُّ لِعِبَادِ اللهِ»[۳۳]

۶) ایک دوسرے کے دکھ درد اور غم میں شریک ہونا؛

اخلاقِ اجتماعی و معاشرتی آداب و ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین اخلاقی، انسانی اور اسلامی ذمہ داری ایک دوسرے کے دکھ درد اور غم میں شریک ہونا ہے، آلِ محمدؐ کی سنت وسیرت اور تعلیمات میں ایک دوسرے کے اجتماعی دکھ درد اور غم میں اور سرور وخوشی میں شریک ہونے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے اور ایک دوسرے کے غم میں شریک ہونے کو ایک عظیم عبادت قرار دیتے ہوئے اس کام کو انجام دینے والوں کیلئے دنیاو آخرت دونوں میں بہت زیادہ اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

---

[۳۳] تحف العقول، ص ۳۵

تسلیت وتعزیت پیش کرنے والے کا مقام ومرتبہ

جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے والے اور غم و مصیبت کے موقع پر تسلیت وتعزیت پیش کرنے والوں کیلئے عظیم مقام ومنزلت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی عزادار کو تسلیت اور تعزیت پیش کرے اور اس کے غم میں شریک ہو جائے تو پروردگارِ عالم بروزِ قیامت اس شخص کو عرشِ الٰہی کے سایہ میں جگہ عطا کرے گا، جس دن سایہ الٰہی کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: مَنْ عَزَّى الثَّكْلَى أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ» [۵۳۳]

اس حدیث میں مولاؑ نے غم میں شریک ہونے کی فضیلت اور تعزیت پیش کرنے کو قیامت کے دن نجات اور عظیم مقام کے حصول کا سبب قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں حضورؐ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی عزادار کو تسلیت پیش کرے اور اس کے غم میں شریک ہو جائے تو پروردگار اس شخص کو اتنا ہی اجر عطا کرتا ہے جتنا صاحبِ مصیبت کو عطا کرتا ہے بغیر اس کے کہ صاحبِ مصیبت کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: مَنْ عَزَّى مُصَاباً كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِ الْمُصَابِ شَيْئاً» [۵۳۴]

اسی طرح ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ: جو بھی مسلمان کسی دوسرے

---

[۵۳۳] وسائل الشیعہ، ج ۳، ص ۲۱۴؛ منتخب میزان الحکمۃ، ص ۴۳۰

[۵۳۴] وسائل الشیعہ، ج ۳، ص ۲۱۳؛ ایضاً

مسلمان کو تعزیت وتسلیت پیش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سے کرامت وبزرگی کا لباس پہناتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُعَزِّي أَخَاهُ الْمُسْلِمَ إِلاَّ كَسَاهُ اللهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ»[۵۳۵]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرتِ داؤدؑ نے پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں سوال کیا: اے بارالہا! اس شخص کا اجر وثواب کیا ہے جو کسی مصیبت زدہ وصاحبِ عزا کو تیری رضا کی خاطر تسلیت وتعزیت پیش کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ میں اس کو امن وامان کی چادر پہناؤں گا اور اس کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھوں گا اور اس کو جنت میں داخل کروں گا، پھر حضرتِ داؤدؑ نے پوچھا: یا میرے معبود اس شخص کا اجر وثواب کیا ہے جو تیری رضا کی خاطر کسی کے جنازے میں شریک ہوتا ہے؟ تو اللہ نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ جب وہ فوت ہوگا تو اس کے جنازے میں ملائکہ شریک ہوں گے جو اس کے تشییع جنازہ کرتے ہوئے قبر تک ہمراہی کریں گے اور میں اس کی روح کو ان پاکیزہ ارواح میں شامل کروں گا جن پر میں درود وسلام بھیجتا ہوں۔

«وَ رُوِيَ أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِلَهِي مَا جَزَاءُ مَنْ يُعَزِّي الْحَزِينَ وَ الْمُصَابَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ قَالَ جَزَاؤُهُ أَنْ أَكْسُوَهُ رِدَاءً مِنْ أَرْدِيَةِ الْإِيمَانِ أَسْتُرُهُ مِنَ النَّارِ وَ أُدْخِلُهُ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا إِلَهِي فَمَا جَزَاءُ مَنْ شَيَّعَ الْجَنَائِزَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ قَالَ جَزَاؤُهُ أَنْ تُشَيِّعَهُ الْمَلاَئِكَةُ يَوْمَ يَمُوتُ إِلَى قَبْرِهِ وَ أَنْ أُصَلِّيَ عَلَى رُوحِهِ فِي الْأَرْوَاحِ»[۵۳۶]

---

۵۳۵ مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۳۵۱

۵۳۶ مسکن الفؤاد، ص ۱۱۶

اللہ کے خاص بندے:

حضرتِ ابراہیمؑ نے مقام مناجات میں پروردگار سے سوال کیا: اے میرے پروردگار! تیرے خاص بندے کون ہیں؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا: میرے خاص بندے وہ ہیں جو دوسروں کے دکھ درد و غم میں شریک ہوتے ہیں اور جب کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں اور پھر صاحبِ مصیبت کو تسلیت و تعزیت پیش کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں کہ جب سب سوجاتے ہیں تو وہ نمازِ شب پڑھتے ہیں۔

«قَالَ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ يَا رَبِّ مَنْ أَهْلُكَ قَالَ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ الْجَنَائِزَ وَ يُعَزُّونَ الثَّكْلَى وَ يُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ» [۳۵۴]

دوسروں کے دکھ درد اور غم میں شریک ہونا رسول اللہ کی سنت وسیرت

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو نہ صرف اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے دوسروں کے دکھ درد اور غم میں شریک ہونے کی تاکید وسفارش کی ہے بلکہ خود بھی مصیبت زدہ افراد اور صاحبِ عزا کے گھروں میں جاکر اپنی سیرت و عملی زندگی میں دوسروں کے غم میں شریک ہو کر ان کو تسلیت و تعزیت پیش کرتے، ان کے ساتھ ہمدردی کرتے، یہاں تک کہ ان کے گھروں میں جاکر گریہ کرتے، یتیم بچوں کو تسلی دیتے ان کو پیار کرتے ان کی سرپرستی کرتے، بیواؤں کا سہارا بنتے اور اپنے گھر سے ان کیلئے تین تین دن تک کھانا بھجواتے تھے۔

جیسا کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے ماتم و عزاداری کی دلیل کے عنوان سے رسولِ اکرمؐ کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب رسولِ خدا ﷺ کو جنابِ جعفر ابن ابیطالب کی شہادت کی خبر ملی تو

۳۵۴۔ مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۳۵۱

رسولِ اکرم ﷺ جنابِ جعفر طیارؓ کی زوجہ اسماء بنت عمیسؓ کے گھر تسلیت و تعزیت پیش کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور فرمایا

میرے بیٹے کہاں ہیں؟ اسماءؓ نے اپنے تینوں بیٹوں عبد اللہ، عون اور محمد کو بلایا تو رسولِ خدا ﷺ نے شفقت کے ساتھ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا، یہ دیکھ کر جنابِ اسماءؓ نے عرض کی: یارسول اللہ آپ تو ان کے سروں پر ایسے ہاتھ پھیر رہے ہیں جیسے یتیموں کے سروں پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے! رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی ذہانت پر تعجب کیا اور فرمایا: اے اسماءؓ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت ہو چکی ہے، یہ سن کر جنابِ اسماءؓ گریہ کرنے لگیں، تو رسول اللہؐ نے ان کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا: گریہ نہ کرو کیونکہ جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ جعفر کو پروردگارِ عالَم نے جنت میں سرخ یاقوت کے دو پر عطا کئے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں، پھر جنابِ اسماءؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ اگر آپ تمام لوگوں کو جمع کر کے انہیں جعفر کی فضیلت بیان کریں تاکہ اس کی فضیلت کو ہمیشہ یاد رکھا جائے، یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی ذہانت پر تعجب کیا، پھر فرمایا: جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا وغیرہ بھیج دو، اور پھر صاحبِ عزاء کے گھر میں کھانا بھجوانے کی سنت شروع ہو گئی۔

«عَنِ ٱلْعَبَّاسِ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ ٱلْمَأْتَمِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا انْتَهَى إِلَيْهِ قَتْلُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اِمْرَأَةِ جَعْفَرٍ فَقَالَ أَيْنَ بَنِيَّ فَدَعَتْ بِهِمْ وَ هُمْ ثَلَاثَةٌ عَبْدُ ٱللهِ وَ عَوْنٌ وَ مُحَمَّدٌ فَمَسَحَ رَسُولُ ٱللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رُءُوسَهُمْ فَقَالَتْ إِنَّكَ تَمْسَحُ رُءُوسَهُمْ كَأَنَّهُمْ أَيْتَامٌ فَعَجِبَ رَسُولُ ٱللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنْ عَقْلِهَا فَقَالَ يَا أَسْمَاءُ أَ لَمْ تَعْلَمِي أَنَّ جَعْفَراً رِضْوَانُ ٱللهِ عَلَيْهِ اُسْتُشْهِدَ فَبَكَتْ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ ٱللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَا تَبْكِي

فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ [جَبْرَئِيلَ] أَخْبَرَنِي أَنَّ لَهُ جَنَاحَيْنِ فِي الْجَنَّةِ مِنْ يَاقُوتٍ أَحْمَرَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَوْ جَمَعْتَ النَّاسَ وَ أَخْبَرْتَهُمْ بِفَضْلِ جَعْفَرٍ لَا يُنْسَى فَضْلُهُ فَعَجِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنْ عَقْلِهَا ثُمَّ قَالَ اِبْعَثُوا إِلَى أَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَاماً فَجَرَتِ السُّنَّةُ» [۴۳۸]

اسی طرح ایک اور روایت میں جنابِ جعفر طیارؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے: مجھے یاد ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کو جب میرے والد جعفر کی شہادت کی خبر ملی اور وہ تسلیت و تعزیت کی خاطر) ہمارے گھر آئے، میری والدہؓ کو میرے والد کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے تسلیت و تعزیت پیش کی درحالیکہ وہ میرے اور میرے بھائی کے سر پر ہاتھ بھی پھیر رہے تھے اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے، یہاں تک آنسوؤں سے ریش اطہر بھی تر ہو چکی تھی، پھر فرمایا: اے پروردگارا! جعفر تیری بارگاہ میں عظیم ثواب و جزا کی طرف قدم بڑھا چکا ہے، پس اے اللہ ان کی اولاد کو ان کا بہترین جانشین قرار دے، پھر فرمایا: اے اسماءؓ کیا میں تمہیں ایک خوشخبری دوں؟ اسماءؓ نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کیوں نہیں؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عطا کیے ہیں جن سے وہ جنت میں جہاں چاہے پرواز کرتا ہے، جنابِ اسماءؓ نے عرض کی: یارسول اللہ یہ بات لوگوں کو بھی بتا دیجیے، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھے اور میرے ہاتھ کو پکڑا اپنے ہاتھ میں لیا اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا یہاں تک کہ منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے اپنے ساتھ منبر کے نچلے زینہ پر بٹھایا جب کہ غم و حزن کے آثار ان سے عیاں تھے، پھر فرمایا: اے لوگو آگاہ ہو جاؤ کہ جعفرؓ نے شہادت کو رتبہ پالیا ہے اور اللہ کی طرف سے انہیں دو پر عطا کیے گئے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتا ہے، پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر میں

---

[۴۳۸] بحار الانوار، ج ۷۹، ص ۸۳

داخل ہوئے، مجھے بھی اپنے ہمراہ اپنے گھر میں لے گئے، میرے لئے کھانالانے کا حکم دیااور میرے بھائی کو بھی بلوایا پھر ہم نے ان کے پاس طیب وطاہر وپاک وپاکیزہ کھاناتناول کیااور تین دن تک ہم رسولِ اکرم ﷺ کے گھر میں ہی (مہمان) رہے۔

«قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ: أَنَا أَحْفَظُ حِينَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَلَى أُمِّي فَنَعَى لَهَا أَبِي فَأَنْظُرُ إِلَيْهِ وَ هُوَ يَمْسَحُ عَلَى رَأْسِي وَ رَأْسِ أَخِي وَ عَيْنَاهُ تهراقان [تُهَرَقَانِ] الدُّمُوعَ حَتَّى تَقْطُرَ لِحْيَتُهُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ جَعْفَراً قَدْ قَدِمَ إِلَيْكَ إِلَى أَحْسَنِ الثَّوَابِ فَاخْلُفْهُ فِي ذُرِّيَّتِهِ بِأَحْسَنِ مَا خَلَفْتَ أَحَداً مِنْ عِبَادِكَ فِي ذُرِّيَّتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَسْمَاءُ أَ لَا أُبَشِّرُكِ قَالَتْ بَلَى بِأَبِي وَ أُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّ اللهَ جَعَلَ لِجَعْفَرٍ جَنَاحَيْنِ يَطِيرُ بِهِمَا فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ فَأَعْلِمِ النَّاسَ ذَلِكَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَخَذَ بِيَدِي يَمْسَحُ بِيَدِهِ رَأْسِي حَتَّى رَقِيَ إِلَى الْمِنْبَرِ وَ أَجْلَسَنِي أَمَامَهُ عَلَى الدَّرَجَةِ السُّفْلَى وَ الْحُزْنُ يُعْرَفُ عَلَيْهِ فَقَالَ إِنَّ الْمَرْءَ كَثِيرٌ [حُزْنُهُ] بِأَخِيهِ وَ ابْنِ عَمِّهِ أَلَا إِنَّ جَعْفَراً قَدِ اسْتُشْهِدَ وَ جُعِلَ لَهُ جَنَاحَانِ يَطِيرُ بِهِمَا فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ نَزَلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ دَخَلَ بَيْتَهُ وَ أَدْخَلَنِي مَعَهُ وَ أَمَرَ بِطَعَامٍ يُصْنَعُ لِأَهْلِي وَ أَرْسَلَ إِلَى أَخِي فَتَغَدَّيْنَا عِنْدَهُ غَدَاءً طَيِّباً مُبَارَكاً وَ أَقَمْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي بَيْتِهِ...»[۳]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: جب رسولِ خدا ﷺ کو جنابِ جعفر ابن ابیطالب اور زید ابن حارثہ کی شہادت کی خبر ملی تو آنحضرت ﷺ تسلیت وتعزیت پیش کرنے کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور رسول اللہؐ نے ان کے غم میں بہت زیادہ گریہ کیا۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حِينَ جَاءَتْهُ وَفَاةُ جَعْفَرِ بْنِ

[۳] بحار الانوار، ج۲۱، ص۵۶

أَبِي طَالِبٍ وَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ كَثُرَ بُكَاؤُهُ عَلَيْهِمَا جِدّاً»[۵۵۰]

دوسروں کے غم وخوشی میں شریک ہونا رسول اللہ کی سنت وسیرت

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو نہ صرف اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے دوسروں کے غم وخوشی میں شریک ہونے کی تاکید وسفارش کی ہے بلکہ خود بھی اپنی سیرت وعملی زندگی میں دوسروں کے غم وخوشی میں شریک ہوکر اس کے بہت سارے عملی نمونے پیش کئے ہیں، جیسا کہ مولائے کائناتؑ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ جب دوسروں کے غم میں شریک ہوتے تو صاحبِ عزا کو تسلیت وتعزیت پیش کرتے ہوئے فرماتے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اجر عطا کرے اور تم سب کو اپنی رحمت میں جگہ عطا کرے اور جب کسی کی خوشی میں شریک ہوتے تو ان کو تبریک وتہنیت پیش کرتے ہوئے فرماتے اللہ تعالیٰ تم سب کو یہ خوشی مبارک کرے اور اللہ کی برکتیں تم سب پر نازل ہوتی رہیں۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِذَا عَزَّى قَالَ آجَرَكُمُ اللهُ وَ رَحِمَكُمْ وَ إِذَا هَنَّأَ قَالَ بَارَكَ اللهُ لَكُمْ وَ بَارَكَ عَلَيْكُمْ»[۵۵۱]

ان روایات کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات وسیرت پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کے دکھ درد اور غم وخوشی میں شریک رہیں اور جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ نے غم کے مواقع پر تسلیت وتعزیت بھی پیش کی اور عملی طور پر صاحبِ عزا کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے تعاون بھی کیا ہے، اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ صاحبِ عزا کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرتے ہوئے تین دن تک ان کیلئے کھانا اور ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنا چاہئے اور یہ کام پیغمبر اکرم ﷺ کی

---

[۵۵۰] بحار الانوار، ج ۲۱، ص ۵۵

[۵۵۱] مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۳۵۳

سنت و سیرت اور شریعت کا حصہ ہے۔

امام صادقؑ کی اپنے شیعوں کو دوسروں کے غم وخوشی میں شریک ہونے کی سفارش

خیثمہ جُعفی کہتے ہیں کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور میں سفر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ امامؑ نے (اپنے چاہنے والوں کو اہم ترین پیغام دیتے ہوئے) مجھ سے فرمایا: ہمارے شیعوں تک میرا سلام پہنچانا اور ان کو اللہ کے تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرنا اور کہنا کہ ان کے غنی و امیر افراد فقیروں اور ناداروں پر توجہ کریں، ان کے طاقتور افراد کمزوروں کی حمایت کریں، ان کے صحیح وسالم افراد مریضوں کی عیادت کریں، ان کے زندہ افراد جنازوں میں شرکت کریں، ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کیلئے ایک دوسرے کے گھروں میں جائیں اور بے شک ہمارے شیعوں میں سے بعض کا بعض سے ملاقات کرنا ہمارے امر کو زندہ کرنا ہے، خدا رحم فرمائے اس شخص پر جو ہمارے امر کو زندہ کرے۔

«عَنْ خَيْثَمَةَ الْجُعْفِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع وَ أَنَا أُرِيدُ الشُّخُوصَ فَقَالَ: أَبْلِغْ مَوَالِيَنَا السَّلَامَ وَ أَوْصِهِمْ بِتَقْوَى اللهِ وَ أَنْ يَعُودَ غَنِيُّهُمْ فَقِيرَهُمْ وَ قَوِيُّهُمْ ضَعِيفَهُمْ وَ أَنْ يَعُودَ صَحِيحُهُمْ مَرِيضَهُمْ وَ أَنْ يَشْهَدَ حَيُّهُمْ جِنَازَةَ مَيِّتِهِمْ وَ أَنْ يَتَلَاقَوْا فِي بُيُوتِهِمْ وَ أَنَّ لِقَاءَ بَعْضِهِمْ بَعْضاً حَيَاةٌ لِأَمْرِنَا رَحِمَ اللهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا ...» [۴۴۳]

۷) ایک دوسرے کی خوشی میں شریک ہونا:

اجتماعی ومعاشرتی اخلاق ووظائف میں سے ایک اور اہم ترین وظیفہ وذمہ داری معاشرے میں ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہونا ہے، جس طرح ایک دوسرے کے دکھ درد وغم میں شریک ہونا

---

[۴۴۳] بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۱۸۷

ضروری ہے اسی طرح ایک دوسرے کی خوشیوں میں بھی شریک ہونا لازم وضروری ہے، ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہونا الفت ومحبت اور معاشرتی روابط وتعلقات کو تقویت واستحکام پہنچاتا ہے، مثلاً اگر کسی کے ہاں ولادت ہو، کسی کے ہاں شادی ہو، کوئی حج وزیارات کر کے واپس آئے، کسی کا گھر تعمیر ہو، کسی کو کوئی کامیابی وترقی ملی ہو وغیرہ وغیرہ تو اس کو تبریک وتہنیت پیش کر کے اس کی خوشی میں شریک ہونا بہت عظیم عبادت اور ایک اجتماعی وانسانی وظیفہ ہے۔

اور روایات میں ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی، ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک رہنے کی اور ایک دوسرے کی خوشی کے اسباب مہیا وفراہم کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور ایک دوسرے کو خوش کرنا اللہ تعالیٰ کے محبوب وپسندیدہ اعمال میں سے ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: پروردگارِ عالَم کی بارگاہ میں محبوب ترین عبادت وعمل برادرِ مؤمن کو خوشحال کرنا، اس کو کھانا کھلانا، اس کو غم واندوہ سے نجات دینا اور اس کے قرض کو ادا کرنا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مِنْ أَحَبِّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ إِشْبَاعِ جَوْعَتِهِ أَوْ تَنْفِيسِ كُرْبَتِهِ أَوْ قَضَاءِ دَيْنِهِ» [۵۳۳]

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ ومحبوب ترین عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کسی مسلمان بھائی کو خوشحال کرنا، پھر پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ مسلمان کو کیسے خوشحال کیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلا کے، پریشان حال کی پریشانی کو دور کر کے اور مقروض کا قرض ادا کر کے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ص أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى

---

[۵۳۳] المؤمن، ص ۵۱

قَالَ اتّبَاعُ سُرُورِ الْمُسْلِمِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَا اتّبَاعُ سُرُورِ الْمُسْلِمِ قَالَ شِبَعُ جَوْعَتِهِ وَ تَنْفِيسُ كُرْبَتِهِ وَ قَضَاءُ دَيْنِهِ»[۴۴۴].

مؤمنین کو خوشحال کرنے فضیلت

روایات میں مؤمنین کو خوشحال کرنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، یہاں تک کہ مؤمنین کو خوشحال کرنا اللہ، رسول اور آئمہ طاہرین کو خوشحال کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جس نے کسی مؤمن کو خوشحال کیا اس نے مجھے خوشحال کیا اور جس نے مجھے خوشحال کیا اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو خوشحال کر دیا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ سَرَّ مُؤْمِناً فَقَدْ سَرَّنِي وَ مَنْ سَرَّنِي فَقَدْ سَرَّ اللهَ»[۴۴۵].

اسی طرح حضرتِ امام کاظمؑ نے جنابِ علی ابن یقطین کے ذریعہ سے اپنے چاہنے والوں تک یہ پیغام پہنچایا کہ: اے علی ابن یقطین جس نے کسی مؤمن کو خوشحال کیا اس نے سب سے پہلے اللہ کو پھر رسول اللہ کو اور پھر ہم اہل بیتؑ کو خوشحال کر دیا۔

«عَنِ الْكَاظِمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ يَقْطِينٍ مَنْ سَرَّ مُؤْمِناً فَبِاللهِ بَدَأَ وَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثَنَّى وَ بِنَا ثَلَّثَ»[۴۴۶].

حضرت امام صادقؑ نے مؤمن کی خوشحالی کو آلِ محمدؐ کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا سبب قرار

---

[۴۴۴] وسائل الشیعہ، ج۱۶، ص۳۵۶۔

[۴۴۵] مصادقۃ الاخوان، ص۶۲

[۴۴۶] مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص۳۹۹

دیتے ہوئے فرمایا: جس نے کسی مؤمن کو خوشحال کیا اس نے مجھے خوشحال کیا اور جس نے مجھے خوشحال کیا اس نے رسولِ اللہؐ کو خوشحال کیا اس نے اللہ کو خوشحال کیا اور جس نے اللہ کو خوشحال کیا اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ سَرَّ مُؤْمِناً فَقَدْ سَرَّنِي وَ مَنْ سَرَّنِي فَقَدْ سَرَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ مَنْ سَرَّ رَسُولَ اللهِ فَقَدْ سَرَّ اللهَ وَ مَنْ سَرَّ اللهَ أَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ»[۳۷]

اسی طرح ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے مؤمنین کی خوشحالی کو اہل بیتؑ کی خوشحالی قرار دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے کسی مؤمن کو خوشحال کیا اس نے ہم اہل بیتؑ کو خوشحال کیا اور جس نے ہم اہل بیتؑ کو خوشحال کیا اس نے رسول اللہؐ کو خوشحال کیا اور جس نے رسول اللہؐ کو خوشحال کیا اس نے اللہ کو خوشحال کیا اور جس نے اللہ کو خوشحال کیا اللہ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں جگہ عطا کرے۔ مزید آپؑ نے فرمایا: جو شخص رضائے خدا کی خاطر کسی مؤمن کے گھر اس کی زیارت کیلئے جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی زیارت کرنے والوں میں شمار کرتا ہے اور اللہ پر واجب ہے کہ اپنے زائرین کو کرامت و بزرگی عطا کرے۔ پھر مزید آپؑ نے فرمایا: غریب مؤمن کے چہرے پر خوشحالی لانا گناہوں کا کفارہ ہے۔ (یعنی غریب مؤمن کی خوشحالی کا سبب بننا اور اس کے غم واندوہ کو دور کرنا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے)۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَدْخَلَ السُّرُورَ عَلَى أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فَقَدْ أَدْخَلَ السُّرُورَ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَ مَنْ أَدْخَلَ السُّرُورَ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَقَدْ أَدْخَلَ السُّرُورَ

---

[۳۷] بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۴۱۳

عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ مَنْ أَدْخَلَ السُّرُورَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَدْ سَرَّ اللهَ وَ مَنْ سَرَّ اللهَ كَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ أَنْ يَسُرَّهُ وَ أَنْ يُسْكِنَهُ جَنَّتَهُ وَ مَنْ زَارَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ إِلَى مَنْزِلِهِ لاَ حَاجَةَ إِلَيْهِ إِلاَّ فِي اللهِ كُتِبَ فِي زُوَّارِ اللهِ وَ كَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ تَعَالَى أَنْ يُكْرِمَهُ وَ قَالَ التَّبَسُّمُ فِي وَجْهِ الْمُؤْمِنِ الْغَرِيبِ مِنْ كَفَّارَةِ الذُّنُوبِ »[۳۸]

ان تمام روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مؤمنین کی خوشی میں شریک ہونا اور ان کی خوشحالی کے اسباب کو فراہم کرنا اس قدر عظیم عبادت ہے کہ اہل بیتؑ کی رضا و خوشنودی کے ساتھ ساتھ خدا اور رسولِ خداؐ کی رضایت و خوشنودی کا بھی سبب ہے۔

اور اللہ و رسولؐ اور اہل بیتؑ کی خوشنودی کی وجہ سے اس شخص کے گناہوں کو بھی بخشا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بزرگی و کامیابی اور آخرت میں اپنے اولیاء اور آلِ محمدؑ کے ساتھ خُلدِ بریں میں سعادتِ ابدی و خوشحالی عطا کرتا ہے۔

مؤمنین کو خوشحال کرنے والے کا مقام و مرتبہ

آلِ محمدؑ کی تعلیمات میں وہ افراد جو لوگوں کو خوشحال کرتے ہیں، لوگوں کی مشکلات و پریشانیوں کو دور کرتے ہیں اور غم و اندوہ میں گھرے ہوئے لوگوں کو غم و اندوہ سے نجات دے کر ان کی زندگی کو خوشحال و مسرور کرتے ہیں، ایسے افراد کیلئے خدا و اہل بیتؑ کی بارگاہ میں اور دنیا و آخرت دونوں میں عظیم مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، ایسے لوگ جہاں پر دوسروں کیلئے خوشیاں بانٹنے کی وجہ سے دوسروں کو دنیا میں خوشحال و مسرور کرتے ہیں وہاں پر خود بھی دنیا و آخرت دونوں میں خوشحالی و سرور کو پاتے ہیں۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: بے شک جنت میں ایک گھر ہے جس کا نام دارالفرح

[۳۸] جامع الاخبار، ص ۸۶

(یعنی خوشیوں کا گھر) ہے اس گھر میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا سوائے ان افراد کے جو دنیا میں مؤمنین کے یتیم بچوں کو خوشحال کرنے والے ہیں۔

«عن النبی ص: إنّ فِي الجَنَّةِ دارا يُقالُ لَها دارُ الفَرَحِ، لايَدخُلُها إلاّ مَن فَرَّحَ يَتامَى المُؤمِنينَ»[۵۴۹]

اسی طرح ایک اور مقام پر سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک گھر ہے جس کا نام دارح الفرح (یعنی خوشیوں کا گھر) ہے اس گھر میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا سوائے ان افراد کے جو دنیا میں بچوں کو خوشحال کرنے والے ہیں۔

«عن النبی ص: إنّ فِي الجَنَّةِ دارا يقالُ لَها دارُ الفَرَحِ ،لا يَدخُلُها إلّا مَن فَرَّحَ الصِّبيانَ»[۵۵۰]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے دوسروں کو غم واندوہ سے نجات دے کر خوشحال کرنے والے مؤمنین کے مقام ومنزلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کو غم واندوہ سے نجات دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو آخرت کی تمام پریشانیوں سے نجات عطا کرتا ہے اور یہ بروز قیامت اپنی قبر سے اس شان سے اٹھے گا کہ اس کا دل خوشیوں سے لبریز ہو گا (جبکہ تمام لوگ نہایت پریشانی کی حالت میں اپنی قبروں سے نکلیں گے)، مزید آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا کھانا کھلائے گا اور جو شخص کسی پیاسے کو پانی پلائے تو اللہ اسے جنت کا اعلیٰ ترین مشروب رحیق مختوم سے سیراب کرے گا۔

---

[۵۴۹] کنز العمال، ح ۶۰۰۸

[۵۵۰] کنز العمال، ح ۶۰۰۹

«عَنْ مِسْمَعٍ أَبِي سَيَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرَبَ الْآخِرَةِ وَ خَرَجَ مِنْ قَبْرِهِ وَ هُوَ ثَلِجُ الْفُؤَادِ وَ مَنْ أَطْعَمَهُ مِنْ جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَ مَنْ سَقَاهُ شَرْبَةَ مَاءٍ سَقَاهُ اللهُ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ»[۵۵۱]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے اپنی باوفا صحابی جناب کمیل ابن زیاد کو اخلاقی کمالات حاصل کرنے کی اور دوسروں کو خوشحال کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے کمیل! اپنے اہل وعیال کو اخلاقی کمالات حاصل کرنے کی اور سوئے ہوئے لوگوں کی حاجات بر آوردہ کرنے کی تاکید کرتے رہو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جو تمام صداؤں کو سننے والا ہے، کوئی بھی شخص کسی کے دل کو خوشیوں سے بھر دے تو اللہ تعالٰی اس خوشی سے ایک لطیف مخلوق کو خلق کرتا ہے جو ہمیشہ اس شخص سے پریشانیوں اور مشکلات کو اس طرح دور کرتی رہتی ہے جس طرح کوئی شخص کسی بیگانہ اونٹ کو اپنے اونٹوں سے دور کرتا ہے۔

«قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لِكُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ: يَا كُمَيْلُ مُرْ أَهْلَكَ أَنْ يَرُوحُوا فِي كَسْبِ الْمَكَارِمِ وَ يُدْلِجُوا فِي حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَائِمٌ فَوَ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْدَعَ قَلْباً سُرُوراً إِلاَّ وَ خَلَقَ اللهُ مِنْ ذَلِكَ السُّرُورِ لُطْفاً فَإِذَا نَزَلَتْ بِهِ نَائِبَةٌ جَرَى إِلَيْهَا كَالْمَاءِ فِي انْحِدَارِهِ حَتَّى يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِيبَةُ الْإِبِلِ»[۵۵۲]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے دوسروں کی خدمت کرنے والے اور دوسروں کو ہمیشہ خوشحال کرنے والے مؤمنین کی شان ومنزلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب اللہ تعالٰی کسی مؤمن کی روح کو قبض کرلیتا ہے تو دونوں ملائکہ (کراماً کاتبین کہ جو ہمیشہ اس مؤمن کے دائیں اور بائیں کندھوں پر

[۵۵۱] الکافی، ج ۲، ص ۱۹۹

[۵۵۲] نہج البلاغہ، حکمت ۲۵۷

اعمال لکھتے رہتے ہیں) خدا کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: پروردگارا! تیرا بندہ تیری بارگاہ میں پہنچ گیا ہے درحالیکہ وہ تیرا بہت نیک اور اچھا بندہ تھا (اب ہم نے کیا کرنا ہے ہم تو فارغ ہو گئے ہیں) اللہ رب العزت ان سے فرماتا ہے کہ تم دونوں واپس زمین کی طرف جاؤ اور میرے اس بندہ کی قبر کے پاس جاکر اس وقت تک بیٹھے رہو جب تک کہ میں اسے (روز قیامت) قبر سے باہر نہ اٹھالوں اور میرے لئے عبادت کرتے رہو اور اپنی اس عبادت کا ثواب میرے اس بندہ کے نامہ اعمال میں لکھتے رہو، پھر مزید امامؑ نے فرمایا: اور جب اللہ تعالیٰ اس مؤمن کو قبر سے نکالے گا تو اس کے ساتھ اس کی قبر سے ایک نورانی ہستی بھی نکلے گی جو اس شخص کے آگے آگے چلے گی، پس جب بھی یہ مؤمن قیامت کے کسی ہولناک منظر کو دیکھے گا تو یہ نورانی ہستی اس سے کہے گی تم پریشان و غمگین نہ ہو بلکہ خود کو اللہ کی جانب سے خوشیوں اور بزرگیوں کی بشارت دو، یہاں تک کہ جب یہ مؤمن خدا کی بارگاہ میں حساب و کتاب کیلئے کھڑا ہو گا تو اللہ تعالیٰ بہت ہی آسانی سے اس کا حساب لے گا اور پھر اس مؤمن کو جنت کی طرف جانے کا حکم دے گا درحالیکہ وہ نورانی ہستی بھی اس مؤمن کے آگے آگے چلتی رہے گی، پس وہ مؤمن اس نورانی ہستی سے کہے گا کہ تم کتنے اچھے ساتھی ہو میرے ساتھ قبر سے نکلے ہو اور ہمیشہ مجھے غم واندوہ سے نجات دیتے رہے اور خوشیوں و بزرگیوں کی خوشخبری دیتے رہے ہو یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو (جو میرے لئے نجات کا فرشتہ بن کر آئے ہو)، تو وہ نورانی ہستی اپنا تعارف کراتے ہوئے کہے گی: میں وہ خوشی ہوں جو تم نے دنیا میں اپنے ایک مؤمن بھائی کے دل میں ڈالی تھی اور اس کو غم سے نجات دی تھی، اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی خوشی سے خلق کیا ہے تاکہ میں تجھے ہر غم واندوہ سے نجات دوں اور تمام خوشیوں کی بشارت دوں۔

۵ عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَذُكِرَ عِنْدَهُ الْمُؤْمِنُ وَ مَا يَجِبُ مِنْ حَقِّهِ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا أَبَا الْفَضْلِ أَ لَا

أُحَدِّثُكَ بِحَالِ الْمُؤْمِنِ عِنْدَ اللهِ قُلْتُ بَلَى فَحَدِّثْنِي جُعِلْتُ فِدَاكَ - فَقَالَ إِذَا قَبَضَ اللهُ رُوحَ الْمُؤْمِنِ صَعِدَ مَلَكَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالاَ يَا رَبِّ عَبْدُكَ وَ نِعْمَ الْعَبْدُ فَيَقُولُ الْجَلِيلُ الْجَبَّارُ اهْبِطَا إِلَى الدُّنْيَا فَكُونَا عِنْدَ قَبْرِ عَبْدِي وَ مَجِّدَانِي وَ سَبِّحَانِي وَ هَلِّلاَنِي وَ كَبِّرَانِي وَ اكْتُبَا ذَلِكَ لِعَبْدِي حَتَّى أَبْعَثَهُ مِنْ قَبْرِهِ - ثُمَّ قَالَ لِي أَ لاَ أَزِيدُكَ قُلْتُ بَلَى زِدْنِي قَالَ إِذَا بَعَثَ اللهُ الْمُؤْمِنَ مِنْ قَبْرِهِ خَرَجَ مَعَهُ مِثَالٌ يَقْدُمُهُ[يَقْدِمُهُ] فَكُلَّمَا رَأَى الْمُؤْمِنُ هَوْلاً مِنْ أَهْوَالِ الْقِيَامَةِ - قَالَ لَهُ الْمِثَالُ لاَ تَجْزَعْ وَ لاَ تَحْزَنْ وَ أَبْشِرْ بِالسُّرُورِ وَ الْكَرَامَةِ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ - قَالَ فَمَا يَزَالُ يُبَشِّرُهُ بِالسُّرُورِ وَ الْكَرَامَةِ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ حَتَّى يَقِفَ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ سُبْحَانَهُ فَيُحَاسِبُهُ حِسَاباً يَسِيراً وَ يَأْمُرُ بِهِ إِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمِثَالُ أَمَامَهُ - فَيَقُولُ لَهُ الْمُؤْمِنُ رَحِمَكَ اللهُ نِعْمَ الْخَارِجُ خَرَجْتَ مَعِي مِنْ قَبْرِي مَا زِلْتَ تُبَشِّرُنِي بِالسُّرُورِ وَ الْكَرَامَةِ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ حَتَّى كَانَ ذَلِكَ فَمَنْ أَنْتَ فَيَقُولُ لَهُ الْمِثَالُ أَنَا السُّرُورُ الَّذِي أَدْخَلْتَهُ عَلَى أَخِيكَ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا خَلَقَنِيَ اللهُ مِنْهُ لِأُبَشِّرَكَ»[۳۳۳]

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دوسروں کو خوشحال کرنے کا نتیجہ خود انسان کے خوشحال ہونے کا سبب ہے، خصوصاً ایسے خوفناک و وحشناک منازل پر کہ جہاں کوئی کسی کو نہ خوشحال کر سکتا ہے اور نہ ہی نجات دلا سکتا ہے، وہ خوشی جو ہم نے دوسرے مؤمنین کو فراہم کی ہے یہی خوشی ہمارے لئے نجات کا فرشتہ بن کر سامنے آتی ہے اور ہمارے تمام غم واندوہ کو خوشحالی میں بدل دیتی ہے، اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ دوسرے مؤمنین کو خوشحال کرنے کی خدا کی بارگاہ میں کس قدر فضیلت و عظمت ہے۔

---

[۳۳۳] امالی شیخ مفید، مجلس ۲۲، ص ۱۷۷

۸)معاشرے میں پسندیدہ وشائستہ زندگی گزارنا:

اخلاقِ اجتماعی و معاشرتی آداب و وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ معاشرے میں لوگوں کے ساتھ نہایت پسندیدہ و شائستہ اخلاق و آداب کے ساتھ پیش آنا ہے اور لوگوں کے ساتھ پیار، محبت، الفت اور انسانیت کے ساتھ اس طرح پسندیدہ زندگی گزارنا ہے کہ اس کے کردار و اخلاق سے لوگ راضی اور خوش ہوں اور معاشرے میں ہر طبقہ اور ہر گروہ کے ساتھ اس کے بہترین روابط و تعلقات ہوں،لوگ اس طرح راضی و خوش ہوں کہ اگر یہ شخص ان کے درمیان میں ہو تو اس کے ملنے کے مشتاق ہوں اور اگر یہ شخص دنیا سے چلا جائے تو لوگ اس کی کمی اور جدائی کو شدت کے ساتھ محسوس کریں اور اس کے غم میں رونے پر مجبور ہو جائیں، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے:لوگوں کے ساتھ ایسا کردار اور رفتار اپناؤ کہ اگر تم مر جاؤ تو تم پر لوگ گریہ کریں اور اگر تم زندہ رہو تو وہ تم سے ملنے کے مشتاق رہیں۔

«قَالَ عَلِیٌّ عَلَیهِ السَّلاَمُ: خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً إِنْ مِتُّمْ مَعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ وَ إِنْ عِشْتُمْ حَنُّوا إِلَيْكُمْ» [۱]

اس کلام میں مولاؑ نے بہترین معاشرتی واجتماعی زندگی گذارنے کا انداز وطریقہ تعلیم دیا ہے کہ اس انداز سے زندگی گزارو کہ اگر تم مر جاؤ تو تمہاری موت لوگوں پر گراں گذرے اور تمہاری موت پر لوگ تمہارے فقدان کی وجہ سے تم پر رو پڑیں، ایسا اس وقت ممکن ہے جب انسان ہر ایک کے ساتھ پیار، محبت، اخلاق اور ہمدردی سے پیش آتا ہے،لوگوں کی مشکلات کو حل کرتا ہے، دوسروں کا سہارا بنتا ہے، غم وخوشی میں شریک ہوتا ہے، دوسروں کیلئے ایک دلسوز ومہربان انسان کی طرح زندگی گزارتا ہے

---

[۱] نہج البلاغہ، حکمت ۱۰

تو ایسے ہی شخص کا مر جانا لوگوں پر گراں گذرتا ہے اور لوگ رو پڑتے ہیں۔ جیسا کہ مولاؑ نے ایک اور کلام میں بھی فرمایا: لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان اور بخشش کے ساتھ زندگی گذارو۔ یعنی لوگوں کی لغزشوں کو معاف کرو اور مجبور و محروم لوگوں کے ساتھ نیکی کرو۔

«قَالَ عَلِیٌّ عَلَیهِ السَّلَامُ: صَاحِبِ الْإِخْوَانَ بِالْإِحْسَانِ وَ تَغَمَّدْ ذُنُوبَهُمْ بِالْغُفْرَانِ»[555]

اسی طرح ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے اپنے چاہنے والوں کو معاشرتی اخلاق و آداب کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں کے ساتھ بہترین رابطہ رکھو، انکے ساتھ نیکی و احسان کرو، خبردار لوگوں سے اور خاص طور پر اپنے رشتے داروں سے پشت نہ کرنا اور تعلقات و روابط کو منقطع نہ کرنا۔

«عَلَیكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَ التَّبَاذُلِ وَ إِيَّاكُمْ وَ التَّدَابُرَ وَ التَّقَاطُعَ لَا تَتْرُكُوا»[556]

اسی طرح ایک اور روایت میں مولا امام صادقؑ نے معاشرے میں پسندیدہ و شائستہ زندگی کرنے کا طریقہ تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو لوگوں کے ساتھ اور اپنے ساتھی ورفقاء کے ساتھ پسندیدہ زندگی نہ گذارے اور انکے ساتھ بہترین رفاقت و پیار اور محبت سے پیش نہ آئے۔

«قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُحْسِنْ صُحْبَةَ مَنْ صَحِبَهُ وَ مُرَافَقَةَ مَنْ رَافَقَهُ وَ مُمَالَحَةَ مَنْ مَالَحَهُ وَ مُخَالَقَةَ مَنْ خَالَقَهُ»[557]

معاشرے میں شائستہ زندگی گزارنے کا اصول

آلِ محمدؐ کی روایات میں نہ صرف معاشرے میں لوگوں کے ساتھ شائستہ وپسندیدہ زندگی گزارنے کی

---

۵۵۵ عیون الحکم، ص: ۳۰۳

۵۵۶ نہج البلاغہ (للصبحي صالح)، ص: ۴۲۲

۵۵۷ بحار الانوار، ج ۷۳، ص: ۲۶۸

تاکید وسفارش کی گئی ہے بلکہ ہمارے لئے شائستہ زندگی گزارنے کے بہترین معاشرتی اخلاق، اصول و ضابطہ حیات کو بھی بیان کیا گیا ہے، اگر ہم آئمہ معصومین کی ان تعلیمات پر عمل کریں تو ہماری زندگی بہت پسندیدہ وکامیاب زندگی گزرے گی، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ مولائے کائنات کو اجتماعی طور پر شائستہ وپسندیدہ زندگی گزارنے کے بہترین اصولوں کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے علیؑ! بہترین اخلاق سے پیش آؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ، لوگوں کے ساتھ اور اپنے ہمنشینوں کے ساتھ، (اگر ایسا کروگے تو) اللہ کی بارگاہ میں بلند ترین درجات کا پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے، اے علیؑ! جو چیز اپنے لئے ناپسند کرتے ہو دوسروں کیلئے بھی ناپسند کرو اور جو چیز اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کیلئے پسند کرو، (اگر ایسا کروگے تو) تم اپنے حکم میں عدل کرنے والے اور اہل آسمان میں محبوب ہونے والے اور اہل زمین کے دلوں میں مودت پانے والے ہو جاؤ گے، (اے علیؑ) میری اس وصیت کو حفظ کرلو اور اس پر عمل کرو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: يَا عَلِيُّ أَحْسِنْ خُلُقَكَ مَعَ أَهْلِكَ وَ جِيرَانِكَ وَ مَنْ تُعَاشِرُ وَ تُصَاحِبُ مِنَ النَّاسِ تُكْتَبْ عِنْدَ اللهِ فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلَى يَا عَلِيُّ مَا كَرِهْتَهُ لِنَفْسِكَ فَاكْرَهْ لِغَيْرِكَ وَ مَا أَحْبَبْتَهُ لِنَفْسِكَ فَأَحِبَّهُ لِأَخِيكَ تَكُنْ عَادِلاً فِي حُكْمِكَ مُقْسِطاً فِي عَدْلِكَ مُحَبّاً فِي أَهْلِ السَّمَاءِ مَوْدُوداً فِي صُدُورِ أَهْلِ الْأَرْضِ اِحْفَظْ وَصِيَّتِي إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى»[۵۵۸]

اسی طرح ایک اور روایت میں امام حسن عسکریؑ اپنے شیوں کو بہترین وشائستہ زندگی گزارنے کے اصولوں کی تعلیم دیتے ہوئے اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں: میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، دین میں پرہیزگاری اختیار کرنے، اللہ کی خاطر بہت زیادہ کوشش کرنے، ہمیشہ سچ بولنے، امانت داری

---

۵۵۸ تحف العقول، ص ۱۳

اپنانے، سجدے کو طول دینے اور ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی تعلیمات لے کر تشریف لائے تھے، (اور وصیت کرتا ہوں کہ) دوسروں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤ، ان کے جنازوں میں حاضر ہو جاؤ، ان کے مریضوں کی عیادت کرو، ان کے حقوق کو ادا کرو، اس لئے کہ تم میں سے جب بھی کوئی شخص دین میں پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کرے، گفتگو میں سچائی اپنائے، دوسروں کی امانت کی حفاظت کرے اور لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آئے، تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ شخص واقعی آلِ محمد کا شیعہ اور پیروکار ہے، تو یہ بات میرے لئے خوشحالی کا باعث ہے، لہٰذا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ایسا کردار و اخلاق اپناؤ کہ ہمارے لئے باعثِ زینت بنو نہ کہ باعثِ ننگ و عار، ساری محبتوں کو ہماری طرف کھینچ کر لاؤ اور تمام برائیوں کو ہم سے دور رکھو، اس لئے کہ تمام خوبیوں و کمالات کے ہم ہی اہل ہیں اور تمام قبائح و برائیوں سے دور ہیں، ہمارے لئے اللہ کی کتاب میں عظیم حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت ہے، اللہ کی طرف سے عصمت و طہارت عطا ہوئی ہے اور ان فضیلتوں کا ہمارے علاوہ کوئی بھی ادعا کرنے کا حق نہیں رکھتا اگر کوئی کرے گا تو وہ جھوٹا ہے، (اور تم اپنی کامیابی و سعادت کیلئے چار چیزوں کو کثرت کے ساتھ انجام دو) اللہ کو، اپنی موت کو، قرآنِ پاک کی تلاوت کو اور محمد و آلِ محمد پر درود کو کثرت کے ساتھ انجام دو، اس لئے کہ بے شک محمد و آلِ محمدؐ پر ایک درود بھیجنا دس نیکیوں کے برابر ہے، تم سب میری اس وصیت کو حفظ کر لو اور اس پر عمل کرو اور میں تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور تم سب پر میرا سلام ہو۔

«قَالَ الإِمَامُ العَسْكَرِي عَلَيْهِ السَّلامُ لِشِيعَتِهِ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَ الْوَرَعِ فِي دِينِكُمْ وَ الاِجْتِهَادِ للهِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءِ الأَمَانَةِ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكُمْ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ وَ طُولِ السُّجُودِ وَ حُسْنِ الْجِوَارِ فَبِهَذَا جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَلُّوا فِي عَشَائِرِهِمْ وَ اشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ وَ عُودُوا مَرْضَاهُمْ وَ أَدُّوا حُقُوقَهُمْ فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ إِذَا وَرِعَ فِي دِينِهِ

وَ صَدَقَ فِي حَدِيثِهِ وَ أَدَّى الْأَمَانَةَ - وَ حَسَّنَ خُلُقَهُ مَعَ النَّاسِ قِيلَ هَذَا شِيعِيٌّ فَيَسُرُّنِي ذَلِكَ اِتَّقُوا اللهَ وَ كُونُوا زَيْناً وَ لاَ تَكُونُوا شَيْناً جُرُّوا إِلَيْنَا كُلَّ مَوَدَّةٍ وَ ادْفَعُوا عَنَّا كُلَّ قَبِيحٍ فَإِنَّهُ مَا قِيلَ فِينَا مِنْ حُسْنٍ فَنَحْنُ أَهْلُهُ وَ مَا قِيلَ فِينَا مِنْ سُوءٍ فَمَا نَحْنُ كَذَلِكَ لَنَا حَقٌّ فِي كِتَابِ اللهِ وَ قَرَابَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ وَ تَطْهِيرٌ مِنَ اللهِ لاَ يَدَّعِيهِ أَحَدٌ غَيْرُنَا إِلاَّ كَذَّابٌ أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللهِ وَ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَ تِلاَوَةَ الْقُرْآنِ وَ الصَّلاَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَإِنَّ الصَّلاَةَ عَلَى رَسُولِ اللهِ عَشْرُ حَسَنَاتٍ اِحْفَظُوا مَا وَصَّيْتُكُمْ بِهِ وَ أَسْتَوْدِعُكُمُ اللهَ وَ أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلاَمَ»[1]

ان روایات کا خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ پسندیدہ رفتار و گفتار، بہترین اخلاق و کردار، پیار و محبت، اخوت و برادری اور رواداری و ہمدردی کے ساتھ پیش آنا چاہیے، تاکہ دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی و سعادت حاصل ہو جائے اور آلِ محمدؐ کی بارگاہ میں سرخرو ہو جائیں۔

۹) اجتماعی حقوق کا خیال رکھنا:

اجتماعی و معاشرتی اخلاق و وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ و ذمہ داری معاشرے میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کو ادا کرنا ہے، دینِ مقدسِ اسلام میں حق الناس پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے اور حقوق الناس کی ادائیگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، یہاں تک کہ حق الناس کو روایات میں حق اللہ پر بھی مقدم کیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے حقوق کو اپنے حقوق پر مقدم قرار دیا ہے، پس جو کوئی اللہ کے بندوں کے حقوق کو ادا کرے تو گویا کہ اس

---

[1] تحف العقول، ص ۴۸۷؛ بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۳۷۲

نے اللہ کے حقوق کو ادا کر دیا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: جَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ حُقُوقَ عِبَادِهِ مُقَدَّمَةً لِحُقُوقِهِ فَمَنْ قَامَ بِحُقُوقِ عِبَادِ اللهِ كَانَ ذَلِكَ مُؤَدِّياً إِلَى الْقِيَامِ بِحُقُوقِ اللهِ» [۵۶۰]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام حسن عسکریؑ نے حقوق الناس کے ادا کرنے کی اہمیت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو اپنے برادرانِ دینی کے حقوق کو جانتا ہے اور پھر ان کو ادا کرنے کی سختی کے ساتھ کوشش کرتا ہے اس کی شان و منزلت خدا کے نزدیک بہت عظیم و بلند ہے اور وہ شخص جو دنیا میں اپنے برادرانِ دینی کے سامنے تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آئے تو وہ شخص اللہ کے نزدیک صدیقین اور علی بن ابی طالبؑ کے حقیقی و سچے شیعوں میں سے شمار ہوتا ہے۔

«قَالَ الْحَسَنُ الْعَسْكَرِي عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَعْرَفُ النَّاسِ بِحُقُوقِ إِخْوَانِهِ، وَ أَشَدُّهُمْ قَضَاءً لَهَا، أَعْظَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ شَأْناً، وَ مَنْ تَوَاضَعَ فِي الدُّنْيَا لِإِخْوَانِهِ فَهُوَ عِنْدَ اللهِ مِنَ الصِّدِّيقِينَ، وَ مِنْ شِيعَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَقّاً» [۵۶۱]

حق الناس کو ادا کرنا افضل ترین عبادت

روایات کی روشنی میں تمام اعمال و عبادات میں سے افضل ترین عمل و عبادت حق الناس اور مؤمنین کے حقوق کو ادا کرنا قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: قسم بخدا! کوئی بھی عبادت مؤمن کے حقوق کو ادا کرنے سے افضل و برتر نہیں ہے، مزید فرمایا: بے شک مؤمن کا مقام و مرتبہ کعبہ سے بھی افضل و برتر ہے، پھر فرمایا: بے شک ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی، اس کا آئینہ، اس کیلئے

---

[۵۶۰] غرر الحکم، ج۱، ص۳۴۰

[۵۶۱] تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص۳۲۵؛ الاحتجاج، ج۲، ص۴۶۰

راہنما ہے پس کوئی بھی مؤمن اپنے دوسرے مؤمن بھائی کے ساتھ خیانت نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے تنہا چھوڑے گا۔

مزید آپؑ نے مسلمانوں کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی پر حق یہ ہے کہ مسلمان اس وقت تک پیٹ بھر کر نہیں کھاتا جب تک کہ اس کا دوسرا مسلمان بھائی بھوکا ہو، اس وقت تک سیر اب نہیں ہوتا جب تک کہ دوسرا پیاسا ہو، اس وقت تک اپنے لباس پر توجہ نہیں کرتا جب تک کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لباس کی فکر نہ کرے۔

پھر آپؑ نے مزید مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: مسلمانوں کے حقوق ایک دوسرے پر کس قدر عظیم ہیں، مزید آپؑ نے فرمایا: ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب تم اس کے محتاج ہو جاؤ تو اس سے مانگو اور جب وہ تم سے کچھ مانگے تو اسے عطا کرو، تم اس کی خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرو اور وہ بھی تمہاری خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرے، تم زندگی کے ہر میدان میں اس کے لئے مددگار رہو اور وہ تمہارا مددگار رہے، جب غائب ہو اور موجود نہ ہو تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرو، اگر وہ موجود و حاضر ہو تو اس کی زیارت و ملاقات کیلئے جاؤ، اس کی تجلیل و تکریم کرو، کیونکہ وہ تم میں سے ہے اور تم اس سے ہو، اگر وہ تم سے ناراض ہو جائے تو اس سے دوری اختیار نہ کرو بلکہ اس کی ناراضگی کو دور کرنے کی کوشش کرو، اگر کوئی بھلائی و کامیابی اسے ملے تو تم خدا کی حمد و ثنا اور شکر کرو، اگر وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جائے تو اس کی مدد کرو اور اس کا بوجھ اٹھانے میں اس کا سہارا، اس کے معاون و مددگار بن جاؤ۔

وعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلامُ قَالَ: وَ اللهِ مَا عُبِدَ اللهُ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَاءِ حَقِّ الْمُؤْمِنِ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ أَفْضَلُ حَقّاً مِنَ الْكَعْبَةِ وَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ أَخُو الْمُؤْمِنِ عَيْنُهُ وَ دَلِيلُهُ

فَلاَ يَخُونُهُ وَ لاَ يَخْذُلُهُ وَ مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ لاَ يَشْبَعَ وَ يَجُوعُ أَخُوهُ وَ لاَ يَرْوَى وَ يَعْطَشُ أَخُوهُ وَ لاَ يَلْبَسُ وَ يَعْرَى أَخُوهُ وَ مَا أَعْظَمَ حَقَّ الْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ وَ قَالَ أَحِبَّ لِأَخِيكَ الْمُسْلِمِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ إِذَا احْتَجْتَ فَسَلْهُ وَ إِذَا سَأَلَكَ فَأَعْطِهِ وَ لاَ تَمَلَّهُ خَيْراً وَ لاَ يَمَلَّهُ لَكَ كُنْ لَهُ ظَهِيراً فَإِنَّهُ لَكَ ظَهِيرٌ إِذَا غَابَ فَاحْفَظْهُ فِي غَيْبَتِهِ وَ إِنْ شَهِدَ زُرْهُ وَ أَجِلَّهُ وَ أَكْرِمْهُ فَإِنَّهُ مِنْكَ وَ أَنْتَ مِنْهُ وَ إِنْ كَانَ عَاتِباً فَلاَ تُفَارِقْهُ حَتَّى تَسُلَّ سَخِيمَتَهُ وَ إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ فَاحْمَدِ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ إِنِ ابْتُلِيَ فَأَعْطِهِ وَ تَحَمَّلْ عَنْهُ وَ أَعِنْهُ»[۵۷۳]

مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھنا

اوپر ہم نے معاشرتی واجتماعی حقوق کی کلی طور پر بحث کی جس میں مسلمان وغیر مسلمان اور مؤمن و غیر مؤمن سب شامل ہیں چونکہ معاشرہ سب سے مل کر بنتا ہے چاہے معاشرے میں مسلمان ہوں یا غیر مسلمان لہٰذا تمام انسانوں کے معاشرتی حقوق کا خیال رکھنا دینِ مقدسِ اسلام نے ضروری ولازم قرار دیا ہے، اس لئے کہ دینِ مقدسِ اسلام تمام انسانوں کے حقوق کا محافظ وضامن ہے، لیکن اب ہم خاص طور پر کچھ مسلمانوں کے اور پھر بعد میں مؤمنین کے کچھ خاص حقوق بیان کریں گے کہ جن کی طرف معصومین کی روایات میں بہت زیادہ توجہ دلائی گئی ہے اور ان حقوق کی ادائیگی کی خاص تاکید وسفارش کی گئی ہے، ان شاء اللہ العزیز۔

مسلمانوں کے حقوق رسولِ خدا ﷺ کی نگاہ میں

معاشرے میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کچھ خاص معاشرتی واجتماعی حقوق ہیں جن کا خیال رکھنا اور ان کو ادا کرنا ضروری ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ایک مسلمان پر

---

[۵۷۳] المؤمن، ص ۴۳؛ مستدرک الوسائل، ج ۹، ص ۴۰

دوسرے مسلمان بھائی کے تیس اجتماعی ومعاشرتی حقوق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کے تیس اجتماعی حقوق ہیں جن سے اس وقت تک چھٹکارا ممکن نہیں ہے جب تک کہ ان کو ادا نہ کیا جائے یا پھر صاحب حق معاف نہ کر دے، وہ تیس اجتماعی ومعاشرتی حقوق یہ ہیں: ایک دوسرے کی؛

۱) خطاولغزش کو معاف کرنا۔ ۲) بے بسی پر رحم کرنا۔ ۳) عیوب کی پردہ پوشی کرنا۔

۴) پشیمانی کو قبول کرنا۔ ۵) معذرت کو قبول کرنا۔ ۶) غیبت وبرائی سے دفاع کرنا۔

۷) ہمیشہ خیر خواہی کرنا۔ ۸) دوستی کی حفاظت کرنا۔ ۹) ذمہ داریوں کو نبھانا۔

۱۰) بیماری میں عیادت کرنا۔ ۱۱) جنازے میں شریک ہونا۔ ۱۲) دعوت کو قبول کرنا۔

۱۳) ہدیہ کو قبول کرنا۔ ۱۴) بہترین صلہ دینا۔ ۱۵) نیکی پر شکریہ ادا کرنا۔

۱۶) بہترین مدد ونصرت کرنا۔ ۱۷) خانوادہ کی حفاظت کرنا۔ ۱۸) حاجت روائی کرنا۔

۱۹) سفارش کرنا۔ ۲۰) چھینک پر دعا دینا۔ ۲۱) گمشدہ چیز پر رہنمائی کرنا۔

۲۲) سلام کا جواب دینا۔ ۲۳) بہترین کلام کرنا۔ ۲۴) نیکیوں کو اچھا صلہ دینا۔

۲۵) قسم کی تصدیق کرنا۔ ۲۶) دوست کو دوست رکھنا۔ ۲۷) دشمن کو دشمن رکھنا۔

۲۸) ظالم ومظلوم ہونے کی صورت میں مدد کرنا۔ (یعنی اگر یہ ظالم ہو تو اس کی اس طرح مدد کرو کہ وہ ظلم کرنے سے باز آجائے اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کے حق دلانے میں اس کی مدد کرو۔)

۲۹) ایک دوسرے کو تنہا نہ چھوڑنا۔ ۳۰) جو اپنے لئے پسند ہو اس کیلئے بھی پسند کرنا اور جو اپنے لئے ناپسند ہو وہ اس کیلئے بھی ناپسند کرنا۔

مزید آپ ﷺ نے حقوق کی اہمیت وادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی شخص دنیا میں ان حقوق کو ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سے مطالبہ کیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن اس کے ضرر و نقصان میں فیصلہ ہو گا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ ثَلَاثُونَ حَقّاً لَا بَرَاءَةَ لَهُ مِنْهَا إِلَّا بِالْأَدَاءِ أَوِ الْعَفْوِ يَغْفِرُ زَلَّتَهُ وَ يَرْحَمُ عَبْرَتَهُ وَ يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ وَ يُقِيلُ عَثْرَتَهُ وَ يَقْبَلُ مَعْذِرَتَهُ وَ يَرُدُّ غِيبَتَهُ وَ يُدِيمُ نَصِيحَتَهُ وَ يَحْفَظُ خُلَّتَهُ وَ يَرْعَى ذِمَّتَهُ وَ يَعُودُ مَرْضَتَهُ وَ يَشْهَدُ مَيِّتَهُ وَ يُجِيبُ دَعْوَتَهُ وَ يَقْبَلُ هَدِيَّتَهُ وَ يُكَافِئُ صِلَتَهُ وَ يَشْكُرُ نِعْمَتَهُ وَ يُحْسِنُ نُصْرَتَهُ وَ يَحْفَظُ حَلِيلَتَهُ وَ يَقْضِي حَاجَتَهُ وَ يَشْفَعُ مَسْأَلَتَهُ وَ يُسَمِّتُ عَطْسَتَهُ وَ يُرْشِدُ ضَالَّتَهُ وَ يَرُدُّ سَلَامَهُ وَ يُطَيِّبُ كَلَامَهُ وَ يُبِرُّ إِنْعَامَهُ وَ يُصَدِّقُ أَقْسَامَهُ وَ يُوَالِي وَلِيَّهُ (وَ لَا يُعَادِ) وَ يَنْصُرُهُ ظَالِماً وَ مَظْلُوماً فَأَمَّا نُصْرَتُهُ ظَالِماً فَيَرُدُّهُ عَنْ ظُلْمِهِ وَ أَمَّا نُصْرَتُهُ مَظْلُوماً فَيُعِينُهُ عَلَى أَخْذِ حَقِّهِ وَ لَا يُسْلِمُهُ وَ لَا يَخْذُلُهُ وَ يُحِبُّ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَ يَكْرَهُ لَهُ مِنَ الشَّرِّ مَا يَكْرَهُ لِنَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ ع سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَدَعُ مِنْ حُقُوقِ أَخِيهِ شَيْئاً فَيُطَالِبُهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقْضَى لَهُ وَ عَلَيْهِ»[۵۳]

مسلم معاشرہ کو چاہئے کہ وہ اپنے حال کا جائزہ لے کہ کیا وہ سرورِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کے مطابق اپنے اجتماعی حقوق کا خیال رکھتے ہیں؟ اور ان حقوق کو ادا کرنے کی کوشش وجستجو کرتے ہیں؟ یا پھر ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بگاڑتے ہیں؟۔

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے مؤمنین کو اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے اجتماعی حقوق سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مؤمن وہ ہے جو دوسرے مؤمنین کے لئے امن وامان کا باعث

---

۵۳ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۱۲

ہے، دوسرے مؤمنین کی جان ومال اس سے محفوظ رہے۔ اور مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ وزبان سے دوسرے مسلمانوں کو کوئی ضرر ونقصان نہ پہنچے۔

مزید آپ ﷺ نے مؤمنین کے خصوصی حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک مؤمن پر حرام ہے کہ وہ دوسرے مؤمن پر ظلم کرے، اس کو تنہا چھوڑ دے، اس کی غیبت کرے اور اس کو اچانک سختیوں میں پھینک دے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : اَلْمُؤْمِنُ مَنِ ائْتَمَنَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ (وَ الْمُسْلِمُ) مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ يَدِهِ وَ لِسَانِهِ ... وَ الْمُؤْمِنُ حَرَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَنْ يَظْلِمَهُ أَوْ يَخْذُلَهُ أَوْ يَغْتَابَهُ أَوْ يَدْفَعَهُ دَفْعَةً»[۱]

مسلمانوں کے حقوق امام صادقؑ کی نگاہ میں

اسی طرح حضرتِ امام صادقؑ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس ایک بھائی کو دوسرے بھائی پر

ظلم نہیں کرنا چاہیے، اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے اور اس کے ساتھ خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ:

۱) ایک دوسرے کے تعلقات کو مضبوط رکھنے کیلئے بھرپور کوشش کریں۔

۲) ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

۳) ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ودلسوز رہیں۔

---

[۱] وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۷۸

نے فرمایا:

۱) اس کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو اور اس کیلئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

۲) اس کو ناراض کرنے سے اجتناب کرو، اس کو خوشحال رکھنے کی کوشش کرو اور اس کی باتوں پر عمل کرتے رہو۔

۳) اس کی مدد کرو اپنی جان و مال و اعضاء و جوارح کے ذریعہ سے۔

۴) تم اس کیلئے آنکھ، راہنما اور آئینہ بن کر زندگی گزارو۔

۵) ایسا نہ ہو کہ تم سیر ہو جاؤ اور وہ بھوکا رہے، تم سیر اب ہو جاؤ اور وہ تشنہ رہے اور تم لباس پہنو اور وہ برہنہ رہے۔

۶) اپنے غلام و خدمت گزاروں کے ذریعہ سے اس کی مدد و نصرت کرو۔

۷) تقسیم کے موقع پر اس کے ساتھ نیکی کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، مرض میں اس کی عیادت کرو، اگر فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو، اگر تمہیں علم ہو جائے کہ اس کی کوئی حاجت ہے تو اس کی حاجت روائی میں سبقت سے کام لو اور اس کو یہ ضرورت بھی پیش نہ آئے کہ وہ تم سے کسی چیز کو طلب کرے بلکہ طلب کرنے سے پہلے اس کی حاجت روائی کر دو، اگر تم نے ان حقوق کو اسی طرح ادا کر دیا تو حق مسلمانی ادا کرتے ہوئے اس کی دوستی اپنی دوستی کے ساتھ اور اپنی دوستی کو اللہ کی دوستی کے ساتھ ملا دیا۔

• عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا حَقُّ اَلْمُسْلِمِ عَلَى اَلْمُسْلِمِ قَالَ لَهُ سَبْعُ حُقُوقٍ وَاجِبَاتٍ مَا مِنْهُنَّ حَقٌّ إِلاَّ وَ هُوَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ إِنْ

نے فرمایا:

۱) اس کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو اور اس کیلئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

۲) اس کو ناراض کرنے سے اجتناب کرو، اس کو خوشحال رکھنے کی کوشش کرو اور اس کی باتوں پر عمل کرتے رہو۔

۳) اس کی مدد کرو اپنی جان ومال واعضاء وجوارح کے زریعہ سے۔

۴) تم اس کیلئے آنکھ، راہنما اور آئینہ بن کر زندگی گزارو۔

۵) ایسا نہ ہو کہ تم سیر ہو جاؤ اور وہ بھوکا رہے، تم سیر اب ہو جاؤ اور وہ تشنہ رہے اور تم لباس پہنو اور وہ برہنہ رہے۔

۶) اپنے غلام وخدمت گزاروں کے ذریعہ سے اس کی مدد ونصرت کرو۔

۷) تقسیم کے موقع پر اس کے ساتھ نیکی کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، مرض میں اس کی عیادت کرو، اگر فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو، اگر تمہیں علم ہو جائے کہ اس کی کوئی حاجت ہے تو اس کی حاجت روائی میں سبقت سے کام لو اور اس کو یہ ضرورت بھی پیش نہ آئے کہ وہ تم سے کسی چیز کو طلب کرے بلکہ طلب کرنے سے پہلے اس کی حاجت روائی کردو، اگر تم نے ان حقوق کو اسی طرح ادا کر دیا تو حق مسلمانی ادا کرتے ہوئے اس کی دوستی اپنی دوستی کے ساتھ اور اپنی دوستی کو اللہ کی دوستی کے ساتھ ملا دیا۔

«عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ قَالَ لَهُ سَبْعُ حُقُوقٍ وَاجِبَاتٍ مَا مِنْهُنَّ حَقٌّ إِلَّا وَ هُوَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ إِنْ

ضَیَّعَ مِنهَا شَیئاً خَرَجَ مِنْ وِلاَیَةِ اللهِ وَ طَاعَتِهِ وَ لَمْ یَکُنْ للهِ فِیهِ مِنْ نَصِیبٍ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ مَا هِيَ قَالَ یَا مُعَلَّی إِنِّي عَلَیْكَ شَفِیقٌ أَخَافُ أَنْ تُضَیِّعَ وَ لاَ تَحْفَظَ وَ تَعْلَمَ وَ لاَ تَعْمَلَ قَالَ قُلْتُ لَهُ» لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ «قَالَ أَیْسَرُ حَقٍّ مِنهَا أَنْ تُحِبَّ لَهُ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ تَکْرَهَ لَهُ مَا تَکْرَهُ لِنَفْسِكَ وَ الْحَقُّ الثَّانِي أَنْ تَجْتَنِبَ سَخَطَهُ وَ تَتَّبِعَ مَرْضَاتَهُ وَ تُطِیعَ أَمْرَهُ وَ الْحَقُّ الثَّالِثُ أَنْ تُعِینَهُ بِنَفْسِكَ وَ مَالِكَ وَ لِسَانِكَ وَ یَدِكَ وَ رِجْلِكَ وَ الْحَقُّ الرَّابِعُ أَنْ تَکُونَ عَیْنَهُ وَ دَلِیلَهُ وَ مِرْآتَهُ وَ الْحَقُّ الْخَامِسُ أَنْ لاَ تَشْبَعَ وَ یَجُوعُ وَ لاَ تَرْوَی وَ یَظْمَأُ وَ لاَ تَلْبَسَ وَ یَعْرَی وَ الْحَقُّ السَّادِسُ أَنْ یَکُونَ لَكَ خَادِمٌ وَ لَیْسَ لِأَخِیكَ خَادِمٌ فَوَاجِبٌ أَنْ تَبْعَثَ خَادِمَكَ فَیَغْسِلَ ثِیَابَهُ وَ یَصْنَعَ طَعَامَهُ وَ یَمْهَدَ فِرَاشَهُ وَ الْحَقُّ السَّابِعُ أَنْ تُبِرَّ قَسَمَهُ وَ تُجِیبَ دَعْوَتَهُ وَ تَعُودَ مَرِیضَهُ وَ تَشْهَدَ جَنَازَتَهُ وَ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ لَهُ حَاجَةً تُبَادِرُهُ إِلَی قَضَائِهَا وَ لاَ تُلْجِئُهُ أَنْ یَسْأَلَکَهَا وَ لَکِنْ تُبَادِرُهُ مُبَادَرَةً فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ وَصَلْتَ وَلاَیَتَكَ بِوَلاَیَتِهِ وَ وَلاَیَتَهُ بِوَلاَیَتِكَ»[1]

مؤمنین کے حقوق کا خیال رکھنا

مؤمنین کے حقوق رسولِ خدا کی نگاہ میں:

رسولِ اکرم ﷺ نے مؤمنین کے ایک دوسرے پر سات واجب حقوق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک مؤمن کے دوسرے مؤمن پر اللہ کی طرف سے سات حقوق واجب ہیں؛

۱) مؤمن کو اپنی نظر میں بزرگ و برتر سمجھنا۔

۲) اپنے سینے میں اس کیلئے محبت رکھنا۔

۳) اپنے مال میں اس کا حصہ رکھنا۔

۴) اس کی غیبت کو حرام سمجھنا۔

---

[1] ۱۵۶۶ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۶۹

۵)اگر مریض ہو تو اس کی عیادت کرنا۔ ۶)فوت ہو جائے تو جنازہ میں شرکت کرنا۔

۷)اس کے مرنے کے بعد سوائے خیر و نیکی کے اس کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔

«قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : لِلْمُؤْمِنِ عَلَى اَلْمُؤْمِنِ سَبْعَةُ حُقُوقٍ وَاجِبَةٍ مِنَ اَللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيْهِ اَلْإِجْلاَلُ لَهُ فِي عَيْنِهِ وَ اَلْوُدُّ لَهُ فِي صَدْرِهِ وَ اَلْمُوَاسَاةُ لَهُ فِي مَالِهِ وَ أَنْ يُحَرِّمَ غِيبَتَهُ وَ أَنْ يَعُودَهُ فِي مَرَضِهِ وَ أَنْ يُشَيِّعَ جِنَازَتَهُ وَ أَنْ لاَ يَقُولَ فِيهِ بَعْدَ مَوْتِهِ إِلاَّ خَيْراً»[۵۶۷]

مؤمنین کے حقوق امیر المؤمنین کی نگاہ میں:

مولائے کائنات نے مؤمنین کو ایک دوسرے کے اجتماعی حقوق سے آگاہ کرتے ہوئے اور ان کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک مؤمن پر دوسرے مؤمن کے سات حقوق ہیں؛

۱)تم اس کیلئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور وہی ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

۲)اس کی حاجت روائی اور اس کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔

۳)اس مدد کرو اپنی جان و مال و ہاتھ و پیر و زبان وغیرہ سے۔

۴)تم اس کے لئے آنکھ، راہنما، آئینہ اور محافظ بن جاؤ۔

۵)اس کی بھوک، پیاس اور لباس کا ہر طرح سے خیال رکھو۔

۶)اگر تمہارے پاس خدمت گزار ہوں اور اس کے پاس نہ ہوں تو ان کے ذریعہ سے اس کی مدد کرو۔

۷)ساتویں حق میں مولاؑ نے مؤمن کے بہت سارے حقوق کو ایک ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: تقسیم

---

[۵۶۷] بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۲۲۲

کے موقعہ پر اس کے ساتھ نیکی کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، اس کے جنازہ میں شرکت کرو، اس کی بیماری میں عیادت کرو، اس کی مشکلات کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرو، اس کو تم سے التماس کرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ تم خود اس کی ضروریات وحاجات کو پورا کرنے میں پہل کرو، اگر ایسا کروگے تو تم نے اپنی دوستی و محبت کو اس کی دوستی ومحبت کے ساتھ ملایا اور اس کی دوستی ومحبت کو خدا کی دوستی ومحبت کے ساتھ ملایا، یعنی گویا کہ تم نے مؤمن کے حق کو نبھانے کے ساتھ ساتھ خدا کے حق کو بھی نبھادیا۔

«عَنْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام: سَبْعَةٌ حُقُوقُ الْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ: اَلْأَوَّلُ: أَنْ تُحِبَّ لَهُ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ تَكْرَهَ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا. اَلثَّانِي: أَنْ تَمْشِيَ لَهُ فِي حَاجَتِهِ وَ تَبْتَغِيَ رِضَاهُ وَ لاَ تُخَالِفَ قَوْلَهُ. اَلثَّالِثُ: أَنْ تَصِلَهُ بِنَفْسِكَ وَ مَالِكَ وَ يَدِكَ وَ رِجْلِكَ وَ لِسَانِكَ. اَلرَّابِعُ: أَنْ تَكُونَ عَيْنَهُ وَ دَلِيلَهُ وَ مِرْآتَهُ وَ قَمِيصَهُ. اَلْخَامِسُ: أَنْ لاَ تَشْبَعَ وَ يَجُوعُ وَ لاَ تَلْبَسَ وَ يَعْرَى وَ لاَ تَرْوَى وَ يَظْمَأُ. اَلسَّادِسُ: أَنْ يَكُونَ لَكَ امْرَأَةٌ وَ خَادِمٌ وَ لَيْسَ لِأَخِيكَ؛ أَنْ تَبْعَثَ خَادِمَكَ إِلَيْهِ فَتَغْسِلَ ثِيَابَهُ وَ تَصْنَعَ طَعَامَهُ وَ تُمَهِّدَ فِرَاشَهُ. اَلسَّابِعُ: أَنْ تُبِرَّ قَسَمَهُ وَ تُجِيبَ دَعْوَتَهُ وَ تَشْهَدَ جَنَازَتَهُ وَ تَعُودَهُ فِي مَرَضِهِ وَ تُشْخِصَ بَدَنَكَ فِي قَضَاءِ حَاجَتِهِ وَ لاَ تُحْوِجَهُ أَنْ يَسْأَلَكَ وَ لكِنْ تُبَادِرُ إِلَى قَضَاءِ حَوَائِجِهِ فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ بِهِ وَصَلْتَ وَلاَيَتَكَ بِوَلاَيَتِهِ وَ وَلاَيَتَهُ بِوَلاَيَةِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ» [۵۱۸]

مؤمنین کے حقوق امام باقرؑ وامام رضاؑ کی نگاہ میں:

ہر معصومؑ نے مؤمنین کو ایک دوسرے کے حقوق سے آگاہ کیا ہے اور پھر ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش بھی کی ہے، جیسا کہ حضرتِ امام رضاؑ نے بھی مؤمنین کے اجتماعی حقوق کو ایک سائل کے جواب میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک مؤمن کا دوسرے مؤمن پر

---

[۵۱۸] عیون الحکم، ص ۲۸۷

حق یہ ہے کہ:

۱) اپنے سینے میں اس کی محبت رکھنا۔ ۲) اپنے مال میں اس کا حصہ رکھنا۔

۳) ظالم کے خلاف اس کی مدد و نصرت کرنا۔

۴) بیت المال سے اس کے حصہ کی حفاظت کرنا اگرچہ کہ وہ غائب ہو۔

۵) مرنے کے بعد اس کی قبر پر زیارت و فاتحہ کیلئے جانا۔

۶) اس پر ظلم نہ کرنا۔ ۷) اس کے ساتھ خیانت نہ کرنا۔

۸) اس کو دھوکہ نہ دینا۔ ۹) اس کو مشکلات میں تنہا نہ چھوڑنا۔

۱۰) اس کی غیبت نہ کرنا۔ ۱۱) اس کو نہ جھٹلانا۔

۱۲) اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اف تک نہ کہنا۔ اگر کبھی اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اف کہا تو ان کے درمیان ولایت و دوستی کا رشتہ ختم ہو جائے گا۔

۱۳) اس سے دشمنی نہ کرنا۔ اگر اس سے دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے کہے کہ تم میرے دشمن ہو تو گویا ایک نے دوسرے کو کفر کی نسبت دی۔ (کیونکہ دشمنی کافر سے کی جاتی ہے)

۱۴) اس پر تہمت نہ لگانا۔ اگر تہمت لگائی تو اس کا ایمان اس طرح نابود ہو جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل کر نابود ہو جاتا ہے۔

مزید آپؑ نے مؤمنین کے حقوق و اور ان کی شان و منزلت کو امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب امام باقرؑ نے نگاہ کی تو خانہ کعبہ سے خطاب کرکے فرمایا حمد و ثناء ہے اس اللہ کی جس نے تجھے کرامت، شرافت اور عظمت بخشی اور تجھے لوگوں کیلئے جائے امن و ثواب قرار دیا، پھر قسم کھا کر فرمایا:

مجھے قسم ہے اللہ کی کہ مؤمن کی شان و منزلت تجھ سے کئی گنا زیادہ ہے، مزید امام رضاؑ نے فرمایا: کہ اسی اثناء میں اہلِ جبل میں سے ایک مؤمن امام باقرؑ کی خدمت میں پہنچا اور سلام کیا پھر کچھ دیر کے بعد وداع کرتے ہوئے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، تو امام باقرؑ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو، پھر مزید امام باقرؑ نے مؤمنین کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اپنے برادرِ مؤمن کے ساتھ نیکی کرو، جو چیز اپنے لئے پسند کرتے ہو اس کیلئے بھی وہی چیز پسند کرو، اگر تم سے کچھ مانگے تو اسے عطا کرو، اگر اس نے طلب نہیں کیا تو اس کے سامنے پیش کرو، اس سے دل برداشتہ نہ ہو جانا ورنہ وہ بھی تم سے دل برداشتہ ہو جائے گا، اس کیلئے مددگار و بازو بن جاؤ تاکہ وہ بھی تمہارا مددگار و بازو ہو جائے، اگر وہ تجھ سے دل تنگ و ناراض ہو جائے تو اس سے جدا نہ ہو جانا بلکہ آہستہ آہستہ اس کے دل سے نفرت و ناراضگی کو ختم کرنا، اگر وہ غائب ہو تو اس کی (عزت و آبرو اور مال کی) حفاظت کرو، اگر وہ حاضر ہو تو اس کو اپنے لطف کے سایہ میں جگہ دو، اس کیلئے بازو بنو، اس کی زیارت کیلئے جاؤ، اس کا اکرام و احترام کرو اور اس کے ساتھ لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آؤ، کیونکہ وہ تجھ سے اور تم اس سے ہو اور اپنے مؤمن بھائی کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا اور اس کو خوشحال کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے اور عظیم اجر و ثواب کا سبب ہے۔

«سُئِلَ اَلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَا حَقُّ اَلْمُؤْمِنِ عَلَى اَلْمُؤْمِنِ فَقَالَ: إِنَّ مِنْ حَقِّ اَلْمُؤْمِنِ عَلَى اَلْمُؤْمِنِ اَلْمَوَدَّةَ لَهُ فِي صَدْرِهِ وَ اَلْمُوَاسَاةَ لَهُ فِي مَالِهِ وَ اَلنُّصْرَةَ لَهُ عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ وَ إِنْ كَانَ فَيْءٌ لِلْمُسْلِمِينَ وَ كَانَ غَائِباً أَخَذَ لَهُ بِنَصِيبِهِ - وَ إِذَا مَاتَ فَالزِّيَارَةُ إِلَى قَبْرِهِ وَ لاَ يَظْلِمُهُ وَ لاَ يَغُشُّهُ وَ لاَ يَخُونُهُ وَ لاَ يَخْذُلُهُ وَ لاَ يَغْتَابُهُ وَ لاَ يَكْذِبُهُ وَ لاَ يَقُولُ لَهُ أُفٍّ فَإِذَا قَالَ لَهُ أُفٍّ فَلَيْسَ بَيْنَهُمَا وَلاَيَةٌ وَ إِذَا قَالَ لَهُ أَنْتَ عَدُوِّي فَقَدْ كَفَرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَ إِذَا اِتَّهَمَهُ اِنْمَاثَ اَلْإِيمَانُ فِي قَلْبِهِ كَمَا يَنْمَاثُ اَلْمِلْحُ فِي اَلْمَاءِ إِلَى أَنْ قَالَ وَ إِنَّ أَبَا جَعْفَرٍ اَلْبَاقِرَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَقْبَلَ

إِلَى ٱلْكَعْبَةِ وَ قَالَ ٱلْحَمْدُ لله ٱلَّذِي كَرَّمَكِ وَ شَرَّفَكِ وَ عَظَّمَكِ وَ جَعَلَكِ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَ أَمْناً وَ الله لَحُرْمَةُ ٱلْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنْكِ وَ لَقَدْ دَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ ٱلْجَبَلِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ عِنْدَ ٱلْوَدَاعِ أَوْصِنِي فَقَالَ لَهُ أُوصِيكَ بِتَقْوَى الله وَ بِرِّ أَخِيكَ ٱلْمُؤْمِنِ فَأَحِبَّ لَهُ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ إِنْ سَأَلَكَ فَأَعْطِهِ وَ إِنْ كَفَّ عَنْكَ فَاَعْرِضْ عَلَيْهِ لاَ تَمَلَّهُ فَإِنَّهُ لاَ يَمَلُّكَ وَ كُنْ لَهُ عَضُداً فَإِنْ وَجَدَ عَلَيْكَ فَلاَ تُفَارِقْهُ حَتَّى تَسُلَّ سَخِيمَتَهُ فَإِنْ غَابَ فَاحْفَظْهُ فِي غَيْبَتِهِ وَ إِنْ شَهِدَ فَاكْنُفْهُ وَ اَعْضُدْهُ وَ زُرْهُ وَ أَكْرِمْهُ وَ ٱلْطُفْ بِهِ فَإِنَّهُ مِنْكَ وَ أَنْتَ مِنْهُ وَ نَظَرُكَ لِأَخِيكَ ٱلْمُؤْمِنِ وَ إِدْخَالُ ٱلسُّرُورِ عَلَيْهِ أَفْضَلُ مِنَ ٱلصِّيَامِ وَ أَعْظَمُ أَجْراً"[۱]

مومنین کے حقوق کوادانہ کرنے کابدترین انجام

حقوق کوادانہ کرنے والے جہنم میں دھکیلے جائیں گے:

گناہانِ کبیرہ میں سے ایک عظیم گناہ ایک دوسرے کے حقوق کو ادانہ کرنا اور حقوق کو نظر انداز کر دینا ہے، خصوصاوالدین کے حقوق، اہل وعیال کے حقوق، اپنے محسنین کے حقوق اور مومنین کے حقوق کو ادانہ کرنا دنیا و آخرت دونوں میں بد بختی اور عظیم پریشانی و مشکلات کا سبب ہے، قیامت کے دن بدترین عقاب وانجام اس شخص کا ہوگا جس نے دنیامیں مومنین کے حقوق نظر انداز کرتے ہوئے ان کی ادائیگی سے کوتاہی اختیار کی ہو، ایسا شخص قیامت کے دن بہت پچھتائے گا اور عظیم عقاب کا سامنا کرے گا، پھر ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتارہے گا، جیساکہ حضرت امام صادقؑ نے اپنے بزرگ صحابی یونس بن ظبیان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے یونس! وہ شخص جو مومن کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پانچ سو سال کی مدت تک اسے اس کے پاؤں پر کھڑا رکھا جائے گا یہاں

---

[۱] مستدرک الوسائل، ج۹، ص ۴۵

تک کہ اس کے وجود سے اس کا پسینہ یا خون جاری ہو جائے اور پھر خدا کی جانب سے ایک منادی آواز دے گا کہ اے لوگو! یہ وہ ظالم شخص ہے جس نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا، اس حال میں چالیس دن تک اس کی سرزنش ہوتی رہے گی اور پھر چالیس دن کے بعد اس کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

«عَنْ یُونُسَ بْنِ ظَبْیَانَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ : یَا یُونُسُ مَنْ حَبَسَ حَقَّ اَلْمُؤْمِنِ أَقَامَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ یَوْمَ اَلْقِیَامَةِ خَمْسَمِائَةِ عَامٍ عَلَی رِجْلَیْهِ حَتَّی یَسِیلَ عَرَقُهُ أَوْ دَمُهُ وَ یُنَادِی مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللهِ هَذَا اَلظَّالِمُ اَلَّذِی حَبَسَ عَنِ اللهِ حَقَّهُ قَالَ فَیُوَبَّخُ أَرْبَعِینَ یَوْماً ثُمَّ یُؤْمَرُ بِهِ إِلَی اَلنَّارِ» [۵۸۰]

حقوق ادا نہ کرنے والے پل صراط سے جہنم میں گرادیئے جائیں گے:

قیامت کے دن ہر انسان کو پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہونا ہے اور جب تک کوئی شخص پل صراط سے نہ گزرے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اور یہ خدا کا اٹل و قطعی فیصلہ ہے جس کا قرآن میں اعلان کیا گیا ہے، جیسا کہ سورہ مریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر ایک پل صراط سے گزرے گا۔

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًا﴾ (مریم/ ۷۱)

آیات وروایات کی روشنی میں پل صراط سے گزرنا روزِ قیامت انتہائی سخت وسنگین مرحلہ ہے، بہت سارے لوگ روزِ قیامت اپنے گناہوں کی سنگینی اور بوجھ کی وجہ سے پل صراط سے جہنم میں گریں گے، انہیں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو حقوق کی ادائیگی میں لاپروائی کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل آیت میں لفظ (مرصاد) کے بارے میں پوچھا گیا تو امامؑ نے فرمایا: مرصاد،

---

[۵۸۰] الکافی، ج ۲، ص ۳۶۷

پل صراط پر ایک گھاٹی کا نام ہے جس سے وہ شخص کبھی نہیں گزر سکتا جس نے کس کا کوئی حق کھایا ہو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ قَالَ قَنطَرَةٌ عَلَى الصِّرَاطِ لَا يَجُوزُهَا عَبْدٌ بِمَظْلِمَةٍ»[۵۷۱]

حقوق الناس ادا نہ کرنے والوں کی دعا مستجاب نہیں ہوتی؛

حق الناس اور خصوصاً مؤمنین کے حقوق ادا نہ کرنے والوں کے نہ اعمال وعبادات بارگاہِ الٰہی میں قبول ہیں اور نہ ہی ان کی دعائیں مستجاب ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کی دعا مستجاب ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے رزق کو پاک وحلال رکھے اور لوگوں کے حقوق کو ادا کرے، اس لئے کہ جس کے پیٹ میں لقمہ حرام ہو اور جس کی گردن پر کسی کا حق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو مستجاب نہیں کرتا۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُسْتَجَابَ لَهُ فَلْيُطَيِّبْ كَسْبَهُ وَ لْيَخْرُجْ مِنْ مَظَالِمِ النَّاسِ وَ إِنَّ اللهَ لَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ دُعَاءُ عَبْدٍ وَ فِي بَطْنِهِ حَرَامٌ أَوْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ»[۵۷۲]

قیامت کے دن سب سے بے بس ترین شخص؛

قیامت کے دن بدترین حالت اور انجام اس شخص کا ہے جو دنیا میں لوگوں کے حقوق کو پامال کرتا رہا اور ان کی ادائیگی کی فکر بھی نہیں کی، ایسے شخص کی تمام نیکیاں اور اس کے اعمال دوسروں کے نامہ اعمال میں چلے جائیں گے اور دوسروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے جائیں گے اور یہ شخص

---

۵۷۱ ثواب الاعمال، ص ۲۷۲

۵۷۲ بحار الانوار، ج ۹۰، ص ۳۲۱

فقیر، نادار وبے بس ہو کر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس وبے بس انسان کون ہے؟ تو اصحاب نے عرض کیا ہمارے درمیان تو مفلس وبے بس اور فقیر انسان وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ودینار ہو اور نہ ہی کوئی مال ودولت، تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے (واقعی وحقیقی) مفلس ونادار اور بے بس ترین انسان وہ شخص ہے جو روزِ قیامت نماز، روزہ، زکات لے کر حاضر تو ہو گا لیکن اس کے ساتھ کچھ اور افراد بھی حاضر ہوں گے جن میں سے کوئی کہے گا اس نے میرا افلاں مال کھایا، کوئی کہے گا اس نے میرا فلاں حق کھایا، کوئی کہے گا اس نے مجھے گالی دی، کوئی کہے گا اس نے مجھے مارا اور کوئی کہے گا اس نے خون بہایا ہے، تو اللہ تعالیٰ حکم کرے گا اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق کے بدلہ ان کو دی جائیں اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں اور لوگوں کے حقوق اس کی گردن پر باقی ہوں تو لوگوں کے گناہوں کے اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے جائیں اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ بدترین عاقبت وانجام اس شخص کا ہے جو اپنی زندگی میں لوگوں کے حقوق کو مال کرتا رہا اور ان کی ادائیگی کی فکر تک نہیں کی۔

«رسول الله صلّى الله عليه و آله بقوله: أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ فَقِيلَ الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لاَ دِرْهَمَ لَهُ وَ لاَ مَتَاعَ لَهُ فَقَالَ الْمُفْلِسُ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلاَةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِي قَدْ شَتَمَ وَ قَذَفَ هٰذَا وَ أَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفَكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ» [۳۳]

---

[۳۳] صحیح مسلم؛ بحار الانوار، ج۶۹، ص۵

۱۰) ایک دوسرے کی عزت واحترام کرنا:

اجتماعی اخلاق و وظائف میں سے ایک اہم ذمہ داری اور وظیفہ معاشرے میں ایک دوسرے کی عزت واحترام کرنا ہے، دینِ مقدسِ اسلام میں ایک دوسرے کی عزت و تعظیم کرنے کی بہت زیادہ تاکید سفارش بیان کی گئی ہے جبکہ اس کے مقابل میں ایک دوسرے کی توہین و تحقیر کرنے کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے، پروردگارِ عالَم نے انسان کو بزرگی و فضیلت عطا کی ہے اور انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور اس نعمت کے عوض میں یہ عقل کا تقاضا بھی ہے اور شرعی حکم بھی ہے کہ ایک انسان اس وقت تک اشرف کہلانے کا حق رکھتا ہے جب اس کے اندر شرافت نام کی کوئی چیز ہوگی اور اگر شرافت و بزرگی سے خالی ہوا تو وہ اشرف المخلوقات کے دائرہ سے ہی نہیں بلکہ انسانیت کے دائرہ سے نکل جانوروں کے دائرہ میں پہنچ جاتا ہے، کیونکہ حیوانات میں احترام و تعظیم نامی کوئی چیز نہیں ہے، جبکہ انسان کو عقل کی دولت و نعمت سے نوازا گیا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو کرامت، بزرگی اور فضیلت عطا کی ہے۔

جیسا کہ قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازا اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں بڑی فضیلت دی۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (الإسراء/ ۷۰)

اور روایات میں بھی انسانوں کو اِس کرامت و بزرگی کا خیال کرتے ہوئے کہ جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سختی کے ساتھ ایک دوسرے کی توہین و تحقیر سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ہر گز کسی بھی مسلمان کی توہین و تحقیر نہ کرو

اس لئے کہ ان میں سے چھوٹا بھی خدا کے ہاں بزرگی کا مالک ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لا تُحَقِّرَنَّ أَحَداً مِنَ المسلمينَ ، فإنَّ صَغيرَهُم عِند اللهِ كَبيرٌ» [۵۷۴]

اور دوسروں کو عزت و تکریم دینا در حقیقت اپنے آپ کو عزت و تکریم دینا اور خود کو جنت میں جانے کے لائق بنانا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کوئی بھی شخص اپنے مؤمن بھائی کی عزت و احترام کرے اور اس کی خدمت کرے تو خداوند تبارک و تعالیٰ اس کی عزت کرتے ہوئے اُسے جنت عطا کرے گا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا فِي أُمَّتِي عَبْدٌ أَلطَفَ أَخَاهُ فِي اللهِ بِشَيْءٍ مِنْ لُطفٍ إِلاَّ أَخدَمَهُ اللهُ مِنْ خَدَمِ الجَنَّةِ» [۵۷۵]

جناب سلمان فارسیؓ نے فرمایا: میں جب بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو نبی اکرم ﷺ میرے ساتھ نہایت ہی عزت و احترام سے پیش آتے تھے اور میرے لئے تکیہ لگایا کرتے تھے اور مجھے احترام سے بٹھایا کرتے تھے اور مجھے کہا کرتے کہ اے سلمان! کوئی بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا احترام کرے اور اس کا احترام کرتے ہوئے تکیہ لگائے تو خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

«عَنْ سَلْمَانَ اَلْفَارِسِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ هُوَ مُتَّكِيءٌ

---

۵۷۴ منتخب میزان الحکمہ، ص ۱۹۰

۵۷۵ الکافی، ج ۲، ص ۲۰۶

عَلَى وِسَادَةٍ فَأَلْقَاهَا إِلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا سَلْمَانُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ دَخَلَ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَيُلْقِي لَهُ الْوِسَادَةَ إِكْرَاماً لَهُ إِلاَّ غَفَرَ اللهُ لَهُ» [۵۷۶]

وہ موارد جہاں پر عزت واحترام کرنا لازم وضروری ہے

مذکورہ آیت وروایات میں سے یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ معاشرے میں ایک دوسرے کا احترام کرنا صرف معاشرتی زندگی میں ہی ضروری نہیں بلکہ اپنی دنیاؤ آخرت کے سنوارنے کا سبب بھی ہے، قرآن واحادیث کی روشنی میں ہر مسلمان وہر مؤمن کی عزت اور ان کا احترام کرنا ضروری ہے اور کسی کی بھی توہین وتحقیر جائز نہیں ہے، لیکن آیات وروایات کی روشنی میں کچھ موارد ایسے ہیں جن میں خاص طور پر عزت واحترام کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ جن میں سے چند ایک موارد درج ذیل ہیں؛

۱)شعائر اللہ کی تعظیم؛

قرآنِ پاک میں صراحت کے ساتھ شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم کو تمام مسلمانوں پر واجب وضروری قرار دیا گیا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کو دلوں میں تقویٰ کی علامت ونشانی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: یہ ہمارا فیصلہ ہے اور جو بھی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا یہ تعظیم اس کے دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہوگی۔

﴿ذٰلِكَ وَ مَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج/ ۳۲)

اس آیت میں پروردگارِ عالَم نے تمام مسلمانوں پر شعائر اللہ کی تعظیم کو لازم وضروری قرار دیا اور پھر

---

[۵۷۶] نفس الرحمان، ص ۱۳۱؛ بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۳۵

اس تعظیم کو متقی انسانوں کی سیرت ونشانی قرار دی ہے۔

اور شعائر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی علامات ونشانیاں ہیں جن میں سے قرآنِ پاک، مساجد، کعبہ، عتباتِ مقدسہ، اہل بیتؑ اور ہر وہ چیز جو دین کی مخصوص شعار وعلامت سمجھی جاتی ہے۔

اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کو حرام قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے صاحبانِ ایمان شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) کی بے حرمتی وبے احترامی نہ کرو۔

﴿ يا أَيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللهِ ... ﴾ (المائدة/ ۲)

۲) قرآنِ پاک کی تعظیم وتکریم:

متعدد آیات وروایات میں قرآنِ پاک کی تعظیم وتکریم کرنے اور ہر قسم کی توہین وتحقیر سے محفوظ رکھنے کا تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کے بعد قرآنِ مجید ہر چیز سے افضل ہے، پس جس نے قرآن کی عزت، تکریم اور توقیر کی بے شک اس نے اللہ کی عزت وتوقیر کی اور جس نے قرآنِ مجید کی عزت وتوقیر نہیں کی بے شک اس نے اللہ کی حرمت کو پامال کیا ہے، کیونکہ قرآنِ مجید کی حرمت ومقام اللہ کی بارگاہ میں اس طرح بلند ہے جس طرح والد کا مقام اور اس کی حرمت اس کے فرزند پر بلند ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: اَلْقُرآنُ اَفْضَلُ شَیءٍ دُونَ اللهِ، فَمَنْ وَقَّرَ الْقُرآنَ فَقَدْ وَقَّرَ اللهَ وَمَنْ لَمْ یُوَقِّرِ الْقُرآنَ فَقَدِ اِسْتَخَفَّ بِحُرْمَةِ اللهِ، حُرْمَةُ الْقُرآنِ عَلَی اللهِ كَحُرْمَةِ الوالِدِ عَلی وَلَدِهِ» [۵۵۵]

---

[۵۵۵] جامع الاخبار، ج ۱، ص ۴۴۰

۳) اہل بیت کی عزت و تعظیم:

قرآنِ پاک اور آلِ محمدؐ کی تعلیمات کی روشنی میں اہل بیتؑ کی تعظیم و تکریم کرنا ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے، بلکہ آیاتِ قرآنی میں نہ تنہا اہل بیتؑ کی تعظیم و تکریم کا حکم ہے بلکہ سرورِ کائنات ﷺ اور آپؐ کی اہل بیتؑ پر درود و سلام پڑھنے کو بھی واجب قرار دیا گیا ہے یہاں تک کہ آپؐ اور آپؐ کی پاک آلؑ پر درود و سلام پڑھنے کو نماز کا جزء قرار دیا گیا اور اگر کوئی شخص محمد و آلِ محمدؐ پر درود و سلام نہ بھیجے تو اس کی نماز بھی قبول نہیں ہے، جیسا کہ ارشادِ پروردگار ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے مسلسل نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے صاحبانِ ایمان تم بھی نبیؐ پر اس طرح درود و سلام بھیجو جس طرح درود و سلام بھیجنے کا حق ہے۔

﴿إِنَّ اللهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾
(الأحزاب/ ٥٦)

تمام فقہاء و علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ قرآنِ مجید میں اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرنا تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے اور نماز کے تشہد میں آلِ محمدؐ پر درود پڑھنا واجب، اور جو آلِ محمدؐ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے، جیسا کہ اہل سنت کے بزرگ عالم دین امام شافعی کے مشہور و معروف فتویٰ اور شعر ہے کہ: اے اہل بیت محمدؐ آپ لوگوں کی محبت کو خدا نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے اور آپ لوگوں کی فضیلت و عظمت اور فخر و مباہات کیلئے یہی کافی ہے کہ جو آپ لوگوں پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز قبول نہیں۔

يا آلَ بَيتِ رَسولِ اللهِ حُبُّكُمُ — فَرضٌ مِنَ اللهِ في القُرآنِ أَنزَلَهُ

يَكْفِيكُمْ مِن عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنَّكُمْ مَن لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ[۵۵۸]

حضور ﷺ نے تمام مسلمانوں پر اہل بیتؑ کی تعظیم و تکریم کو ضروری قرار دیتے ہوئے اور پھر اہل بیتؑ اور ذریت رسولؐ کی تعظیم و تکریم کرنے والوں کی شفاعت کو اپنے اوپر واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا: میں بروزِ قیامت چار قسم کے افراد کیلئے میں ضرور بالضرور شفاعت کروں گا؛

۱) میرے بعد میری اہل بیتؑ اور ذریت کی تعظیم و تعظیم کرنے والے۔

۲) میرے اہل بیتؑ اور ذریت کی حاجات کو بر آوردہ کرنے والے۔

۳) میرے اہل بیتؑ و ذریت کی اس وقت نصرت و مدد کرنے والے کہ جب ان کو نصرت و مدد کی ضرورت ہو۔

۴) میرے اہل بیتؑ و ذریت کے ساتھ دل و زبان سے محبت کرنے والے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَرْبَعَةٌ أَنَا لَهُمْ شَفِيعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِي مِنْ بَعْدِي وَ الْقَاضِي لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَ السَّاعِي لَهُمْ فِي أُمُورِهِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوا إِلَيْهِ وَ الْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَ لِسَانِهِ»[۵۵۹]

۴) والدین کی عزت و تعظیم؛

قرآنِ پاک کی آیات و معصومینؑ کی روایات میں والدین کے عظیم مقام مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے اور والدین کے ساتھ نہ تنہا حُسنِ سلوک، نیکی و احسان کو ضروری قرار دیا گیا ہے بلکہ ان کیلئے ہر طرح کی عزت و احترام، تواضع و فروتنی اور انکساری کے ساتھ پیش آنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اور کسی بھی قسم کی

---

[۵۵۸] دیوان شافعی از سائیٹ: https://www.aldiwan.net/poem۳۶۳۴۵.html

[۵۵۹] وسائل الشیعہ، ج۱۶، ص ۳۳۴

توہین و تحقیر کرنے کی سختی کے ساتھ مذمت اور نہی کی گئی ہے، جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے: اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے پاس ہوں اور بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا بلکہ ان سے عزت و تکریم کے ساتھ بات کرنا ٭ اور مہر و محبت کے ساتھ ان کے آگے انکساری کا پہلو جھکائے رکھو اور دعا کرو: پروردگارا! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا تھا۔

﴿وَ قَضىٰ رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيّاهُ وَ بِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً إِمّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُما أَوْ كِلاهُما فَلا تَقُلْ لَهُما أُفٍّ وَ لا تَنْهَرْهُما وَ قُلْ لَهُما قَوْلاً كَرِيماً * وَ اخْفِضْ لَهُما جَناحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُما كَما رَبَّيانِي صَغِيراً﴾ (الإسراء/ ۲۳-۲٤)

متعدد روایات میں والدین کی عزت و احترام اور ان کیلئے ہر قسم کی نیکی و احسان کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اولاد کو والدین کی عزت و تعظیم کیلئے اپنی جگہ سے اٹھنے کا حکم دیتے ہوئے مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تم اپنے والد اور استاد کی تعظیم کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ جایا کرو اگرچہ تم اپنے زمانہ کے بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

«قَالَ الإمَامُ عَلِيّ عَلَيهِ السَّلَامُ: قُم عَن مَجلِسِكَ لِأَبِيكَ ومُعَلِّمِكَ وإن كُنتَ أمِيراً» [***]

۵) علماء کی تعظیم و تکریم:

متعدد روایات میں علماء کی تعظیم و تکریم اور ان سے محبت اور ان تعلیمات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور علماء کی تعظیم و تکریم کو انبیاءؑ کی تعظیم و تکریم کرنا قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا

[***] غرر الحکم، ح ۲۳٤۱

فرمان ہے: جس نے کسی عالم کا احترام واکرام کیا تو اس نے میرا احترام واکرام کیا اور جس نے میرا احترام واکرام کیا اس نے اللہ کا احترام واکرام کیا اور جس نے اللہ کا احترام واکرام کیا اس کا مقام وراستہ جنت ہے۔

«قال رسول اللہ ص: مَنْ أَكْرَمَ عَالِماً فَقَدْ أَكْرَمَنِي وَ مَنْ أَكْرَمَنِي فَقَدْ أَكْرَمَ اللهَ وَ مَنْ أَكْرَمَ اللهَ فَمَصِيرُهُ إِلَى الْجَنَّةِ»[۵۸۱]

۶) معلم واستاد کی تعظیم وتکریم:

متعدد روایات میں معلم اور استاد کی تعظیم وتکریم کو تمام انسانوں پر واجب ولازم قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے جنابِ ابنِ عباسؓ سے خطاب کرکے استاد کی شان ومنزلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک تمہارے استاد کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم اس کی عزت وتعظیم کرو، اس کی محفل ومجلس میں اس توقیر کرو، جب وہ بات کرے تو غور سے سنو، اس کو باتوں پر توجہ کرو، اس کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرو، جب اس سے کوئی سوال کرے تو تم میں سے کوئی بھی شخص استاد سے پہلے جواب دینے کی کوشش نہ کرو، اس کی محفل میں کسی اور سے گفتگو نہ کرو، اس کے سامنے کسی کی غیبت وبرائی نہ کرو، اگر کوئی اس کی برائی کرے تو ہمیشہ استاد کا دفاع کرو، اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرو، اس کے فضائل وخوبیوں کو ہر جگہ بیان وظاہر کرو، اس کے دشمن کے ساتھ ہمنشینی اختیار نہ کرو، اس کے دوست کو اپنے لئے دشمن قرار نہ دو، پس جب تم اس طرح اپنے استاد کا احترام واکرام کروگے تو فرشتے تمہارے لئے گوئی دیں گے کہ تم نے استاد کا حق ادا کردیا ہے اور استاد کا علم اللہ کی رضا کیلئے حاصل کیا ہے نہ کہ لوگوں کی رضا کیلئے۔

---

[۵۸۱] جامع الأخبار، ج۱، ص ۳۸

«قَالَ عَلِيٌّ ع لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ حَقَّ مُعَلِّمِكَ عَلَيْكَ التَّعْظِيمُ لَهُ وَ التَّوْقِيرُ لِمَجْلِسِهِ وَ حُسْنُ الِاسْتِمَاعِ وَ الْإِقْبَالُ عَلَيْهِ وَ أَنْ لَا تَرْفَعَ صَوْتَكَ عَلَيْهِ وَ لَا تُجِيبَ أَحَداً يَسْأَلُهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْمُجِيبَ لَهُ وَ لَا تُحَدِّثَ فِي مَجْلِسِهِ أَحَداً وَ لَا تَغْتَابَ عِنْدَهُ أَحَداً وَ أَنْ تَدْفَعَ عَنْهُ إِذَا ذُكِرَ بِسُوءٍ وَ أَنْ تَسْتُرَ عُيُوبَهُ وَ تُظْهِرَ مَنَاقِبَهُ وَ لَا تُجَالِسَ لَهُ عَدُوّاً وَ لَا تُعَادِيَ لَهُ وَلِيّاً فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ شَهِدَتْ لَكَ مَلَائِكَةُ اللهِ بِأَنَّكَ قَصَدْتَهُ وَ تَعَلَّمْتَ عِلْمَهُ لِلَّهِ جَلَّ اسْمُهُ لَا لِلنَّاسِ»[۵۸۳]

۷)مؤمن کی تعظیم وتکریم؛

متعدد روایات میں مؤمن کی شان ومنزلت کو بیان کرتے ہوئے مؤمن کی تعظیم وتکریم کو لازم و ضروری قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے کعبہ کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا: اے کعبۃ اللہ مبارک ہو تجھے کہ تیری بارگاہِ الٰہی میں کیا ہی شان ومنزلت ہے لیکن قسم بخدا ایک مؤمن کی شان و منزلت خدا کی بارگاہ میں تجھ سے کئی گنا زیادہ ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے ایک حرمت جبکہ مؤمن کیلئے تین حرمتوں کو قرار دیا ہے؛

۱)مؤمن کے مال کی حرمت۔ ۲)اس کے خون کی حرمت۔

۳)اس سے بدگمانی کی حرمت۔

«ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ مَرْحَباً بِكِ مِنْ بَيْتٍ مَا أَعْظَمَكِ وَ مَا أَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَ اللهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللهِ مِنْكِ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ مِنْكِ وَاحِدَةً وَ حَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثاً دَمَهُ وَ مَالَهُ وَ أَنْ يُظَنَّ بِهِ ظَنَّ

---

[۵۸۳] أعلام الدين في صفات المؤمنين، ص۹۱

اَلسُّوءِ» [۵۸۳]

اور حضرتِ امام صادقؑ نے مؤمن کی عظمت وشان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: مؤمن کی عظمت و حرمت کعبۃ اللہ کی عظمت وحرمت سے بہت زیادہ بلند ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنَ الْكَعْبَةِ» [۵۸۴]

۸) مسلمان کی تعظیم وتکریم:

آلِ محمدؐ کی تعلیمات میں مسلمانوں کے عظیم مقام ومنزلت کو بیان کرتے ہوئے ان کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا گیا ہے اور مسلمان کی تعظیم کرنے کو اللہ کی تعظیم کرنا قرار دیا گیا ہے، جیساکہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: اگر کسی کے پاس کوئی مسلمان بھائی آئے اور وہ اس کا احترام واکرام کرے تو گویا اس نے اللہ عزوجل کا احترام واکرام کیا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ مَنْ أَتَاهُ أَخُوهُ الْمُسْلِمُ فَأَكْرَمَهُ فَإِنَّمَا أَكْرَمَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ» [۵۸۵]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کی عزت وتکریم کرنے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: جس نے بھی کسی مسلمان بھائی کی اپنے کلام کے ذریعہ سے مدد کی اور اس کو پریشانی سے نجات دلائی تو یہ شخص بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سایہ میں رہے گا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ أَكْرَمَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ بِكَلِمَةٍ يُلْطِفُهُ بِهَا وَ فَرَّجَ عَنْهُ كُرْبَتَهُ لَمْ يَزَلْ فِي ظِلِّ اللهِ الْمَمْدُودِ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ مَا كَانَ فِي ذَلِكَ» [۵۸۶]

---

[۵۸۳] تنبیہ الخواطر (مجموعہ ورام)، ج ۱، ص ۵۲

[۵۸۴] بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۱۶

[۵۸۵] الکافی، ج ۳، ص ۲۹۴

[۵۸۶] الکافی، ج ۳، ص ۲۹۴

۹) بزرگوں کی تعظیم و تکریم:

متعدد روایات میں ہر قوم وملت کے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بزرگوں کی عزت و تعظیم کرنے کو خود پیغمبر اکرم ﷺ کی عزت و تعظیم کرنے کا درجہ دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: بے شک میری عزت وتوقیر میں سے ہے میری امت کے بزرگوں کی عزت و توقیر کرنا۔

«عَنه صلى الله عَليهِ وَ آلِه: إنَّ مِن إجلالِي تَوقِيرَ الشَّيخِ مِن اُمَّتِي» [587]

اسی طرح ایک اور مقام پر سرورِ کائنات ﷺ نے بزرگوں کی تعظیم کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم اپنے بزرگوں کی توقیر و تکریم کرو اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ پیار کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور اچھے تعلقات رکھو۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ص: وَقِّرُوا كِبارَكُمْ وَ ارْحَمُوا صِغارَكُمْ وَ صِلُوا اَرْحامَكُمْ» [588]

ایک اور مقام پر سرورِ کائنات ﷺ سفید ریش اور عمر رسیدہ بزرگوں کی تعظیم و تکریم کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص کسی سفید ریش و عمر رسیدہ بزرگوں کی عزت وتوقیر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی ہولناک پریشانیوں سے نجات عطا کرے گا۔

«قالَ رَسُولُ اللهِ ص: مَنْ وَقَّرَ ذا شَيْبَةٍ لِشَيْبَتِهِ آمَنَهُ اللهُ تَعالى مِنْ فَزَعِ يَوْمِ الْقِيامَةِ» [589]

اسی طرح حضرتِ امام صادقؑ نے بھی بزرگوں کو عزت و تعظیم کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم اپنے

---

[587] کنز العمال، ۶۰۱۳

[588] عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۶۵

[589] بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۳۷

بزرگوں کی عزت و تعظیم کیا کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اختیار کرو۔

«الإمامُ الصّادقُ علیه السلام: عَظِّمُوا کِبارَکُم و صِلُوا أرحامَکُم»[۵۹۰]

۱۰) مہمانوں کی عزت و تعظیم:

متعدد روایات میں مہمانوں کی عزت و تکریم اور بہترین طریقہ سے مہمان نوازی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مہمان نوازی کرنے والوں کیلئے خدا کی بارگاہ میں عظیم اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مہمان کا احترام واکرام کیا اس نے ستر انبیاءؑ کا احترام واکرام کیا اور جس نے کسی مہمان پر ایک درہم خرچ کیا گویا کہ اس نے ایک لاکھ دینار اللہ کی راہ میں خرچ و انفاق کر دیا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ أَكْرَمَ الضَّيْفَ فَقَدْ أَكْرَمَ سَبْعِينَ نَبِيّاً وَ مَنْ أَنْفَقَ عَلَى الضَّيْفِ دِرْهَماً فَكَأَنَّمَا أَنْفَقَ أَلْفَ أَلْفِ دِينَارٍ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى»[۵۹۱]

ایک اور مقام پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات کو مختلف افراد کے احترام کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اے علی! پڑوسی اور مہمان کا احترام واکرام کرو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، والدین کا اطاعت کرو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ پلٹاؤ چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

«قَالَ ص: يَا عَلِيُّ أَكْرِمِ الْجَارَ وَ لَوْ كَانَ كَافِراً وَ أَكْرِمِ الضَّيْفَ وَ لَوْ كَانَ كَافِراً وَ أَطِعِ الْوَالِدَيْنِ وَ لَوْ كَانَا كَافِرَيْنِ وَ لَا تَرُدَّ السَّائِلَ وَ إِنْ كَانَ كَافِراً»[۵۹۲]

---

[۵۹۰] الکافی، ج۲، ص۱۶۵

[۵۹۱] ارشاد القلوب (للدیلمي)، ج۱، ص۱۳۸

[۵۹۲] جامع الأخبار (للشعیري)، ص۸۴

اسی طرح مہمان کے احترام واکرام کرنے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے امام صادقؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ جنابِ فاطمہ زہراء علیہا السلام کو ایک نوشتہ عطا کیا جس پر یہ جملے تحریر تھے:

۱) جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہمسایہ کو تکلیف نہ دے۔

۲) جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت و تکریم کرے۔

۳) جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموشی اختیار کرے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَشْكُو إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بَعْضَ أَمْرِهَا فَأَعْطَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كُرَيْسَةً وَ قَالَ تَعَلَّمِي مَا فِيهَا فَإِذَا فِيهَا «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ» فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ وَ «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ» فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَ «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ» فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ» [۵۳]

۱۱) بیوی اور بچوں کی تعظیم و تکریم:

جس طرح روایات میں بزرگ، علماء، مہمان وغیرہ کی تعظیم و تکریم کو ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح روایات میں آیا ہے کہ گھر میں اہل خانہ اور بچوں کی تعظیم و تکریم بھی ضروری ہے اور یہی تعظیم و تکریم نظامِ خانوادگی کے استحکام و مضبوطی اور گھر میں الفت و محبت کا باعث ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم شادی کر لو تو اپنی بیوی کو عزت و احترام دو۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص: مَنِ اتَّخَذَ زَوْجَةً فَلْيُكْرِمْهَا» [۵۴]

---

۵۳ الکافی، ج۲، ص ۶۶۷

۵۴ مستدرک الوسائل، ج۱، ص ۳۱۲

ایک اور روایت میں حضرتِ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: تم میں سے خدا کی بارگاہ میں اس شخص کا مقام و مرتبہ بہت زیادہ ہے جو اپنے اہل خانہ کا شدید احترام و اکرام کا قائل ہے۔

«عَنِ البَاقِرِ ع: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللهِ اَشَدُّکُمْ اِکْرَاماً لِحَلاٰئِلِهِمْ»[۵۹۵]

اسی طرح بچوں کی تکریم و تادیب کا حکم دیتے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بچوں کو احترام و بزرگی دو اور ان کو بہترین آداب سکھاؤ تاکہ تمہارے گناہوں کی بخشش ہو جائے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و سلم قَالَ: أَكْرِمُوا أَوْلاَدَكُمْ وَ أَحْسِنُوا آدَابَهُمْ يُغْفَرْ لَكُمْ»[۵۹۶]

۱۲) ہمسائے کی تعظیم و تکریم:

روایات میں ہمسایوں کے ساتھ بہترین رواداری اور ان کی تعظیم و تکریم پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے ایک فرمان کے ضمن میں فرمایا: جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی اور مہمان کا احترام و اکرام کرے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و سلم قَالَ: ... وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ»[۵۹۷]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے ہمسایہ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: انسان پر ہمسایہ کا حق اس طرح ہے جیسا کہ اس کی ماں کا حق ہے۔

---

[۵۹۵] وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۵۸، ح ۲

[۵۹۶] بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۹۵

[۵۹۷] الکافی، ج ۲، ص ۶۶۷

«عَنهُ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ: حُرمَةُ الجارِ عَلىَ الإنسانِ كَحُرمَةِ أُمِّهِ» [۵۹۸]

۱۳) یتیم کی تعظیم و تکریم؛

قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں یتیم کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے اور یتیم کی تعظیم و تکریم اور اس کی کفالت و سرپرستی کو عظیم عبادات میں سے قرار دیا گیا ہے اور یتیم کی توہین و تحقیر کرنے والوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ہر گز نہیں! بلکہ تم خود یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو ۱۷ اور نہ ہی مسکین کو کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔

﴿كَلَّا بَل لَا تُكرِمُونَ اليَتِيمَ ۞ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ المِسكِينِ﴾ (الفجر/ ۱۷-۱۸)

اور حضور ﷺ نے یتیم کی کفالت و سرپرستی کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ساتھ رہیں گے۔

«عَنهُ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ: أَنَا وَ كَافِلُ اليَتِيمِ كَهَاتَينِ فِي الجَنَّةِ (وَ أَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَ الوُسطَى)» [۵۹۹]

ایک اور روایت میں روئے زمین پر بہترین گھر کی معرفی اور نشانی بیان کرتے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم عزت واحترام کے ساتھ زندگی گزارے اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے، پھر مزید آپ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت و سرپرستی کرنے والے جنت میں ساتھ رہیں گے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: خَيرُ بَيتٍ فِي المُسلِمِينَ بَيتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحسَنُ إِلَيهِ وَشَرُّ بَيتٍ فِي

---

[۵۹۸] مکارم الاخلاق، ص ۲۷۳

[۵۹۹] تفسیر نور الثقلین، ج ۵، ص ۵۷۳

الْمُسلِمینَ بَیتٌ فیهِ یَتیمٌ یُساءُ إلَیهِ أنَا وَکافِلُ الیَتیمِ فِی الجَنَّةِ هکَذا»[۷۰۰]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جو شخص یتیم کی اس طرح کفالت وسرپرستی کرے کہ وہ یتیم بے نیاز ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کفالت کے صلہ میں اس شخص کیلئے اس طرح جنت کو واجب قرار دیتا ہے جس طرح کہ یتیم کے مال کھانے والوں پر جہنم کو واجب قرار دیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: مَنْ عَالَ یَتِیماً حَتَّی یَسْتَغْنِیَ عَنْهُ أَوْجَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ بِذَلِكَ الْجَنَّةَ کَمَا أَوْجَبَ لِآکِلِ مَالِ الْیَتِیمِ النَّارَ»[۷۰۱]

اسی طرح ایک اور مقام فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے افراد عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوں گے کہ جس دن سایہ الٰہی کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا:

۱) صلہ رحمی کرنے والا، کہ دنیا میں اللہ اس کے رزق میں اضافہ کرے گا، زندگی میں برکت عطا کرے گا اور آخرت میں جنت کے ساتھ عرشِ الٰہی کا سایہ عطا کرے گا۔

۲) وہ بیوی جس کا شوہر فوت ہو جائے اور اپنے یتیم بچوں کی کفالت کی خاطر دوسری شادی نہ کرے اور کفالت کرتے ہوئے اس دنیا سے چلی جائے۔

۳) وہ شخص جو کھانا تیار کرے اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرے اور اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر یتیم ومسکین کو دعوت دے اور کھانا کھلائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: ثَلَاثَةٌ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ یَومَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: وَاصِلُ

---

[۷۰۰] نہج الفصاحہ، ص ۴۷۰

[۷۰۱] بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۴

الرَّحِمِ يَزِيْدُ اللهُ فِي رِزْقِهِ وَ يَمُدُّ فِي أَجَلِهِ وَ امْرَأَةٌ مَاتَ زَوْجُهَا وَ تَرَكَ عَلَيْهَا أَيْتَاماً صِغَاراً وَ قَالَتْ: لَا أَتَزَوَّجُ عَلَىٰ أَيْتَامِيْ حَتّٰى يَمُوْتُوا أَوْ يُغْنِيَهُمُ اللهُ وَ عَبْدٌ صَنَعَ طِعَاماً فَأَضَافَ ضَيْفَهُ وَ أَحْسَنَ نَفَقَتَهُ فَدَعَا عَلَيْهِ الْيَتِيْمَ وَ الْمِسْكِيْنَ فَأَطْعَمَهُمْ لِوَجْهِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ»[۶۰۲]

۱۴) اولیائے الٰہی کی تعظیم و تکریم:

دینِ مقدسِ اسلام میں اولیائے الٰہی اور مقربین درگاہِ حق کا عظیم مقام و مرتبہ ہے، اسی وجہ سے تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اولیائے الٰہی کی تعظیم و تکریم کا خیال رکھیں اور ان کی کسی بھی قسم کی توہین و تحقیر سے اجتناب کریں، یہاں تک کہ اولیائے الٰہی کی توہین کرنے کو پروردگارِ عالم نے اپنے ساتھ جنگ کرنا قرار دیا ہے، جیسا کہ امام صادقؑ کا فرمانِ پاک ہے: اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ جو بھی شخص اولیائے الٰہی میں سے کسی کی توہین و تحقیر کرے تو اس نے میرے ساتھ جنگ کرنے کا اعلان کیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے اولیاء کی نصرت و مدد کرتا ہوں۔

«عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَقُوْلُ مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيّاً فَقَدْ أَرْصَدَ لِمُحَارَبَتِي وَ أَنَا أَسْرَعُ شَيْءٍ إِلَى نُصْرَةِ أَوْلِيَائِي»[۶۰۳]

۱۱) غصہ پر کنٹرول کرنا:

اجتماعی و معاشرتی اخلاق و وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ و اخلاقی ذمہ داری اپنے غصہ کو کنٹرول اور قابو میں رکھنا اور دوسروں کی خطاؤں و لغزشوں کو برداشت و معاف کرنا ہے، جب تک ہم صبر و تحمل، بردباری و برداشت کے ساتھ زندگی نہیں کریں گے تو اس وقت تک معاشرے میں کامیابی و

---

۶۰۲ نہج الفصاحہ، ص ۳۲۰

۶۰۳ الکافی، ج ۲، ص ۳۵۱

خوشگوار زندگی کا حصول ممکن نہیں ہے، غصہ کو کنٹرول کرنا اور دوسروں کی خطاؤں و لغزشوں سے درگزر کرنا زندگی کو خوشگوار و کامیاب بنا دیتا ہے اور ایسے ہی لوگ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و کامران ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کیلئے جنت کی بشارت دی ہے، سورہ آل عمران میں اللہ رب العزت نے جنتیوں کی صفات وعلامات کو بیان کرتے ہوئے ایک اہم ترین صفت غصہ کو قابو میں رکھنا اور عفو و درگزر کرنا قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے: اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جانے میں سبقت لو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو اہل تقویٰ کے لیے آمادہ کی گئی ہے ٥ (ان متقین کے لیے) جو خواہ آسودگی میں ہوں یا تنگی میں ہر حال میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

﴿وَ سَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَ الْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ٭ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَ الضَّرَّاءِ وَ الْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَ اللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (آل عمران/ ۱۳۳-۱۳۴)

اس آیہ شریفہ میں اہل جنت اور اہل تقویٰ کے چھ اوصاف بیان ہوئے ہیں:

۱) متقی فیاض ہوتا ہے اور دوسروں کا دکھ درد بانٹنا اس کی فطرت میں شامل ہے۔

۲) وہ ہر قسم کا انفاق کرتا ہے۔ یہاں یہ بیان نہیں ہوا کہ کیا خرچ کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس میں ہر شے کا انفاق شامل ہے۔ مال، دولت، وقت، محنت، علم اور ہنر وغیرہ دوسروں کی طرف منتقل کرنا بھی انفاق میں شامل ہے۔

۳) اہل تقویٰ کی اہم علامت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں انفاق کرتے ہیں۔ وہ آسودگی میں ہوں تو مال و دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت میں بھی خدا کو نہیں بھولتے اور تنگی و مصیبت کے وقت بھی غافل

نہیں رہتے۔ وہ زمانے کے ہر نشیب و فراز میں فیاض اور بیدار رہتے ہیں۔ آسودگی میں انفاق کرنا اگرچہ اپنی جگہ فضیلت رکھتا ہے، لیکن تنگی کی حالت میں بھی انفاق کرنا ایک ایثار اور قربانی کا اعلیٰ جذبہ رکھنے کی علامت ہے۔

۴)وہ غصے سے مغلوب نہیں ہوتے۔ ان کا نفس ان کی عقل کے اختیار میں ہوتا ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اہل تقویٰ وہ ہیں جنہیں غصہ نہیں آتا، بلکہ فرمایا کہ غصے کی حالت میں ضبط و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا انسانی طبیعت کے پیش نظر غم و غصے کا نہ ہونا کمال نہیں ہے، بلکہ اسے قابو میں رکھنا کمال ہے۔

۵)لوگوں کی غلطیوں سے عفو و در گزر کرتے ہیں۔ یعنی غصہ پی لینے کے بعد دل سے بھی معاف کر دیتے ہیں۔

۶) آخر میں مقام احسان پر بھی فائز ہوتے ہیں۔ معاف ہی نہیں کرتے بلکہ اس پر مستزاد احسان بھی کرتے ہیں۔ یہ ہیں اسلام کے نزدیک اخلاقی اقدار اور اسلامی انسان کا مقام و معیار۔

غصہ کرنے کی مذمت اور اس کو قابو میں رکھنے کی فضیلت

قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں غصہ کو کنٹرول میں رکھنے کی عظیم فضیلت وارد ہوئی ہے اور غصہ کو قابو میں رکھنے کے دنیوی و اخروی فوائد و آثار کے بیان کے ساتھ غصہ کو کنٹرول نہ کرنے کے عظیم مفاسد اور دنیوی و اخروی دونوں کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے، غصہ در حقیقت دنیا و آخرت دونوں کی تباہی و بربادی کا سبب ہے، غصہ بہت بڑی آگ ہے جو انسان کی زندگی اور اس کے تمام نیک اعمال کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے، اسی وجہ سے روایات میں غصہ کو تمام برائیوں کی چابی اور جڑ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: غصہ تمام برائیوں کی چابی ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْغَضَبُ مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ»[۶۰۴]

اور اسی طرح غصّہ کی مذمت کرتے ہوئے مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جس شخص کی زندگی میں غصّہ غالب رہے وہ ہلاکت وبدبختی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

«مَنْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْغَضَبُ لَمْ يَأْمَنِ الْعَطَبَ»[۶۰۵]

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے غصّہ کو بے لگام و آزاد رکھنے والے لوگوں کو حیوان قرار دیتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جس کا غصّہ اور خواہش نفس اس کے عقل و شعور پر غالب رہے وہ حیوانات کے زمرے میں شامل ہے۔

«مَنْ غَلَبَ عَلَيْهِ غَضَبُهُ [وَ شَهْوَتُهُ] فَهُوَ فِي حَيِّزِ الْبَهَائِمِ»[۶۰۶]

اس روایت میں مولائے کائناتؑ نے اس انسان کو انسانیت کے زمرے سے نکال کر حیوان کے زمرے میں شامل کیا ہے جس کی زندگی میں غصّہ اس کے عقل وشعور پر غالب رہتا ہے اور وہ ہمیشہ عقل کے بجائے خواہش نفس کی غلامی واطاعت میں رہتا ہے، جس میں نہ تو اسے کسی شریعت کا لحاظ رہتا ہے اور نہ ہی کسی قانون کا پاس، نہ اسے اپنی دنیا کی کوئی فکر ہے اور نہ ہی آخرت کی، بس صرف خواہش نفس کو پورا کرتا ہے جس طرح تمام حیوانات کر رہے ہیں، لہٰذا ایسا انسان قرآن کی نظر میں حیوان تو کیا بلکہ حیوان سے بدتر اور اہل جہنم بھی بدتر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ پروردگار ہے: اور بتحقیق ہم نے جن و انس کی ایک کثیر تعداد کو (گویا) جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، وہ

---

[۶۰۴] الكافي، ج ۳، ص ۴۷۰

[۶۰۵] عيون الحكم والمواعظ (الليثي)، ص ۴۳۰

[۶۰۶] عيون الحكم والمواعظ (الليثي)، ص ۴۳۸

جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے، یہی لوگ تو (حق سے) غافل ہیں۔

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (الأعراف/ ۱۷۹).

جہاں پر غصہ کی اس قدر مذمت وسرزنش اور بدترین عاقبت وانجام کو بیان کیا گیا ہے وہیں پر اس کے مقابل میں غصہ کو قابو میں رکھنے کو نہ صرف ایک انسانی اعلیٰ صفت وکمال قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کو دنیاو آخرت دونوں میں سعادت وخوشبختی کا سبب بھی قرار دیا ہے۔

جیسا کہ مولائے کائنات سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل تعلیم فرمائیں کہ جس کو انجام دینے کے بعد جنت میں جانے کی کوئی رکاوٹ نہ رہے (یعنی منزلِ کمال حاصل ہو جائے)، حضور ﷺ نے فرمایا: کسی پر غصہ مت کرو، کسی سے کوئی چیز نہ مانگو، دوسروں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي عَمَلاً لاَ يُحَالُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجَنَّةِ قَالَ لاَ تَغْضَبْ وَ لاَ تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئاً وَ ارْضَ لِلنَّاسِ مَا تَرْضَى لِنَفْسِكَ»[۶۰۷].

اسی طرح ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے مال ودولت سے چشم پوشی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کو بخش دیتا ہے اور جو شخص اپنے غصہ سے دوسروں کو محفوظ رکھے (یعنی غصہ کو قابو میں رکھے) تو اللہ تعالیٰ اس کو روزِ قیامت کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

---

[۶۰۷] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۲۳

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ كَفَّ نَفْسَهُ عَنْ أَعْرَاضِ النَّاسِ أَقَالَ اللهُ نَفْسَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ عَنِ النَّاسِ كَفَّ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى عَنْهُ عَذَابَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ» [۶۰۸]

اور اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے غصہ پر قابو پانے کو جہنم سے نجات کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: جو شخص اپنے غصہ کو اس حال میں پی جائے کہ وہ اپنے غصہ کو نکال سکنے کی قدرت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کے دل کو امن وسکون اور ایمان سے بھر دے گا، مزید آپؑ نے فرمایا: اور جو شخص اپنے نفس کو اس وقت قابو میں رکھے جب وہ کسی چیز کی طرف رغبت رکھے اور جب وہ کسی چیز سے ڈرے اور جب اس کو غصہ آئے، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے جسم پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دے دیتا ہے۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع مَنْ كَظَمَ غَيْظاً وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَى إِمْضَائِهِ- حَشَا اللهُ قَلْبَهُ أَمْناً وَ إِيمَاناً يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ: وَ مَنْ مَلَكَ نَفْسَهُ إِذَا رَغِبَ وَ إِذَا رَهِبَ- وَ إِذَا غَضِبَ حَرَّمَ اللهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ» [۶۰۹]

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کو فرمایا: اے موسیٰ! جب تم دوسروں کو اپنے غضب سے محفوظ رکھو گے تو میں بھی تمہیں اپنے غضب سے محفوظ رکھوں گا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ فِيمَا نَاجَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ مُوسَى ع يَا مُوسَى أَمْسِكْ غَضَبَكَ عَمَّنْ مَلَّكْتُكَ عَلَيْهِ أَكُفَّ عَنْكَ غَضَبِي» [۶۱۰]

حضرت امام صادقؑ نے تین چیزوں کو دنیا و آخرت دونوں میں بزرگی و کرامت کی علامت ونشانی قرار

---

[۶۰۸] الکافی، ج۲، ص ۳۰۵

[۶۰۹] تفسیر القمی، ج۲، ص ۲۷۷

[۶۱۰] الکافی، ج۲، ص ۳۰۳

دیتے ہوئے فرمایا: تین چیزیں انسان کی کرامت وبزرگی پر دلالت کرتی ہیں؛

۱) بہترن اخلاق سے پیش آنا۔ ۲) غصہ کو پی جانا۔ ۳) آنکھوں کو نامحرم سے بچانا۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ثَلَاثَةٌ تَدُلُّ عَلَى كَرَمِ الْمَرْءِ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ كَظْمُ الْغَيْظِ وَ غَضُّ الطَّرْفِ»[111]

سات چیزیں کمالِ ایمان وجنت کے حصول کا سبب

حضورِ اکرم ﷺ نے مولائے کائنات کو خطاب کرتے ہوئے اپنی ایک وصیت کے ضمن میں غصہ کو پی جانا کمالِ ایمان اور جنت کے تمام دروازوں کے کھل جانے کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: اے علی! سات چیزیں جس کی زندگی میں ہوں تو بتحقیق اس کا ایمان کامل ہے اور جنت کے تمام دروازے اس کیلئے کھلے ہوئے ہیں؛

۱) اچھی طرح وضوء کرنا اور ہمیشہ باوضو رہنا۔ ۲) بہترین طریقہ سے نماز ادا کرنا۔

۳) اپنے مال کی زکات ادا کرنا۔ ۴) اپنے غصہ کو پی جانا۔

۵) اپنی زبان کو قابو میں رکھنا۔ ۶) گناہوں کی مغفرت طلب کرتے رہنا۔

۷) اہلِ بیتؑ کیلئے خیر خواہ رہنا۔

«أَنَّ النَّبِيَّ ص قَالَ فِي وَصِيَّتِهِ لَهُ: يَا عَلِيُّ سَبْعَةٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ وَ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ مُفَتَّحَةٌ لَهُ مَنْ أَسْبَغَ وُضُوءَهُ وَ أَحْسَنَ صَلَاتَهُ وَ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ وَ كَفَّ

---

[111] بحار الانوار، ۷۵، ۲۲۹۔

غَضَبَهُ وَ سَجَنَ لِسَانَهُ وَ اسْتَغْفَرَ لِذَنْبِهِ وَ أَدَّى النَّصِيحَةَ لِأَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ "[۱۱۳]

۱۲) قرض دینا:

قرض الحسنہ دینے کی فضیلت آیات کی روشنی میں

اجتماعی و معاشرتی اخلاق و ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری ضرورت اور مشکل اوقات میں ایک دوسرے کو قرض الحسنہ دینا ہے، انسان چاہے کتنا ہی امیر، دولتمند اور بے نیاز کیوں نہ ہو اسے بھی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر قرض کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور قرض وہ شخص لیتا ہے جس کو زندگی میں کوئی اہم ضرورت پیش آتی ہے، اس ضرورت و مشکل کی وجہ سے انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ دوسرے انسانوں سے وقتی طور پر قرض مانگے۔

چونکہ پروردگارِ عالَم انسان کی تمام ضروریات و مشکلات سے آگاہ ہے اسی لئے مشکلات و پریشانیوں کے مواقع پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کی اور ایک دوسرے کے سہارا بننے کی بہت زیادہ سفارش و تاکید کی ہے، خصوصاً جب کسی کو قرض کی ضرورت ہو تو قرآنِ پاک کی آیات میں قرض الحسنہ دینے کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے اور قرض الحسنہ دینے والوں کیلئے پروردگارِ عالَم نے مال و دولت میں وسعت و برکت، گناہوں کی مغفرت، اپنی خاص رحمت و جنت اور اجرِ عظیم کی خوشخبری و بشارت دی ہے۔

اور مزید اللہ تعالیٰ نے کسی ضرورتمند کو قرض دینا خود خدا کو قرض دینا قرار دیا ہے، گویا کہ جو مؤمن کو قرض الحسنہ دے رہا ہے وہ در حقیقت خداوندِ عالَم کو قرض دے رہا ہے اور خود خدا سے معاملہ کر رہا ہے تو اسی لئے خدا بھی اس کو مغفرت، رحمت اور جنت سے نواز رہا ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشادِ رب

[۱۱۳] الخصال، ج۲، ص۳۳۶

العزت ہے: ہے کوئی ایسا جو خدا کو قرض حسنہ دے تا کہ خدا اسے کئی گنا کر کے واپس کرے۔ خدا ہی تنگی کرتا ہے اور وہی کشادگی دیتا ہے۔ اور (تم سب) اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيرَةً وَ اللهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُطُ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (البقرة/ ٢٤٥)

اسی طرح سے سورہ حدید میں بھی پروردگارِ عالَم نے قرض دینے والے کیلئے کئی گنا اضافہ اور پسندیدہ و بہترین اجر کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اس کے لیے اسے کئی گنا کر دے؟ اور اس کے لیے پسندیدہ اجر ہے۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَ لَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (الحديد/ ١١)

اور سورہ حدید میں ہی ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے اور قرض دینے والے مردوں اور عورتوں کیلئے مال و دولت کی فراوانی اور بہترین اجر و ثواب وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یقیناً صدقہ دینے والے مردوں اور صدقہ دینے والی عورتوں نیز ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا ہے کئی گنا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے پسندیدہ اجر ہے۔

﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَ الْمُصَّدِّقَاتِ وَ أَقْرَضُوا اللهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (الحديد/ ١٨)

پانچ کام ایسے ہیں جن کو انجام دینے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور جنت کو یقینی قرار دیا ہے اور وہ پانچ کام درج ذیل ہیں؛

۱) ہمیشہ نماز پڑھنا۔ ۲) پابندی سے زکات ادا کرنا۔

۳) انبیاء پر ایمان لانا۔ ۴) انبیاء کی نصرت و مدد کرنا۔

۵)اللہ کی خاطر قرض الحسنہ دینا۔

جیسا کہ سورہ مائدہ میں ارشادِ رب العزت ہے: اور اللہ نے (ان سے) کہا تھا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو اگر تم نماز قائم رکھو گے، اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے، اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ کو قرضہ حسنہ دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا۔ (معاف کردوں گا) اور تمہیں ان بہشتوں میں داخل کروں گا۔ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی مگر تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر اختیار کیا وہ ضرور سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

﴿...وَ قَالَ اللهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ آتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ آمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَ عَزَّرْتُمُوهُمْ وَ أَقْرَضْتُمُ اللهَ قَرْضاً حَسَناً لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ لَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ (المائدة/ ۱۲)

اسی طرح پروردگارِ عالم نے سورہ مزمل میں قرض الحسنہ دینے کا حکم دیتے ہوئے قرض دینے والوں کیلئے اجرِ عظیم اور مغفرتِ گناہ کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لہٰذا آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں عظیم تر پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا، رحیم ہے۔

﴿.... فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَ أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ آتُوا الزَّكٰوةَ وَ أَقْرِضُوا اللهَ قَرْضاً حَسَناً وَ مَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ هُوَ خَيْراً وَ أَعْظَمَ أَجْراً وَ اسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (المزمل/ ۲۰)

قرض الحسنہ دینے کی فضیلت روایات کی روشنی میں

جس طرح قرآنِ پاک میں قرض الحسنہ دینے کی اہمیت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے قرض الحسنہ دینے والوں عظیم مقام و منزلت اور بے شمار اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے، اسی طرح روایاتِ معصومینؑ میں بھی قرض دینے کی بہت زیادہ فضیلت اور قرض دینے والوں کیلئے عظیم اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔

قرض دینا مغفرت، رحمت اور جنت کے حصول کا سبب؛

جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجبور انسان کو قرض فراہم کرے اور قرض کو واپس لینے میں آسانی و نرمی کے ساتھ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ہر ایک درہم کے بدلہ میں چالیس لاکھ دینار سے زیادہ جنت میں سے عطا کرتا ہے اور جو شخص برادرِ مومن کی کسی دنیاوی مشکل کو دور کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو جنت عطا کرتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں کی مشکلات سے نجات عطا کرتا ہے۔

مزید آپؐ نے قرض کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بھی مسلمان بھائی کو قرض فراہم کرے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک درہم کے بدلہ میں اسے اُحد، رضوی اور طورِ سینا کے پہاڑوں کے وزن کے برابر نیکیاں عطا کرتا ہے اور اگر (قرض لینے والے سے) واپسی میں بھی نرمی اختیار کرے تو (روزِ قیامت) پُلِ صراط سے بجلی کی رفتار کی طرح بغیر حساب و کتاب کے گزر کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور جو شخص کسی ضرورتمند مسلمان کو قرض فراہم نہ کرے (جبکہ قرض فراہم کرنے کی قدرت رکھتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو محسنین کے اجر سے محروم کر دیتا ہے۔

«قال رسول اللہ ص مَنْ أَقْرَضَ مَلْهُوفاً فَأَحْسَنَ طَلِبَتَهُ اسْتَأْنَفَ الْعَمَلَ وَ أَعْطَاهُ اللهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ أَلْفَ قِنْطَارٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَ مَنْ فَرَّجَ عَنْ أَخِيهِ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِ

بِرَحْمَتِهِ فَنَالَ بِهَا الْجَنَّةَ وَ فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ... وَ مَنْ أَقْرَضَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ أَقْرَضَهُ وَزْنَ جَبَلِ أُحُدٍ وَ جِبَالِ رَضْوَى وَ طُورِ سَيْنَاءَ حَسَنَاتٌ فَإِنْ رَفَقَ بِهِ فِي طَلَبِهِ يَعْبُرُ بِهِ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ اللَّامِعِ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَ لَا عَذَابٍ وَ مَنْ شَكَا إِلَيْهِ أَخُوهُ الْمُسْلِمُ فَلَمْ يُقْرِضْهُ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ»[۱۲۳]

قرض دینا مسلسل صدقہ دینے کے ثواب کے حصول کا سبب؛

اسی طرح حضرتِ امام صادقؑ نے قرض کی فضیلت واہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص کسی ضرورتمند مسلمان بھائی کو اللہ کی رضا کی خاطر قرض فراہم کرے تو جب تک وہ قرض اس کو واپس نہیں ملتا اس شخص کیلئے مسلسل صدقہ دینے کا ثواب لکھا جاتا رہتا ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع مَا مِنْ مُسْلِمٍ أَقْرَضَ مُسْلِماً قَرْضاً يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا احْتُسِبَ لَهُ أَجْرُهَا بِحِسَابِ الصَّدَقَةِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِ»[۱۲۴]

قرض دینا صدقہ دینے سے افضل؛

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت امام صادقؑ نے قرض دینے کو صدقہ دینے سے زیادہ محبوب تر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مجھے قرض دینا صدقہ دینے سے زیادہ محبوب وپسند ہے، مزید اس کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ جب کوئی قرض دیتا ہے اور اس کی واپسی کی مدت معین کرتا ہے اور مدتِ معینہ تک قرض واپس نہ ملنے کی صورت میں جتنے دن اوپر ہوتے رہیں گے ہر دن اللہ تعالیٰ اسے دی ہوئی رقم کے بدلہ میں صدقہ دینے کا ثواب عطا کرتا رہے گا۔

«أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ لَأَنْ أُقْرِضَ قَرْضاً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ وَ كَانَ يَقُولُ

۱۲۳۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال؛ النص؛ ص ۲۸۹۔

۱۲۴۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال؛ النص؛ ص ۱۳۸۔

مَنْ أَقْرَضَ قَرْضاً وَ ضَرَبَ لَهُ أَجَلاً فَلَمْ يُؤْتَ بِهِ عِنْدَ ذَلِكَ الْأَجَلِ كَانَ لَهُ مِنَ الثَّوَابِ فِي كُلِّ يَوْمٍ يَتَأَخَّرُ عَنْ ذَلِكَ الْأَجَلِ بِمِثْلِ صَدَقَةِ دِينَارٍ وَاحِدٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ »[۶۱۵]

قرض کا ۱۸ اور صدقہ کا ۱۰ گنا اجر و ثواب؛

ایک اور مقام پر امام صادقؑ قرض کو صدقہ سے افضل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے کہ قرض کے عوض ۱۸ اور صدقہ کیلئے ۱۰ گنا اجر و ثواب ہے اور قرض کیلئے زیادہ ثواب اس لئے لکھا گیا ہے کہ قرض ضرور تمند اور واقعی محتاج کے ہاتھ میں جاتا ہے جبکہ صدقہ کبھی کبھار غیر محتاج کے ہاتھ میں بھی جاسکتا ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ ع عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبٌ الْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَ الصَّدَقَةُ بِعَشَرَةٍ وَ ذَلِكَ أَنَّ الْقَرْضَ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي يَدِ الْمُحْتَاجِ وَ الصَّدَقَةَ رُبَّمَا وَقَعَتْ فِي يَدِ غَيْرِ مُحْتَاجٍ »[۶۱۶]

قرض دینا عرشِ الٰہی کے سایہ میں مقام پانے کا سبب؛

اسی طرح ایک اور مقام پر قرض دینے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سایہ میں رہے تو اسے چاہئے کہ وہ قرض دے اور پھر مقروض کو مہلت دے یا پھر معاف کر دے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يُظِلَّهُ اللهُ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ قَالَهَا ثَلَاثاً فَهَابَهُ النَّاسُ أَنْ يَسْأَلُوهُ فَقَالَ فَلْيُنْظِرْ مُعْسِراً أَوْ لِيَدَعْ لَهُ مِنْ حَقِّهِ »[۶۱۷]

قرض دینا ایک اجتماعی و معاشرتی حق؛

---

[۶۱۵] ۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ؛ ج۱۸؛ ص۳۳۰.

[۶۱۶] ۔ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار (ط۔ بیروت)؛ ج۱۰۰؛ ص۱۳۸.

[۶۱۷] ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط۔ الاسلامیۃ)؛ ج۴؛ ص۳۵.

اسی طرح حضرتِ امام سجادؑ نے قرض کا مطالبہ کرنے والے کا حق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے پاس قرض دینے کی قدرت ہے تو قرض فراہم کرو اور اگر قدرت نہیں ہے تو انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ان سے معذرت خواہی کرو۔

«قَالَ الإِمَامُ السَّجَادع: أَمَّا حَقُّ غَرِيمِكَ الَّذِي يُطَالِبُكَ فَإِنْ كُنْتَ مُوسِراً أَعْطَيْتَهُ وَ إِنْ كُنْتَ مُعْسِراً أَرْضَيْتَهُ بِحُسْنِ الْقَوْلِ وَ رَدَدْتَهُ عَنْ نَفْسِكَ رَدّاً لَطِيفاً»[۱۱۸]

مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت

قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں مقروض کو مہلت دینے کی اور اس کے ساتھ آسانی و نرمی کے ساتھ پیش آنے کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے کیونکہ جو لوگ قرض دے کر مقروض کے ساتھ آسانی و نرمی کے ساتھ پیش آئیں ان کیلئے بہت زیادہ اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے مقروض کو مشکل حالات میں مہلت دینے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اگر مقروض مشکل میں ہو تو اسے اس کی آسانی تک کی مہلت دو اور اگر اس کو بخش دو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم صاحبِ معرفت ہو تو:

﴿وَ إِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَ أَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرة/ ۲۸۰)

قیامت کے دن مقروض کو مہلت دینے والوں کا مقام:

اسی طرح حضرت امام محمد باقرؑ نے قیامت کے دن مقروض کو مہلت دینے والے کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک گروہ کو عرش کے سایہ میں اٹھایا جائے گا کہ جن کے

---

[۱۱۸] ۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ؛ ج ۲؛ ص ۶۲۴

چہرے بہت زیادہ نورانی ہوں گے اور نور کی کرسیوں پر تشریف فرما ہوں گے، اہلِ محشر ان کا مقام و مرتبہ دیکھ کر ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا یہ انبیاء ہیں یا شہداء؟ تو ایک منادی ان کے جواب میں کہے گا: یہ نہ انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مؤمنین کیلئے آسانیاں پیدا کرتے تھے اور قرض دینے کے بعد مقروض کیلئے قرض کی واپسی میں آسانی ونرمی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَوْمٌ تَحْتَ ظِلِّ الْعَرْشِ وَ وُجُوهُهُمْ مِنْ نُورٍ وَ رِيَاشُهُمْ مِنْ نُورٍ جُلُوسٌ عَلَى كَرَاسِيَّ مِنْ نُورٍ قَالَ فَتَشَرَّفُ لَهُمُ الْخَلَائِقُ فَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ الْأَنْبِيَاءُ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ أَنْ لَيْسَ هَؤُلَاءِ بِأَنْبِيَاءَ قَالَ فَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ لَيْسَ هَؤُلَاءِ بِشُهَدَاءَ وَ لَكِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ كَانُوا يُيَسِّرُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَ يُنْظِرُونَ الْمُعْسِرَ حَتَّى يُيَسِّرَ» [۷۱۹]

مقروض کو مہلت دینا جہنم سے محفوظ رہنے کا سبب؛

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ نے مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے شعلوں سے محفوظ رکھے تو اسے چاہئے کہ مقروض کو مہلت دے یا اسے معاف کردے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقِيَهُ اللهُ مِنْ نَفَحَاتِ جَهَنَّمَ فَلْيُنْظِرْ مُعْسِراً أَوْ لِيَدَعْ لَهُ مِنْ حَقِّهِ» [۷۲۰]

مہلت دینا دعاؤں کی قبولیت کا سبب؛

---

[۷۱۹]۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال؛ النص؛ ص ۱۳۵۔

[۷۲۰]۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ؛ ج۱۸؛ ص ۳۶۷۔

اسی طرح ایک اور روایت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقروض مہلت دینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا مستجاب ہو اور اس کو مشکلات سے نجات مل جائے تو اسے چاہئے کہ وہ مقروض کو مہلت فراہم کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه واله وسلم): مَنْ أَرَادَ أَنْ تُسْتَجَابَ دَعْوَتُهُ وَ أَنْ تُكْشَفَ كُرْبَتُهُ فَلْيُفَرِّجْ عَنْ مُعْسِرٍ» [421]

قرض لینے کی مذمت

دینِ مقدسِ اسلام میں جہاں پر قرض دینے کی بہت زیادہ فضیلت ہے وہیں پر بغیر کسی مجبوری کے قرض لینے کی بہت زیادہ مذمت بھی ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے قرض لینے منع کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! بغیر کسی مجبوری کے قرض نہ لیا کرو، اس لئے کہ قرض لینا دن میں ذلت کا اور رات میں پریشانی کا سبب ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

«قَالَ عَلِيٌّ ع إِيَّاكُمْ وَ الدَّيْنَ فَإِنَّهُ مَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ وَ مَهَمَّةٌ بِاللَّيْلِ وَ قَضَاءٌ فِي الدُّنْيَا وَ قَضَاءٌ فِي الْآخِرَةِ» [422]

وہ موارد جہاں قرض لینے کی اجازت ہے

دینِ مقدسِ اسلام میں مشکل موارد میں ضرورت کی خاطر قرض لینے کی اجازت ہے، ان موارد میں سے بعض موارد روایات میں واضح لفظوں کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، مثلاً حج پر جانے کیلئے، شادی کرنے کیلئے، قربانی کرنے کیلئے وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ امام صادقؑ سے ایک صحابی نے امامؑ سے سوال کیا: میرے

---

[421] کنز العمال، ح ۱۵۳۹۸۔

[422] ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳: ص ۱۸۲.

ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا حج اور شادی کیلئے قرض لے سکتا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: ہاں لے سکتا ہے اور اس کا قرض اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔

«عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع جُعِلْتُ فِدَاكَ يَسْتَقْرِضُ الرَّجُلُ وَ يَحُجُّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ يَسْتَقْرِضُ وَ يَتَزَوَّجُ قَالَ نَعَمْ إِنَّهُ يَنْتَظِرُ رِزْقَ اللهِ غُدْوَةً وَ عَشِيَّةً» [۳۳]

ایک اور روایت میں جنابِ ام سلمہؓ نے رسولِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ قربانی کے ایام آچکے ہیں اور کوئی پیسے نہیں ہیں تو کیا میں قرض لے کر قربانی کر سکتی ہوں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ وہ قرض ہے جو (خدا کی طرف سے) ادا شدہ ہے۔

«مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: جَاءَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلَى النَّبِيِّ ص - فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ يَحْضُرُ الْأَضْحَى - وَ لَيْسَ عِنْدِي ثَمَنُ الْأُضْحِيَةِ فَأَسْتَقْرِضُ وَ أُضَحِّي قَالَ اسْتَقْرِضِي فَإِنَّهُ دَيْنٌ مَقْضِيٌّ» [۳۴]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے قربانی کی فضیلت و تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اگر لوگوں کو قربانی کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ قرض لے کر بھی قربانی کریں گے، اس لئے کہ جو شخص قربانی کرتے وقت جانور ذبح کرے تو جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

«عَنْ عَلِيٍّ ع أَنَّهُ قَالَ: لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْأُضْحِيَةِ لَاسْتَدَانُوا وَ ضَحَّوْا إِنَّهُ لَيُغْفَرُ لِصَاحِبِ الْأُضْحِيَةِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا» [۳۵]

۳۳۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ؛ ج ۳؛ ص ۱۸۲۔

۳۴۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ؛ ج ۱۴؛ ص ۲۱۰۔

۳۵۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ؛ ج ۱۴؛ ص ۲۱۰۔

قرض ادانہ کرنے اور ادا کرنے میں تاخیر کی مذمت

معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو قرض لینے کے بعد یاتو انکار کر دیتے ہیں یا پھر مختلف حیلے وبہانوں کے ذریعہ سے قرض ادانہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں کو چوروں کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: تین بڑے چور ہیں؛

۱)زکات نہ دینے والے۔ ۲)عورتوں کا حق مہر کھاجانے والے۔

۳)قرض واپس ادانہ کرنے والے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع السُّرَّاقُ ثَلَاثَةٌ مَانِعُ الزَّكَاةِ وَ مُسْتَحِلُّ مُهُورِ النِّسَاءِ وَ كَذَلِكَ مَنِ اسْتَدَانَ دَيْناً وَ لَمْ يَنْوِ قَضَاءَهُ»[۲۲۶]

ایک اور مقام پر امام صادقؑ نے فرمایا: جو شخص قرض ادا کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا وہ گویا کہ چور ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَنِ اسْتَدَانَ دَيْناً فَلَمْ يَنْوِ قَضَاءَهُ كَانَ بِمَنْزِلَةِ السَّارِقِ»[۲۲۷]

اور حضورِ اکرم ﷺ نے قرض ادا کرنے کی قدرت ہوتے ہوئے ادانہ کرنے والوں کو اور جان بوجھ کر قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والوں کو ظالم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: غنی انسان کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔

---

[۲۲۶]۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، الخصال؛ ج۱؛ ص ۱۵۳.

[۲۲۷]۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط - الإسلامیۃ)؛ ج ۵؛ ص ۹۹.

«قَالَ ص: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ»[۱۲۸]

حضرت امام رضاؑ نے قرض کو ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ جس شخص نے قرض لیا ہو اور ادا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو وہ اس وقت تک اللہ کی امان میں ہے جب تک کہ ادا نہیں کر دیتا، اور جو شخص قرض لینے کے بعد ادا کرنے کا قصد و ارادہ نہیں رکھتا وہ چور ہے، پس اللہ سے ڈرو اور جس شخص سے قرض لیا ہے اسے واپس کرو اور جس کو قرض دیا ہے اس کے ساتھ نرمی و آسانی کے ساتھ پیش آؤ یہاں تک وہ گشائش و پاکدامنی کے ساتھ قرض کو ادا کر دے اور اگر تمہارا مقروض مشکل حالات میں ہو اور جو قرض تم سے لیا ہے اسے اطاعتِ خدا میں خرچ کر دیا ہو تو اسے اس کی آسانی تک کی مہلت فراہم کرو۔

«قال الرضا ع: وَ اعْلَمْ أَنَّهُ مَنِ اسْتَدَانَ دَيْناً وَ نَوَى قَضَاءَهُ فَهُوَ فِي أَمَانِ اللهِ حَتَّى يَقْضِيَهُ فَإِنْ لَمْ يَنْوِ قَضَاءَهُ فَهُوَ سَارِقٌ فَاتَّقِ اللهَ وَ أَدِّ إِلَى مَنْ لَهُ عَلَيْكَ وَ ارْفُقْ بِمَنْ لَكَ عَلَيْهِ حَتَّى تَأْخُذَهُ مِنْهُ فِي عَفَافٍ وَ كَفَافٍ فَإِنْ كَانَ غَرِيمُكَ مُعْسِراً وَ كَانَ أَنْفَقَ مَا أَخَذَ مِنْكَ فِي طَاعَةِ اللهِ فَأَنْظِرْهُ إِلَى مَيْسَرَةٍ»[۱۲۹]

۱۳) ایک دوسرے پر اعتماد کرنا اور حسنِ ظن رکھنا؛

اجتماعی اخلاق و وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ و ذمہ داری معاشرے میں ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کرنا اور ایک دوسرے پر حُسنِ ظن رکھنا ہے، اعتماد و حُسنِ ظن زندگی کے تمام امور میں ضروری ہے، اجتماعی زندگی کی اساس و بنیاد اور معاشرے کی روح و جان ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ

۱۲۸۔ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل: ج ۱۳؛ ص ۳۹۷۔

۱۲۹۔ منسوب بہ علی بن موسی، امام ہشتم علیہ السلام، الفقہ المنسوب الی الامام الرضا علیہ السلام؛ ص ۲۶۸۔

کرنا اور حُسنِ ظن رکھنا ہی ہے، جب تک کسی معاشرے میں ایک دوسرے پر اعتماد و حُسنِ ظن نہ ہو تو وہ معاشرہ کبھی بھی کامیابی و کامرانی کی اعلیٰ منازل کو نہیں پا سکتا، اگر معاشرے میں اعتماد کی جگہ بداعتمادی اور حُسنِ ظن کی جگہ سوءِ ظن و بدگمانی آجائے تو زندگی میں ترقی و کامیابی کے بجائے ناکامی، فساد، شکست اور زوال کے اسباب فراہم ہو جائیں گے، اجتماعی معاملات، کاروبار و تجارت، لین دین اور دیگر روابط کیلئے یہاں تک کہ گھریلو زندگی میں بھی سب سے اہم ترین چیز جو زندگی کی روح و جان ہے وہ ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کرنا ہے، اگر کاروبار و تجارت کرنے والے ایک دوسرے پر اعتماد نہ کریں اور ازدواجی زندگی میں میاں بیوی اور دیگر گھر کے افراد ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ اور حُسنِ ظن نہ رکھیں تو ان کی زندگی کامیاب ہونے کے بجائے ناکامی کے دہانے پر جا پہنچتی ہے، کاروباری زندگی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے اور ازدواجی زندگی میں طلاق اور جدائی کی نوبت جا پہنچتی ہے، ہزاروں کاروبار اسی بداعتمادی کی وجہ سے بگڑے ہیں اور ہزاروں ازدوجی زندگیوں میں اسی بداعتمادی ہی کی وجہ سے طلاقیں واقع ہوئیں اور برباد ہو گئیں۔

حُسنِ ظن کی اہمیت اور فضیلت

جیسا کہ اوپر حُسنِ ظن کی تمہید میں ذکر ہو چکا ہے کہ زندگی کی اساس و بنیاد اور دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کا راز ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کرنا اور حُسنِ ظن رکھنا ہے، معاشرتی زندگی میں جس قدر اعتماد اور حُسنِ زیادہ ہو گا اتنا ہی زندگی کی بنیادیں محکم و مضبوط ہوں گی اور پھر حُسنِ ظن کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں کی خوشبختی و کامیابی نصیب ہو گی، اسی وجہ سے قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں ہمیں ہر قسم کی بدگمانی، بداعتمادی اور سوءِ ظن سے پرہیز کرنے کی اور ایک دوسرے پر اعتماد و حُسنِ ظن رکھنے کی تاکید و سفارش کی گئی ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: تم ایک دوسرے پر اعتماد اور حُسنِ ظن رکھو تا کہ تم اپنے

قلوب میں صفاء وخلوص اور اپنی فطرت وطبیعت میں پاکیزگی وطہارت کی نعمت حاصل کر سکو۔

اس روایت میں حُسنِ ظن رکھنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ اس کے فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَحْسِنُوا ظُنُونَكُمْ بِإِخْوَانِكُمْ تَغْتَنِمُوا بِهَا صَفَاءَ الْقَلْبِ وَ نَقَاءَ الطَّبْعِ»[۳۰]

حضرتِ امام صادقؑ نے حُسنِ ظن کو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا:
تین چیزیں جس انسان کی زندگی میں ہوں اس نے دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کو پالیا:

۱) دامنِ الٰہی کو مضبوطی سے تھامنا۔ (اپنا رابطہ خدا کے ساتھ محکم و مضبوط رکھنا)

۲) ہمیشہ تقدیرِ الٰہی پر راضی رہنا۔

۳) ہمیشہ حُسنِ ظن رکھنا خصوصاً پروردگار کی نسبت۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ثَلَاثَةٌ مَنْ تَمَسَّكَ بِهِنَّ نَالَ مِنَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ بُغْيَتَهُ مَنِ اِعْتَصَمَ بِاللهِ وَ رَضِيَ بِقَضَاءِ اللهِ وَ أَحْسَنَ الظَّنَّ بِاللهِ»[۳۱]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے حُسنِ ظن کو دنیا و آخرت دونوں کی نعمتوں کے حصول کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: قسم بخدا! کسی بھی مؤمن کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی و کامیابی نہیں ملی مگر تین چیزوں کے ذریعہ سے:

۱) اللہ پر امید اور حُسنِ ظن رکھنے کی وجہ سے۔

---

۳۰ بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۱۹۶

۳۱ بحار الانوار، ۷۵، ۲۲۹

۲) بہترین اخلاق رکھنے کی وجہ سے۔

۳) خود کو لوگوں کی برائی سے محفوظ رکھنے کی وجہ سے۔

پھر مولاؑ نے بدگمانی کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کسی بھی بندے کو توبہ و استغفار کرنے کے بعد عذاب نہیں دیتا مگر تین چیزوں کی وجہ سے؛

۱) اللہ پر امید نہ رکھنے اور بدگمانی کی وجہ سے۔

۲) لوگوں کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنے کی وجہ سے۔

۳) مومنین کی برائی اور غیبت کرنے کی وجہ سے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : وَ اللهِ مَا أُعْطِيَ مُؤْمِنٌ خَيْرَ اَلدُّنْيَا وَ اَلْآخِرَةِ إِلاَّ بِحُسْنِ اَلظَّنِّ بِاللهِ وَ رَجَائِهِ لَهُ وَ حُسْنِ خُلُقِهِ وَ اَلْكَفِّ عَنْ أَعْرَاضِ اَلنَّاسِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لاَ يُعَذِّبُ عَبْداً بَعْدَ اَلتَّوْبَةِ وَ اَلاِسْتِغْفَارِ إِلاَّ بِسُوءِ ظَنِّهِ وَ تَقْصِيرِهِ فِي رَجَائِهِ وَ سُوءِ خُلُقِهِ وَ اِغْتِيَابِهِ لِلْمُؤْمِنِينَ» [۳۲]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے اعتماد و حُسنِ ظن کو ایمان کی نشانی اور قلب کی طہارت و پاکیزگی کی علامت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اعتماد و حُسنِ ظن رکھنا در حقیقت انسان کی حُسنِ ایمان کی نشانی اور قلب کی طہارت و پاکیزگی کی علامت ہے، مزید حُسنِ ظن کی علامت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس کی آنکھ جو بھی دیکھے اسے اچھائی ہی اچھائی نظر آئے، اور حُسنِ ظن کی علامت یہ ہے کہ انسان جو چیز بھی دیکھے اس کو حیات و زندگی، امانت و دیانت، اچھائی و پرہیزگاری اور صداقت و سچائی پر حمل کرے،

---

۳۲ ارشاد القلوب، ص ۱۰۹

پھر آپؑ نے اس فرمان کیلئے دلیل کے طور پر سرورِ کائنات ﷺ کا کلام پیش کیا کہ آپؐ نے فرمایا: ایک دوسرے پر اعتماد و حُسنِ ظن رکھو تا کہ تم اپنے قلوب میں صفاء و خلوص اور اپنی فطرت و طبیعت میں پاکیزگی وطہارت کی نعمت حاصل کر سکو۔

«قَالَ الصَّادِقُ ع: حُسْنُ الظَّنِّ أَصْلُهُ مِنْ حُسْنِ إِيمَانِ الْمَرْءِ وَ سَلَامَةِ صَدْرِهِ وَ عَلَامَتُهُ أَنْ يَرَى كُلَّ مَا نَظَرَ إِلَيْهِ بِعَيْنِ الطَّهَارَةِ وَ الْفَضْلِ مِنْ حَيْثُ رُكِّبَ فِيهِ وَ قُذِفَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْحَيَاءِ وَ الْأَمَانَةِ وَ الصِّيَانَةِ وَ الصِّدْقِ قَالَ النَّبِيُّ ص أَحْسِنُوا ظُنُونَكُمْ بِإِخْوَانِكُمْ تَغْتَنِمُوا بِهَا صَفَاءَ الْقَلْبِ وَ إِنَاءَ [نَقَاءَ] الطَّبْعِ» [۳۳۳]

مولائے کائناتؑ نے اعتماد و حُسنِ ظن کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: حُسنِ ظن رکھنا دل میں سکون وراحت اور بدن میں صحت وسلامتی کا سبب ہے۔

«حُسْنُ الظَّنِّ رَاحَةُ الْقَلْبِ وَ سَلَامَةُ الْبَدَنِ» [۳۳۴]

ایک اور مقام پر امیر المؤمنینؑ نے لوگوں کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنے کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں پر اعتماد و حُسنِ ظن رکھتا ہے وہ لوگوں سے اُلفت و محبت کو پاتا ہے۔

«مَنْ حَسُنَ ظَنُّهُ بِالنَّاسِ حَازَ مِنْهُمُ الْمَحَبَّةَ» [۳۳۵]

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے اعتماد و حُسنِ ظن کو پریشانیوں اور گناہوں سے دوری کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: اعتماد و حُسنِ ظن پریشانیوں کو کم کرتا ہے اور گناہوں کے بوجھ سے نجات عطا کرتا

---

[۳۳۳] مصباح الشریعہ، ص ۱۷۳

[۳۳۴] عیون الحکم والمواعظ (للیثی)، ص ۲۲۹

[۳۳۵] عیون الحکم، ص ۴۶۲

ہے۔

«حُسْنُ اَلظَّنِّ يُخَفِّفُ اَلْهَمَّ وَ يُنْجِي مِنْ تَقَلُّدِ اَلْإِثْمِ» عیون الحکم، ص۲۲۸

معاشرتی زندگی میں اصل قانون؛

دینِ مقدسِ اسلام میں معاشرتی زندگی میں بہت سارے قوانین ہیں جن کالحاظ رکھنا معاشرے کی بقاء کا سبب ہے، انہی قوانین میں سے ایک قانون یہ ہے کہ معاشرتی زندگی میں دوسرے پر اعتماد و حُسنِ ظن رکھتے ہوئے زندگی کے امور کو چلانا ہے اور کسی بھی حوالہ سے بدگمانی اور سوءِ ظن کرنے کی اجازت نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی بدگمانی کے اسباب و دلائل نظر آجائیں تب بھی اس کو اچھائی پر حمل کرنا ہے، مگر یہ کہ اچھائی پر حمل کرنے کی بالکل ہی گنجائش نہ ہو۔

جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے دنیا کے تمام مؤمنین کو ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ اور حُسنِ ظن رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اپنے برادرِ دینی کے تمام کاموں پر حُسنِ ظن رکھو جب تک کہ تمہارے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل نہ آجائے، اور اگر دلیل بھی آجائے پھر بھی اس کو خیر و بھلائی پر حمل کرنے کی گنجائش ہو اور کر سکتے ہو تو کرو۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع: ضَعْ أَمْرَ أَخِيكَ عَلَى أَحْسَنِهِ حَتَّى يَأْتِيَكَ مَا يَغْلِبُكَ مِنْهُ وَ لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَخِيكَ سُوءاً وَ أَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مَحْمِلاً»[۳۶۱]

بداعتمادی اور سوءِ ظن کی مذمت

چونکہ بدگمانی، بداعتمادی اور سوءِ ظن انسان کی دنیوی و اخروی زندگی کی تباہی و بربادی کا سبب ہے، اسی وجہ سے اسلام نے بدگمانی اور سوءِ ظن کو گناہِ کبیرہ میں سے قرار دیا ہے، بدگمانی و سوءِ ظن سے نہ

---

[۳۶۱] الکافي، ج۲، ص ۳۶۲

صرف یہ کہ انسان کی زندگی میں مشکلات و پریشانیوں کا اضافہ ہوتا ہے بلکہ بڑے بڑے گناہوں کے اسباب فراہم ہونے کا سبب بھی ہے، جس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آخرت بھی تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے قرآنِ مجید میں ہر قسم کی بدگمانی اور سوءِ ظن سے اجتناب کرنے کا حکم دیتے ہوئے پروردگارِ عالَم نے فرمایا: اے صاحبانِ ایمان اکثر ظنون وبدگمانیاں ایسی ہیں جن سے بچو اس لئے کہ بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور (ایک دوسرے کے شخصی امور میں) جستجو نہ کرو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھانا پسند کرتے ہو!؟ یقیناً تم اس کو پسند نہیں کرتے ہو تو پس اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ کو بہت زیادہ قبول کرنے والا اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَ لاَ تَجَسَّسُوا وَ لاَ يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَ اتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ (الحجرات/ ۱۲)

اجتماعی مفاسد وتباہی کے اسباب؛

اسی طرح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تمام مسلمانوں کو اجتماعی ومعاشرتی مفاسد وتباہی کے اسباب سے ہوشیار کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! ایک دوسرے پر بداعتقادی وسوءِ ظن نہ کرنا اس لئے کہ ایک دوسرے پر بداعتقادی وبدگمانی بدترین جھوٹ ہے اور ایک دوسرے کے لئے بھائی بن کر زندگی گزارو، جیسا کہ پروردگارِ عالَم نے تمہیں حکم دیا ہے، خبردار! ایک دوسرے سے نفرت نہ کرو، ایک دوسرے کے شخصی امور میں ٹوہ اور جستجو نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ بدکلامی نہ کرو اور گالی نہ دو، ایک دوسرے کی غیبت وبرائی نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی نہ کرو، ایک دوسرے سے دوری و قطع تعلقی اختیار نہ کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد وجلن نہ کرو اس لئے کہ یقیناً حسد ایمان کو اس طرح

جلا کر راکھ کر دیتا ہے جس طرح خشک لکڑی کو آگ جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

«أنَّ النَّبِيَّ ص قَالَ: إِيَّاكُمْ وَ الظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْكَذِبِ، وَ كُونُوا إِخْوَاناً فِي اللهِ كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ، لَا تَتَنَافَرُوا، وَ لَا تَجَسَّسُوا وَ لَا تَتَفَاحَشُوا، وَ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً، وَ لَا تَتَنَازَعُوا، وَ لَا تَبَاغَضُوا، وَ لَا تَدَابَرُوا، وَ لَا تَحَاسَدُوا، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ الْيَابِسَ»[۳۷]

بدگمانی تنہائی کا سبب:

مولائے کائنات نے بدترین بدگمانی کرنے والے کو بدترین انسان قرار دیتے ہوئے فرمایا: سب سے بدحال وبدترین انسان وہ ہے جو بداعتمادی اور بدگمانی کی وجہ سے کسی پر بھی بھروسہ اور اعتماد نہیں کرتا۔ اور لوگ بھی اس کے بُرے افعال اور بدگمانیوں کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کرتے۔

«قال امیر المومنین ع: أَسْوَأُ النَّاسِ حَالاً مَنْ لَمْ يَثِقْ بِأَحَدٍ لِسُوءِ ظَنِّهِ وَ لَمْ يَثِقْ بِهِ أَحَدٌ لِسُوءِ فِعْلِهِ»[۳۸]

اسی طرح ایک اور مقام امیر المؤمنینؑ نے بدگمانی کو تنہائی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: جو شخص لوگوں پر اعتماد وحُسنِ ظن نہیں رکھتا وہ ہر ایک سے خوفزدہ ووحشت زدہ رہتا ہے۔

«قال امیر المومنین ع: مَنْ لَمْ يُحْسِنْ ظَنَّهُ اسْتَوْحَشَ مِنْ كُلِّ أَحَدٍ»[۳۹]

---

[۳۷] قرب الاسناد، ص ۲۹

[۳۸] بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۹۳

[۳۹] عیون الحکم والمواعظ (لیثی)، ص ۴۶۵

بدگمانی کے اسباب اور ان سے بچنے کی تاکید

آئمہ طاہرینؑ نے جہاں پر اجتماعی و معاشرتی زندگی میں حُسنِ ظن کی فضیلت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اس کی تاکید وسفارش فرمائی ہے وہیں پر بدگمانی وسوءِ ظن کے اسباب وبُرے نتائج کو بیان کرتے ہوئے سختی کے ساتھ اس کی مذمت کی اور اس سے بچنے اور دور رہنے کا حکم بھی دیا ہے، بدگمانی وسوءِ ظن کے بہت سارے اسباب ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں بدگمانیاں پیش آتی ہیں، معصومینؑ نے ہمیں ہر قسم کی بدگمانی پیش آنے اسباب وعوامل سے ہوشیار و دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے، بدگمانی کے اسباب و عوامل میں سے غلط سوسائٹی میں بیٹھنا، بدکردار وبے دین لوگوں کو اپنا رفیق بنانا ہے، بُری جگہوں پر رفت و آمد رکھنا اور بُرے افعال وبُرے کردار کو اپنانا۔ اسی وجہ سے آئمہ طاہرین نے ہمیں اچھے دوستوں کو انتخاب کرنے کی اور بُری جگہوں سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: جو شخص بُری جگہوں پر رفت و آمد رکھے (اور پھر کوئی نقصان اس کو پہنچے اور بدنام ہو جائے) تو اسے چاہئے کہ وہ خود اپنی ملامت کرے اور جو لوگ اس وجہ سے اس سے بدگمان ہو جائیں ان کی مذمت کرنے کا حق نہیں رکھتا، مزید آپؑ نے فرمایا: صداقت وسچائی اور پاکیزہ کردار والے لوگوں کے ساتھ دوستی اختیار کرو تاکہ ان کے ساتھ سکون وچین کی زندگی گزارو۔

«قَالَ امیر المومنین: وَ مَنْ عَرَّضَ نَفْسَهُ لِلتُّهَمَةِ فَلاَ يَلُومَنَّ إِلاَّ نَفْسَهُ وَ لاَ يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ وَ عَلَيكُمْ بِإِخْوَانِ الصِّدْقِ تَعِيشُوا فِي أَكْنَافِهِمْ» [۷۴۰]

ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جو شخص بُری جگہوں پر آمد ورفت رکھتا ہے وہ بدنام ہو کر ہی رہتا ہے۔

---

[۷۴۰] ارشاد القلوب، ص ۲۰

«وَ مَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوءِ اتُّهِمَ» [۶۱]

اسی طرح مولائے کائنات نے ایک اور مقام پر سوءِ ظن کے اسباب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: (نیک لوگوں کا) شریر وبد کردار لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا (نیک لوگوں پر) بد اعتمادی کا سبب ہے، (اس کے بر عکس) بُرے لوگوں کا نیک لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان کی خوشنامی وحُسنِ ظن کا سبب ہے، لہٰذا اگر تمہیں کسی کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ نیک ہے یا بد کردار تو اس کے دوستوں کے ذریعہ سے اس کی شناخت حاصل کرو، پس اگر اس کا دوست دیندار ونیک ہے تو یہ بھی دیندار ونیک ہے اور اگر دوست بے دین وبد کردار ہے تو پھر یہ بھی بے دین وبد کردار ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلامُ : مُجَالَسَةُ الْأَشْرَارِ تُورِثُ سُوءَ الظَّنِّ بِالْأَخْيَارِ وَ مُجَالَسَةُ الْأَخْيَارِ تُلْحِقُ الْأَشْرَارَ بِالْأَخْيَارِ وَ مُجَالَسَةُ الْفُجَّارِ لِلْأَبْرَارِ تُلْحِقُ الْفُجَّارَ بِالْأَبْرَارِ فَمَنِ اشْتَبَهَ عَلَيْكُمْ أَمْرُهُ وَ لَمْ تَعْرِفُوا دِينَهُ فَانْظُرُوا إِلَى خُلَطَائِهِ فَإِنْ كَانُوا أَهْلَ دِينِ اللهِ فَهُوَ عَلَى دِينِ اللهِ وَ إِنْ كَانُوا عَلَى غَيْرِ دِينِ اللهِ فَلاَ حَظَّ لَهُ فِي دِينِ اللهِ» [۶۲]

۱۴) عدل وانصاف سے زندگی گزارنا:

اجتماعی ومعاشرتی اخلاق ووظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ وذمہ داری معاشرے میں عدل وانصاف کو قائم کرنا اور ہر قسم کے ظلم وجور اور فساد سے معاشرے کو نجات دینا ہے، اسلامی معاشرے میں ہر فرد کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے، لوگوں کے حقوق کی پاسداری وحفاظت کرنے اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنے کی کوشش کرے، معاشرے میں

---

[۶۱] منتخب میزان، ص ۳۰۲

[۶۲] صفات الشیعہ، ص ۶

عدل وانصاف قائم کرنا، لوگوں کو ان کے حقوق دلوانا اور ہر قسم کے ظلم وجور سے نجات دینا ان بنیادی فرائض وذمہ داریوں میں سے ہے کہ جن کی طرف قرآنِ پاک کی آیات اور معصومین کی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور بار بار تاکید وسفارش کی گئی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے قیام کا حکم دیتے ہوئے سورہ نحل میں ارشادِ فرمایا: بے شک اللہ عدل، احسان اور قرابتداروں کو (ان کا حق) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم وزیادتی کرنے سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل/ ۹۰)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے چند اہم ترین اجتماعی ومعاشرتی قواعد وضوابط کو بیان کیا ہے، جن میں سے تین امور کو انجام دینا اور تین امور سے پرہیز کرنا ہے، وہ تین امور جن کو معاشرے میں انجام دینا ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں؛

۱) عدل وانصاف کو قائم کرنا۔ ۲) لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان کرنا۔

۳) قرابت دار اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق ادا کرنا۔

اور وہ تین امور جن سے معاشرے میں پرہیز کرنا ضروری ہے یہ ہیں؛

۱) ہر قسم کی برائی وبے حیائی سے پرہیز کرنا۔ ۲) ہر قسم کے برے کاموں سے اجتناب کرنا۔

۳) ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے اجتناب کرنا۔

اسی طرح معاشرے میں عدل وانصاف کے نظام کے قیام کو تمام انبیاء کی رسالت ونبوت کا اہم ترین مقصد وہدف قرار دیتے ہوئے سورہ مبارکہ حدید میں رب العزت کا ارشاد ہے: یقیناً ہم نے اپنے

رسولوں (ع) کو کھلی ہوئی دلیلوں (معجزوں) کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہوں۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید/ ۲۵)

اس آیت میں پروردگارِ عالَم نے تمام انبیاءؑ کی بعثت کا بنیادی مقصد وہدف معاشرے میں عدل و انصاف کو قائم کرنا قرار دیا ہے اور پھر عدل وانصاف کے قائم کرنے کی ذمہ داری ہر فرد پر عائد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے حساب سے، یعنی حاکم اپنے حساب سے، رعیت اپنے حساب سے، گھر کا مالک اپنے حساب سے معاشرے میں عدل وانصاف کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔

اسی طرح سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور راستی پر قائم رہنے والے۔ اور عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو (خبردار) کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ اور عدل سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ سے ڈرو بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (المائدۃ/ ۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مسلمانوں اور مومنین کے ساتھ بلکہ دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف سے پیش آنا ضروری قرار دیا ہے۔

عادل شخص کی نشانی

عادل شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ قانونِ الٰہی پر مکمل عمل پیرا ہو، نہ کسی پر ظلم کرے اور نہ ہی کسی کا حق پامال کرے، نہ کسی سے جھوٹ بولے اور نہ ہی کسی سے بے وفائی کرے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرمان میں آیا ہے کہ: وہ شخص جو معاشرے میں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرے تو کسی پر ظلم نہ کرے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ نہ بولے اور جب وعدہ کرے تو بے وفائی نہ کرے تو اس شخص کی مروت وانسانیت کامل ہے، اس کی عدالت آشکار ہے، اس کی دوستی واجب ہے اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ عَامَلَ النَّاسَ فَلَمْ يَظْلِمْهُمْ، وَ حَدَّثَهُمْ فَلَمْ يَكْذِبْهُمْ، وَ وَعَدَهُمْ فَلَمْ يُخْلِفْهُمْ، فَهُوَ مِمَّنْ كَمَلَتْ مُرُوَّتُهُ، وَ ظَهَرَتْ عَدَالَتُهُ، وَ وَجَبَتْ أُخُوَّتُهُ وَ حَرُمَتْ غِيبَتُهُ» [۷۲۳]

اسی طرح عادل شخص کی نشانی کو بیان کرتے ہوئے امام صادقؑ نے فرمایا: تین صفات عادل شخص کی نشانیاں ہیں؛

۱) نامحرم سے اپنی نگاہوں کی محفوظ رکھنا۔ ۲) ہر گناہ سے اپنی زبان کی حفاظت کرنا۔

۳) ہر قسم کے ظلم وجور سے اپنے ہاتھوں روکنا۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صِفَةِ الْعَدْلِ مِنَ الرَّجُلِ فَقَالَ إِذَا غَضَّ طَرْفَهُ عَنِ الْمَحَارِمِ وَ لِسَانَهُ عَنِ الْمَآثِمِ وَ كَفَّهُ عَنِ الْمَظَالِمِ» [۷۲۴]

---

[۷۲۳] نزہۃ الناظر، ج۱، ص ۲۳

[۷۲۴] مستدرک الوسائل، ج۱۱، ص ۳۱۷

عدالت کی اہمیت وفضیلت

معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنا اور ہر قسم کے ظلم و ناانصافی کو مٹانا افضل ترین اعمال و عبادات میں شامل ہے، یہاں تک کہ ہر عمل کیلئے مخصوص کوئی نہ کوئی اجر وثواب معین کیا گیا ہے لیکن عدل وانصاف ان عظیم اعمال وعبادات میں سے ہے کہ جن کا اجر وثواب حد وحساب سے بالاتر ہے اور صرف خدا جانتا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: دو چیزیں ایسی ہیں جن کا نہ کوئی حساب کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی وزن کر سکتا؛

۱)عفو ودر گزشت کرنا۔ ۲)عدل وانصاف قائم کرنا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤمِنِينَ ع: شَيْئَانِ لاَ يُوزَنُ ثَوَابُهُمَا اَلْعَفْوُ وَ اَلْعَدْلُ» [۴۳۵]

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل وانصاف کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پورا نظام کائنات عدل وانصاف کے ذریعہ سے قائم ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: بِالْعَدْلِ قامَتِ السَّماواتُ وَ الأَرْضُ» [۴۳۶]

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل وانصاف کو تمام انسانوں کیلئے دنیا و آخرت دونوں میں نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بے شک عدل وانصاف زمین پر نظام الٰہی ہے، پس جو شخص عدل وانصاف کو زمین پر قائم کرے یہ نظام اُسے جنت میں پہنچائے گا اور جو شخص عدل وانصاف کو ترک کردے تو عدل سے یہ لاپرواہی وبے اعتنائی اسے جہنم میں پہنچائے گی۔

---

[۴۳۵] غرر الحکم، ج ۱، ص ۴۱۳

[۴۳۶] عوالی اللئالی، ج ۴، ص ۱۰۳

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه و آله: إِنَّ الْعَدْلَ مِیزَانُ اللهِ تَعَالَی فِی الْأَرْضِ ، فَمَنْ أَخَذَهُ قَادَهُ إِلَی الْجَنَّةِ وَ مَنْ تَرَكَهُ سَاقَهُ إِلَی النَّارِ» [۶۳۷]

عدل وانصاف رحمت وبرکت کے نزول کا سبب؛

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے کو خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگ اس وقت بے نیاز و مستغنی ہوں گے جب ان کے درمیان عدل وانصاف قائم کیا جائے گا اور اسی وقت آسمان سے خدا کی رحمتیں نازل ہوں گی اور زمین بھی اپنی برکتیں خدا کے حکم سے ان کی خدمت میں پیش کردے گی۔

«قَالَ الْإِمَامُ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلنَّاسُ يَسْتَغْنُونَ إِذَا عُدِلَ بَيْنَهُمْ وَ تُنْزِلُ السَّمَاءُ رِزْقَهَا وَ تُخْرِجُ الْأَرْضُ بَرَكَتَهَا بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَی» [۶۳۸]

عدل وانصاف جنت میں جانے کا سبب؛

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: تین عظیم صفات ایسی ہیں کہ جن میں سے ایک صفت بھی اگر کسی کے اندر ہو تو اللہ تعالی اس کیلئے جنت کو واجب قرار دے دیتا ہے؛

۱) ناداری وتنگدستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۲) دنیا میں تمام لوگوں کے ساتھ خوشحالی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملنا۔

۳) اپنے وجود سے ہر ایک کو انصاف فراہم کرنا۔

---

[۶۳۷] مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۳۱۷

[۶۳۸] الکافی، ج ۳، ص ۵۶۸

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ أَتَى اللهَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْإِنْفَاقُ مِنْ إِقْتَارٍ وَ الْبِشْرُ لِجَمِيعِ الْعَالَمِ وَ الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِهِ»[۶۴۹]

عدالت تمام شریعتوں کی بنیاد واساس؛

اسی طرح حضرت امام سجادؑ نے بھی عدل وانصاف کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے تمام آسمانی شریعتوں کی بنیاد واساس عدل وانصاف کو ہی قرار دیا، جیسا کہ کسی نے امامؑ سے پوچھا: مجھے تمام شریعتوں کے بنیادی مقاصد سے آگاہ فرمائیں، تو مولاؑ نے فرمایا: تمام شریعتوں کے بنیادی مقاصد تین چیزیں ہیں؛

۱) ہمیشہ حق وسچ بولنا۔ ۲) ہمیشہ عدل وانصاف سے فیصلہ کرنا۔

۳) ہمیشہ عہد وپیمان اور وعدوں کو پورا کرنا۔

«عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبِرْنِي بِجَمِيعِ شَرَائِعِ الدِّينِ قَالَ قَوْلُ الْحَقِّ وَ الْحُكْمُ بِالْعَدْلِ وَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ»[۶۵۰]

معاشرے میں عدل وانصاف قائم نہ کرنے کا بدترین نتیجہ

جس طرح معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنا دنیا وآخرت دونوں کی سعادت وخوش بختی اور کامیابی کی ضمانت ہے اسی طرح معاشرے میں عدل وانصاف سے لاپروائی برتنا اور لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنا دنیا وآخرت دونوں کی بدبختی وبربادی کا سبب ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جب کسی معاشرے میں زنا عام ہو جائے تو لوگ بہت زیادہ مرنے لگیں گے (ناگہانی وحادثاتی موت کا شکار ہوں گے) اور جب حکمران معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے کے بجائے ظلم وجور کو رائج کر دیں تو اللہ

---

[۶۴۹] الکافی، ج۲، ص۱۰۳

[۶۵۰] الخصال، ج۱، ص۱۱۳

کی رحمتوں سے محروم ہو جائیں گے۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا فَشَى الزِّنَاءُ ظَهَرَ مَوْتُ الْفُجَاءَةِ وَ إِذَا جَارَ الْحَاكِمُ قُحِطَ الْمَطَرُ»[۶۵۲]

اسی طرح ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے تمام سعادتوں اور خوش بختیوں کا راز قانونِ الٰہی پر عمل کرنا اور بد بختیوں کا سبب قانونِ الٰہی کو پامال کرنا قرار دیتے ہوئے فرمایا: اس جہاں میں کوئی بھی شخص کامیاب وخوشبخت نہیں ہوا مگر قانونِ الٰہی پر عمل کرنے کی وجہ سے اور کوئی بھی شخص بدبخت و شقی نہیں ہوا مگر قانونِ الٰہی کو پامال کرنے کی وجہ سے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلَّا بِإِقَامَةِ حُدُودِ اللهِ وَ لَا يَشْقَى أَحَدٌ إِلَّا بِإِضَاعَتِهَا»[۶۵۳]

امام زمانہؑ اور قیامِ عدل

وہ ہستی جس نے پوری کائنات پر نظامِ الٰہی کو رائج کرنا ہے اور عادلانہ نظام کے ذریعہ سے پوری کائنات کو بھر دینا ہے اور ہر قسم کے ظلم وجور، ضلالت و گمراہی، کفر اور شرک سے کائنات کو پاک کرنا ہے وہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہؑ روحی وارواح العالمین لمقدم ترابہ الفداء کی ذاتِ گرامی ہے، امام زمانہؑ کا جب ظہور ہو گا تو پوری کائنات پر نظامِ عدلِ الٰہی رائج ہو گا، ہر مظلوم کو انصاف ملے گا اور تمام قسم کے ظلم وجور کے نشانات کو کائنات سے مٹا دیا جائے گا۔

جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ سلمانؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے سلمان! اس

---

[۶۵۲] دعائم الاسلام، ج۲، ص۵۳۱

[۶۵۳] مستدرک الوسائل، ج۱۸، ص۹

امت کا مہدی وہ ہستی ہے جس نے پوری کائنات کو عدل و انصاف سے ایسے بھر دینا ہے جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: يَا سَلْمَانُ، مَهْدِيُّ أُمَّتِي الَّذِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطاً وَ عَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ جَوْراً وَ ظُلْماً»[۱۶۳]

اور اسی طرح حضرتِ امام صادقؑ نے امام زمانہؑ کی حکومت کے بارے میں فرمایا: جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہو گا تو عدل و انصاف کے ساتھ حکم و فیصلہ کیا جائے گا، ظلم و جور کا زمانہ ختم ہو جائے گا، راستے پُر امن ہو جائیں گے، زمین اپنی برکتوں کو ان کی خدمت میں پیش کر دے گی، ہر صاحب حق کو اس کا حق مل جائے گا، کوئی بھی دین، دین اسلام کے علاوہ باقی نہیں رہے گا یہاں تک کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا اور ہر شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے گا۔

مزید اس بات کیلئے قرآنِ مجید سے دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا کہ: اس کے سامنے سر تسلیم خم ہو جائیں گے تمام آسمان و زمین والے۔ یہ اُس وقت ہو گا جب امام زمانہ کا ظہور ہو گا، ہر شخص امام زمانہؑ کی جانب رجوع کرے گا اور امام زمانہؑ لوگوں میں جنابِ داؤدؑ اور سرورِ کائنات ﷺ کی طرح قضاوت و فیصلہ کریں گے، پس اس زمانہ میں زمین اپنے خزانے ان کے سامنے پیش کرے گی اور اپنی برکتیں ظاہر کرے گی، اس زمانہ میں لوگ اس قدر بے نیاز و مستغنی ہو چکے ہوں گے کہ صدقہ لینے کیلئے کوئی ایک شخص بھی نہیں ملے گا۔

پھر مزید امامؑ نے فرمایا: بے شک ہم اہل بیتؑ کی حکومت تمام حکومتوں کے آخر میں ہو گی، درحالیکہ ہم سے پہلے جتنے حکمران گزرے ہیں جب وہ ہماری حکومت و سیرت کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے کاش

---

[۱۶۳] کتاب سلیم بن قیس، ص ۹۰۹

ہم بھی اسی طرح حکومت کرتے اور عدل و انصاف کو رائج کرتے۔ اور اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: عاقبت متقین کیلئے ہے، یعنی بہترین انجام اور آخری حکومت متقین کیلئے ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِذَا قَامَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ حَكَمَ بِالْعَدْلِ وَ ارْتَفَعَ فِي أَيَّامِهِ الْجَوْرُ وَ أَمِنَتْ بِهِ السُّبُلُ وَ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ بَرَكَاتِهَا وَ رَدَّ كُلَّ حَقٍّ إِلَى أَهْلِهِ وَ لَمْ يَبْقَ أَهْلُ دِينٍ حَتَّى يُظْهِرُوا الْإِسْلاَمَ وَ يَعْتَرِفُوا بِالْإِيمَانِ أَمَا سَمِعْتَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ وَ لَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ طَوْعاً وَ كَرْهاً وَ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ وَ حَكَمَ فِي النَّاسِ بِحُكْمِ دَاوُدَ وَ حُكْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَحِينَئِذٍ تُظْهِرُ الْأَرْضُ كُنُوزَهَا وَ تُبْدِي بَرَكَاتِهَا فَلاَ يَجِدُ الرَّجُلُ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ مَوْضِعاً لِصَدَقَتِهِ وَ لاَ لِبِرِّهِ لِشُمُولِ الْغِنَى جَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ دَوْلَتَنَا آخِرُ الدُّوَلِ وَ لَمْ يَبْقَ أَهْلُ بَيْتٍ لَهُمْ دَوْلَةٌ إِلاَّ مَلَكُوا قَبْلَنَا لِئَلاَّ يَقُولُوا إِذَا رَأَوْا سِيرَتَنَا إِذَا مَلَكْنَا سِرْنَا مِثْلَ سِيرَةِ هَؤُلاَءِ وَ هُوَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ»[۱۰۱]

۱۵) ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنا؛

اجتماعی ومعاشرتی اخلاق ووظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ وذمہ داری معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنا، ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانا اور ایک دوسرے کو نصیحت وہدایت کرتے رہنا ہے، دینِ مقدسِ اسلام میں ہمیشہ ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی ونصیحت کرنے اور ایک دوسرے کے بارے میں نیک نیتی ومثبت سوچ رکھنے کی تاکید وسفارش کی گئی ہے، جبکہ اس کے مقابل

---

[۱۰۱] کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج ۲، ص ۴۶۵

میں ایک دوسرے کے بارے میں منفی سوچ رکھنا، ایک دوسرے کے ساتھ بغض و حسادت رکھنا اور ایک دوسرے کو ضرر یا نقصان پہنچانا وغیرہ سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

قرآنِ پاک میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ماننے والوں اور آپ کے باوفا ساتھیوں کی علامات میں سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنا اور ایک دوسرے پر مہربان و دلسوز ہونا قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشادِ پاک ہے: محمد (ص) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں تم انہیں دیکھو گے کہ وہ (کبھی) رکوع (اور کبھی) سجود کر رہے ہیں (اور) اللہ کے فضل و کرم اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدہ کے نشان سے نمایاں ہے ان کی توراۃ میں اور انجیل میں توصیف یوں ہے جیسے ایک کھیتی جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی اور وہ مضبوط و موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی وہ کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے کفار کے دل جلائے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، مغفرت اور بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح/ ۲۹)

مذکورہ آیت میں پروردگارِ عالم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور وفادار ساتھیوں کی علامات و صفات میں سے چند صفات و علامات کو بیان کیا ہے جو درج ذیل ہیں؛

۱) کفار پر سخت و شدید رہنا۔ ۲) آپس میں مہربان و دلسوز رہنا۔

۳) عبادت کرتے ہوئے رکوع و سجود میں رہنا۔

۴) بارگاہِ الٰہی میں مناجات و دعا کرتے ہوئے فضلِ الٰہی کا تقاضا کرنا۔

۵) ہمیشہ خدا کی رضا و خوشنودی کی طلب میں رہنا۔

۶) کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی پر سجدوں کے آثار کا نمایاں ہونا۔

ان ہی لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

ہمیشہ قوم وملت کیلئے خیر خواہ رہنے اور انسانیت کی بھلائی کیلئے زحمت و محنت کرنے کو قرآنِ پاک میں انبیاءؑ کی سیرت و سنت قرار دیا گیا ہے، اس کائنات میں تمام انسانوں کیلئے سب سے زیادہ خیر خواہ دلسوز انبیاء و معصومینؑ کی پاک ہستیاں ہیں، جنہوں نے اپنی پوری زندگیاں بشریت کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کیلئے وقف کرتے ہوئے ہمیشہ بشریت کو ہدایت و نصیحت اور خدا کی عبادت و بندگی کی دعوت دیتے رہے، جیسا کہ حضرتِ نوحؑ نے اپنی قوم کو خیر خواہی و نصیحت کرتے ہوئے ۹۵۰ سال کی مدت تک زحمت و محنت کرتے رہے اور خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی کی دعوت دیتے رہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنابِ نوحؑ کی اس خیر خواہی، نصیحت، ہدایت اور خدمت کو بیان کرتے ہوئے سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پس انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، مجھے تمہارے بارے میں ایک عظیم دن کے عذاب کا ڈر ہے ۝ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: ہم تو تمہیں صریح گمراہی میں مبتلا دیکھتے ہیں ۝ نوح نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں تو سارے جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں ۝ تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں (اور تمہاری خیر خواہی کے لیے) تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ * قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ * قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ * أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف/ ۵۹-۶۲)

اسی طرح پروردگارِ عالَم نے قومِ عاد کی نجات کیلئے جنابِ ہودؑ کو مبعوث فرمایا اور جنابِ ہودؑ نے اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے ہمیشہ ان کو خداوندِ عالَم کی عبادت و بندگی کی نصیحت کرتے رہے، جیسا کہ اللہ ربُّ العزت نے جنابِ ہودؑ کی خیر خواہی و نصیحت کو اور قوم کیلئے ان کے پیغام کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اور ہم نے قومِ عاد کی طرف ان کے (قومی) بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا! اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ آخر تم پرہیز گاری کیوں اختیار نہیں کرتے؟ ۰ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہمیں تو تم احمق لگتے ہو اور ہمارا گمان ہے کہ تم جھوٹے بھی ہو ۰ ہود نے کہا! اے میری قوم، مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے بلکہ میں تو سارے جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں ۰ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا ناصح (اور) امین ہوں۔

﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ * قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ * قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ * أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾ (الأعراف/ ۶۵-۶۸)

خیر خواہی و نصیحت کرنے کی اہمیت و فضیلت

روایات میں ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی و نصیحت کرنے کی بہت زیادہ اہمیت و فضیلت بیان کی گئی

ہے، یہاں تک کہ خیر خواہی، نصیحت اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت و ہمدردی کو جنت میں جانے کی شرط قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مجھے قسم ہے اس ذاتِ حق کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکو گے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک ایمان لے کر نہیں آسکو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ محبت و ہمدردی نہ کرو۔ مزید آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہاری ایک ایسی چیز کی طرف راہنمائی نہ کروں کہ جب اسے انجام دو گے تو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے لگ جاؤ گے؟ صحابہ نے عرض کی: کیوں نہیں اے اللہ کے رسولؐ، تو آپؐ نے فرمایا: ہمیشہ ایک دوسرے کو سلام کرتے رہو تا کہ تمہارے درمیان اُلفت و محبت پیدا ہو جائے۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَ لاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَ وَ لاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ»[۶۵۵]

حضرتِ امام صادقؑ نے مؤمنین کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی و نصیحت کو واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا: مؤمن پر واجب ہے کہ دوسرے مؤمن کیلئے خیر خواہی کرتے ہوئے اسے نصیحت کرتا رہے، اس کے حضور میں بھی اور غیر موجودگی میں بھی۔ یعنی ہر حال میں ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے خیر خواہی کرتا رہے چاہے وہ مؤمن اس کے سامنے موجود ہو یا نہ ہو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يَجِبُ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ النَّصِيحَةُ لَهُ فِي الْمَشْهَدِ وَ الْمَغِيبِ»[۶۵۶]

---

[۶۵۵] روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۴۱۸

[۶۵۶] وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۳۸۱

اسی طرح امیر المؤمنینؑ نے معاشرے میں خیر خواہی و نصیحت کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس قوم کیلئے کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے جس میں کوئی خیر خواہی و نصیحت کرنے والا نہ ہو اور (اسی طرح اس قوم کیلئے بھی کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے جس میں خیر خواہی و نصیحت کرنے والے تو موجود ہوں لیکن) قوم خیر خواہی و نصیحت کرنے والوں کو پسند نہ کرتی ہو۔

«أَمِيرُ الْمُؤمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا خَيْرَ فِي قَوْمٍ لَيْسُوا بِنَاصِحِينَ وَ لَا يُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ»[۶۵۷]

خیر خواہی و نصیحت کرنا جنت کی ضمانت؛

خیر خواہی و نصیحت کرنا اس قدر عظیم عبادت ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے دوسروں کیلئے خیر خواہی و نصیحت کرنے والوں کو جنت کی ضمانت دی ہے، جیسا کہ آپؐ کا فرمان ہے: جو شخص مجھے پانچ چیزوں کے انجام دینے کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں؛ آپؐ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ وہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

۱) اللہ کیلئے مخلص و خیر خواہ رہنا۔ ۲) اللہ کے رسولؐ کیلئے مخلص و خیر خواہ رہنا۔

۳) اللہ کی کتاب کیلئے مخلص و خیر خواہ رہنا۔ ۴) اللہ کے دین کیلئے مخلص و خیر خواہ رہنا۔

۵) تمام مسلمانوں کیلئے مخلص و خیر خواہ رہنا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ يَضْمَنْ لِي خَمْساً أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ قِيلَ وَ مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ النَّصِيحَةُ لِلهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ النَّصِيحَةُ لِرَسُولِهِ وَ النَّصِيحَةُ لِكِتَابِ اللهِ وَ النَّصِيحَةُ لِدِينِ اللهِ وَ النَّصِيحَةُ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ»[۶۵۸]

---

[۶۵۷] غرر الحکم، ج۱، ص۱۹۷

[۶۵۸] الخصال، ج۱، ص۲۹۴

اسی طرح ایک روایت میں آپ نے خیر خواہی ونصیحت کو سب کیلئے ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک حقیقتِ دین خیر خواہی ونصیحت کرنا ہی ہے، بے شک حقیقتِ دین خیر خواہی ونصیحت کرنا ہی ہے، بے شک حقیقتِ دین خیر خواہی ونصیحت کرنا ہی ہے، اصحاب نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ کن کیلئے خیر خواہ ہونا چاہیے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کیلئے، اس کے رسولؐ کیلئے، اللہ کی کتاب کیلئے، تمام مسلمانوں کیلئے، تمام مؤمنین کیلئے اور پھر تمام بشریت کیلئے۔

«قَالَ ص: إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قَالُوا لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِلّٰهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِكِتَابِهِ وَ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُؤْمِنِينَ وَ عَامَّتِهِمْ» [۶۵۹]

نصیحت وہدایت کو قبول کرنے کی تاکید

جہاں ہر انسان کو مخلص وخیر خواہ ہونا ضروری ہے وہاں پر جو لوگ ہمارے لئے خیر خواہ ومخلص ہیں ان کی باتوں کو سُننا، ان پر عمل کرنا اور ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے خیر خواہ ومخلص انسان کی نصیحتوں کو سُننے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص تمہیں نصیحت کا ہدیہ وتحفہ پیش کرتا ہے اسے سُن لو اور اس پر غور وفکر کرتے ہوئے اپنے وجود پر جاری کرو۔ یعنی اس پر عمل کرو۔

«إِسْمَعُوا النَّصِيحَةَ مِمَّنْ أَهْدَاهَا إِلَيْكُم وَ اعْقِلُوهَا عَلَىٰ أَنفُسِكُم» [۶۶۰]

ایک اور روایت میں امیر المؤمنینؑ ہی نے خیر خواہی ونصیحت کرنے والوں کو سب سے زیادہ مہربان وشفیق شخص قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم پر سب سے زیادہ مہربان وشفیق وہ شخص ہے جو تمہاری نفس

---

[۶۵۹] روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۴۲۳

[۶۶۰] غرر الحکم، ص ۱۵۱

کی اصلاح کرنے میں تمہاری مدد کرتا ہے اور دینی امور میں ہمیشہ تمہیں نصیحت وہدایت کرتا رہتا ہے۔

«أَشْفَقُ النَّاسِ عَلَيْكَ أَعْوَنُهُمْ لَكَ عَلَى صَلاحِ نَفْسِكَ وَ أَنْصَحُهُمْ لَكَ فِي دِينِكَ»[۶۶۱]

ایک اور مقام پر امیر کائناتؑ نے نصیحت کرنے والے سے محبت کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا محبوب ترین انسان وہ شخص ہونا چاہئے جو تمہیں نصیحت وہدایت کرتا ہے اور تمہارے لئے شفیق و مہربان ہے۔

«لِيَكُنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ الشَّفِيقَ النَّاصِحَ»[۶۶۲]

ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے نصیحت قبول کرنے کو عظیم توفیق الٰہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: سب سے بڑی وعظیم توفیق نصیحت کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

«مِنْ أَكْبَرِ التَّوْفِيقِ الأَخْذُ بِالنَّصِيحَةِ»[۶۶۳]

ایک اور روایت میں حضرت امیر المؤمنینؑ نے نصیحت وخیر خواہی کو قبول کرنے والے کو کامیاب انسان قرار دیتے ہوئے فرمایا: خوش نصیب وکامیاب ہے وہ شخص جو نصیحت کے ہدیہ کو قبول کرتا ہے اور اس گمراہی سے اجتناب کرتا ہے جو اس کی ہلاکت ونابودی کا سبب ہو۔

«طُوبَى لِمَنْ أَطَاعَ نَاصِحاً يَهْدِيهِ وَ تَجَنَّبَ غَاوِياً يُرْدِيهِ»[۶۶۴]

اسی طرح ایک اور مقام پر نصیحت قبول کرنے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: جو

---

[۶۶۱] غرر الحکم، ص ۴۱۶

[۶۶۲] عیون الحکم، ص ۴۰۶

[۶۶۳] عیون الحکم، ص ۴۷۲

[۶۶۴] عیون الحکم، ص ۳۱۳

شخص نصیحت وہدایت کو قبول کرتا ہے وہ ذلت ورسوائی سے محفوظ رہتا ہے۔

«مَنْ قَبِلَ النَّصِيحَةَ سَلِمَ مِنَ الْفَضِيحَةِ» [۷۶۵]

ایک اور مقام پر حضرت امام محمد باقرؑ نے بھی نصیحت کو قبول کرنے کی تاکید کرتے ہوئے اپنے ایک صحابی سے خطاب میں فرمایا: اے صالح! اس شخص کی پیروی کرو جو اگرچہ تجھے نصیحت کر کے رُلاتا ہے لیکن اس شخص کی بھی پیروی نہ کرنا جو اگرچہ تجھے ہنساتا تو ہے لیکن وہ تجھے دھوکا دیتا ہے۔ مزید آپؑ نے فرمایا: عنقریب تم سب خدا کے حضور میں پہنچ جاؤ گے اور تم سب اپنے اپنے عمل کا نتیجہ جان جاؤ گے۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع: يَا صَالِحُ اتَّبِعْ مَنْ يُبْكِيكَ وَ هُوَ لَكَ نَاصِحٌ وَ لَا تَتَّبِعْ مَنْ يُضْحِكُكَ وَ هُوَ لَكَ غَاشٌّ وَ سَتَرِدُونَ عَلَى اللهِ جَمِيعاً فَتَعْلَمُونَ» [۷۶۶]

نصیحت وہدایت کو قبول نہ کرنے کا نقصان

جہاں پر نصیحت وہدایت کو قبول کرنے کے دنیا وآخرت میں بے شمار فوائد ہیں وہاں پر نصیحت و ہدایت کو ٹھکرانے کے دنیا وآخرت میں بے شمار نقصانات بھی ہیں کہ جن سے معصومینؑ نے آگاہ بھی فرمایا اور ان لوگوں کی بھی بہت زیادہ مذمت کی ہے جو نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: خیر خواہ، شفیق، مہربان، عالم اور تجربہ کار شخص کی نافرمانی کرنا حسرت، ندامت اور ہلاکت کا سبب ہے۔

«فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَسْرَةَ وَ تُعْقِبُ النَّدَامَةَ» [۷۶۷]

---

[۷۶۵] عیون الحکم، ص ۴۴۷

[۷۶۶] الکافی، ج ۲، ص ۶۳۸

[۷۶۷] غرر الحکم، ص ۱۵۱

ایک اور مقام پر امیر کائناتؑ نے نصیحت کی خلاف ورزی کرنے کو ہلاکت ونابودی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: جو شخص نصیحت وہدایت کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

«مَنْ خَالَفَ النُّصْحَ هَلَكَ» [۶۶۸]

خیر خواہی ونصیحت کرنے کا بہترین طریقہ

سب کیلئے خیر خواہی ونصیحت کرنا ضروری ہے لیکن خیر خواہی ونصیحت کرنے کا انداز وطریقہ شائستہ وزیبا ہونا چاہیے، آئمہ طاہرینؑ نے ہمیں نصیحت کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کے سامنے کسی کو نصیحت کرنا اس کی شخصیت وحرمت کو پامال کرنا ہے، جیسا کہ امیر کائناتؑ نے فرمایا: سب کے سامنے کسی کو نصیحت کرنا اس کی شخصیت کو پامال کرنا ہے۔

«نُصْحُكَ بَيْنَ الْمَلَإِ تَقْرِيعٌ» [۶۶۹]

جبکہ اس کے مقابل میں مخفیانہ وپوشیدہ طور پر کسی کو نصیحت وہدایت کرنا اور اس کی خامیوں و برائیوں سے اسے آگاہ کرنا گویا کہ اس کو شخصیت، عزت وزینت دینا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام حسن عسکریؑ نے مومنین کو ایک دوسرے کو نصیحت کرنے کا شائستہ ترین طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے برادرِ دینی کو پوشیدہ وپنہاں مقام پر اس کے عیوب وگناہوں سے باخبر کرے تو گویا اس نے اپنے برادرِ دینی کو عزت وزینت دی اور جس نے علانیہ طور پر اور سب کے سامنے کسی کو نصیحت کی تو گویا اس نے اپنے برادرِ دینی کو ذلیل ورسوا کیا۔

«قَالَ الإِمَامُ الحَسَنُ العَسكَرى عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ وَعَظَ أَخَاهُ سِرّاً فَقَدْ زَانَهُ وَ مَنْ وَعَظَهُ

---

[۶۶۸] عیون الحکم، ص ۴۲۹

[۶۶۹] عیون الحکم، ص ۴۹۷

عَلاَنِيَةً فَقَدْ شَانَهُ» [۷۴۰]

خیر خواہ و مخلص انسان کا مقام

معاشرے میں جو لوگ دوسروں کیلئے ہمیشہ بھلائی، خیر خواہی اور نصیحت کرنے والے ہیں ان کا خدا کی بارگاہ میں عظیم مقام و مرتبہ ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں سب سے عظیم ترین مقام و منزلت پر وہ شخص فائز ہوگا جو (دنیا میں) روئے زمین پر لوگوں کی ہدایت، بھلائی اور نصیحت کیلئے بہت زیادہ سفر کرتا رہتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْشَاهُمْ فِي أَرْضِهِ بِالنَّصِيحَةِ لِخَلْقِهِ» [۷۴۱]

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے خیر خواہی و نصیحت کو تمام اعمال میں سے افضل ترین علم قرار دیتے ہوئے فرمایا: تم سب پر لازم و ضروری ہے کہ مخلوقِ خدا کو ہمیشہ نصیحت و ہدایت کرتے رہو اس لئے کہ ہدایت و نصیحت سے افضل کوئی اور عمل نہیں ہے جس کو تم بارگاہ الٰہی میں لے جاؤ۔

«عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِالنُّصْحِ لِلهِ فِي خَلْقِهِ فَلَنْ تَلْقَاهُ بِعَمَلٍ أَفْضَلَ مِنْهُ» [۷۴۲]

خیر خواہ و ناصح کی نشانی

خیر خواہ و نصیحت کرنے والوں کی بہت ساری نشانیاں ہیں، نصیحت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ

---

[۷۴۰] تحف العقول، ص ۴۸۹

[۷۴۱] الكافي، ج ۲، ص ۲۰۸

[۷۴۲] الكافي، ج ۲، ص ۲۰۸

دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے ان نشانیوں وصفات کو اپنے وجود میں پیدا کریں تاکہ نصیحت وہدایت کرنے کی صلاحیت ولیاقت بھی پیدا ہو جائے اور اس نصیحت کا اثر بھی پڑ سکے۔

جیسا کہ سرورِ اعظم ﷺ نے فرمایا: نصیحت کرنے والے کی چار اہم نشانیاں ہیں؛

۱) ہمیشہ حق کے ساتھ قضاوت وفیصلہ کرنا۔

۲) اپنی ذات سے دوسروں کو حق وانصاف فراہم کرنا۔

۳) دوسروں کیلئے وہی چیز پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو۔

۴) کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرنا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَمَّا عَلَامَةُ النَّاصِحِ فَأَرْبَعَةٌ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَ يُعْطِي الْحَقَّ مِنْ نَفْسِهِ وَ يَرْضَى لِلنَّاسِ مَا يَرْضَاهُ لِنَفْسِهِ وَ لَا يَعْتَدِي عَلَى أَحَدٍ» [۷۳]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے بھی نصیحت کرنے والے کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص پروردگار کا سب سے زیادہ مطیع وفرمانبردار ہے وہی سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہے اور جو شخص خدا کی نافرمانی ومعصیت کرتا رہتا ہے وہ نصیحت کے روپ میں دوسروں کو دھوکا دیتا ہے۔

«إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهِ أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهِ وَ إِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهِ أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهِ» [۷۴]

۱۶) ایک دوسرے کی امانت کا خیال رکھنا؛

اجتماعی ومعاشرتی اخلاق ووظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ وذمہ داری معاشرے میں ایک

---

[۷۳] تحف العقول، ص ۲۰

[۷۴] نہج البلاغہ، ص ۱۱۷

دوسرے کی امانتوں اور رازوں کی حفاظت کرنا ہے، معاشرتی زندگی میں امانتداری کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ جس معاشرے میں امانتداری ہوتی ہے اس میں اختلافات و فسادات یا تو بالکل نہیں پائے جاتے یا بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں، جبکہ امانت میں خیانت کرنا ایک ایسی بُری صفت ہے کہ جس معاشرے میں پائی جائے وہ معاشرہ اختلافات وفسادات کا گہوارہ بن کر رہ جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ معاشرہ اللہ کی رحمتوں وبرکتوں سے بھی محروم رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مبغوض وناپسند لوگوں شامل ہو جاتا ہے۔

امانت سے مراد صرف لوگوں کی مادی چیزیں نہیں ہیں جو کسی مجبوری کی وجہ سے ایک دوسرے کے سُپرد کی جاتی ہیں، بلکہ امانت کا دائرہ بہت وسیع ہے جو لوگوں کی مادی اشیاء اور معنوی اسرار اور رازوں کو بھی شامل ہے، لہٰذا جہاں مادی اشیاء کی حفاظت کرنا ضروری ہے وہاں لوگوں کے وہ اسرار اور راز جو لوگوں نے تمہیں امین سمجھ کر تمہارے سُپرد کئے ہیں ان کی حفاظت کرنا بھی بہت ضروری ہے، بلکہ مادی امانتوں سے بڑھ کر معنوی امانتوں کی حفاظت کرنا زیادہ لازم وضروری ہے۔

امانتوں کی پاسداری اور لوگوں کے اسرار ورازوں کی حفاظت کرنا اس قدر اہمیت وفضیلت کا حامل ہے کہ قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات میں بار بار اس چیز کی تاکید وسفارش کی گئی ہے، جیسا کہ پروردگارِ عالَم نے صاحبانِ ایمان کو امانت کی حفاظت اور امانتوں کو ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو، اللہ تمہیں مناسب ترین نصیحت کرتا ہے، یقیناً اللہ تو ہر بات کو خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (النساء/ ۵۸)

اور سورہ مؤمنون میں سچے مؤمنین کی صفات میں ایک اہم ترین صفت امانت کی پاسداری اور امانتوں کو ادا کرنا قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سچے مؤمنین کی صفات وکردار کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناوہ اہل ایمان فلاح پاگئے ٭ جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں ٭ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑتے ہیں ٭ اور جو زکوۃ ادا کرتے ہیں ٭ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ٭ سوائے اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت ہیں کہ اس صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں ٭ اور جو اس (دوطرح) کے علاوہ کوئی خواہش کرے تو ایسے ہی لوگ (حد سے) تجاوز کرنے والے ہیں ٭ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد وپیمان کالحاظ رکھتے ہیں ٭ اور جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں ٭ یہی لوگ وارث ہیں ٭ جو فردوس (بریں) کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ٭ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ٭ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ٭ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ٭ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ٭ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ٭ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ٭ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ٭ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ٭ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ٭ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (المؤمنون ۱/ ۱۱)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب مؤمنین کی درج ذیل سات صفات کو بیان کیا ہے کہ جن کے اندر بھی یہ صفات موجود ہوں گی ان کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس کی بشارت دی ہے۔

۱) نماز میں خضوع وخشوع کا ہونا۔ ۲) لغو وبیہودہ باتوں اور کاموں سے اجتناب کرنا۔

۳) پابندی سے زکات ادا کرنا۔

۴) اپنے دامن کو گناہوں (جنسی آلودگیوں) سے پاک رکھنا۔

۵)اما نتوں کی حفاظت کرنا۔ ۶)عہد و پیان کا پابند رہنا۔

۷)ہمیشہ تمام نمازوں کی حفاظت کرنا۔

امانتداری کی اہمیت وفضیلت روایات کی روشنی میں

اسی طرح امانتداری کو عین ایمان قرار دیتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو امانتدار نہیں اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جو عہد و پیان کا خیال نہیں رکھتا اور اس شخص کی کوئی نماز نہیں جو رکوع و سجدہ کو کامل طریقہ سے انجام نہیں دیتا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لاَ إِيمَانَ لِمَنْ لاَ أَمَانَةَ لَهُ وَ لاَ دِينَ لِمَنْ لاَ عَهْدَ لَهُ وَ لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لاَ يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَ سُجُودَهَا» [۷۴۵]

جس طرح نماز کی حفاظت اور اس کی ادائیگی ضروری ہے اسی طریقہ سے اس روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے لوگوں کی امانتوں کی حفاظت و ادائیگی کو بھی ضروری اور ایمان کی نشانی قرار دیا ہے۔

اسی طرح حضرت امام صادقؑ نے امانت حفاظت اور اس کی ادائیگی کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو! اور ان لوگوں کی امانتوں کو ادا کرو جنہوں نے اپنی امانتیں تمہارے سُپرد کی ہیں۔ مزید آپؑ نے امانت کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اگر امیر المومنین کا قاتل بھی اپنی امانت میرے سُپرد کردے تو میں اُسے بھی اس کی امانت لوٹادوں گا۔

«الإِمَامُ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: اِتَّقُوا اللهَ وَ عَلَيْكُمْ بِأَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكُمْ فَلَوْ أَنَّ قَاتِلَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ائْتَمَنَنِي عَلَى أَمَانَةٍ لَأَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ» [۷۴۶]

---

[۷۴۵] بحار الانوار، ج ۶۹، ص ۱۹۸

[۷۴۶] بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۱۱۴

امانت کی حفاظت کرنا اور اس کو ادا کرنا فرائض وواجبات میں سے ہے جبکہ امانت میں خیانت کرنا اور اس کی حفاظت نہ کرنا گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے، امانت میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے کہ امانت کسی مؤمن کی ہو یا منافق کی، مسلمان کی ہو یا کافر کی سب کی حفاظت و ادائیگی لازم وضروری ہے، جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے سب پر فرض قرار دی ہیں کہ جن میں کسی قسم کی کوئی رخصت نہیں ہے؛

۱) امانت کو ادا کرنا، چاہے وہ امانت کسی نیک انسان کی ہو یا بُرے کی۔

۲) عہد وپیمان کا پابند رہنا، چاہے عہد وپیمان کسی نیک انسان سے کیا ہو یا بُرے سے۔

۳) والدین کے ساتھ نیکی واحسان کرنا، چاہے والدین نیک ہوں یا بُرے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: ثَلَاثٌ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِأَحَدٍ فِيهِنَّ رُخْصَةً أَدَاءُ الْأَمَانَةِ إِلَى الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ بَرَّيْنِ كَانَا أَوْ فَاجِرَيْنِ» [۶۷۷]

امانتداری کے آثار وفوائد

امانتوں کی حفاظت وپاسداری کرنا نہ صرف پروردگار کی رضا وخوشنودی کا باعث ہے بلکہ یہ چیز دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی اور معاشرے میں ترقی وکمال کا سبب بھی ہے، جس معاشرے میں امانت کی پاسداری نہ ہو اور لوگوں کی امانتوں میں خیانت ہو تو وہ نہ دنیا میں کامیاب ہے اور نہ ہی آخرت میں، جبکہ اس کے مقابل میں امانت کی حفاظت کرنے والے کیلئے معصوم ہستیوں نے دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی ومحبوب خدا بننے کی بشارت دی ہے اور یہی وہ عظیم صفت ہے کہ جس کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

---

[۶۷۷] الکافی، ج ۲، ص ۱۶۲

بعثت سے پہلے اپنایا تو کامیابی نے ان کے قدم چومے اور عرب مشرکین مکہ آپؐ کو امین وصادق کا لقب دینے پر مجبور ہو گئے اگرچہ مشرکین نے آپؐ کی رسالت و نبوت کا انکار کیا لیکن آپ کی صداقت و امانتداری کی نہ تنہا تصدیق کی بلکہ اپنی قیمتی و گرانقدر امانتوں کو اپنے عزیز و اقارب کے پاس رکھنے کے بجائے آپؐ کے سپرد کرتے رہے۔

امانتداری دنیا و آخرت دونوں کے سنورنے کا سبب؛

اسی طرح حضرت امام محمد باقرؑ نے جنابِ لقمانؑ کی ان نصیحتیں کو نقل فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے فرزند کو کی ہیں ان میں بھی امانتداری کی تاکید کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے آثار و برکات کو بیان کرتے ہوئے جنابِ لقمانؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! امانت کو ادا کرتے رہو تا کہ تمہاری دنیا و آخرت دونوں سالم رہیں (سنور جائیں) اور تم ہمیشہ امین بننے کی کوشش میں لگے رہو کیونکہ اللہ تعالی امانت میں خیانت کرنے والوں بالکل پسند نہیں کرتا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: كَانَ فِيمَا وَعَظَ بِهِ لُقْمَانُ ابْنَهُ أَنْ قَالَ ... يَا بُنَيَّ أَدِّ الْأَمَانَةَ تَسْلَمْ دُنْيَاكَ وَ آخِرَتُكَ وَ كُنْ أَمِيناً فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَلَّ وَ عَلاَ لاَ يُحِبُّ الْخَائِنِينَ» [۶۷۸]

امانت کی حفاظت بے نیازی کا سبب؛

اسی طرح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانتداری کے آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: امانت کی حفاظت انسان کو بے نیاز بنا دیتی ہے جبکہ امانت میں خیانت انسان کو فقر میں مبتلا کر دیتی ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْأَمَانَةُ تَجْلِبُ الْغِنَاءَ وَ الْخِيَانَةُ تَجْلِبُ الْفَقْرَ» [۶۷۹]

---

[۶۷۸] بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۴۱۷

[۶۷۹] بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۱۱۴

امانت کی حفاظت جنت کی ضمانت؛

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانتداری کے بدلہ میں جنت کی ضمانت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کے انجام دینے کی ضمانت دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱)جب گفتگو کرو تو ہمیشہ سچ بولو۔ ۲)جب وعدہ کرو تو اسے نبھاؤ۔

۳)جب تمہیں کوئی امانت دے تو اسے ادا کرو۔

۴)اپنے دامن کو گناہوں (جنسی آلودگیوں) سے محفوظ رکھو۔

۵)اپنی آنکھوں کو نیچا رکھو اور نامحرم سے بچاؤ۔

۶)اپنے ہاتھوں کو ظلم وزیادتی سے باز رکھو۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اِضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ أُصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَ أَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ وَ أَدُّوا إِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَ احْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَ غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ» [۷۸۰]

۱۷)ایک دوسرے کو سلام کرنا؛

دینِ مقدسِ اسلام کے اہم ترین معاشرتی و اجتماعی اخلاق و آداب میں سے ایک اہم ترین اخلاقی فریضہ ایک دوسرے کو سلام کرنا ہے، روایات میں کلام کرنے سے پہلے سلام کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، یہاں تک کہ ایسے شخص کو جواب دینے سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے جو کلام

---

[۷۸۰] بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۱۷۰

سے پہلے سلام نہ کرے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا ضروری ہے اور جو شخص کلام سے پہلے سلام نہ کرے اسے کوئی جواب نہ دو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اِبْدَءُوا بِالسَّلَامِ قَبْلَ الْكَلَامِ فَمَنْ بَدَأَ بِالْكَلَامِ قَبْلَ السَّلَامِ فَلَا تُجِيبُوهُ»[681]

سلام کرنے کے اسلامی معاشرے میں انتہائی عظیم اور عمیق آثار اور فوائد ہیں بلکہ سلام کرنے کے دنیا و آخرت دونوں میں بے شمار فوائد ہیں جن کو تفصیل کے ساتھ روایات میں آئمہ معصومینؑ نے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً: ایک دوسرے کو سلام کرنا دنیا میں اُلفت، محبت، اخوت و ہمدردی، لوگوں کو قریب لانے، محبت میں تقویت، رزق کی فراوانی، نفرت کو مٹانے اور کدورت و دشمنی کو دور کرنے میں سلام کا انتہائی عظیم کردار ہے، اسی وجہ سے سلام کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے تاکہ دلوں میں اُلفت و محبت پیدا ہو اور نفرتیں و کدورتیں مٹ جائیں، مزید روایات میں آیا ہے کہ: سلام کرنا انسان کے رزق کی فراوانی، فقر اور غربت کی دوری، اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے حصول میں نہایت موثر ہے۔

اسی طرح آخرت میں بھی بہت سارے فوائد ہیں جو روایات میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً: گناہوں کی مغفرت، اللہ و رسولؐ کے تقرب اور رضا و خوشنودی، جنت کے حصول، جنت میں عظیم مقام و منزلت کے پانے میں سلام بہت ہی زیادہ موثر عامل ہے۔

جیسا کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: خدا اور اس کے رسولؐ کے سب سے زیادہ نزدیک انسان وہ ہے جو اپنے کلام کی ابتداء اور آغاز سلام سے کرتا ہے۔

---

[681] وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۵۶

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ وَ بِرَسُولِهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ» [۶۸۲]

اگر کسی قوم میں یا معاشرے میں سلام رواج پا جائے اور سلام کو رائج کیا جائے تو خداوند عالم دنیا میں بھی اس قوم کو مختلف قسم کی بلاؤں اور پریشانیوں سے نجات عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی قبر و حشر کی ہولناکیوں سے نجات عطا کرتا ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ سے کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے جنت میں داخل کرنے والے عمل کی طرف راہنمائی فرمائیں، تو فرمایا: یہ تین چیزیں گناہوں کی مغفرت و بخشش کے اسباب میں سے ہیں:

۱) کھانا کھلانا۔ ۲) سلام کو رائج کرنا۔ ۳) نیک گفتار، یعنی اچھے انداز سے بات کرنا۔

«وَعَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ إِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلَ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءَ السَّلَامِ وَ حُسْنَ الْكَلَامِ» [۶۸۳]

اسی طرح ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے جناب انس بن مالک سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے انس! جو بھی تم سے ملاقات کرے ان کو سلام کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں اضافہ کریگا، اور اپنے میں داخل ہو تو گھر میں سب لوگوں کو سلام کرو تو اللہ تعالی تیرے گھر میں خیر و برکت میں فراوانی عطا فرمائے گا۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا أَنَسُ سَلِّمْ عَلَى مَنْ لَقِيتَ يَزِيدُ اللهُ فِي حَسَنَاتِكَ وَ

---

(۶۸۲) کافی، ج۲، ص۶۴۴

(۶۸۳) مجموعہ ورام، ج۱، ص۱۴۰

سَلِّمْ فِي بَيْتِكَ يَزِيدُ اللهُ فِي بَرَكَتِكَ» (۶۸۴)

اور سلام کرنے کے فوائد و آثار میں سے ایک یہ ہے کہ سلام کے لئے ستر ۷۰ نیکیوں کا ثواب ہے، جس میں سے ۶۹ نیکیوں کا ثواب سلام کرنے والے کو ملتا ہے اور ایک نیکی کا ثواب جواب دینے والے کو، جیسا کہ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: سلام کے لئے ستر ۷۰ حسنہ (نیکیاں) ہیں جن میں سے انہتر ۶۹ سلام کرنے والے کے لئے اور ایک جواب دینے والے کے لئے ہیں۔

«قَالَ [الإمامُ الحُسَين] عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِلسَّلَامِ سَبْعُونَ حَسَنَةً تِسْعٌ وَ سِتُّونَ لِلْمُبْتَدِئِ وَ وَاحِدَةٌ لِلرَّادِّ» (۶۸۵)

ان روایات میں واضح لفظوں کے ساتھ سلام کرنے کا حکم اور اس کے فوائد کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ گھر والوں کو اور معاشرے میں دوسرے لوگوں کو سلام کرنے کا نتیجہ نیکیوں اور اعمال میں اضافہ، عظیم اجر و ثواب کا حصول اور دنیا میں باعث خیر و برکت بیان کیا گیا ہے۔

اسی لئے آئمہ معصومین علیہم السلام اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کی سیرت میں یہ چیز بہت واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے کہ ہمیشہ مؤمنین کو سلام کرنے میں سبقت و پہل کرتے تھے اور کوئی بھی شخص سلام کرنے پر ان سے سبقت حاصل نہیں کر سکتا تھا، یہی سیرتِ آئمہ معصومین علیہم السلام ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اور ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنی زندگی اس طرح گزاریں جس طرح آئمہ معصومین علیہم السلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں، لہٰذا جب بھی کسی سے ملاقات ہو کسی سے سامنا ہو تو کلام کی ابتداء سلام سے کرنی چاہئے اور کوشش کریں کہ سلام کی ابتداء خود کریں تا کہ سلام کرنے کا عظیم اجر و ثواب

---

(۶۸۴) بحار الانوار، ج ۷۶، ص ۳

(۶۸۵) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۲۰

اور سلام کی برکات کو حاصل کر سکیں۔

البتہ سلام کرنے کی اہمیت و فضیلت اور اس کے دنیا و آخرت میں آثار و فوائد کو تفصیل کے ساتھ ہم نے اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کیا ہے، مزید تفصیلات کے لئے اس کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۸) ایک دوسرے کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا:

اجتماعی و معاشرتی اخلاق و وظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ ایک دوسرے کے ساتھ تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آنا ہے، جیسا کہ حضرت امام رضاؑ نے اپنے ایک صحابی کو تواضع و انکساری سے پیش آنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے اوپر تواضع و انکساری کو لازم و واجب قرار دو۔

«قَالَ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: اِتَّقُوا اللهَ وَ عَلَيْكُمْ بِالتَّوَاضُعِ»[681]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام حسن عسکریؑ نے تواضع و انکساری کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو اپنے برادرانِ دینی کے حقوق کو جانتا ہے اور پھر ان کو ادا کرنے کی سختی کے ساتھ کوشش کرتا ہے اس کی شان و منزلت خدا کے نزدیک بہت عظیم و بلند ہے اور وہ شخص جو دنیا میں اپنے برادرانِ دینی کے سامنے تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آئے تو وہ شخص اللہ کے نزدیک صدیقین اور علی بن ابی طالبؑ کے حقیقی و سچے شیعوں میں سے شمار ہوتا ہے۔

«قَالَ اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَعْرَفُ اَلنَّاسِ بِحُقُوقِ إِخْوَانِهِ، وَ أَشَدُّهُمْ قَضَاءً لَهَا، أَعْظَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ شَأْناً، وَ مَنْ تَوَاضَعَ فِي اَلدُّنْيَا لِإِخْوَانِهِ فَهُوَ عِنْدَ اللهِ مِنَ اَلصِّدِّيقِينَ،

---

[681] مشکاۃ الانوار، ج۱، ص۳۰

وَ مِنْ شِيعَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ حَقّاً»[۶۸۷]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے تواضع وانکساری کو رفعت وبلندی کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اس چیز سے خوش ہو جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتی ہے (جو اللہ کو پسند ہے) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو وہ چیز عطا فرمائے گا جو اسے خوش کرے اور جو شخص اس چیز سے خوش ہو جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے وہ چیز ظاہر کرتا ہے جس سے وہ شخص ناراحت و پریشان ہو اور جس نے حرام طریقہ سے مال کسب کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے فقر و تنگدستی دیتا ہے اور جو شخص اللہ کی خاطر تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ اسے سرفرازی وبلندی عطا فرماتا ہے اور جو شخص رضائے خدا کی تلاش وکوشش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی راضی رکھتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): مَنْ أَسَرَّ مَا يُرْضِي اللهَ (عَزَّ وَ جَلَّ) أَظْهَرَ اللهُ لَهُ مَا يَسُرُّهُ، وَ مَنْ أَسَرَّ مَا يُسْخِطُ اللهَ (تَعَالَى) أَظْهَرَ اللهُ لَهُ مَا يَحْزُنُهُ، وَ مَنْ كَسَبَ مَالاً مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ أَفْقَرَهُ اللهُ (عَزَّ وَ جَلَّ)، وَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ، وَ مَنْ سَعَى فِي رِضْوَانِ اللهِ أَرْضَاهُ اللهُ»[۶۸۸]

اسی طرح مولائے کائنات نے تواضع وانکساری کو عظیم ترین عبادت قرار دیتے ہوئے اپنی آخری وصیت میں ارشاد فرمایا: تمہارے اوپر تواضع وانکساری سے پیش آنا لازم وواجب ہے کیونکہ تواضع تمام عبادات میں سے عظیم ترین عبادت ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي وَصِيَّتِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ عَلَيْكَ بِالتَّوَاضُعِ فَإِنَّهُ مِنْ أَعْظَمِ

---

[۶۸۷] تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص ۳۲۵

[۶۸۸] امالی طوسی، ص ۱۸۲

اَلْعِبَادَةِ»[۶۸۹]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شاگردوں کے ساتھ تواضع کی مثال

تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آنے کی ایک بہترین مثال حضرت عیسیٰ کی ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے کہ جب خدا کا نبی اپنے غلاموں اور شاگردوں کے ساتھ اس طرح انکساری و عاجزی سے پیش آتا ہے تو ہمیں بھی چاہئے کہ خدا کے منتخب نمائندوں کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیتے ہوئے اپنی زندگی میں اس صفت کو اپنی زندگی کا ایک اہم ترین جزء و حصہ قرار دیں، تا کہ ہم بھی اولیاء و انبیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرتے ہوئے دنیا و آخرت کی سعادت وخوشبختی کو حاصل کر سکیں اور آخرت میں انہی ہستیوں کے ساتھ محشور ہونے میں کامیاب ہو سکیں۔

حضرت عیسیٰ کا مثالی واقعہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو جمع کر کے فرمایا: میں تم سے ایک حاجت رکھتا ہوں وہ میری پوری کر دو، حواریوں نے عرض کیا اے روح اللہ ضرور بالضرور ہم آپ کی حاجت کو پورا کریں گے، توجنابِ عیسیٰ اٹھے اور ان کے پیر دھوئے، تو شاگردوں اور حواریوں نے کہا اے روح اللہ آپ سے زیادہ تو ہم اس چیز کا حق رکھتے ہیں کہ ہم آپ کے پیر دھلائیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: (میں نے تمہارے پاؤں کو اس لئے دھویا ہے تاکہ آپ تواضع کرنا سیکھیں اور انسانیت کی خدمت کرنے کا درس حاصل کریں، کسی کے سامنے غرور و تکبر سے پیش نہ آنا، خود کو دوسروں سے افضل نہ سمجھنا، دیکھو میں روح اللہ، اولوالعزم پیغمبر، صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہوں پھر بھی)

---

[۶۸۹] مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۲۹۶

اور برائیوں کی پردہ پوشی کرنا اور جتنا ممکن ہو سکے ایک دوسرے کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ہے اور ہر وہ کام جو مؤمنین کی توہین، تحقیر اور لوگوں کے سامنے رسوائی و ذلت کا سبب بنے اس سے اجتناب کرنا اہم ترین فریضہ ہے، انبیاء و معصومینؑ کے علاوہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خامی، غلطی، کمزوری، برائی اور عیب وغیرہ موجود ہونا اور پایا جانا عین ممکن ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کے عیوب و برائیوں سے ہم مطلع و آگاہ ہو جائیں لیکن یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ بجائے اس کے کہ اس کی برائی و خامی کو فاش کرکے اس کو معاشرے میں ذلیل و رسوا کریں بلکہ قرآن و احادیثِ آلِ محمدؐ کے ذریعہ سے ہمیں یہ درس و سبق اور حکم ملا ہے کہ اس کی آبرو، عزت اور شخصیت کی حفاظت کرتے ہوئے اس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں اور اس کے راز کو اپنے دل میں دفن کر دیں اور کسی کے سامنے اس کے عیوب و خامیوں کو ذکر نہ کریں تاکہ معاشرے میں اس کی عزت و آبرو محفوظ رہ سکے۔

کسی کے عیوب کو فاش کرنے کی مذمت

دوسروں کے عیوب کو فاش کرنا اور لوگوں کو بتانا گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے اور اس گناہ کو انجام دینے والوں کے لئے پروردگارِ عالَم نے جہنم کی وعید سنائی ہے، جیسا کہ سورہ ہمزہ میں دوسروں کی عیب جوئی اور بدگوئی کی مذمت کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: جہنم ہے ہر اس شخص کے لئے جو دوسروں کی عیب جوئی اور بدگوئی (غیبت) کرے۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الهمزة/ ۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے عیوب کی جستجو کرنے اور پھر دوسروں کے عیوب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے والوں میں سے ہر ایک کو جہنمی قرار دیا ہے۔

اسی طرح احادیثِ معصومینؑ میں بھی دوسروں کے عیوب کی جستجو کرنے اور پھر ان کے عیوب کو

میں تمہارے سامنے اس لئے تواضع اور فروتنی سے پیش آ رہا ہوں اور پاؤں کو دھو رہا ہوں تاکہ اس طریقہ سے تمہیں ادب سکھاؤں اور تواضع کی تعلیم دوں پھر یہ جملہ فرمایا: کہ تواضع وفروتنی ہی کے ذریعہ سے حکمت کا حصول ممکن ہے نہ کہ تکبر وغرور سے اور اسی طرح نرم زمین میں ہی سبزہ اگتا ہے نہ کہ بنجر وپتھریلی زمین میں۔

«أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ رَفَعَهُ قَالَ: قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ع يَا مَعْشَرَ الْحَوَارِيِّينَ لِي إِلَيْكُمْ حَاجَةٌ اقْضُوهَا لِي قَالُوا قُضِيَتْ حَاجَتُكَ يَا رُوحَ اللهِ فَقَامَ فَغَسَلَ أَقْدَامَهُمْ (۶۹۰) فَقَالُوا كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا يَا رُوحَ اللهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِالْخِدْمَةِ الْعَالِمُ إِنَّمَا تَوَاضَعْتُ هَكَذَا لِكَيْمَا تَتَوَاضَعُوا بَعْدِي فِي النَّاسِ كَتَوَاضُعِي لَكُمْ ثُمَّ قَالَ عِيسَى ع بِالتَّوَاضُعِ تُعْمَرُ الْحِكْمَةُ لَا بِالتَّكَبُّرِ وَ كَذَلِكَ فِي السَّهْلِ يَنْبُتُ الزَّرْعُ لَا فِي الْجَبَلِ» (۶۹۱)

ان تمام روایات کی روشنی میں ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ اجتماعی ومعاشرتی زندگی کو خوشگوار و کامیاب بنانے کیلئے جتنا ممکن ہو سکے ایک دوسرے کے ساتھ تواضع، فروتنی وانکساری سے پیش آئیں اور ایک دوسرے کی عزت واحترام کا خیال رکھیں اور ہر طرح کی انانیت، تکبر وغرور اور بڑائی کے اظہار کرنے سے اجتناب وپرہیز کریں۔

۱۹) ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کرنا:

اجتماعی ومعاشرتی اخلاق ووظائف میں سے ایک اہم ترین وظیفہ ایک دوسرے کے عیوب، خامیوں

---

(۶۹۰) [illegible]

(۶۹۱) الکافی ج ۱ ص ۳۷

دوسروں کے سامنے برملا اور بیان کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو روئے زمین پر بدترین لوگ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے اصحاب سے خطاب کر کے فرمایا:

کیا میں تم لوگوں کے ان افراد سے باخبر و آگاہ کروں جو تم میں سے بدترین انسان ہیں؟ تو اصحاب نے عرض کی کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ بالکل فرمایئے، آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ (بدترین افراد ہیں) جو ایک دوسرے کی چغلی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی برائیوں کو بیان کرکے ان کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں اور ہمیشہ لوگوں کے عیوب کی تلاش و جستجو میں رہتے ہیں۔

«فِي وَصِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ : أَنَّهُ قَالَ لِأَصْحَابِهِ أَ لَا أُخْبِرُكُمْ بِشِرَارِكُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْمَشَّاءُونَ بِالنَّمِيمَةِ الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُونَ لِلْبُرَاءِ الْعَيْبَ» [۷۶۳]

عیوب کی پردہ پوشی نہ کرنے کا بدترین انجام

معاشرتی زندگی میں جو شخص دوسروں کے عیوب و گناہوں کی پردہ پوشی نہیں کرتا اور ان کے عیوب کو دوسروں کے سامنے بیان کر کے ان کی رسوائی کا سبب بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کے عیوب و گناہوں کو سرعام و برملا کرتا ہے تاکہ یہ شخص بھی اسی طرح رسوا و ذلیل ہو جس طرح اس نے میرے بندے کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کی ہے اور اردو میں کہاوت بھی ہے کہ؛

جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے صحابی ابی برزہ سے روایت ہے کہ: (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) ہم نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے فوراً بعد (معمول کے بغیر) جلدی سے رسولِ

---

[۷۶۳] بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۲۱۲

اکرم ﷺ مسجد کے دروازہ کی طرف روانہ ہوئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر با آوازِ بلند ایک اہم اعلان فرمایا: اے لوگو جو اپنی زبان سے ایمان لا چکے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ابھی تک ایمان راسخ نہیں ہوا، سنو! مومنین کی خامیوں، برائیوں، گناہوں اور پوشیدہ عیوب کی جستجو نہ کرو، کیونکہ جس کسی نے بھی مومنین کی خامیوں، برائیوں، گناہوں اور عیوب کی جستجو کی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی تمام خامیوں، گناہوں اور عیوب کی جستجو کر کے ان کو برملا کر دیتا ہے اگرچہ کہ وہ شخص اپنے گھر میں کسی سوراخ میں پوشیدہ ہی کیوں نہ ہو کے بیٹھ جائے۔

«عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثُمَّ انْصَرَفَ مُسْرِعاً حَتَّى وَضَعَ يَدَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَ لَمْ يُخْلِصِ الْإِيمَانَ إِلَى قَلْبِهِ لَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَاتِ الْمُؤْمِنِينَ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ وَ مَنْ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ فَضَحَهُ وَ لَوْ فِي جَوْفِ بَيْتِهِ»[۷۳]

عیوب کی پردہ پوشی کرنے کی فضیلت

معاشرے میں وہ لوگ جو دوسروں کے عیوب و خامیوں کی پردہ پوشی و حفاظت کرتے ہوئے ان کی عزت و آبرو کو بچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت دونوں میں ان افراد کے عیوب و خامیوں کو دوسرے لوگوں سے محفوظ رکھتے ہوئے ان کی عزت و آبرو کو بچاتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: وہ شخص جو دنیا میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ بھی روزِ قیامت اس کے عیوب کو چھپاتا ہے اور لوگوں کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: مَنْ سَتَرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فِي الدُّنْيَا فَلَمْ يَفْضَحْهُ سَتَرَهُ اللهُ يَوْم

---

[۷۳] المحاسن، ج۱، ص ۱۰۴

الْقِيَامَةِ» [۱۹۳]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے دوسروں کے گناہ و عیوب کو چھپانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو کسی مسلمان بھائی کے عیوب و گناہوں سے باخبر ہونے کے باوجود ان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ بھی روزِ قیامت اس کے گناہوں اور عیوب کو لوگوں کے سامنے چھپالیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: مَنْ عَلِمَ مِنْ أَخِيهِ سَيِّئَةً فَسَتَرَهَا، سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [۱۹۴]

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت امام محمد باقرؑ نے دوسروں کی پردہ کو واجب ولازم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک مؤمن پر واجب ہے کہ دوسرے مؤمن کے کم از کم ستر گناہانِ کبیرہ کی حفاظت و پردہ پوشی کرے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَجِبُ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَنْ يَسْتُرَ عَلَيْهِ سَبْعِينَ كَبِيرَةً» [۱۹۵]

پردہ پوشی کرنے کا بہترین انجام

جس طرح معاشرتی زندگی میں دوسروں کے عیوب و گناہوں کو بیان کرنے کی مذمت اور اس کے بدترین نتائج بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح پردہ پوشی کی فضیلت اور ان کے بہترین انجام کو بھی روایات میں بیان کیا گیا ہے، دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے کے بہت سارے فضائل و نتائج ہیں مثلاً جو شخص کسی مومن کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت دونوں میں اس شخص کی اس کے گناہوں اور عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور اس کی عزت و آبرو کو بچاتا ہے، جیسا کہ حضرت امام

---

[۱۹۳] جامع الصغیر، ج۲، ص۶۰۹

[۱۹۴] منتخب میزان الحکمہ، ص۲۷۱

[۱۹۵] الکافی، ج۲، ص۲۰۷

صادقؑ کا فرمان ہے کہ: جو شخص کسی مؤمن کے عیوب و گناہوں کی پردہ پوشی کرتے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں اس کے ستر گناہوں اور عیوب کی پردہ پوشی فرماتا ہے، مزید آپؑ نے فرمایا: جو شخص دوسرے مؤمنین کی بھلائی، خیر خواہی اور مدد کرنے کی فکر میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی بھلائی، خیر خواہی اور مدد کرتا ہے، پس اس نصحت پر عمل کر کے فائدہ حاصل کرو اور ہمیشہ نیک عمل کرنے کی طرف رغبت رکھو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: ... وَ مَنْ سَتَرَ عَلَى مُؤْمِنٍ عَوْرَةً سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ سَبْعِينَ عَوْرَةً مِنْ عَوْرَاتِهِ الَّتِي يُخَلِّفُهَا فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ قَالَ وَ إِنَّ اللهَ لَفِي عَوْنِ الْمُؤْمِنِ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فَانْتَفِعُوا فِي الْعِظَةِ وَ ارْغَبُوا فِي الْخَيْرِ»[۲۴]

عیوب کی طرف شائستہ طریقہ سے راہنمائی کرنا

عیوب کو چھپانے اور پردہ پوشی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس شخص کے اندر خامیاں، برائیاں اور عیوب پائے جاتے ہیں اس کو آگاہ نہ کرے، بلکہ جہاں پر دوسروں کے سامنے کسی مؤمن کے عیوب کی پردہ پوشی ضروری ہے وہیں پر خود اس مؤمن کو اس کے اپنے عیوب سے شائستہ اور بہترین طریقہ سے آگاہ کرنا بھی ضروری ولازم ہے۔ تاکہ یہ مؤمن اپنی خامیوں اور عیوب کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے۔

شائستہ طور پر مؤمن کو اس کے عیوب کی طرف آگاہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے کسی ایسے پوشیدہ اور پنہاں مقام پر اس کو اپنے عیوب کی طرف متوجہ کرے کہ کسی دوسرے فرد کو اس کی ہوا تک نہ لگے تاکہ اس کی پردہ پوشی بھی باقی رہے اور اپنے عیوب سے متوجہ بھی ہو جائے۔

---

[۲۴] المؤمن، ص ۳۶

جیسا کہ حضرتِ امام حسن عسکریؑ نے مؤمنین کو ایک دوسرے کے عیوب سے متوجہ کرنے کا شائستہ ترین طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے برادرِ دینی کو پوشیدہ و پنہاں مقام پر اس کے عیوب و گناہوں سے باخبر کرے تو گویا اس نے اپنے برادرِ دینی کو عزت و زینت دی اور جس نے علانیہ طور پر اور سب کے سامنے کسی کو نصیحت کی تو گویا اس نے اپنے برادرِ دینی کو ذلیل و رسوا کیا۔

«قَالَ الإمَامُ الحَسَنُ العَسکَری عَلَیهِ السَّلاَمُ: مَنْ وَعَظَ أخَاهُ سِرّاً فَقَدْ زَانَهُ وَ مَنْ وَعَظَهُ عَلاَنِيَةً فَقَدْ شَانَهُ»[۲۶۸]

اسی طرح حضرت امام صادقؑ نے پوشیدہ طور پر ایک دوسرے کے عیوب کی طرف راہنمائی کرنے اور توجہ دلانے کو ایک بہترین ہدیہ و تحفہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میرا محبوب ترین دوست اور بھائی وہ شخص ہے جس نے مجھے میرے اپنے عیوب کی طرف راہنمائی کر کے مجھے ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيهِ السَّلاَمُ : أَحَبُّ إِخْوَانِي إِلَيَّ مَنْ أَهْدَى إِلَيَّ عُيُوبِي»[۲۶۹]

اپنے عیوب کی اصلاح کی ضرورت

ہر انسان کا ایک اہم ترین فریضہ و ذمہ داری اپنے عیوب و خامیوں کی اصلاح کرنا ہے اور جب تک انسان اپنی خامیوں، برائیوں اور عیوب کی اصلاح نہ کرے تو وہ دنیا و آخرت دونوں کی سعادت و کامیابی کو حاصل نہیں کر سکتا اور اس کے مقابل میں وہ شخص جو اپنی خامیوں، برائیوں اور عیوب کی طرف متوجہ بھی ہوتا ہے اور مسلسل ان کی اصلاح کرنے کی کوشش میں بھی لگا رہتا ہے، ایسے شخص کو پروردگارِ عالم نے واقعی کامیاب و خوش نصیب انسان قرار دیا ہے، جیسا کہ سورہ شمس میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ قسمیں

---

[۲۶۸] تحف العقول، ص ۴۸۹

[۲۶۹] الاختصاص، ص ۲۴۰

کھانے کے بعد یہ اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ: بے شک کامیاب وسعادت مند ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو ہر خامی، برائی اور عیب سے پاک کرلیا۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ (الشمس/ ۹)

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے سب سے بینا اور صاحبِ بصیرت انسان اس شخص کو قرار دیا ہے جو اپنی خامیوں، برائیوں اور عیوب سے آگاہ ہو اور ان کی اصلاح کرے اور خود کو گناہوں سے نجات دے۔

«أَبْصَرُ النَّاسِ مَنْ أَبْصَرَ عُيُوبَهُ وَ أَقْلَعَ عَنْ ذُنُوبِهِ» [۴۰۰]

اسی طرح ایک اور مقام پر امیر المؤمنینؑ نے صاحبِ بصیرت کی نشانی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص اپنے عیوب کی طرف دیکھتا ہے وہ دوسروں کی عیب جوئی سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

«مَنْ أَبْصَرَ عَيْبَ نَفْسِهِ لَمْ يَعِبْ أَحَداً» [۴۰۱]

اسی طرح حضرت امام سجادؑ نے بھی مقامِ مناجات میں مؤمنین کو اپنی اصلاح کرنے کی دعا کرنے کا سلیقہ و انداز سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے پروردگارا! میرے اندر کوئی ایسی خامی نہ چھوڑنا جس سے معاشرے میں بدنام ہو جاؤں مگر یہ کہ میری اس خامی کی تو اصلاح فرمادے اور کوئی ایسا عیب نہ چھوڑنا جس کی وجہ سے میری سرزنش وتوہین ہو مگر یہ کہ تو اسے خوبی میں بدل دے اور میرے وجود میں کسی خامی کو نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اسے بزرگی وکمال میں بدل دے۔

«اللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ خَصْلَةً تُعَابُ مِنِّي إِلَّا أَصْلَحْتَهَا، وَ لَا عَائِبَةً أُوَنَّبُ بِهَا إِلَّا حَسَّنْتَهَا، وَ

---

[۴۰۰] غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۹۷

[۴۰۱] غرر الحکم، ج ۱، ص ۶۱۲

لَا أَكْرُومَةَ فِيَّ نَاقِصَةً إِلَّا أَتْمَمْتَهَا»[۲۰۲]

۲۰)ایک دوسرے سے خوشحالی وخندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا:

اجتماعی و معاشرتی اخلاق و ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ خوشحالی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس انداز سے ملنا اور پیش آنا ہے کہ سامنے والے کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ بندہ میرا بہت چاہنے والا، خیر خواہ اور دوست ہے۔ اور روایات میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے خوشی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنے اور ملنے کی بہت زیادہ تاکید وفضیلت بیان کی گئی ہے، جبکہ اس کے مقابل میں ناراضگی، غرور، غصّہ کے ساتھ اور چہرے کو بگاڑ کر ملاقات کرنے کی شدت کے ساتھ مذمت کی گئی ہے، خوشحالی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنے کو اُلفت، محبت اور قربِ خدا کا سبب قرار دیا گیا ہے، جبکہ ناراضگی وغصّہ کی حالت میں ملاقات کرنے کو دشمنی، نفرت اور خدا سے دوری کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنے کی سفارش کی ہے، جیسا کہ امام باقرؑ نے فرمایا: ایک شخص رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں؛ تو حضور ﷺ نے ان کو بہت ساری چیزوں کے بارے میں نصیحت کی، جن میں سے ایک یہ تھی کہ جب بھی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرو تو خندہ پیشانی وخوشحالی کے ساتھ ملو۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللهِ ص رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي فَكَانَ فِيمَا

---

[۲۰۲] صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۰

أوْصَاهُ أنْ قَالَ الْقَ أخَاكَ بِوَجْهٍ مُنْبَسِطٍ» [۷۰۲]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ کسی نے حضرت امام صادقؑ سے سوال کیا: خوش اخلاقی کیا ہے؟ تو آپؑ نے خوش اخلاقی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: تواضع وانکساری سے پیش آنا، بہترین کلام وگفتگو کرنا اور برادرانِ دینی کے ساتھ خوشحالی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا۔

«عَنْ أبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا حَدُّ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ تُلِينُ جَنَاحَكَ وَ تُطِيبُ كَلَامَكَ وَ تَلْقَى أخَاكَ بِبِشْرٍ حَسَنٍ» [۷۰۳]

خوشحالی وخندہ پیشانی سے ملاقات کرنے کے آثار وفوائد

معاشرے میں لوگوں کے ساتھ خوشحالی وخندہ پیشانی سے پیش آنے کے بہت سارے آثار و فوائد ہیں جن کی طرف روایات میں متوجہ کیا گیا ہے اور انہی آثار وروایات کی خاطر زندگی میں اخلاق، خوشحالی اور خندہ پیشانی سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے، خوشحالی وخندہ پیشانی سے پیش آنا در حقیقت دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی اور ایک خوشحال زندگی کو پانے کا موثر ترین ذریعہ ہے، ذیل میں خندہ پیشانی کے عظیم فوائد وآثار میں سے چند اہم ترین فوائد کی طرف روایات کی روشنی میں اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱) خوشحالی وخندہ پیشانی تقربِ الٰہی کا سبب؛

حضرتِ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: خوشحالی وخندہ پیشانی سے ملاقات کرنا الفت ومحبت اور تقربِ الٰہی کا سبب ہے اور چہرے کو بگاڑ کر اور غصہ کی حالت میں ملاقات کرنا عداوت ودشمنی اور خدا کی دوری کا باعث ہے۔

---

[۷۰۲] الکافی، ج ۲، ص ۱۰۳

[۷۰۳] الکافی، ج ۲، ص ۱۰۳

«قَالَ الباقرع الْبِشْرُ الْحَسَنُ وَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ مَكْسَبَةٌ لِلْمَحَبَّةِ وَ قُرْبَةٌ مِنَ اللهِ وَ عُبُوسُ الْوَجْهِ وَ سُوءُ الْبِشْرِ مَكْسَبَةٌ لِلْمَقْتِ وَ بُعْدٌ مِنَ اللهِ»[۷۰۵]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام باقرؑ نے خوشحالی وخندہ پیشانی کے آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: خوشحالی وخندہ پیشانی الفت ومحبت اور تقربِ الٰہی کا باعث ہے، جبکہ اس کے مقابل میں بدخُلقی اور چہرے کا بگاڑ کر ملنا نفرت وعداوت اور خدا کی دوری کا سبب ہے، پھر آپؑ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذکر کرتے ہوئے فرمایا: بے شک تم لوگ اپنے مال ودولت کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکو گے لہٰذا ان کے دلوں تک رسائی حاصل کرو بہترین اخلاق، خندہ پیشانی اور خوشحالی کے ذریعہ سے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍع قَالَ: الْبِشْرُ الْحَسَنُ وَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ مَكْسَبَةٌ لِلْمَحَبَّةِ وَ قُرْبَةٌ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ عُبُوسُ الْوَجْهِ وَ سُوءُ الْبِشْرِ مَكْسَبَةٌ لِلْمَقْتِ وَ بُعْدٌ مِنَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ فَالْقَوْهُمْ بِطَلَاقَةِ الْوَجْهِ وَ حُسْنِ الْبِشْرِ»[۷۰۶]

ان روایات سے یہ بات واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ خوشحالی کے ساتھ پیش آنا اس قدر اہم ولازم ہے کہ یہ چیز نہ صرف لوگوں کی الفت ومحبت کا باعث ہے بلکہ خدا کی خوشنودی اور تقرب الٰہی کا بھی وسیلہ ہے۔

۲) خوش اخلاقی وخندہ پیشانی جنت میں جانے کا سبب؛

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور خوشحالی وخندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات

---

[۷۰۵] تحف العقول، ص ۲۹۶

[۷۰۶] مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۴۵۳

کرنا لوگوں کی محبت و الفت اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے جبکہ بخل و کنجوسی کرنا اور چہرے کو بگاڑ کر لوگوں سے ملنا خدا سے دوری اور جہنم میں داخل ہونے کا باعث ہے۔

«قَالَ الصادق علیه السلام: صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ وَ حُسْنُ الْبِشْرِ- يَكْسِبَانِ الْمَحَبَّةَ وَ يُدْخِلَانِ الْجَنَّةَ وَ الْبُخْلُ وَ عُبُوسُ الْوَجْهِ يُبْعِدَانِ مِنَ اللهِ وَ يُدْخِلَانِ النَّارَ» [٤٠٧]

۳)خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا جنت کے واجب ہونے کا سبب؛

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: تین عظیم صفات ایسی ہیں کہ جن میں سے ایک صفت بھی اگر کسی کے اندر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کو واجب قرار دے دیتا ہے؛

۱)ناداری و تنگدستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۲)دنیا میں تمام لوگوں کے ساتھ خوشحالی و خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا۔

۳)اپنے وجود سے ہر ایک کو انصاف فراہم کرنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ أَتَى اللهَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْإِنْفَاقُ مِنْ إِقْتَارٍ وَ الْبِشْرُ لِجَمِيعِ الْعَالَمِ وَ الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِهِ» [٤٠٨]

خوشحالی و خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا اور ملنا دنیا و آخرت دونوں میں سعادت و خوشبختی اور کامیابی کا سبب ہے، خوشحالی و خندہ پیشانی سے پیش آنا دنیا میں لوگوں کے درمیان اُلفت و محبت کا اور آخرت میں خدا کی رضا و خوشنودی اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے، اس کے علاوہ خندہ پیشانی لوگوں کے درمیان موجود نفرت و عداوت کو ختم کرتی ہے اور تعلقات کو محکم و مضبوط بناتی ہے، یعنی خندہ پیشانی و

---

[٤٠٧] اعلام الدین، ج۱، ص ۱۲۰

[٤٠٨] الکافی، ج۲، ص ۱۰۳

خوشحالی انسان کی دنیا و آخرت دونوں کو بھی جنت بنا دیتی ہے۔

جیسا کہ حضرت بی بی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے فرمایا: مؤمن کے چہرے پر خوشحالی جنت میں جانے کا سبب ہے۔

«قَالَتْ فَاطِمَةُ علیها السلام: اَلْبِشْرُ فِي وَجْهِ الْمُؤْمِنِ يُوجِبُ لِصَاحِبِهِ الْجَنَّةَ»[۷۰۹]

۴)خندہ پیشانی دشمنی و نفرت کو محبت میں بدل دینے کا سبب؛

مولائے کائنات نے اپنے چاہنے والوں کو خوشحالی و خندہ پیشانی اور بہترین اخلاق کے ساتھ زندگی گزارنے کی تاکید کرتے ہوئے اور پھر خوشحالی و خندہ پیشانی کے آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: خوشحالی و خندہ پیشانی دشمنی کی آگ کو بجھا دیتی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ سب سے پہلی نیکی ہے، دوستوں کی خوشحالی کا سبب ہے، خندہ پیشانی انسان کی کرامت و بزرگی کی علامت ہے اور الفت و محبت اور کامیابی کا سبب ہے، پھر آخر میں مولاؑ نے تمام چاہنے والوں کو خوش اخلاقی و خندہ پیشانی کے ساتھ زندگی گزارنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تم سب پر ضروری ہے کہ خوشحالی و خندہ پیشانی کے ساتھ زندگی گزارنا اس لئے کہ یہ چیز محبتوں کو اپنی طرف کھینچنے والی رسی ہے اور خندہ پیشانی سے صرف ملنا نخرے کے ساتھ کچھ عطا کرنے سے بہتر ہے۔

«قَالَ اَمِيرُ الْمُومِنِينَ عَلَيهِ السلامُ: اَلْبِشْرُ يُطْفِي نَارَ الْمُعَانَدَةِ ، اَلْبِشْرُ اَوَّلُ النَّوَالِ ، اَلْبِشْرُ يُونِسُ الرِّفَاقَ ، بِشْرُكَ يَدُلُّ عَلَى كَرَمِ نَفْسِكَ وَ تَوَاضُعُكَ يُنْبِئُ عَنْ شَرِيفِ خُلُقِكَ، حُسْنُ الْبِشْرِ مِنْ عَلَائِمِ النَّجَاحِ، سَبَبُ الْمَحَبَّةِ الْبِشْرُ، عَلَيْكَ بِالْبَشَاشَةِ فَإِنَّهَا حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ ، وَجْهٌ

---

[۷۰۹] تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص ۳۵۴

مُسْتَبْشِرٌ خَيْرٌ مِنْ قَطُوبٍ مُؤْذٍ»[۲۱۰]

۵) خندہ پیشانی ایمان کے کامل ہونے کی علامت:

اسی طرح سرورِ کائنات ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خوشحال وہشاش بشاش حالت میں ملاقات کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کسی بھی مؤمن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہے جب تک کہ اس میں ایک سو تین ۱۰۳ خصلتیں موجود نہ ہوں، ان میں سے ایک خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ہے، مزید آپ نے فرمایا: ہمیشہ خوشحال وہشاش بشاش رہنا، حساس اور دوسروں کی ٹوہ میں نہ رہنا بھی ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ص أَنَّهُ قَالَ: لَا يَكْمُلُ الْمُؤْمِنُ إِيمَانُهُ حَتَّى يَحْتَوِيَ عَلَى مِائَةٍ وَ ثَلَاثِ خِصَالٍ وَ عَدَّ مِنْهَا بِشْرُهُ فِي وَجْهِهِ إِلَى أَنْ قَالَ هَشَّاشاً بَشَّاشاً لَا حَسَّاسٌ وَ لَا جَسَّاسٌ الْخَبَرَ»[۲۱۱]

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاشرتی واجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ خندہ پیشانی وخوشحالی اور بہترین اخلاق کے ساتھ ملنا دنیا وآخرت دونوں کی تمام خوشحالیوں، خوش بختیوں، کامیابیوں اور کامرانیوں کا سبب ہے۔

نوٹ:

اور یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ خندہ پیشانی وخوشحالی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف چہرے پر مسکراہٹ وخوشحالی ہو اور دل میں بغض وکینہ اور نفرت پوشیدہ ہو، کیونکہ اس طرح پیش آنا در

---

[۲۱۰] غرر الحکم، ص ۴۳۳

[۲۱۱] مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۳۵۴

حقیقت منافقت ہے نہ کہ محبت و الفت، بلکہ خوشحالی و خندہ پیشانی کے ساتھ ملنے کا مطلب دل کے اندر جو الفت و محبت پوشیدہ ہے اس محبت و الفت کا اظہار چہرے کی خوشحالی سے کرنا ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فتح خیبر کے دن جنابِ جعفر طیارؓ کی حبشہ سے واپسی پر دل کے اندر موجود و موجزن محبت و الفت کا خندہ پیشانی و خوشحالی کے ساتھ اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مجھے آج دو بہت بڑی خوشیاں نصیب ہوئی ہیں اب مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ زیادہ خوشی کس بات کی ہے، آیا جعفر کی ملاقات کی وجہ سے یا خیبر کی فتح کی وجہ سے۔

«وَ لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ خَيْبَرَ أَتَاهُ الْبَشِيرُ بِقُدُومِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ أَصْحَابِهِ مِنَ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أَسَرُّ بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ» [۶۱۲]

---

[۶۱۲] بحار الانوار، ج۲۱، ص۲۲

فصل ششم

اہل بیتؑ اور ہماری ذمہ داریاں

اجتماعی و اخلاقی اہم ترین وظائف و ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری معاشرے میں اہل بیتؑ کی معرفت و شناخت کرانا، ان کی مجالس برپا کرنا، ان کی عزاداری کرنا اور ان کے پیغام کی نشر و اشاعت کرنا ہے، دنیا میں اہل بیتؑ کے تمام چاہنے والوں کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے مکتبِ اہل بیتؑ کا احیاء کرنا، دنیا کے سامنے مکتبِ اہل بیت کا تعارف کرانا، ان کے پیغامات و تعلیمات کو نشر کرنا، اہل بیتؑ کے فضائل و مقام و منزلت سے آشنا کرانا ہے، اہل بیتؑ کی ولادت و خوشیوں کے ایام میں باشکوہ انداز طریقہ سے محافل و جشن منعقد کرنا اور پھر اس میں اہل بیتؑ کی شان و منزلت کو بیان کر کے لوگوں کی معرفت و محبت میں اضافہ کرنا، اہل بیتؑ کی شہادت و سوگواری کے ایام میں فرشِ عزا بچھانا اور مجالس برپا کرنا اور پھر ان مجالس میں آلِ محمدؐ کے مصائب کو بیان کرتے ہوئے آلِ محمد کے ان مصائب و مظالم کو بیان کرنا جو ان پر اہل بیتؑ کے دشمنوں نے ڈھائے ہیں اور پھر ان مصائب پر گریہ کرنا اور گریہ کرانا، مکتبِ اہل بیتؑ میں بشریت کے لئے جو عظیم پیغام، زندگی کا نظام اور دنیا و آخرت دونوں کی سعادت و خوش بختی حاصل کرنے کا وسیلہ و ذریعہ ہے، ان کو بیان کرنا اہم ترین ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

مکتبِ اہل بیتؑ کے حوالہ سے ہماری ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے چند اہم ترین وظائف و ذمہ داریوں کو اس فصل میں تعلیمات و روایاتِ اہل بیتؑ کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

معرفتِ اہلبیتؑ کی اہمیت وضرورت

آلِ محمد علیہم السلام کے حقوق اور ہماری ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین حق اور ذمہ داری اہلبیتؑ کی معرفت وشناخت حاصل کرنا ہے کہ جس کے بغیر نہ ہی نجات وکامیابی، نہ ہی رضائے الٰہی کا حصول، نہ ہی انسان کیلئے دنیاو آخرت دونوں میں سعادت وخوش بختی اور نہ ہی جنت میں عظیم درجات کا پانا ممکن ہے۔

اور وہ شخص جس کے دل میں اہلبیتؑ کی شناخت ومعرفت کا نور موجود نہ ہو وہ ظاہر میں تو بینا وبصیر ہے لیکن حقیقت میں یہ واقعی نابینا اور اندھا ہے، جسے نہ اہلبیتؑ کی معرفت ہے اور نہ ہی اسے اہلبیتؑ کی عظمت وفضیلت نظر آتی ہے۔ جیساکہ سرورِ کائنات ﷺ نے اہلبیتؑ کی معرفت کو حقیقی نور اور بصیرت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مؤمن کیلئے اصل چراغِ ہدایت اور بصیرت وبینائی ہم اہلبیتؑ کے حق کی معرفت حاصل کرنا ہے اور بدترین نابینا اور اندھا انسان وہ شخص ہے جو ہم اہلبیتؑ کی فضیلت سے نابینا اور اندھا ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : سِرَاجُ الْمُؤْمِنِ مَعْرِفَةُ حَقِّنَا وَ أَشَدُّ الْعَمَى مَنْ عَمِيَ عَنْ فَضْلِنَا» [۷۲۳]

ایک اور طولانی روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے تمام انسانوں کیلئے معرفتِ اہلبیتؑ کو ضروری اور عظیم ترین کامیابیوں کو پانے کا وسیلہ قرار دیا ہے، جو انہوں نے اپنے پیارے اور باوفا صحابی جنابِ سلمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی ہے کہ جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے بارہ جانشینوں کا مفصل نام بنام تعارف کرایا ہے، کہ اس طولانی حدیث میں سے ہم صرف ایک فراز کو آپ کی خدمت

---

[۷۲۳] جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۲۸

میں پیش کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: اے سلمان! جو شخص بھی اہل بیتؑ کی حق معرفت حاصل کرے اور ان کی اقتدا و پیروی کرتے ہوئے زندگی گزارے اور ان کے دشمنوں سے دوری و بیزاری اختیار کرے تو قسم بخدا وہ ہم میں سے ہے اور جہاں ہم وارد ہوں گے وہ بھی وارد ہو گا اور جہاں ہم ٹھہریں گے وہ بھی ہمارے ساتھ ٹھہرے گا۔ یعنی قیامت کے دن خدا کی جانب سے آلِ محمدؐ کو جو عظیم مقام و مرتبہ جنت میں عطا کیا جائے گا، آلِ محمدؐ کے حقیقی چاہنے والے اور ان کی واقعی معرفت رکھنے والے بھی اسی مقام و مرتبہ میں ان کے ساتھ محشور ہوں گے۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا سَلْمَانُ مَنْ عَرَفَهُمْ حَقَّ مَعْرِفَتِهِمْ وَ اِقْتَدَی بِهِمْ وَ وَالَی وَلِيَّهُمْ وَ تَبَرَّأَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَهُوَ وَ اللهِ مِنَّا، يَرِدُ حَيْثُ نَرِدُ وَ يَسْكُنُ حَيْثُ نَسْكُنُ» [illegible]

امام کی معرفت اور خصوصاً زمانہ کے امام کی معرفت اس قدر اہمیت و ضرورت کی حامل ہے کہ اگر امام کی معرفت کے بغیر کوئی شخص دنیا سے چلا جائے تو وہ ہدایت و سعادت کے بجائے جہالت و ضلالت کی موت مرتا ہے۔ جیسا کہ فریقین (سنی و شیعہ) میں متفق علیہ روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر دنیا سے چلا جائے وہ جہالت و ضلالت کی موت مر جاتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» [illegible]

ایک اور مقام پر امامؑ کی معرفت کے بغیر مرنے والوں کی موت کو کفر، نفاق اور ضلالت و گمراہی کی موت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ امام صادقؑ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ: کیا پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ فرمان: (جو اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کئے بغیر مرتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے)، سچ ہے؟ تو امامؑ

[illegible] دلائل الامامہ، ج ۱، ص ۴۴۷

[illegible] بحار الانوار، ج ۳۱، ص ۳۳۲

نے جواب میں فرمایا: ہاں بالکل یہ فرمان سچ ہے اور یہ رسول اللہ کا کلام ہے، مزید امامؑ نے فرمایا: جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کئے بغیر دنیا سے چلا جائے وہ جاہلیتِ کفر، جاہلیتِ نفاق اور جاہلیتِ ضلالت وگمراہی کی موت مرتا ہے۔

«عَنِ الحَارِثِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَنْ مَاتَ لاَ يَعْرِفُ إِمَامَهُ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً قَالَ نَعَمْ قُلْتُ جَاهِلِيَّةً جَهْلاَءَ أَوْ جَاهِلِيَّةً لاَ يَعْرِفُ إِمَامَهُ قَالَ جَاهِلِيَّةً كُفْرٍ وَ نِفَاقٍ وَ ضَلاَلٍ»[۶۱۱]

جس طرح تمام انسانوں پر خدا کی توحید کی معرفت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی معرفت لازم و ضروری ہے اسی طرح ہر زمانہ کے امام اور ہر زمانہ کی حجت کی شناخت و معرفت بھی لازم وضروری ہے کہ جس کے بغیر انسان کیلئے نجات ممکن نہیں ہے، جیسا کہ جنابِ زرارہؓ نے حضرتِ امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ مولا کیا امام کی معرفت واجب ہے؟ تو امامؑ نے جنابِ زرارہؓ کے اس سوال کے جواب میں تین معرفتوں کو تمام انسانوں کیلئے لازم وضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں کیلئے رسول اور اپنی زمین پر تمام مخلوقات کیلئے حجت بنا کر بھیجا ہے، پس جو بھی اللہ پر ایمان لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے اور پھر ان کی اتباع وتصدیق کرے تو اس پر ہم آلِ محمدؑ میں سے امام کی معرفت بھی واجب وضروری ہے۔

«عَنْ زُرَارَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَخْبِرْنِي عَنْ مَعْرِفَةِ الإِمَامِ مِنْكُمْ وَاجِبَةٌ عَلَى جَمِيعِ الخَلْقِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلَى النَّاسِ أَجْمَعِينَ رَسُولاً وَ حُجَّةً لِلهِ عَلَى جَمِيعِ خَلْقِهِ فِي أَرْضِهِ فَمَنْ آمَنَ بِاللهِ وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ وَ اتَّبَعَهُ وَ

---

[۶۱۱] الکافی ج۱، ص ۳۷۷

صَدَقَةٌ فَإِنَّ مَعْرِفَةَ الإِمَامِ مِنَّا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ" [۷۷۳]

قرآنِ مجید کی روشنی میں اہل بیت علیہم السلام کا تعارف

قرآن مجید کی متعدد آیات میں اہل بیتؑ کا تعارف کرایا گیا ہے اور ان کی عظمت اور ان کے مقام و منزلت کو قرآنِ وروایات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اہل بیت علیہم السلام وہ شخصیات ہیں جن کی معرفت خالق حقیقی کی معرفت ہے، جن کی معرفت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ہے، تمام انسانوں پر ان کی شناخت ضروری ہے، جن کا تعارف کراتے ہوئے کبھی ان کی طہارت بیان کی گئی تو کبھی ان کی اطاعت وپیروی کو واجب قرار دیا گیا، کبھی ان سے محبت ومودت رکھنا تو کبھی ان پر درود وسلام پڑھنا ضروری وواجب قرار دیا گیا، کبھی ان کو خلقتِ کائنات کا رمز وراز تو کبھی ان کی معرفت کو دنیا وآخرت دونوں کی سعادت وکامیابی کی ضمانت قرار دیا گیا، کبھی ان کی شان میں آیہ ولایت تو کبھی ان کی سخاوت میں ایک نہیں بلکہ پوری سورہ دہر کو نازل کیا گیا، کبھی ان کی صداقت کی سند میں آیہ مباہلہ تو کبھی ان کی شجاعت میں آیہ شراء کو ذکر کیا گیا، کبھی دشمن کے طعنوں کا جواب دیتے ہوئے سورہ کوثر عطا کی، تو کبھی اپنے پیغمبر کو ناصر ومددگار کی خوشخبری دیتے ہوئے سلطانِ نصیر عطا کیا، کبھی ان کو اکمال دین واتمام نعمت کا سبب تو کبھی ان کو خدا کی رضا وخوشنودی پانے کا وسیلہ قرار دیا، کبھی ان کی ولایت وامامت کو کفر واہل کفر کی مایوسی تو کبھی اپنے لئے پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔

جیسا کہ غدیر خم میں مولائے کائناتؑ کی ولایت وامامت کے اعلان کرنے کے بعد اس ولایت وامامت کو اللہ رب العزت نے دین کے کامل ہونے، نعمتوں کے تمام ہونے اور خدا کی رضا وخوشنودی کے

---

[۷۷۳] الکافی، ج۱، ص۱۸۰

حصول کا سبب و وسیلہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: آج کافر لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، پس تم ان (کافروں) سے نہیں مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

﴿اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدة/ ۳)

اس طرح تمام مسلمانوں پر اہل بیتؑ کی محبت و مودت کو واجب قرار دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے آہل بیتؑ کی شان میں آیہ مودت کو نازل فرمایا: اے حبیب! کہہ دیجئے کہ میں تم سے بھی اجرِ رسالت میں کچھ بھی نہیں چاہتا سوائے اپنے اقرباء سے محبت و مودت کے۔

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی﴾ (شوري/ ۲۳)

اہل بیتؑ وہ ہستیاں ہیں جو ہر قسم کے رجس و گناہ سے پاک ہیں، ہر قسم کے اشتباہات و خطاؤں سے پاک و منزہ ہیں، جیسا کہ آیہ مبارکہ تطہیر میں پروردگارِ عالَم نے اہل بیتؑ کی طہارت و عصمت کو بیان کیا ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ: اے اہل بیت! اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس (آلودگی) کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا﴾ (الأحزاب/ ۳۳)

اہل بیتؑ وہ ہستیاں ہیں جن پر درود و سلام بھیجنا ضروری ہے، خالق اکبر نے قرآنِ پاک میں سرورِ کائنات ﷺ اور ان کی اہل بیت کا تعارف اس انداز سے کرایا ہے کہ پروردگارِ عالَم اور اس کے تمام فرشتے ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے صاحبانِ ایمان تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔

﴿إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الأحزاب/ ٥٦)

تمام فقہاء و علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرنا تمام مسلمانوں پر قرآنِ مجید میں فرض قرار دیا گیا ہے اور نماز کے تشہد میں آلِ محمدؐ پر درود پڑھنا واجب اور جو آلِ محمدؐ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے، جیسا کہ اہل سنت کے بزرگ عالم دین امام شافعی کا مشہور و معروف فتویٰ اور شعر ہے کہ: اے اہل بیت محمدؐ آپ لوگوں کی محبت کو خدا نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے اور آپ لوگوں کی فضیلت و عظمت اور فخر و مباہات کیلئے یہی کافی ہے کہ جو آپ لوگوں پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز قبول نہیں۔

يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمُ فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
يَكْفِيكُمُ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنَّكُمُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ[۵۱۸]

آلِ محمدؐ وہ ہستیاں ہیں جن کی اطاعت کو پروردگارِ عالم نے اپنی اطاعت کے ساتھ تمام انسانوں پر واجب و لازم قرار دی ہے، جیسا کہ سورہ نساء میں ارشادِ رب العزت ہے: اے صاحبانِ ایمان! ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبانِ امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ...﴾ (النساء/ ٥٩)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتوں کو تمام مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے، اللہ کی اطاعت، اللہ کے رسول کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت، اب سوال یہ ہے کہ اولی الامر سے کون سی ہستیاں

---

[۵۱۸] دیوان شافعی از سائیٹ: https://www.aldiwan.net/poem۲۳۶۳۵.html

مراد ہیں کہ جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ واجب قرار دیا ہے، اس کا جواب ذیل میں رسولِ اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

روایات کی روشنی میں اہل بیتؑ کا تعارف

اولی الامر سے مراد کون ہیں؟ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی روایت

ایک تفصیلی روایت رسولِ خدا ﷺ سے جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، جس میں سرورِ کائناتؐ نے اسی آیت کریمہ کے ذیل میں اہل بیتؑ کی عظمت وفضیلت کو بیان کیا اور ان کا تعارف کرایا اور ان کو اپنا جانشین بھی قرار دیا۔ اور اولی الامر سے مراد کون ہیں؟ اس کے جواب میں رسولِ اکرم ﷺ نے بارہ اماموں کا نام بنام ذکر فرمایا اور انہی ہستیوں کو اولی الامر کا مصداق قرار دیا، جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ:

جابر جعفیؒ کہتے ہیں میں نے جناب عبد اللہ ابن جابر انصاریؓ سے سنا ہے انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت ﴿یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر نازل کی تو، میں نے رسولِ خدا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی! یارسول اللہ ﷺ، ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو تو پہچان لیا ہے، لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں کہ جن کی اطاعت کو اللہ نے آپ کی اطاعت کیساتھ ملا کر واجب قرار دیا ہے؟ تو رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: اے جابر! وہ میرے بعد میرے خلفاء اور مسلمانوں کے امام ہیں، ان میں سے پہلے علی ابن ابیطالب ہیں، پھر انکے فرزند حسن، پھر حسین ابن علی، پھر علی ابن الحسین، پھر محمد ابن علی کہ جو تورات میں باقر کے نام سے مشہور ومعروف ہیں، اور اے جابر! تم عنقریب ان کو درک کروگے اور ان سے ملاقات کروگے اور جب ان سے ملاقات کرنا تو میرا سلام ان تک پہنچادینا، پھر جعفر صادق ابن محمد، پھر موسیٰ بن جعفر، پھر علی بن موسیٰ، پھر محمد

بن علی، پھر علی بن محمد، پھر حسن بن علی، پھر میرا ہم نام و میرا ہم کنیت، اللہ کی زمین میں اس کے بندوں پر حجتِ خدا کہ جس کو اللہ نے باقی رکھا ہے، ابن حسن ابن علی (میرا بارہواں جانشین پوری کائنات کا پیشوا و امام وہ ہستی ہیں جو روئے زمین پر قیام قیامت تک حجت الٰہی ہے، وہ بقیۃ الاعظم ہے، انہیں کے طفیل کائنات باقی رہے گی اور پورے جہان کی بقاء کا راز ان ہی کی بقاء سے ہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اپنے اہل سمیت نابود ہو جاتی: «وَ لَوْ خَلَتِ الْأَرْضُ سَاعَةً وَاحِدَةً مِنْ حُجَّةٍ لِلّٰهِ لَسَاخَتْ بِأَهْلِهَا»[۷۷۱]

پھر فرمایا: میرا بارہواں جانشین وہ ہستی ہیں جن کے دستِ امامت سے پوری زمین مشرق و مغرب تک فتح ہو گی، (یعنی انہیں کے ذریعہ سے دین اسلام کائنات کے ہر کونے میں پھیلے گا) پھر فرمایا: یہ وہ ہستی ہیں جو پردہ غیب میں چلے جائیں گے، لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائیں گے اور یہ وہ زمانہ ہو گا کہ عقیدہ غیبت پر کوئی باقی نہیں رہے گا مگر وہ لوگ کہ جن کا ایمان قوی و مضبوط ہو گا، پھر جنابِ جابرؓ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو غیبت کے زمانہ میں مسلمانوں اور شیعوں کو کیا فائدہ ہو گا جبکہ وہ تو غائب ہوں گے؟ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں، اے جابر! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ لوگ ان کی ولایت کے نور سے اس طرح فائدہ اٹھائیں جس طرح سورج بادل کے پردے میں چھپ کر پوری کائنات کو روشنی، حرارت اور گرمی دے کر فائدہ پہنچاتا ہے، اسی طرح امام کی غیبتؑ کے دوران بھی لوگ امام کے وجود سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، پھر فرمایا: اے جابر! میرا یہ جانشین وہ ہستی ہے جو تمام انبیاء کے اسرار و علوم کا وارث و مالک، اسرار الٰہی کا مجموعہ اور کائنات کے تمام علوم کا خزینہ ہو گا، اے جابر! ان باتوں کو تم پوشیدہ رکھنا اور ہر کسی سے بیان نہ کرنا سوائے ان لوگوں کے جو اہل معرفت ہوں ان کو یہ باتیں بتا سکتے ہو۔

[۷۷۱] بحار الانوار، ج۵۱، ص ۱۱۲

«عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ عَرَفْنَا اللهَ وَ رَسُولَهُ فَمَنْ أُولُو الْأَمْرِ الَّذِينَ قَرَنَ اللهُ طَاعَتَهُمْ بِطَاعَتِكَ، قَالَ هُمْ خُلَفَائِي يَا جَابِرُ وَ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ بَعْدِي، أَوَّلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْرُوفُ فِي التَّوْرَاةِ بِالْبَاقِرِ، وَ سَتُدْرِكُهُ يَا جَابِرُ فَإِذَا لَقِيتَهُ فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ، ثُمَّ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ سَمِيِّي وَ كَنِيِّي حُجَّةُ اللهِ فِي أَرْضِهِ وَ بَقِيَّتُهُ فِي عِبَادِهِ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ذَاكَ الَّذِي يَفْتَحُ اللهُ تَعَالَى ذِكْرُهُ عَلَى يَدَيْهِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا ذَاكَ الَّذِي يَغِيبُ عَنْ شِيعَتِهِ وَ أَوْلِيَائِهِ غَيْبَةً لَا يَثْبُتُ فِيهَا عَلَى الْقَوْلِ بِإِمَامَتِهِ إِلَّا مَنِ امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ يَا رَسُولَ اللهِ فَهَلْ يَنْتَفِعُ الشِّيعَةُ بِهِ فِي غَيْبَتِهِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِي وَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالنُّبُوَّةِ إِنَّهُمْ لَيَنْتَفِعُونَ بِهِ يَسْتَضِيئُونَ بِنُورِ وَلَايَتِهِ فِي غَيْبَتِهِ كَانْتِفَاعِ النَّاسِ بِالشَّمْسِ وَ إِنْ جَلَّلَهَا السَّحَابُ يَا جَابِرُ هَذَا مَكْنُونُ سِرِّ اللهِ وَ مَخْزُونُ عِلْمِهِ فَاكْتُمْهُ إِلَّا عَنْ أَهْلِهِ»[۲۰]

اہل بیتؑ امت کیلئے کشتی نجات

اسی طرح اہل بیتؑ کا تعارف کراتے ہوئے ایک اور مقام پر رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی اہل بیتؑ کو سفینہ نوحؑ کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کو نجات کا وسیلہ وذریعہ قرار دیا ہے، اہل بیتؑ سفینہ نجات ہیں، معرفتِ اہل بیتؑ کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے، جس طرح حضرت نوحؑ کی قوم کے لئے نجات کا ذریعہ و

---

[۲۰] بحار الانوار ج ۳۶ ص ۲۴۹

وسیلہ صرف وصرف حضرت نوحؑ کی ہی کشتی تھی جو اس کشتی میں سوار ہوئے وہ نجات پاگئے اور جو لوگ کشتی نوحؑ میں سوار نہیں ہوئے وہ غرق وتباہ ہو گئے، لہٰذا پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے اہل بیتؑ کو کشتی نوحؑ کیساتھ تشبیہ دے کر یہ بتایا ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں نجات کا سبب ان کی کشتی تھی جس کے ذریعہ اس زمانہ کے مؤمنین اس کشتی میں سوار ہو کر ساحل نجات تک پہنچ گئے، اسی طرح سے میری امت کے لئے ساحل نجات تک پہنچے کا ذریعہ میرے اہل بیتؑ ہیں، جو اہل بیتؑ کی کشتی میں سوار ہو جائے وہ دنیا میں ضلالت وگمراہی اور انحرافات سے نجات پاتا ہے جبکہ آخرت میں ہر قسم کے عذاب و عقاب سے نجات پاکر جنت میں کو پانے میں کامیاب ہوتا ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات صلى الله عليه وآله وسلم نے اسی حقیقت کو مختصر جملہ میں اپنی امت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا: بے شک میری اہل ہی کی مثال نوحؑ کی کشتی کی مانند ہے جو اس کشتی سے منہ پھیرے گا وہ غرق ونابود ہو جائے گا اور جو اس میں سوار ہو گا وہ (دنیا و آخرت دونوں میں) نجات پا جائے گا۔

«إِنَّمَا مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ فِي قَوْمِهِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ وَ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا»[۷۲۱]

اہل بیتؑ امت میں پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم کی بزرگ ترین امانت

سرورِ کائنات صلى الله عليه وآله وسلم امت کی نجات کیلئے دو گراں بہا چیزوں کو چھوڑ کر گئے ہیں، ایک قرآنِ مجید اور دوسری اہل بیتؑ، حضور صلى الله عليه وآله وسلم نے امت کی نجات، ہدایت ورہبری کیلئے قرآن واہل بیتؑ کو امت کے درمیان چھوڑ کر گئے ہیں، قرآن آئین زندگی اور ضابطہ حیات ہے، جبکہ اہل بیتؑ اس قرآن کے وارث اور حقیقی مفسّر ہیں کہ جو قرآنِ مجید کے پیغامات اور اس کی تعلیمات کو امت کیلئے اپنے کردار وبیان کے

---

[۷۲۱] بحار الانوار، ج۲۳، ص۱۰۷

ذریعہ سے واضح وروشن کرتے ہیں، اسی وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ نے امت کو ہمیشہ قرآن واہل بیتؑ کے دامن کو تھامے رہنے کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: جب تک قرآن واہل بیتؑ کے ساتھ تمسک رکھو گے ہر گز گمراہ نہیں ہوگے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا، كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي» [۲۲۲]

اہل بیتؑ خدا تک پہنچنے کا وسیلہ

آیاتِ قرآنی اور روایاتِ معصومینؑ سے یہ بات مسلّم ویقینی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کے بعد خدا کی معرفت وشناخت اور خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اہل بیتؑ کی ذواتِ مقدسہ ہیں، جن کو رسولِ خدا ﷺ نے اپنے بعد خدا اور امت کے درمیان محکم ومضبوط رسی اور خدا تک پہنچنے کا وسیلہ وذریعہ قرار دیا ہے اور پروردگارِ عالَم نے بھی تمام لوگوں کو اپنی ذات تک پہنچنے کیلئے اس وسیلہ کو تلاش اور اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے صاحبانِ ایمان ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرتے رہو تا کہ تم سعادت وکامیابی کو پا سکو۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَ جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (المائدة/ ۳۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کو دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی کے حصول کیلئے تین چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے؛

۱) تقویٰ الٰہی اختیار کرنا۔ ۲) خدا تک پہنچنے کیلئے وسیلہ کی تلاش کرنا۔

---

[۲۲۲] اثبات الہداۃ، ج ۲، ص ۱۸۹

۳) اللہ کی راہ میں مسلسل جہاد کرنا۔

جب یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ وسیلہ کیا ہے جس کے تلاش کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے کہ جس وسیلہ کے ذریعہ سے تمام انسان خدا تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: فرزندانِ امام حسینؑ میں سے جو معصوم آئمہ ہیں جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت کرنا ہے، جن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی کرنا ہے، یہی ہستیاں عروۃ الوثقیٰ (اللہ کی مضبوط رسی) اور یہی ہستیاں خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ الله (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): الأَئِمَّةُ مِنْ وُلْدِ الحُسَيْنِ ، مَنْ أَطَاعَهُمْ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَ مَنْ عَصَاهُمْ فَقَدْ عَصَى اللهَ، هُمُ العُرْوَةُ الوُثْقَى، وَ هُمُ الوَسِيلَةُ إِلَى اللهِ تَعَالَى»
[۲۲۳]

اہل بیتؑ خدا کی معرفت کا وسیلہ

دین کی معرفت اور خدا کی معرفت کا واحد وسیلہ اہل بیتؑ ہی ہیں، کسی بھی انسان کو اہل بیتؑ کے بغیر نہ صحیح معنوں میں دین کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدا کی، جیسا کہ امیر المؤمنینؑ سے ایک شخص نے اس آیت ﴿وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ﴾ (الأعراف/ ٤٦) کے بارے میں پوچھا کہ اے امیر المؤمنین یہ اعراف کے مقام پر کون لوگ ہوں گے جو لوگوں کے چہروں کے پہچانیں گے، تو مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ہم (اہل بیتؑ) ہی اعراف ہیں جو اپنے انصار و مددگاروں کو ان کے چہروں سے پہچانیں گے، ہم ہی وہ اعراف ہیں کہ جن کی معرفت کے بغیر اللہ کی معرفت بھی

---

[۲۲۳] تفسیر برہان، ج ۱، ص ۵۲۳

حاصل نہیں کی جا سکتی، ہم ہی وہ اعراف ہیں کہ روزِ قیامت جنت و جہنم کے درمیان کھڑے ہوں گے پس جنت میں کوئی بھی شخص داخل نہیں ہو سکے گا مگر وہ کہ جو ہمیں پہچانتا ہو گا اور ہم اسے پہچانتے ہوں گے اور جہنم میں بھی کوئی شخص داخل نہیں ہو گا مگر وہ کہ جس نے ہمارا انکار کیا ہو گا اور ہم نے اس کا انکار کیا ہو گا۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو لوگوں کو اپنی معرفت کراتا یہاں تک کہ لوگ اللہ کو پہچانتے اور اللہ کی وحدانیت کے قائل ہوتے اور لوگ اللہ تک پہنچ جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اللہ نے ہم (اہل بیتؑ) کو اپنی ذات تک پہنچنے کے دروازے، صراط، سبیل اور وسیلہ قرار دیا ، تاکہ لوگ اس دروازہ و وسیلہ کے ذریعہ سے خدا تک پہنچیں اور خدا کی معرفت وشناخت حاصل کریں۔

«عَنِ الأَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ جَالِساً فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ عَلَى الأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلاًّ بِسِيمَاهُمْ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: «نَحْنُ الأَعْرَافُ نَعْرِفُ أَنْصَارَنَا بِسِيمَاهُمْ، وَ نَحْنُ الأَعْرَافُ الَّذِي لاَ يُعْرَفُ اللهُ إِلاَّ بِسَبِيلِ مَعْرِفَتِنَا، وَ نَحْنُ الأَعْرَافُ نُوقَفُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ ، فَلاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ عَرَفَنَا وَ عَرَفْنَاهُ، وَ لاَ يَدْخُلُ النَّارَ إِلاَّ مَنْ أَنْكَرَنَا وَ أَنْكَرْنَاهُ. وَ ذَلِكَ لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَوْ شَاءَ عَرَّفَ النَّاسَ نَفْسَهُ حَتَّى يَعْرِفُوهُ وَ يُوَحِّدُوهُ وَ يَأْتُونَهُ مِنْ بَابِهِ، وَ لَكِنَّهُ جَعَلَنَا أَبْوَابَهُ، وَ صِرَاطَهُ، وَ سَبِيلَهُ، وَ بَابَهُ الَّذِي يُؤْتَى مِنْهُ» [۱۱۱]

اسی طرح سے اہل بیتؑ ہی کو خدا کی معرفت وشناخت کا وسیلہ قرار دیتے ہوئے امام حسینؑ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خلق نہیں کیا ہے مگر اپنی معرفت کیلئے اور جب لوگ خدا کی معرفت حاصل کریں گے تو اس کی عبادت بھی کریں گے اور جب لوگ خدا کی عبادت وبندگی کریں تو لوگ اس کی عبادت کے ذریعہ سے دوسروں کی عبادت کرنے سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

---

[۱۱۱] مختصر البصائر، ج۱، ص۱۵۳

جب امام حسینؑ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام حسینؑ سے سوال کیا: اے فرزندِ رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی معرفت وشناخت حاصل کرنے کا ذریعہ ووسیلہ کیا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ہر زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کرنا ہی خدا کی معرفت حاصل کرنے کا وسیلہ و ذریعہ ہے، کہ جس امام کی اطاعت کو اللہ نے لوگوں پر واجب قرار دیا ہے (وقت کے امام اور حجتِ خدا کی معرفت کے بغیر خدا کی معرفت کا حصول ممکن نہیں ہے)۔

«عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: خَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ جَلَّ ذِكْرُهُ مَا خَلَقَ الْعِبَادَ إِلاَّ لِيَعْرِفُوهُ فَإِذَا عَرَفُوهُ عَبَدُوهُ فَإِذَا عَبَدُوهُ اسْتَغْنَوْا بِعِبَادَتِهِ عَنْ عِبَادَةِ مَنْ سِوَاهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي فَمَا مَعْرِفَةُ اللهِ قَالَ مَعْرِفَةُ أَهْلِ كُلِّ زَمَانٍ إِمَامَهُمُ الَّذِي يَجِبُ عَلَيْهِمْ طَاعَتُهُ»[1]

اسی طرح ایک اور روایت میں خدا کی معرفت کا ذریعہ صرف وصرف اہل بیتؑ کو قرار دیتے ہوئے حضرت امام باقرؑ نے فرمایا: خدا کی معرفت اور عبادت کی سعادت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس نے ہم اہل بیتؑ میں سے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کی ہو اور جس نے نہ خدا کی معرفت حاصل کی اور نہ ہی ہم اہل بیتؑ میں سے کسی امام کی تو وہ غیر خدا کی معرفت وعبادت کرتا رہا ہے اور خدا کی قسم کہ یہ ضلالت وگمراہی ہی ہے۔

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّمَا يَعْرِفُ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ يَعْبُدُهُ

---

(۱) علل الشرائع، ص۹

مَنْ عَرَفَ اللهَ وَ عَرَفَ إِمَامَهُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ وَ مَنْ لَا يَعْرِفِ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَا يَعْرِفِ الْإِمَامَ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّمَا يَعْرِفُ وَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللهِ هَكَذَا وَ اللهِ ضَلَالًا»[۳۲۶]

اہل بیتؑ خلقتِ کائنات کا سبب

اہل بیتؑ وہ ہستیاں ہیں جن کی خاطر پروردگارِ عالَم نے کائنات کو خلق کیا ہے اور اہل بیتؑ ہی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے پورے نظامِ ہستی کو ایجاد کیا ہے، آسمان کا خیمہ وزمین کا فرش بچھایا، سورج کو روشنی اور چاند کو چاندنی عطا کی، سمندر کو فراوانی اور دریا کو روانی عطا کی ہے، اگر ان ہستیوں کو دنیا میں بھیجنا مقصود نہ ہوتا تو پروردگار کائنات کو خلق ہی نہ کرتا، پروردگارِ عالَم نے اس حقیقت کا اعلان مختلف مقامات پر کیا ہے ،ان میں سے ایک مقام حدیث کساء میں پنجتن پاک کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے ملائکہ اور اے آسمانوں کے رہنے والے، بے شک میں نے آسمان کا خیمہ اور زمین کا فرش نہیں بچھایا، چاند کو نور اور سورج کو روشنی، کشتیوں کو حرکت اور دریاؤں کو روانی عطا نہیں کی مگر ان پانچ ہستیوں کی محبت وطفیل میں کہ جو اس چادر کے نیچے ہیں۔

«فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يا مَلَائِكَتِي وَيا سُكَّانَ سَمواتِي إِنِّي ما خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِيَّةً وَلا أَرْضاً مَدْحِيَّةً وَلا قَمَراً مُنِيراً وَلا شَمْساً مُضِيئَةً وَلا فُلْكاً يدُورُ وَلا بَحْراً يجْرِي وَلا فُلْكاً يسْرِي إِلاَّ فِي مَحَبَّةِ هؤُلاءِ الْخَمْسَةِ الَّذِينَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَاءِ»

پروردگارِ عالَم نے اس فرمان میں واضح لفظوں میں دنیاوالوں پر اس حقیقت کو عیاں کیا ہے کہ اس کائنات کو اہل بیتؑ ہی کی خاطر خلق کیا گیا ہے اور یہی ہستیاں مقصودِ کائنات ہیں۔

اسی طرح پروردگارِ عالم نے دوسرے مقام پر جنابِ آدمؑ کے سامنے اہل بیتؑ وپنجتن پاک کا تعارف

---

[۳۲۶] الکافی، ج۱، ص۱۸۱

کراتے ہوئے ان کو کائنات کی خلقت کا راز اور ہدف قرار دیا ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنابِ آدمؑ کو خلق کر کے ان میں اپنی روح پھونکی تو جنابِ آدمؑ عرش کی دائیں جانب متوجہ ہوئے تو پانچ ہستیوں کو محوِ عبادت پایا۔

توجنابِ آدمؑ نے رب العزت کی بارگاہ میں سوال کیا: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھ سے پہلے بھی کسی بشر کو خلق کیا ہے؟

تو اللہ نے جواب میں ارشاد فرمایا: نہیں۔

پھر جنابِ آدمؑ نے عرض کی: پس یہ کون ہستیاں ہیں جن کے ناموں کو میں دیکھ رہا ہوں؟

تو اللہ تعالیٰ نے پنجتن پاک کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ پانچ ہستیاں تیری اولاد میں سے ہیں، اگر یہ ہستیاں نہ ہوتیں تو میں تجھے خلق نہ کرتا اور نہ ہی جنت، جہنم، عرش، کرسی، آسمان، زمین، ملائکہ، جنوں کو اور نہ ہی دیگر انسانوں کو خلق کرتا، یہ پانچ ہستیاں وہ ہیں جن کے ناموں کو میں نے اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے، پس میں محمود ہوں تو یہ محمد، میں اعلیٰ ہوں تو یہ علی، میں فاطر ہوں تو یہ فاطمہ، میں صاحبِ احسان ہوں تو یہ حسن اور میں محسن ہوں تو یہ حسین ہے، میں نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا ہے کہ کوئی بھی شخص جو میرے پاس آئے اور ان پانچ ہستیوں میں سے کسی کی بھی محبت اس کے دل میں ہو تو میں ضرور بالضرور اسے جنت میں داخل کروں اور اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! جو بھی شخص میرے پاس آئے اور اس کے دل میں ان پانچ ہستیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی بغض ہو اسے ضرور بالضرور اپنی جہنم میں ڈالوں، اے آدم! یہ پانچ ہستیاں میری مخلوق میں سے برگزیدہ ہیں، انہیں ہستیوں کے ذریعہ سے میں نجات پانے والوں کو نجات دیتا ہوں اور انہی کی عداوت و دشمنی کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کو ہلاک کرتا ہوں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ آدَمَ وَ نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ اِلْتَفَتَ آدَمُ يَمْنَةَ الْعَرْشِ فَإِذَا خَمْسَةُ أَشْبَاحٍ فَقَالَ يَا رَبِّ هَلْ خَلَقْتَ قَبْلِي مِنَ الْبَشَرِ أَحَداً قَالَ لاَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَمَنْ هٰؤُلاَءِ الَّذِينَ أَرَى أَسْمَاءَهُمْ فَقَالَ هٰؤُلاَءِ خَمْسَةٌ مِنْ وُلْدِكَ لَوْلاَهُمْ مَا خَلَقْتُكَ وَ لاَ خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ لاَ النَّارَ وَ لاَ الْعَرْشَ وَ لاَ الْكُرْسِيَّ وَ لاَ السَّمَاءَ وَ لاَ الْأَرْضَ وَ لاَ الْمَلاَئِكَةَ وَ لاَ الْجِنَّ وَ لاَ الْإِنْسَ هٰؤُلاَءِ خَمْسَةٌ شَقَقْتُ لَهُمْ اِسْماً مِنْ أَسْمَائِي فَأَنَا الْمَحْمُودُ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ وَ أَنَا الْأَعْلَى وَ هٰذَا عَلِيٌّ وَ أَنَا الْفَاطِرُ وَ هٰذِهِ فَاطِمَةُ وَ أَنَا ذُو الْإِحْسَانِ وَ هٰذَا الْحَسَنُ وَ أَنَا الْمُحْسِنُ وَ هٰذَا الْحُسَيْنُ آلَيْتُ عَلَى نَفْسِي أَنَّهُ لاَ يَأْتِينِي أَحَدٌ وَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ مَحَبَّةِ أَحَدِهِمْ إِلاَّ أَدْخَلْتُهُ جَنَّتِي وَ آلَيْتُ بِعِزَّتِي أَنَّهُ لاَ يَأْتِينِي أَحَدٌ وَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ بُغْضِ أَحَدِهِمْ إِلاَّ أَدْخَلْتُهُ نَارِي يَا آدَمُ هٰؤُلاَءِ صَفْوَتِي مِنْ خَلْقِي بِهِمْ أُنْجِي مَنْ أُنْجِي وَ بِهِمْ أُهْلِكُ مَنْ أُهْلِكُ»[۷۷۳]

اہل بیتؑ کا تعارف زیارتِ جامعہ کی روشنی میں

زیارتِ جامعہ جو کہ حضرت امام علی نقیؑ نے اپنے صحابی موسی بن عبد اللہ نخعی کو تعلیم فرمائی ہے، جس میں امامؑ نے اہل بیتؑ کا تعارف کرایا ہے، در حقیقت زیارتِ جامعہ اہل بیتؑ کی زبانی اہل بیتؑ کا تعارف ہے، جس میں نہ کوئی مبالغہ ہے اور نہ ہی کوئی افراط و تفریط، بلکہ ایک ایک جملہ اہل بیتؑ کی عظمت، فضلت و منزلت کا بیان ہے، جس کی طرف خود معصومؑ نے لوگوں کو متوجہ کیا ہے، زیارتِ جامعہ در حقیقت اہل بیتؑ کے مناقب و فضائل کا جامع اور کامل ترین خزانہ ہے، جس میں اہل بیتؑ کے ایک سو ۱۰۰ سے زائد فضائل و مناقب کو بیان کرکے لوگوں اہل بیتؑ کی شان سے آگاہ کیا گیا ہے، اس زیارت کے چند جملوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

---

[۷۷۳] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۵

«مَنْ والاكُمْ فَقَدْ والَى اللهَ وَمَنْ عاداكُمْ فَقَدْ عادَ اللهَ وَ مَنْ اَحَبَّكُمْ فَقَدْاَحَبَّ اللهَ وَمَنْ اَبْغَضَكُمْ فَقَدْ اَبْغَضَ الله»

اے اہل بیت رسولؐ جس نے تمہیں اپنا دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھااور جس نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اس نے خدا کے ساتھ دشمنی کی، جس نے تمہارے ساتھ محبت کی اس نے خدا کے ساتھ محبت کی اور جس نے تمہارے ساتھ بغض و نفرت رکھی اس نے خدا کیساتھ بغض و نفرت رکھی۔

«اَنْتُمُ السَّبيلُ الأعْظَمُ و الصِّراطُ الأقْوَمُ وَشُهَداءُ دارِالْفَناءِ وَشُفَعاءُ دارِ الْبَقاءِ»

اے اہل بیتِ رسولؐ آپ محکم و مضبوط راستہ ہیں اور آپکا ہی راستہ سیدھا اور مستقیم راستہ ہے اور آپ ہی ہمارے اس دنیا کے اعمال کے گواہ ہیں اور آپ ہی ہیں جو قیامت میں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔

«مَنِ اتَّبَعَكُمْ فَالجَنَّةُ مَأويهُ وَمَنْ خالَفَكُمْ فَالنّارُ مَثْويهُ»

جس نے بھی آپ کی پیروی و اطاعت کی اس کا مقام جنت الفردوس ہےاور جس نے بھی آپ کی مخالفت کی اور آپ کے راستے سے بھٹکا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

«وَمَنْ جَحَدَكُمْ كافِرٌ وَمَنْ حارَبَكُمْ مُشْرِكٌ»

جس نے آپ کا انکار کیا وہ کافر ہوا اور جس نے آپ کے ساتھ جنگ کی وہ مشرک ہوا۔

«السَّلامُ عَلَيكُمْ يا أَهْلَ بَيتِ النُّبُوَّةِ، وَمَوْضِعَ الرِّسالَةِ، وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ، وَمَهْبِطَ الْوَحْى، وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ، وَخُزّانَ الْعِلْمِ، وَمُنْتَهَى الْحِلْمِ، وَأُصُولَ الْكَرَمِ، وَقادَةَ الْأُمَمِ، وَأَوْلِياءَ النِّعَمِ، وَعَناصِرَ الْأَبْرارِ، وَدَعائِمَ الْأَخْيارِ، وَساسَةَ الْعِبادِ، وَأَرْكانَ الْبِلادِ،

وَأَبْوابَ الْإِيمانِ، وَأُمَناءَ الرَّحْمنِ، وَسُلالَةَ النَّبِيِّينَ، وَصَفْوَةَ الْمُرْسَلِينَ، وَعِتْرَةَ خِيَرَةِ رَبِّ الْعالَمِينَ»

آپ پر سلام ہو اے اہل بیت نبوت، اے وہ کہ جن کا گھر رسالت و وحی کا مرکز ہے، جو فرشتوں کی رفت و آمد کی جگہ، رحمت کی کان، علم کا خزانہ، حلم کی انتہا، بزرگی کی بنیادیں، امت کے راہنما، نعمتوں کے نزول کا سبب، نیک لوگوں کی اساس و بنیاد، صالح لوگوں کے ستون، انسانوں کے سیاسی راہنما، ملک و مملکت کے ستون، ایمان کے دروازے، روئے زمین پر پروردگار کے امین، تمام انبیاء میں سے چنے ہوئے اور پروردگار کی منتخب و بہترین ہستی کی عترت و اہل بیت ہیں۔

«سَعَدَ مَنْ والاكُمْ، وَهَلَكَ مَنْ عاداكُمْ،... وَضَلَّ مَنْ فارَقَكُمْ، وَفازَ مَنْ تَمَسَّكَ بِكُمْ، ... وَهُدِيَ مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ، مَنِ اتَّبَعَكُمْ فَالْجَنَّةُ مَأْواهُ، وَمَنْ خالَفَكُمْ فَالنّارُ مَثْواهُ»

جو آپؑ کے در پر آجائے وہ نجات پا جاتا ہے اور جو اس در سے دور ہو جائے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، جس نے آپؑ لوگوں کی ولایت کو قبول کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپؑ لوگوں سے دشمنی کی وہ ہلاک و ناکام ہو گیا، جس نے آپؑ لوگوں کے دامن کو تھام لیا اس نے ہدایت پالی اور جس نے آپؑ لوگوں کی پیروی کی اس نے اپنا مقام جنت میں بنالیا اور جس نے آپؑ لوگوں کی مخالفت کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں قرار دیا۔

اس کے علاوہ اس زیارت کے اندر بہت سے فضائل و مناقب و کمالات و بلندیاں ذکر کی گئی ہیں، جس کو یہاں پر ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے، بہت با معرفت زیارت ہے، اس کو پڑھنے سے اہل بیتؑ کے مقام و منزلت کا ادراک ہوتا ہے۔

معرفتِ اہل بیتؑ کے آثار و فوائد

آیات وروایات کی روشنی میں معرفتِ اہل بیتؑ کے عظیم آثار و فوائد کو ذکر کیا گیا ہے، اہل بیتؑ کی معرفت کے ذریعہ سے انسان دنیاو آخرت دونوں کی عظیم کامیابیوں کو پاسکتا ہے، اہل بیتؑ کی معرفت حقیقت میں وہ عظیم وقیمتی سرمایہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے انسان دنیاو آخرت دونوں کی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ خدا کی رضاو خوشنوذی اور جنت میں آلِ محمدؐ کے ساتھ ابدی سعادت وخوش بختی کو پالیتاہے۔ ویسے تو اہل بیتؑ کی معرفت کے بے شمار آثار ہیں جو روایات میں بیان کئے گئے ہیں لیکن ان میں سے چند اہم ترین آثار و فوائد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

معرفت اہل بیتؑ تمام کامیابیوں کا وسیلہ

رسول خدا ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ جو سنی وشیعہ دونوں کی کتابوں میں موجود ہے، جس میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو خدا میری اہل بیت کی معرفت اور ولایت عطا کردے تو گویا اللہ نے اسے ہر قسم کا خیر عطا کر دیا۔ یعنی اس شخص کو دنیاو آخرت کی تمام کامیابیاں نصیب ہو گئیں اور جس کو اہل بیتؑ کی محبت وولایت نصیب نہ ہو گویا اسے کوئی خیر اور کامیابی عطا نہیں ہوئی۔

لہٰذا معرفت کا حاصل ہونا تمام دنیوی واخروی کامیابیوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ مَنَّ اللهُ عَلَيْهِ بِمَعْرِفَةِ أَهْلِ بَيْتِي وَ وِلَايَتِهِمْ فَقَدْ جَمَعَ اللهُ لَهُ الْخَيْرَ كُلَّهُ»[۸۲۸]

[۸۲۸] امالی شیخ صدوق، ج۱، ص ۴۷۳

معرفت اہل بیتؑ جہنم کی آگ سے ڈھال

ایک اور روایت جس کو بحار الانوار میں علامہ مجلسیؒ نے اہل سنت کی مشہور کتاب ینابیع المودۃ باب المعرفۃ سے نقل کیا ہے اور ہم یہاں پر خود ینابیع المودۃ اور اہل سنت کی ایک اور مشہور کتاب فرائد السمطین سے اس حدیث کو نقل کر رہے ہیں، جس میں حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں: آل محمدؑ کی معرفت جہنم کی آگ کیلئے ڈھال ہے اور آلِ محمدؑ کی محبت پلِ صراط سے گزرنے کیلئے جواز (پروانہ، پاسپورٹ، ویزہ) ہے اور آلِ محمدؑ کی ولایت ہر قسم کے عذاب وعقاب کے لئے امان نامہ ہے۔

عذاب سے مراد مطلق عذاب ہے، چاہے عذابِ قبر ہو یا عذابِ برزخ، عذابِ حشر یا کوئی اور عذاب، ہر قسم کے عذاب کے لئے اہل بیتؑ کی معرفت وولایت امان نامہ ہے۔

«مَعرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَراءَةٌ مِنَ النّارِ، وحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوازٌ عَلَى الصِّراطِ، والوَلايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ أمانٌ مِنَ العَذابِ»

اسی طرح ایک اور روایت جو اہل سنت وشیعہ دونوں کے درمیان موجود ہے اور معتبر بھی ہے جس میں رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں: ہر چیز کیلئے کوئی نہ کوئی اجازت نامہ اور پروانہ ہوتا ہے اور پلِ صراط سے گزرنے کے لئے پروانہ علی ابن ابیطالبؑ کی محبت وولایت ہے۔

«لِكُلِّ شَيْءٍ جَوازٌ وَ جَوازُ الصِّراطِ حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليه السلام»

معرفت اہل بیتؑ آلِ محمدؑ کے ساتھ محشور ہونے کا سبب

معرفتِ آلِ محمدؑ بزرگترین سعادت اور اعلیٰ ترین خوش بختی ہے، حضرت انسان آلِ محمدؑ کی معرفت

ینابیع المودۃ، ج ۱، ص ۷۸؛ فرائد السمطین، ج ۲، ص ۲۵۷

بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۲۰۲؛ المناقب، ج ۲، ص ۱۵۶

کے بغیر دنیا و آخرت دونوں میں خوشبخت اور سعادتمند نہیں ہو سکتا، لیکن جس کے پاس معرفت و ولایت آلِ محمدؐ کی دولت ہو وہ دنیا و آخرت دونون میں کامیاب و سعادتمند ہے اور کیونکر کامیابی و سعاتمندی نصیب نہ ہو جبکہ وہ شخص قیامت کے دن آلِ محمدؐ کے ساتھ محشور ہو گا، ان کے سائے میں ہو گا، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جنابِ سلمان فارسیؓ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے سلمان جس نے بھی حق معرفت کے ساتھ ان (میری اہل بیتؑ) کو پہچانا اور ان کی معرفت حاصل کی اور ان کی اقتدا و پیروی کی اور ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کی، تو خدا کی قسم وہ ہم میں سے ہے اور وہ وہاں ہو گا جہاں ہم ہوں گے اور وہ وہاں رہے گا جہاں ہم رہیں گے۔ (یعنی قیامت کے دن وہ ہمارے ساتھ محشور ہو گا اور ہمارے ساتھ خُلدِ بریں میں ابدی سعادت و خوش بختی کو پائے گا)

«يا سَلمانُ، مَن عَرَفَهُم حَقَّ مَعرِفَتِهِم واقتَدى بِهِم، فَوالى وَلِيَّهُم وتَبَرَّأَ مِن عَدُوِّهِم فَهُوَ واللهِ مِنّا، يَرِدُ حَيثُ نَرِدُ، ويَسكُنُ حَيثُ نَسكُنُ» [1]

معرفتِ اہل بیتؑ عظیم ترین کامیابیوں کو پانے کا وسیلہ

دنیا میں ہر انسان کامیابی اور خوش بختی میں تلاش میں ہے، کامیابی اور خوش بختی ایک ایسی چیز ہے جو ہر انسان کی خواہش و تمنا ہے اور اسی کامیابی کو پانے کے لئے مسلسل شب و روز انسان کوشش و زحمت میں لگا رہتا ہے، آیئے ہم آلِ محمدؐ کی تعلیمات کی روشنی میں بہترین کامیابی اور خوش بختی و سعادت کو پانے کا وسیلہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے دنیا میں خوش بخت ترین اور کامیاب ترین انسان کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کامیاب ترین انسان وہ شخص ہے جس کی

---

[1] بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۲۰۲؛ المناقب، ج ۳، ص ۱۵۶

زندگی میں پانچ چیزیں موجود ہوں:

۱) مقامِ اہل بیتؑ کی معرفت رکھنا۔ ۲) تقرّبِ خدا کے لئے اہل بیتؑ کو وسیلہ بنانا۔

۳) اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کو خالص قرار دینا۔

۴) اہل بیتؑ نے جن چیزوں کے انجام دینے کا حکم دیا انہیں انجام دینا۔

۵) اہل بیتؑ نے جن چیزوں سے منع کیا ان سے رُک جانا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جس شخص میں یہ پانچ صفات موجود ہوں وہ ہم میں سے ہے اور قیامت کے دن سعادت وکامیابی کے عظیم مقامات پر ہمارے ساتھ ہوگا۔

«أَسْعَدُ النَّاسِ مَنْ عَرَفَ فَضْلَنَا وَ تَقَرَّبَ إِلَى اللهِ بِنَا وَ أَخْلَصَ حُبَّنَا وَ عَمِلَ بِمَا إِلَيْهِ نَدَبْنَا وَ انْتَهَى عَمَّا عَنْهُ نَهَيْنَا فَذَاكَ مِنَّا وَ هُوَ فِي دَارِ الْمُقَامَةِ مَعَنَا»[۳۱]

معرفتِ اہل بیتؑ شہادت کا رتبہ پانے کا سبب

دینِ مقدسِ اسلام میں شہادت ایک عظیم مقام ومنزلت کو پانے کا نام ہے، شہادت کا رُتبہ ہر انسان کو نصیب نہیں ہوتا، بلکہ صرف اُن لوگوں کو یہ خاص مقام ومرتبہ نصیب ہوتا ہے جنہوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ بارگاہِ الٰہی میں خلوص کے ساتھ پیش کیا ہو، پھر اللہ تعالیٰ اس جان کو دینے کے صلہ میں شہادت کا رُتبہ عطا کرتا ہے اور شہید قرار دیتا ہے، پھر شہادت کے نتیجہ میں شہید ہمیشہ زندہ وجاوید بن جاتا ہے اور پھر ہمیشہ ومسلسل بارگاہِ الٰہی سے رزق حاصل کرتا رہتا ہے، جیسا کہ پروردگار کا اعلان ہے: اور خبردار! راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں

---

[۳۱] غرر الحکم، ج۱، ص ۲۱۲

رزق پارہے ہیں۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران/ ١٦٩)

لیکن روایات میں کچھ اور لوگوں کے لئے بھی شہید کے درجہ و مقام پر فائز ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے، جن میں سے وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کی زندگی محبت و معرفتِ اہل بیتؑ میں گزری ہو، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: وہ شخص جو اپنے بستر پر مر جائے اس حال میں کہ وہ خدا کی معرفت، رسولِ خدا کی معرفت اور اہل بیتؑ کی معرفت رکھتا ہو تو اُس نے شہادت کا رُتبہ پایا اور اس کا اجر خدا کے ذمہ پر ہے۔

«مَن ماتَ مِنكُم على فِراشِهِ و هُو على مَعرِفَةِ حَقِّ ربِّهِ و حَقِّ رَسولِهِ و أهلِ بَيتِهِ ماتَ شَهيدا ، و وَقَعَ أجرُهُ علَى اللهِ» [٧٣٣]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے اپنے صحابی جنابِ مالک سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے مالک! جو شخص بھی اہل بیتؑ کی ولایت و معرفت رکھتے ہوئے اس دنیا سے چلا جائے تو وہ اُس شخص کی مانند ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے اپنے خون میں رنگین ولت پت ہو چکا ہو۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا مَالِكُ مَنْ مَاتَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ فَهُوَ كَالْمُتَشَحِّطِ بِدَمِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ» [٧٣٤]

---

[٧٣٣] نہج البلاغہ، خ١٠٩

[٧٣٤] شرح الاخبار، ج٣، ص٥٠٠

معرفتِ اہل بیتؑ خیر کثیر کو پانے کا سبب

قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت کا اعلان ہے کہ جسے حکمت عطا ہو جائے تو گویا اُسے خیر کثیر عطا ہو گیا، حضرتِ امام صادقؑ نے فرمایا: اس آیت میں خیر کثیر سے مراد اللہ کی اطاعت کرنا اور امام کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ یعنی جس شخص کی زندگی اللہ کی اطاعت اور امام کی معرفت میں گزرے اُس نے خیر کثیر کو پالیا۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿وَ مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً﴾ (البقرة/ ٢٦٩) فَقَالَ طَاعَةُ اللهِ وَ مَعْرِفَةُ الْإِمَامِ»[۳۰]

معرفتِ اہل بیتؑ تمام اعمال کی قبولیت کا سبب

روئے زمین پر ہر انسان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ جو بھی عمل کرتا ہے وہ بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کی سند سے شرفیاب ہو جائے، لیکن اعمال وعبادات کی قبولیت کی چند بنیادی شرطیں ہیں، جن میں سے اہم ترین واساسی ترین شرط معرفتِ پروردگار، معرفتِ رسولؐ اور معرفتِ اہل بیتؑ ہے، یہ تین معرفتیں نہ صرف اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرطیں ہیں بلکہ اعمال کی جان، روح اور اساس بھی ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ مولاؑ دینِ مقدسِ اسلام میں سب سے افضل ترین عمل و عبادت کیا ہے؟

تو امامؑ نے فرمایا: سب سے افضل ترین عمل معرفت ہے، معرفت کے بعد سب سے افضل ترین عمل نماز، نماز کے بعد سب سے افضل ترین عمل زکات، زکات کے بعد سب سے افضل ترین عمل روزہ، روزہ کے بعد سب سے افضل ترین عمل حج ہے، لیکن ان تمام اعمال کی بنیاد واساس ہم اہل بیتؑ کی معرفت ہے

---

[۳۰] الکافی، ج۱، ص۱۸۵

اور یہی معرفت تمام اعمال کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔

«عَنْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: أَيُّ الأَعْمَالِ هُوَ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ يَعْدِلُ هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَ لَا بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ وَ الصَّلَاةِ شَيْءٌ يَعْدِلُ الزَّكَاةَ، وَ لَا بَعْدَ ذَلِكَ شَيْءٌ يَعْدِلُ الصَّوْمَ، وَ لَا بَعْدَ ذَلِكَ شَيْءٌ يَعْدِلُ الْحَجَّ، وَ فَاتِحَةُ ذَلِكَ كُلِّهِ مَعْرِفَتُنَا، وَ خَاتِمَتُهُ مَعْرِفَتُنَا» [۷۳۶]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام باقرؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص پوری زندگی راتوں میں شب بیداری کرے اور دنوں کو روزہ رکھے اور اپنے تمام اموال کو راہِ الٰہی میں صدقہ کے عنوان سے خرچ کرے اور پوری زندگی حج کرتا رہے، لیکن اللہ کے ولی کی معرفت اس کے دل میں نہ ہو کہ جس ولیِ خدا کے فرمان کے مطابق وہ اپنے اعمال انجام دے، تو اس کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول نہیں ہے اور نہ اس کے لئے کوئی ثواب ہے اور نہ ہی یہ شخص اہل ایمان میں شامل ہے۔

«عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثٍ فِي الْإِمَامَةِ قَالَ: أَمَا لَوْ أَنَّ رَجُلاً قَامَ لَيْلَهُ وَ صَامَ نَهَارَهُ وَ تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَالِهِ وَ حَجَّ جَمِيعَ دَهْرِهِ وَ لَمْ يَعْرِفْ وَلَايَةَ وَلِيِّ اللهِ فَيُوَالِيَهُ وَ يَكُونَ جَمِيعُ أَعْمَالِهِ بِدَلَالَتِهِ إِلَيْهِ مَا كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ حَقٌّ فِي ثَوَابِهِ وَ لَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ» [۷۳۷]

---

[۷۳۶] امالی طوسی، ص ۶۹۳

[۷۳۷] وسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۶۵

معرفت کا بہترین واعلیٰ ترین نمونہ اصحابِ امام حسینؑ

اگر حقیقت میں کوئی انسان معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے بہترین نمونہ اور اعلیٰ ترین وسیلہ اصحابِ امام حسینؑ ہیں، کس قدر یہ ہستیاں معرفت کے عظیم درجے پر فائز تھیں، حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشادِ پاک ہے کہ: وہ ہستیاں جو معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں وہ اصحابِ امام حسینؑ اور بنی ہاشم کے جوان ہیں، کہ دنیا میں جن کی شبیہ و مثل نہیں ہے۔ (کہ جنہوں نے اپنی جانیں حسینؑ ابن علیؑ پر نچھاور کر دیں، اسی وجہ سے پوری دنیا میں شہدائے کربلا سے افضل و بہتر کوئی شہید نہیں ہے جس کی وجہ وہی معرفتِ امام حسینؑ ہے)۔

«يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ كُنْتَ بَاكِياً لِشَيْءٍ فَابْكِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ ذُبِحَ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ وَ قُتِلَ مَعَهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ- رَجُلاً مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ شَبِيهُونَ»

اس قدر ان کے دل میں امام حسینؑ کی معرفت تھی کہ پوری دنیا کو چھوڑ دیا، ہر ایک اپنی جان حسینؑ ابن علیؑ پر قربان کرنے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش میں تھے، انہیں میں سے ایک ہستی وہ بھی ہے جس کو خدا نے ایسی معرفت عطا کی کہ اگر دنیا کے تمام عرفاء کی معرفت کو ایک طرف رکھا جائے اور اس ہستی کی معرفت کو ایک طرف رکھا جائے تو اس کی معرفت سب پر بھاری پڑے گی، وہ شخصیت وہستی جنابِ قاسمؑ بن امام حسنؑ کی ذاتِ گرامی ہے۔

جیسا کہ شبِ عاشور امام حسینؑ کے پاس تشریف لائے تو امام عالی مقامؑ سے سوال کیا: اے چچا جان! کیا میں بھی کل شہید ہونے والوں میں شامل ہوں؟

مولاؑ نے فرمایا: اے بیٹا یہ بتاؤ کہ موت تمہارے نزدیک کیسی ہے؟

جناب قاسمؑ نے عرض کی: اے چچا آپ پر قربان ہونے اور خدا کی راہ میں شہادت پانے کے لئے موت میرے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے۔

(جنابِ قاسمؑ بن امام حسنؑ نے کیا خوب جواب دیا، وہ معرفت کے اس مقام پر فائز تھے جہاں پر پرندہ کی پرواز اور انسان کی فکر بھی نہیں جاسکتی، آپ خود اندازہ لگائیں کہ ایک نوجوان کے دل میں امام وقت کی کس قدر معرفت ہے کہ وہ امام وقت پر اپنی جان کو قربان کرنے کو شہد سے زیادہ شیریں قرار دے رہے ہیں، یہ جملہ اس زبان سے ہی نکل سکتا ہے جس کا دل معرفت سے لبریز ہو، جنابِ قاسمؑ ابن امام حسنؑ نے اس ایک جملے میں دنیا کو امام شناسی کا عظیم درس دیا)۔

«روي أبو حمزة الثمالي عن الإمام السجاد عليه السلام؛ قصة أصحاب الحسين عليه السلام وأهل بيته ليلة عاشوراء، حتى أخبر عن قتل جميع أصحابه. فسأله القاسم بن الحسن عليه السلام: أَنَا فِي مَنْ يُقْتَلُ؟. قال عليه السلام: يا بُنَيَّ كَيْفَ الْمَوْتُ عِنْدَكَ؟. قال: يا عَمِّ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ ... »[۳۲۸]

معرفت کے حصول کے لئے عظیم دعا

معرفت وہ قیمتی سرمایہ ہے کہ جس کا حصول آسانی کے ساتھ ممکن نہیں ہے بلکہ معرفت کے حصول کے لئے بھرپور کوشش و تلاش کے ساتھ ساتھ خدا کی بارگاہ میں عاجزانہ و مخلصانہ دعا و تقاضا کرنا بھی ضروری ہے، حقیقی معرفت خدا کی جانب سے ہی عطا ہوتی ہے، اسی وجہ سے معصومینؑ نے ہمیں ہمیشہ معرفت کے حصول کے لئے بارگاہِ الٰہی میں عاجزانہ دعا کرنے کی تاکید و سفارش کی ہے، معرفت کے حصول کے لئے بہت ساری دعائیں ہیں جن میں سے ایک عظیم الشان دعا وہ بھی ہے جس کا نام ہی دعائے

---

[۳۲۸] بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۰۲؛ المناقب، ج ۴، ص ۱۵۶

معرفت ہے، کہ جس دعا میں اللہ کی معرفت، رسولؐ کی معرفت اور امام وقت و حجتِ خدا کی معرفت خدا سے طلب کی گئی ہے، یہ وہ دعا ہے جو امام صادقؑ نے اپنے بزرگ صحابی جنابِ زُرارہؒ کو تعلیم دی ہے اور عصر غیبت میں اس عاقبت بالخیر اور زمانے کی ضلالت و گمراہیوں سے محفوظ رہنے کے لئے اس دعا کو پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے، وہ دعائے معرفت یہ ہے:

«يَا زُرَارَةُ مَتَى أَدْرَكْتَ ذَلِكَ الزَّمَانَ فَادْعُ بِهَذَا الدُّعَاءِ: اللَّهُمَّ عَرِّفْنِي نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَفْسَكَ لَمْ أَعْرِفْ نَبِيَّكَ اللَّهُمَّ عَرِّفْنِي رَسُولَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي رَسُولَكَ لَمْ أَعْرِفْ حُجَّتَكَ اللَّهُمَّ عَرِّفْنِي حُجَّتَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِينِي» [۷۳۹]

اس دعا کا ایک اور نسخہ جسے جنابِ شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب کمال الدین میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

«اللَّهُمَّ عَرِّفْنِي نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَفْسَكَ لَمْ أَعْرِفْ رَسُولَكَ اللَّهُمَّ عَرِّفْنِي رَسُولَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي رَسُولَكَ لَمْ أَعْرِفْ حُجَّتَكَ اللَّهُمَّ عَرِّفْنِي حُجَّتَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِينِي» [۷۴۰]

---

[۷۳۹] غیبۃ النعمانی، ص ۱۶۶؛ الکافی، ج ۱، ص ۳۳۷

[۷۴۰] کمال الدین، ج ۲، ص ۵۱۲

محبتِ اہل بیتؑ کی اہمیت وفضیلت

اہل بیت کے حق میں ہماری اجتماعی ومعاشرتی اور دینی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری اہل بیتؑ کی محبت ومودت رکھنا اور معاشرے میں ان کا اظہار کرنا، لوگوں کو اہل بیتؑ کی محبت کی دعوت دینا اور معاشرے کو محبتِ اہل بیت کے نور سے منور کرنا ہے۔ اور یہ وہ ذمہ داری ہے کہ جس کو قرآن واحادیث میں بہت تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اسی ذمہ داری کو نبھانا ہی اجرِ رسالت قرار دیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے ۲۳ سال مسلمانوں کو زحمت وتکلیف برداشت کر کے جو احکام دین کی تبلیغ کی، لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کی، خدا کی معرفت کراتے ہوئے دین کے معارف بیان کئے اور دین و شریعت کی طرف دعوت دیتے ہوئے ۲۳ سال محنت وزحمت کر کے تعلیم دی اور اس کام میں کوئی عام محنت وزحمت نہیں بلکہ بہت بڑی محنت وزحمت اٹھائی، یہاں تک کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ کہ جو خُلقِ عظیم کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود یہ جملہ ارشاد فرمانے پر مجبور ہوئے کہ: کسی بھی نبی کو اتنی زحمت و اذیت نہیں دی گئی جتنی اذیت وزحمت مجھے دی گئی ہے۔

«مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ مَا أُوذِيتُ»[۱]

یعنی اس تبلیغ کے کام میں اور لوگوں کی رہنمائی وصراط مستقیم کی ہدایت میں جو تکلیفیں میں نے برداشت کی ہیں، کسی اور نبی نے اتنی تکلیفیں برداشت نہیں کی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان زحمتوں، آزار واذیتوں کا صلہ ایسا عطا کیا کہ جس سے رسولِ اکرم ﷺ اتنے

---

[۱] المناقب، ج۳، ص ۲۴۳

خوش ہوئے کہ یہ تمام تکلیفیں بھول گئے وہ صلہ اجرِ رسالت قرار پایا؟

قرآن مجید کی متعدد آیات جو اہل بیتؑ کی محبت و مودّت کو بیان کرتی ہیں، ان میں سے ایک سورہ مبارکہ شوریٰ کی آیت ۲۳ ہے، جس آیت کا نام ہی آیت مودّت ہے، جس میں اہل بیتؑ کی محبت و مودّت کو اجرِ رسالت قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زحمتوں کا صلہ اور رسالت کی اجرت رسولِ اکرم ﷺ کی قربیٰ سے محبت و مودت کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: (اے حبیب!) کہدیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا سوائے قریب ترین رشتہ داروں کی محبت کے اور جو کوئی نیکی کمائے ہم اس کے لیے اس نیکی میں اچھا اضافہ کرتے ہیں، اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا، قدر دان ہے۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ (شوري/ ۲۳)

اس آیت سے مندرجہ ذیل مطالب واضح ہوتے ہیں؛

۱۔ اجرِ رسالت کا دینا ضروری ہے، اگر کسی نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زحمتوں کا صلہ نہیں دیا تو اس نے نا انصافی کی۔

۲۔ دنیا کے اندر وہ واحد چیز جو اجرِ رسالت بن سکتی ہے، وہ محبت اہل بیتؑ ہے۔

۳۔ پھر قربیٰ کی محبت ہی اجرِ رسالت بن سکتی ہے۔

روایات کی روشنی میں قربیٰ کا مصداق

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت، (آیہ مودت) نازل ہوئی تو بہت سارے لوگوں نے سوال کیا، اے اللہ کے رسولؐ، یہ آپ کے اقرباء کون لوگ ہیں جن کی مودّت کو اللہ نے قرآن میں

واجب قرار دیا ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے جواب میں فرمایا: وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان دونوں کے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

یہی اقرباء کے حقیقی مصداق ہیں، جن کی محبت کو واجب قرار دیا گیا ہے اور شیعہ و سنی دونوں کی کتابوں میں یہ بات مسلم اور ثابت شدہ ہے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿قُلْ لاَ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ: مَنْ قَرَابَتُكَ الَّذِينَ وَجَبَتْ مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ اِبْنَاهُمَا» [۷۶۲]

---

[۷۶۲] بحار الانوار، ج ۲۷ ص ۶۵

محبتِ اہل بیتؑ کے آثار و فوائد

اہل بیتؑ کی محبت کے بے شمار فوائد و برکات و آثار ہیں، خدا کی جتنی بھی نعمتیں ہیں اگر انسان ان کو شمار کرنا بھی چاہے تو شمار نہیں کر سکتا، ان سب نعمتوں کی بنیاد و اساس محبت اہل بیتؑ ہے، محبت اہل بیتؑ کی وجہ سے ہی دنیا بنی اور اب تک قائم و باقی ہے اور خدا کی طرف سے انسان کے لئے جتنی بھی برکات و عنایات ہیں یہ سب کی سب محبت اہل بیتؑ کے ہی آثار ہیں۔

جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ رب العزت ہے کہ: اے حبیب اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں کائنات کو خلق ہی نہیں کرتا۔

«لَو لَاکَ لَمَا خَلَقتُ الأَفلَاکَ» [۷۲۳]

اسی طرح ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب ترین فرشتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کائنات میں سب کچھ انہی پانچ ہستیوں (محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام) کی وجہ سے خلق کیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ہم نے حدیثِ کساء کے ضمن میں بیان کر دیا ہے۔

یہ تو تھی دنیا کی خلقت، اللہ تعالیٰ نے صرف دنیا ہی کو اہل بیتؑ کی محبت میں خلق نہیں کیا بلکہ آخرت کو بھی انہی کی محبت میں خلق فرمایا ہے، جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی کہ جس کی مختصر تفصیل اہل بیتؑ کے تعارف میں اہل بیت سببِ خلقتِ کائنات کی سُرخی کے ذیل میں درج کی گئی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ آدم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے آدم! اگر یہ (اہل بیتؑ) نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو

---

[۷۲۳] عوالم العلوم، ج ۱۱، ص ۴۳

خلق کرتا اور نہ جہنم کو، نہ عرش کو خلق کرتا اور نہ کرسی کو، نہ کائنات کو خلق کرتا اور نہ ہی تم کو، بلکہ پوری کائنات ان ہستیوں کے طفیل اور ان کی محبت میں خلق کی گئی ہے۔

تو کائنات کی خِلقت اور کائنات کی تمام نعمتیں اور برکات و آثار اہل بیتؑ کی محبت کی وجہ سے ہیں اور آخرت میں بھی جنتی نعمتیں اور درجات خدا کی طرف مؤمنین نصیب ہوں گے وہ سب بھی اہل بیتؑ کی محبت اور ان ہستیوں کی اطاعت کے طفیل میں ہیں، لیکن ہم ان میں سے چند آثار و برکات کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱) اہل بیتؑ کی محبت اسلام کی اساس و بنیاد

پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں اہل بیتؑ کی محبت کو اسلام کی اساس و بنیاد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر چیز کیلئے کوئی نہ کوئی اساس و بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی اساس و بنیاد ہم اہل بیتؑ کی محبت و مودّت ہے۔

«لِكُلِّ شَيْءٍ أَسَاسٌ وَ أَسَاسُ الإِسلامِ حُبُّنَا أَهلَ البَيتِ» [۴۴۳]

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ اگر محبتِ اہل بیت ہے تو اسلام بھی ہے کیونکہ رسولِ خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام کی عمارت کی بنیاد محبتِ اہل بیتؑ ہے اور اگر محبتِ اہل بیتؑ نہیں تو نہ اسلام ہے اور نہ ہی ایمان۔ اور جو شخص اپنے ایمان کو اور دین کی بنیادوں کو محکم و مضبوط کرنا چاہے تو اُسے چاہئے کہ معرفت و محبتِ اہل بیتؑ کو اپنے دل میں محکم و مضبوط کرے۔

یعنی نماز، روزہ، حج، زکات، خمس، وغیرہ یہ سب اور اس کے علاوہ باقی جتنی عبادات ہیں ان سب عبادات کے مجموعہ کا نام اسلام ہ، اور اس اسلام کی بنیاد محبت اہل بیتؑ ہے، جب دین کی اساس و بنیاد محبت

---

[۴۴۳] من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۵۲

اہل بیتؑ ہے تو نماز، روزہ، حج اور دیگر تمام عبادات کی اساس بھی محبت اہل بیت ہے، اگر محبت اہل بیتؑ نہیں تو اسلام کی بنیاد ہی نہیں اور جب کسی چیز کی بنیاد ہی نہ ہو تو وہ عمارت کھڑی ہی نہیں ہو سکتی چاہے کوئی کتنی ہی کوشش کرلے، لہٰذا تمام اعمال و عبادات اُس وقت ہی درگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول ہیں جب محبتِ اہل بیتؑ کے ساتھ انجام پائیں تو ورنہ سب اعمال و عبادات مردود ہیں۔

۲) اہل بیتؑ کی محبت افضل ترین عبادت

حضرت امام صادق علیہ السلام نے اہل بیتؑ کی محبت کو افضل ترین عبادت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر عبادت کے اوپر ایک عبادت فوقیت وافضلیت رکھتی ہے اور ہم اہل بیتؑ کی محبت تمام عبادات پر فوقیت وافضلیت رکھتی ہے۔

«إِنَّ فَوْقَ كُلِّ عِبَادَةٍ عِبَادَةٌ وَ حُبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَفْضَلُ عِبَادَةٍ»[۷۱۰]

یعنی اگر کوئی شخص افضل ترین عبادت انجام دینا چاہے تو وہ محبتِ اہل بیتؑ کے بغیر ممکن نہیں ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محبتِ اہل بیتؑ دل میں رکھیں اور باقی تمام عبادات نماز، روزہ، زکات، حج وخمس وغیرہ کو چھوڑ دیں، بلکہ یہ سب عبادات اس وقت درجہ کمال تک اور درجہ قبولیت پر فائز ہوں گی جب محبتِ اہل بیتؑ کے ساتھ انجام پائیں گی تو، ورنہ ان اعمال کے بغیر صرف محبت اور محبت کے بغیر یہ اعمال وعبادات دونوں قابلِ قبول نہیں ہیں۔

جیسا کہ حضرتِ امام رضاؑ کا فرمان ہے: محبتِ اہل بیتؑ کا بہانہ بنا کر عبادت وبندگی کو ترک نہ کرنا اور اسی طرح عبادت وبندگی پر امید واکتفاء کرتے ہوئے آلِ محمدؐ کی محبت اور ان کے سامنے سر تسلیم خم ہونے کو بھی ہرگز ترک نہ کرنا اس لئے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اور اللہ

---

[۷۱۰] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۹۱؛ المحاسن، ج ۱، ص ۱۵۰

تعالیٰ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

«قَالَ الإِمَامُ الرِّضَـا عَلَيهِ السَّـلَامُ: لَا تَدَعُوا العَمَلَ الصَّـالِحَ وَ الِاجتِهَادَ فِي العِبَادَةِ اِتِّكَالاً عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيهِمُ السَّلَامُ لَا تَدَعُوا حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيهِمُ السَّلَامُ وَ التَّسلِيمَ لِأَمرِهِم اِتِّكَالاً عَلَى العِبَادَةِ فَإِنَّهُ لَا يُقبَلُ أَحَدُهُمَا دُونَ الآخَرِ»[۷۶۱]

۳) اہل بیتؑ کی محبت بہترین نیکی اور بُغض بدترین گناہ

مولائے کائناتؑ نے اہل بیتؑ کی محبت کو بہترین نیکی اور ان سے بُغض کو بدترین گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: تمام نیکیوں میں سے بہترین نیکی ہم اہل بیتؑ سے محبت کرنا اور تمام گناہوں اور برائیوں میں سے بد ترین گناہ اور برائی ہم اہل بیتؑ سے بُغض رکھنا ہے۔

«أَحسَنُ الحَسَنَاتِ حُبُّنَا وَ أَسوَءُ السَّيِّئَاتِ بُغضُنَا»[۷۶۲]

۴) اہل بیتؑ کی محبت تقرّبِ الٰہی کا بزرگترین وسیلہ

دنیا میں ہر انسان خدا کی رضا و خوشنودی اور تقرّب چاہتا ہے کیونکہ انسان کے لئے سب سے بڑا کمال خدا کی خوشنودی و تقرّب کو پانا ہے، ہر قسم کی عبادت، نیکی، اطاعت و بندگی خدا کے تقرّب و خوشنودی میں مؤثر ہے لیکن سب سے زیادہ مؤثر ترین عبادت کہ جس کے ذریعہ سے خدا کا تقرّب اور اس کی خوشنودی کو پایا جا سکتا ہے وہ اہل بیت کی محبت و مودت ہے، جیسا کہ

جنابِ فُضیل نے حضرتِ امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا کہ: عبادات میں سے وہ کون سی عبادت ہے جس کے ذریعہ سے خدا کے بندے خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہیں؟

---

[۷۶۱] بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۳۴۶

[۷۶۲] غرر الحکم، ج ۱، ص ۲۱۷؛ عیون الحکم، ج ۱، ص ۱۲۶

امامؑ نے فرمایا: بہترین اور افضل ترین عبادت کہ جس کے ذریعہ سے خدا کے بندے خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہیں وہ اللہ کی اطاعت، رسولؐ کی اطاعت، اللہ کی محبت، رسولؐ کی محبت اور صاحبانِ امر (اہل بیتؑ) کی محبت و مودت ہے۔

«عَنِ الْفُضَيْلِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ الْعِبَادُ إِلَى اللهِ فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ؟ فَقَالَ أَفْضَلُ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ الْعِبَادُ إِلَى اللهِ طَاعَةُ اللهِ وَ طَاعَةُ رَسُولِهِ وَ حُبُّ اللهِ وَ حُبُّ رَسُولِهِ وَ أُولِي الْأَمْرِ»[418]

۵) محبت اہل بیتؑ کے ۲۰ آثار و برکات سرورِ کائناتؐ کے کلام میں

شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب الخصال میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث میں ذکر کی جس میں آپؐ نے اہل بیتؑ کی محبت کے عظیم آثار و برکات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس انسان کو اہل بیتؑ کی محبت و مودت عطا ہو جائے تو اُسے دنیا و آخرت دونوں کی خوشبختی مل گئی ہے، وہ انسان جس کے دل میں محبت و مودت اہل بیتؑ ہو، عشق اہل بیتؑ ہو یقیناً یہ انسان جنتی ہے، اور اہل بیتؑ کے ہمراہ خُلدِ بریں میں ہوگا، پھر فرمایا: محبت اہل بیتؑ کیلئے ۲۰ آثار ہیں، جن میں سے ۱۰ آثار دنیا میں ہی خدا اسے عطا کرتا ہے، اور دنیا میں ہی اس کو مل جاتے ہیں، اور ۱۰ آثار و برکات آخرت کیلئے رکھتا ہے، لہٰذا محبت اہل بیتؑ میں ۲۰ آثار و برکات و فوائد ہیں:

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ رَزَقَهُ اللهُ حُبَّ الْأَئِمَّةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَقَدْ أَصَابَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ فَلَا يَشُكَّنَّ أَحَدٌ أَنَّهُ فِي الْجَنَّةِ فَإِنَّ فِي حُبِّ أَهْلِ بَيْتِي عِشْرِينَ خَصْلَةً عَشْرٌ مِنْهَا فِي الدُّنْيَا وَ عَشْرٌ فِي الْآخِرَةِ، أَمَّا فِي الدُّنْيَا فَالزُّهْدُ وَ الْحِرْصُ عَلَى الْعَمَلِ

---

[418] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۹۱؛ مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۲۵۸؛ المحاسن، ج ۱، ص ۱۵۰

وَ الْوَرَعُ فِي الدِّينِ وَ الرَّغْبَةُ فِي الْعِبادَةِ وَ التَّوْبَةُ قَبْلَ الْمَوْتِ وَ النَّشاطُ فِي قِيامِ اللَّيْلِ وَ الْيَأْسُ مِمّا فِي أَيْدِي النّاسِ وَ الْحِفْظُ لِأَمْرِ اللهِ وَ نَهْيِهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ التّاسِعَةُ بُغْضُ الدُّنْيا وَ الْعاشِرَةُ السَّخاءُ وَ أَمّا فِي الْآخِرَةِ فَلا يُنْشَرُ لَهُ دِيوانٌ وَ لا يُنْصَبُ لَهُ مِيزانٌ وَ يُعْطى كِتابَهُ بِيَمِينِهِ وَ يُكْتَبُ لَهُ بَراءَةٌ مِنَ النّارِ وَ يَبْيَضُّ وَجْهُهُ وَ يُكْسى مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ وَ يُشَفَّعُ فِي مِائَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ يَنْظُرُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهِ بِالرَّحْمَةِ وَ يُتَوَّجُ مِنْ تِيجانِ الْجَنَّةِ وَ الْعاشِرَةُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسابٍ فَطُوبى لِمُحِبِّي أَهْلِ بَيْتِي»[۷۱۹]

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: رزق خدا کی تمام نعمتوں کا نام ہے، رزقِ خدا میں سے بہترین رزق محبت اہل بیتؑ ہے، اگر کسی کو محبت کا رزق مل جائے تو پھر اس انسان کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی مل جاتی ہے، اور یہ انسان جنتی ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

مزید آپؐ نے فرمایا: محبتِ اہل کے ۲۰ آثار و برکات ہیں، جن میں سے دس دنیا میں اور دس آخرت میں میں عطا ہوتے ہیں، وہ دس خصوصیات و آثار و برکات کہ جو دنیا میں عطا ہوتی ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ زہد کا عطا ہونا؛ یعنی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کا بڑھ جانا۔

۲۔ عمل کی طرف حریص ہونا۔

۳۔ تقویٰ و پرہیز گاری کا حاصل ہونا۔ جس کی وجہ سے انسان گناہوں سے رک جاتا ہے اور واجبات کو بجالاتا۔

۴۔ عبادت کا شوق اور اس کی رغبت کا دل میں پیدا ہونا۔

---

[۷۱۹] الخصال، ج۲، ص ۵۱۵

۵۔ موت سے پہلے توبہ کی توفیق کا عطا ہونا۔

۶۔ نمازِ شب کی توفیق کا عطا ہونا۔ یعنی مناجات و شب زندہ داری کی طرف رغبت کا پیدا ہو جانا۔

۷۔ لوگوں سے بے نیاز و مستغنی ہونا۔ یعنی دنیا میں کسی کا محتاج نہ ہونا۔

۸۔ واجبات کو بجالانے کی توفیق کا عطا ہونا۔

۹۔ دل میں دنیا سے بغض و نفرت اور آخرت کی محبت و رغبت کا پیدا ہونا۔

۱۰۔ جود و سخا کی صفت کا عطا ہونا۔ یعنی محبتِ اہل بیتؑ کے نتیجہ میں انسان سخی ہو جاتا ہے اور بخل و کنجوسی سے نجات پاتا ہے۔

اور آخرت میں محبت اہل بیتؑ کے دس آثار و فوائد یہ ہیں؛

۱۔ قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال کو لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اس کے گناہوں جیسے دنیا میں چھپایا گیا ہے آخرت میں بھی چھپایا جائے گا۔

۲۔ محبِ اہل بیت کا حساب و کتاب نہیں ہو گا۔

۳۔ نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یعنی قیامت کے دن اصحابِ یمین میں شامل ہو گا۔

۴۔ جہنم کی آگ سے برائت نامہ عطا کیا جائے گا۔

۵۔ اس کا چہرہ انتہائی نورانی ہو گا۔

۶۔ اسے جنت کا لباسِ فاخرہ عطا کیا جائے گا۔

۷۔ اسے اپنے عزیز و اقارب میں سے ایک سو ۱۰۰ کی شفاعت کا حق عطا کیا جائے گا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنی نظر رحمت کرے گا۔

۹) جنت میں کرامت و بزرگی کا تاج اس کو پہنایا جائے گا۔

۱۰۔ دسواں اثر یہ ہے کہ محب اہل بیتؑ بغیر کسی حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو گا۔

آخر میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: واقعی خوش بخت و خوش نصیب وہ شخص ہے جو میرے اہل بیتؑ سے محبت رکھتا ہو گا۔

۲) محبت اہل بیتؑ تمام گناہوں کی مغفرت کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے اہل بیتؑ کی محبت کو تمام گناہوں کی بخشش و مغفرت کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک ہم اہل بیتؑ کی محبت لوگوں (اہل بیتؑ سے محبت کرنے والوں) کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جس طرح شدید و تیز ہوا درخت سے پتوں کو جھاڑ دیتی ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ حُبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَحُطُّ الذُّنُوبَ عَنِ الْعِبَادِ كَمَا يَحُطُّ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ الْوَرَقَ عَنِ الشَّجَرِ»[۱]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ابنِ عباسؓ نے رسولِ اکرم ﷺ سے ایک حدیث کو نقل کیا ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: علی ابن ابیطالبؑ کی محبت اس طرح گناہوں کو کھا جاتی ہے اور نابود کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر نابود کر دیتی ہے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

---

[۱] ثواب الاعمال، ج ۱، ص ۱۸۷

تَأْكُلُ السَّيِّئَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ»***

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کے تمام گناہ گار انسان اگر اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں تو وہ دامن اہل بیتؑ کو تھامتے ہوئے ان کی محبت و معرفت کو دل میں بٹھائیں کہ یہ مغفرت و بخشش کا بہترین وسیلہ وذریعہ ہے۔

۷) اہل بیتؑ کی محبت سات اہم مقامات پر کام آئے گی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیتؑ کی محبت کے سات اہم ترین آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میری اور میرے اہل بیتؑ کی محبت سات وحشت ناک و سخت ترین مقامات پر نجات دے گی اور فائدہ پہنچائے گی؛

۱۔ پہلا مقام: «عِندَ الْوَفَاةِ» جان کنی کی منزل ہے، جب انسان کی روح قبض ہو رہی ہو گی جو کہ خطرناک ترین مرحلہ ہے، اس وقت اس کو میری اور میرے اہل بیتؑ کی محبت کام آئے گی اور انتہائی آسانی کے ساتھ روح قبض کی جائے گی۔

۲۔ دوسرا مقام: «وَ فِي الْقَبْرِ» قبر میں ہر انسان عذابِ قبر میں مبتلا ہو گا، فشارِ قبر میں مبتلا ہو گا، مگر وہ شخص عذابِ قبر سے نجات پا سکے گا جس کے دل میں میری اور میرے اہل بیتؑ کی محبت ہو گی۔

۳۔ تیسرا مقام: «وَ عِندَ النُّشُورِ» جب قبر سے اٹھایا جا رہا ہو گا تو اس وقت ہر انسان انتہائی ڈر اور وحشت زدہ ہو گا، لیکن محبّ اہل بیتؑ انتہائی سکون اور خوشی سے اٹھے گا۔

۴۔ چوتھا مقام: «وَ عِندَ الْكِتَابِ» جب انسان کا نامہ اعمال تقسیم ہو رہا ہو گا، قرآن میں ہے کچھ

*** بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۱۳۶؛ فضائل الشیعہ، ص ۱۲

انسانوں کو نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور کچھ کو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جن کو دائیں ہاتھ میں ملے وہ خوشبخت وخوش نصیب ہوں گے کہ جن کو قرآن مجید میں اصحاب یمین کے عنوان سے یاد فرمایا ہے، جن کو بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ بدبخت وبد نصیب ہونگے کہ جن کا قرآن مجید میں اصحابِ شمال کے عنوان سے ذکر ہوا ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ محبّ اہل بیتؑ ہونگے ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ اصحاب یمین ہیں اور اسی سے پہچانیں جائیں گے اور یہی خوشبخت ہیں۔ اور اہل بیتؑ کے دشمن کو نامہ اعمال انکے بائیں ہاتھ میں ملے گا جس سے یہ پہچانا جائے گا کہ یہ بدبخت ہیں۔

۵۔ پانچواں مقام: «وَ عِنْدَ الْحِسَابِ» اور حساب وکتاب کے میدان میں جب محبّ اہل بیتؑ وارد ہو گا تو اس کا حساب وکتاب انتہائی آسان ہو گا جبکہ دشمن اہل بیت کا حساب وکتاب شدید ہو گا۔

۶۔ چھٹا مقام: «وَ عِنْدَ الْمِيزَانِ» جب اعمال تولے جا رہے ہوں گے، جس کی نیکیاں سنگین ووزنی ہوں گی وہ انسان خوشحال ہوں گے، تو اس وقت محبت اہل بیت کام آئے گی اور نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اعمالِ خیر بھاری ہوں گے تو اس وقت نجات حاصل ہو گی۔

۷۔ ساتواں مقام: «وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ» جب پل صراط سے تمام لوگ گزر رہے ہوں گے تو اس وقت محبت اہل بیت کام آئے گی، محبّ اہل بیتؑ آسانی سے نجات حاصل کر لیں گے، لیکن دشمن اہل بیت پل صراط سے گزر ہی نہیں سکیں گے بلکہ وہ پل سے جہنم کے گڑھے میں گر جائیں گے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: حُبِّي وَ حُبُّ أَهْلِ بَيْتِي نَافِعٌ فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ أَهْوَالُهُنَّ عَظِيمَةٌ عِنْدَ الْوَفَاةِ وَ فِي الْقَبْرِ وَ عِنْدَ النُّشُورِ وَ عِنْدَ الْكِتَابِ وَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَ

عِنْدَ الْمِيزَانِ وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ»

اس حدیث کے آخر میں مزید آپؐ نے اپنے محبین کو شفاعت کی ضمانت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو مجھ سے محبت کرے اور میری اہل بیتؑ سے محبت کرے اور میرے بعد دامن اہل بیتؑ کو تھام لے اور ان کی اقتداء و پیروی کرتے ہوئے زندگی گزارے تو قیامت کے ہم آل محمدؐ اس کی شفاعت کرنے والے اور نجات دلانے والے ہیں۔

پھر کسی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ دامن اہل بیتؑ کو کیسے تھاما جائے گا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد میرے جانشین ۱۲ ہوں گے، پس جو بھی ان سے محبت کرے اور ان کی اطاعت و پیروی کرے تو وہی (دنیا و آخرت میں) کامیاب و نجات یافتہ ہے اور جو بھی ان سے مُنہ پھیرے گا (ان سے محبت نہ کرے اور ان کی اطاعت و پیروی نہ کرے) تو وہ گمراہ و ہلاک ہو کر ہی رہے گا۔

«فَمَنْ أَحَبَّنِي وَ أَحَبَّ أَهْلَ بَيْتِي وَ اِسْتَمْسَكَ بِهِمْ مِنْ بَعْدِي فَنَحْنُ شُفَعَاؤُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ فَكَيْفَ الِاسْتِمْسَاكُ بِهِمْ؟ قَالَ إِنَّ الْأَئِمَّةَ بَعْدِي اِثْنَا عَشَرَ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ وَ اِقْتَدَى بِهِمْ فَازَ وَ نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُمْ ضَلَّ وَ غَوَى»

اسی مضمون کی ایک بہت ہی مشہور و معروف حدیث جو سنی و شیعہ کتابوں میں تراوتر کے ساتھ پائی جاتی ہے جسے حدیث ثقلین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کو ہدایت و نجات کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گراں قدر و قیمتی چیزیں

بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۳۲۲

بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۳۲۲

چھوڑے جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت واہل بیت، تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان سے تمسک اختیار کرو، اگر ان سے تمسک اختیار کروگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور یہ دونوں (قرآن واہل بیتؑ) ایک دوسرے سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آکر ملیں گے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نَصّاً: فَقَالَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي فَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ»***

۸) محبتِ اہل بیتؑ دین کے کامل ہونے کا سبب

رسولِ پاک ﷺ نے محبت اہل بیتؑ کو دینِ مُبینِ اسلام کے کامل ہونے کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت اور میری ذریت کی محبت دین کے کامل ہونے کا سبب ہے، پھر آپؐ نے اپنے اس مطلب کے اثبات کے لئے سورہ مائدہ کی اس آیت اس آیت سے استدلال فرمایا کہ جس میں پروردگارِ عالَم نے غدیر خم کے مقام پر دین کے کامل ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور آج میں نے تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور میں تمہارے اسلام سے راضی ہوا۔

«حُبُّ أَهْلِ بَيْتِي وَ ذُرِّيَّتِي اِسْتِكْمَالُ الدِّينِ وَ تَلاَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ هَذِهِ الآيَةَ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً﴾ (المائدة/ ۳) إِلَى آخِرِ الآيَةِ»****

*** بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۱۴۶

**** بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۲۹۳

) اہل بیتؑ کی محبت شفاعت کے پانے کا سبب

قیامت کے دن گناہگار انسانوں کی نجات و مغفرت کا ایک اہم ترین وسیلہ شفاعتِ آلِ محمدؐ ہے، آلِ محمدؐ کی شفاعت سے بہت سارے گناہگار مؤمنین دوزخ کے عذاب سے نجات پاکر جنت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوں گے، لیکن یہ شفاعت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوگی بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں جن میں سے ایک اہم ترین شرط یہ ہے کہ وہ گناہگار شخص اہل بیتؑ کی معرفت رکھتا ہو اور دل سے محبت کو دل میں رکھتا ہو، جن لوگوں نے اہل بیتؑ کی معرفت و محبت میں دل گزاری ہوگی وہی لوگ پیغمبر اکرم ﷺ اور اہل بیتؑ کی شفاعت پاسکیں گے اور پھر جنت میں داخل ہوں گے۔

جیسا سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: اہل بیتؑ کی محبت ومودت کو اپنے لئے ضروری قرار دو، اس لئے کہ یقیناً وہ شخص جو بارگاہِ الٰہی میں اہل بیتؑ کی محبت کو لے کر آئے گا وہ ضرور بالضرور ہم اہل بیتؑ کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مزید آپؐ نے اہل بیتؑ کی معرفت اور محبت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اس ذاتِ حق کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بھی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہیں جاسکے گا جب تک کہ اس کے دل میں اہل بیتؑ کی معرفت و محبت نہ ہو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : اِلْزَمُوا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللهَ وَ هُوَ يُحِبُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ يَنْتَفِعُ عَبْدٌ بِعَمَلِهِ إِلاَّ بِمَعْرِفَتِنَا»[۳۶۱]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے چار گروہ کو اپنی شفاعت کی خوشخبری و ضمانت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں چار گروہ کی ضرور بالضرور شفاعت کروں گا اگرچہ وہ کتنے ہی گناہگار کیوں نہ ہوں؛

[۳۶۱] امالی شیخ مفید، مجلس ۲، ص ۱۳

۱)میری اہل بیتؑ کے مدد و معاونت کرنے والے۔

۲)ضرورت کے وقت میرے اہل بیتؑ کے کام آنے والے۔

۳)دل وزبان سے میری اہل بیتؑ سے محبت کرنے والے۔

۴)اپنی توانائی کے مطابق اہل بیت کا دفاع کرنے والے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَرْبَعَةٌ أَنَا الشَّفِيعُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَوْ أَتَوْنِي بِذُنُوبِ أَهْلِ الْأَرْضِ مُعِينٌ لِأَهْلِ بَيْتِي وَ الْقَاضِي لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوا إِلَيْهِ وَ الْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَ لِسَانِهِ وَ الدَّافِعُ عَنْهُمْ بِيَدِهِ» [۳۳۳]

۱۰) محبتِ اہل بیتؑ عذابِ قبر سے نجات کا سبب

عذابِ قبر، قبر کی تاریکی و سختی اور قبر کی وحشت و تنہائی حق ہے، ہر انسان کو اس وحشت ناک و خوفناک مرحلہ سے گزرنا ہے، تو اب ہم ایسا کیا کریں کہ جس کی وجہ سے اس وحشت ناک مرحلہ سے آسانی کے ساتھ گزر جائیں، آیات وروایات میں قبر کی تمام سختیوں اور پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے بہت سارے اعمال وعبادات بیان کئے گئے ہیں کہ جو عذابِ قبر سے نجات پانے میں مؤثر ہیں، لیکن انہی اعمال وعبادات میں مؤثر ترین عمل وعبادت اہل بیتؑ کی معرفت، ان کی محبت اور ان کی اطاعت کرنا ہے۔

جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے محبت اہل بیتؑ کو عذاب قبر سے نجات اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونے کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ سے توکل کی

---

[۳۳۳] وسائل الشیعہ، ج۱۶، ص ۳۳۳

نعمت کو پائے، عذابِ قبر سے نجات حاصل کرے، حکمت کی نعمت کو پائے اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونا چاہے، تو اُسے چاہئے کہ وہ میری اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرے۔

اس کے بعد محبتِ اہل بیتؑ کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! کسی شخص نے بھی اہل بیتؑ کے ساتھ محبت نہیں کی مگر یہ کہ وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوا ہے اور آخرت میں بھی۔ یعنی اہل بیتؑ کی محبت کے صدقہ میں سعادتِ دارین کو پالیا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَرَادَ التَّوَكُّلَ عَلَى اللهِ فَلْيُحِبَّ أَهْلَ بَيْتِي وَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْجُوَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَلْيُحِبَّ أَهْلَ بَيْتِي وَ مَنْ أَرَادَ الْحِكْمَةَ فَلْيُحِبَّ أَهْلَ بَيْتِي وَ مَنْ أَرَادَ دُخُولَ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَلْيُحِبَّ أَهْلَ بَيْتِي فَوَ اللهِ مَا أَحَبَّهُمْ أَحَدٌ إِلَّا رَبِحَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ» [***]

۱۱) محبتِ اہل بیتؑ کے دس عظیم آثار

سرورِ کائنات ﷺ نے اہل بیتؑ کی محبت کے دنیا و آخرت دونوں میں بہت سارے آثار و فوائد کو بیان فرمایا ہے کہ جن میں سے ایک عظیم الشان روایت آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے کہ جو روایت اہل سنت و اہل تشیع دونوں کی کتابوں میں شہرت کے ساتھ موجود ہے، جس میں سرورِ کائنات ﷺ نے اہل بیتؑ کی محبت کے ۱۱ آثار و فوائد کو بیان کرنے کے ساتھ اہل بیتؑ سے بغض کے بھی چند عبرتناک نتائج کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آگاہ رہو کہ! جو شخص بھی اس حال میں فوت ہو جائے کہ اہل بیتؑ کے ساتھ (سچی) محبت کرتا ہو تو:

۱) وہ شہادت کی موت دنیا سے جاتا ہے۔

۲) اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

[***] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۱۱۶

۳)وہ توبہ کی توفیق پانے کے بعد مرتا ہے۔

۴)وہ کامل الایمان مؤمن ہو کر اس دنیا سے جاتا ہے۔

۵)اسے موت کے وقت ملک الموت جنت کی بشارت دے گا۔

۶)اسے قبر میں منکر و نکیر جنت کی بشارت دیں گے۔

۷)اسے دُلہن کی طرح آراستہ کر کے جنت میں لے جایا جاتا ہے۔

۸)اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھولے جائیں گے۔

۹)اس کی قبر کو اللہ تعالیٰ رحمت کے ملائکہ کے لئے زیارت گاہ قرار دیتا ہے۔

۱۰)وہ پیغمبرؐ کی سنت پر مرتا ہے۔ ۱۱)وہ مؤمنین کی جماعت میں شامل ہو کر مرتا ہے۔

مزید آپؐ نے اہل بیتؑ کی محبت کی تاکید کرتے ہوئے اور ان کی عداوت کے بدترین انجام کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آگاہ رہو کہ! جو شخص بھی اہل بیتؑ کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہوئے دنیا سے چلا جائے، تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر یہ تحریر لکھی ہو گی کہ: یہ شخص رحمت خدا سے مایوس و محروم ہے، آگاہ رہو کہ جو بھی اہل بیتؑ کی عداوت کے ساتھ دنیا سے جائے وہ کفر کی موت مرتا ہے اور آگاہ رہو کہ جو بھی اہل بیتؑ کے ساتھ عداوت میں دنیا سے چلا جائے وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

۵وقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ: مَنْ مَاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِیداً الا وَ مَنْ مَاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوراً لَهُ الا وَ مَنْ مَاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِباً الا وَ مَنْ مَاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِناً مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ الا وَ مَنْ مَاتَ عَلَی حُبِّ

آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنكَرٌ وَ نَكِيرٌ اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوسُ إِلَىٰ بَيْتِ زَوْجِهَا اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَتَحَ اللّٰهُ لَهُ بَابَيْنِ مِنَ الْجَنَّةِ اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ زُوَّارَ قَبْرِهِ مَلاٰئِكَةَ الرَّحْمَةِ اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوباً بَيْنَ عَيْنَيْهِ آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِراً اَلاٰ وَ مَنْ مَاتَ عَلَىٰ بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشَمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ»[۴۶۶]

۱۲) محبتِ اہل بیتؑ کے آثار وفوائد کی اجمالی فہرست

۱) محبت اہل بیتؑ خدا کی خوشنودی ورضا کا سبب، جس کے دل میں محبت اہل بیتؑ ہے اس پر خدا راضی وخوشنود ہے، مگر جو شخص اہل بیتؑ سے عداوت کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا اس سے ناراض و غضبناک ہے۔

۲) انسان کی سعادت وخوشبختی کا سبب، دنیا و آخرت میں جتنی کامیابیاں اور خوشبختیاں ہیں وہ سب محبت اہل بیتؑ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہیں۔

۳) ہدایت ورہنمائی ملنے کا سبب، جو انسان محب اہل بیتؑ ہے وہ ہدایت ورہنمائی حاصل کر لیتا ہے اور دین کی ہدایت اور خدا کی معرفت حاصل کر لیتا ہے، اگر دل میں اہل بیتؑ سے نفرت ہو تو وہ ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

۴) مغفرت ونجات پانے کا سبب، جو انسان حقیقت میں محبت اہل بیتؑ ہے اس کیلئے نجات ومغفرت

---

[۴۶۶] بشارة المصطفى لشيعة المرتضى، ج ۱، ص ۱۹۷

ہے، قبر، جہنم اور ہر قسم کے عذاب سے نجات حاصل کرلیتا ہے، جبکہ اس کے مقابل میں اگر دل میں آل محمدؐ کی عداوت ودشمنی ہو تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کبھی بھی نجات نہیں پاسکے گا۔

۵) **اعمال وعبادات کی قبولیت کا سبب،** پروردگارِ عالم اس شخص کے اعمال وعبادات کو قبول کرتا ہے جو محب اہل بیتؑ ہے، مگر جس کے دل میں بغض اہل بیتؑ ہے ان کے سب اعمال ضائع ونابود کر دیئے جاتے ہیں۔

۶) **بہشت میں آل محمدؐ کی رفاقت نصیب ہونے کا سبب،** محبین اہل بیتؑ جنت میں آل محمدؐ کے ساتھ محشور ہوں گے اور آلِ محمدؐ کی رفاقت کا درجہ پائیں گے۔

۷) **زیارتِ آئمہ اہل بیتؑ نصیب ہونے کا سبب،** وہ شخص جو اہل بیتؑ کا عاشق ہو اس کیلئے دنیا میں بھی عتباتِ عالیات، مزارات مقدسہ کی زیارت کی توفیق نصیب ہوتی ہے جس زیارت کی وجہ سے اسے عظیم ترین مقام ومرتبہ زیارت ملتا ہے، اور موت کے وقت بھی آئمہ کی زیارت کرتا ہے، پھر موت کے بعد قبر میں سوال وجواب کے وقت اور میدانِ حشر میں حساب وکتاب کے وقت بھی آلِ محمدؐ کا دیدار و زیارت کے ساتھ ساتھ شفاعت بھی نصیب ہوتی ہے۔

متعدد روایات میں ہے کہ جب محبِ اہل بیتؑ کی جان نکل رہی ہوتی ہے تو پیغمبر اکرم ﷺ اور مولائے کائناتؑ کی زیارت کرتا ہے، بلکہ چہاردہ معصومینؑ کی زیارت کرتا ہے، یعنی پہلے وہ آئمہ کا دیدار کرتا ہے پھر بعد میں اس کی موت واقع ہوتی ہے۔

۸) **مولائے کائناتؑ کے دستِ مبارک سے جام کوثر پینے کا سبب،** حوض کوثر ان لوگوں کو نصیب ہوگا جو حقیقی معنوں میں آل رسولؐ کے عاشق ہوں گے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: میں ساقی کوثر ہوں اور ان لوگوں کو حوض کوثر سے سیراب کروں گا جو میرے چاہنے والے اور امامت وولایت پر

اعتقاد رکھنے والے ہوں گے، جبکہ اس کے مقابل میں وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں محبت اہل بیتؑ نہ ہو وہ حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔"[۶۰]

۹) روز قیامت چہرے کی نورانیت کا سبب، محب اہل بیتؑ کا چہرہ قیامت کے دن انتہائی منور و نورانی ہو گا، جبکہ دشمنانِ آل محمدؐ کے چہرے انتہائی سیاہ و بد شکل ہوں گے، حتیٰ کے حیوانی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔

۱۰) جنت کی بشارت وخوشخبری ملنے کا سبب، موت کے وقت رحمت کے فرشتے اور قبر میں منکر و نکیر اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

۱۱) شفاعتِ اہل بیت نصیب ہونے کا سبب، وہ انسان جس کے دل میں محبت والفت اہل بیتؑ ہو گی وہ قیامت کے دن شفاعت اہل بیتؑ کا مستحق ٹھہرے گا اور اسے اہل بیتؑ کی شفاعت نصیب ہو گی، مگر وہ شخص جو دشمنِ اہل بیتؑ ہو گا وہ ان کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

۱۲) پل صراط سے انتہائی آسانی کے ساتھ عبور کرنے کا سبب، جس شخص کے دل میں اہل بیتؑ کی محبت ہو گی وہ اس محبت کی وجہ سے پل صراط سے باآسانی گزریں گے، جبکہ وہ لوگ جن کے دل میں اہل بیتؑ کی عداوت ونفرت ہو تو وہ پل صراط سے جہنم میں گر جائیں گے۔

جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان پاک ہے: ہر چیز کے لئے ایک پروانہ اور جواز ہوتا ہے اور پل صراط سے گزرنے کا پروانہ اور جواز علی ابن ابی طالبؑ کی محبت ہے۔

«لِكُلِّ شَيْءٍ جَوَازٌ وَ جَوَازُ الصِّرَاطِ حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليه السلام»[۶۱]

---

[۶۰] بحار الانوار، ج ۱۷، ص ۳۱۹

[۶۱] بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۲۰۲؛ المناقب، ج ۲، ص ۱۵۶

۱۳) قبر کی شدت و وحشت سے محفوظ رہنے کا سبب، محب اہل بیتؑ قبر کی وحشت، ہولناکی اور سختیوں سے محفوظ رہے گا۔

امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: قبر روز یہ کلام کرتی ہے کہ اے میرے پاس آنے والے میں غربت کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، میں قبر ہوں، میں یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوں، یا پھر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ لِلْقَبْرِ كَلَاماً كُلَّ يَوْمٍ يَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ أَنَا بَيْتُ الْوَحْشَةِ، أَنَا بَيْتُ الدُّودِ، أَنَا الْقَبْرُ، أَنَا رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ»[۷۷۲]

یعنی مؤمن کیلئے اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی اور دشمن اہل بیتؑ کے لئے یہ قبر نہیں بلکہ جہنم کا ایک گڑھا ہو گی اور اسے جہنم میں ڈال کر رہے گی۔

جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے مؤمن کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی علیؑ سے محبت رکھے گا اس پر سکراتِ موت کی سختی آسان ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دے گا۔

«أَلاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً هَوَّنَ اللهُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَ جَعَلَ قَبْرَهُ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ»[۷۷۳]

ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے محبت اہل بیتؑ کو عذابِ قبر سے نجات اور بغیر حساب جنت کا

---

[۷۷۲] الکافی، ج ۳، ص ۲۴۲

[۷۷۳] تاویل الآیات، ج ۱، ص ۸۴۳

سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ عذابِ قبر سے نجات پائے تو وہ میری اہل بیتؑ سے محبت کرے اور جو یہ چاہتا ہے کہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائے تو وہ بھی میری اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْجُوَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَلْيُحِبَّ أَهْلَ بَيْتِي ... وَ مَنْ أَرَادَ دُخُولَ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَلْيُحِبَّ أَهْلَ بَيْتِي»[723]

۱۴) آل محمدؐ کے ساتھ محشور ہوگا، محبِ اہل بیتؑ قیامت کے دن آلِ محمدؐ کے ساتھ محشور ہوگا، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص بھی ہم اہل بیتؑ کے ساتھ خدا کی خاطر محبت کرتے ہوئے اس دنیا سے چلا جائے وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور کیا جائے گا اور ہم انہیں اپنے ساتھ جنت میں داخل کریں گے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَنْ أَحَبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فِي اللهِ حُشِرَ مَعَنَا وَ أَدْخَلْنَاهُ مَعَنَا الْجَنَّةَ»[724]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم ﷺ قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ قیامت کب واقع ہوگی؟ حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

یہ سُننے کے بعد اس نے کہا: (میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے صرف) اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ہے۔

---

[723] بحار الانوار ج ۲۷، ص ۱۱۶

[724] کفایۃ الاثر ج ۱، ص ۲۹۸

تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جن سے محبت رکھتے ہو قیامت کے دن انہیں کے ساتھ محشور ہو گے۔

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ: حُبَّ اللهِ وَ رَسُولِهِ. قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» [۶۶۱]

۱۵) جہنم سے نجات پانے کا سبب، محبت اہل بیتؑ قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات کا سبب ہے۔

۱۶) دنیا و آخرت دونوں میں مسرت و خوشحالی کے حصول کا سبب، محب اہل بیتؑ دنیا میں بھی مسرت و خوشحالی سے جیتا ہے اور آخرت میں بھی خوشحالی و فرحت نصیب ہوتی ہے، جبکہ دشمن اہل بیتؑ دنیا میں بھی بے محزون و وحشت زدہ رہتا ہے اور آخرت میں بھی وحشت اور خوفناک حالت میں رہے گا۔

۱۷) قیامت کے دن دوسرے لوگوں کی شفاعت کرنے کا حق عطا ہو گا، وہ شخص جو حقیقی معنیٰ میں آل محمدؐ کی معرفت رکھنے والا اور ان کی پیروی کرنے والا ہے نہ تنہا وہ خود نجات پائے گا بلکہ اللہ جل جلالہ اسے یہ حق عطا کرے گا کہ وہ دوسرے لوگوں کی بھی شفاعت کرے، یعنی اس کو شفاعت کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

۱۸) دنیا و آخرت دونوں میں عزت و بزرگی پانے کا سبب، جو شخص دل میں اہل بیتؑ کی معرفت اور محبت رکھتا ہے وہ شخص دنیا و آخرت دونوں میں عزت و بزرگی پاتا ہے، جبکہ اس کے مقابل میں وہ شخص جو آلِ محمدؐ سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔

۱۹) دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی و کامیابی کا سبب ہے، محب اہل بیتؑ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی

---

[۶۶۱] امالی طوسی، ص ۲۱۳

وکامیابی کو پالیتا ہے کہ جسے روایات میں خیر الدنیا والآخرۃ کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے، جبکہ اہل بیتؑ کے ساتھ دشمنی رکھنا دنیا و آخرت دونوں کی بدبختی کا سبب ہے کہ جسے روایات میں عداوت اہل بیتؑ کو شر الدنیا والآخرہ کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۰) **قیامت کے دن سکون واطمئنان کا سبب ہے،** جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہم اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے سکون واطمئنان کے ساتھ محشور فرمائے گا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَحَبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللهُ آمِناً يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [٦٦٢]

روزِ قیامت اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں سوال ہو گا

قیامت کے دن پروردگارِ عالَم بہت ساری چیزوں کے بارے میں اپنے بندوں سے سوال کرے گا، انہی میں سے ایک اہم ترین چیز جس کے بارے میں پروردگارِ عالَم تمام انسانوں سے پوچھے گا وہ اہل بیتؑ کی امامت، ولایت اور محبت ہے، یعنی سوال ہو گا کہ: کیا تم نے اہل بیتؑ کی امامت کا اقرار کیا یا نہیں؟ اہل بیتؑ کی ولایت کو تسلیم کیا یا نہیں؟ اہل بیتؑ کی معرفت ومحبت میں زندگی گزاری یا نہیں؟ پھر قیامت کے دن اگر کوئی شخص ان سوالات کا مثبت جواب دیتے ہوئے اس طرح کہے کہ ہم نے اہل بیتؑ کی معرفت بھی حاصل کی، ان کی ولایت وامامت کو بھی تسلیم کیا اور ان ہستیوں سے محبت کرتے ہوئے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری ہے، یہی لوگ کامیاب اور اہل بیتؑ کے ساتھ ہوں گے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے قیامت کے دن محبتِ اہل بیتؑ کے بارے میں سوال ہونے کو یقینی

---

[٦٦٢] بحار الانوار، ج ٢٧، ص ١٣٧

قرار دیتے ہوئے فرمایا: کوئی بھی انسان قیامت کے دن قدم نہیں بڑھا سکے گا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے؛

۱) اس کی عمر و زندگی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگی کو کس چیز میں فنا کیا؟

۲) اس کی جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی جوانی کو کس چیز میں اور کس طرح گزارا؟

۳) اس کے مال کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟

۴) اس سے ہم اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرتے ہوئے زندگی گزاری یا نہیں؟

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ وَ عَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ كَسَبَهُ وَ فِيمَا أَنْفَقَهُ وَ عَنْ حُبِّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ»[۶۸]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے قیامت کے دن قرآن و اہل بیتؑ کے بارے میں سوال ہونے کو یقینی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں سب سے پہلے وارد ہونے والا میں اور میرے ساتھ قرآن اور میری اہل بیتؑ ہوں گے، اس کے بعد میری امت وارد ہوگی، پھر میں اپنی امت سے سوال کروں گا کہ: تم لوگوں نے اللہ کی کتاب اور میری اہل بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک اور برتاؤ کیا؟

---

[۶۸] المناقب، ج۲، ص ۱۵۳؛ بحار الانوار، ج۷، ص ۲۵۸

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : أَنَا أَوَّلُ وَافِدٍ عَلَى الْعَزِيزِ الْجَبَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ كِتَابُهُ وَ أَهْلُ بَيْتِي ثُمَّ أُمَّتِي ثُمَّ أَسْأَلُهُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَ أَهْلِ بَيْتِي؟» [۱]

محمد وآلِ محمدؑ کے ساتھ محبت کرنے کا معیار

ہم نے اوپر محبتِ اہل بیتؑ کے جن آثار وبرکات کو ذکر کیا ہے وہ ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتے، بلکہ یہ آثار وفوائد ان محبین اور عاشقین اہل بیتؑ کو نصیب ہوتے ہیں جنہوں نے ہر حوالہ سے اہل بیتؑ کی رضاو خوشنودی اور ان کے ساتھ محبت کرنے کے تمام معیار و تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے زندگی گزاری ہو۔ اور اہل بیتؑ کی محبت کی نشانی وعلامت ان کی زندگی میں لحہ بہ لحہ ان کی عملی زندگی میں نظر آتے ہوں۔

جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے جنابِ جابر سے اہل بیتؑ کے سچے ماننے والوں کے معیار، کردار اور ان کی علامات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے جابر! قسم بخدا! ہر وہ شخص جو ہم اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس وقت تک ہمارا شیعہ اور چاہنے والا نہیں ہے جب تک کہ وہ تقویٰ الٰہی اختیار نہ کرے اور اللہ کی اطاعت نہ کرے۔

پھر آپؑ نے اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کی علامت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے جابر! ہمارے شیعوں کی شناخت و پہچان نہیں ہو سکتی، مگر تواضع و فروتنی کرنے سے، خضوع وخشوع کے ساتھ پیش آنے سے، توبہ و استغفار کرنے سے، کثرت کے ساتھ ذکرِ خدا کرنے سے، کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے سے، نماز پڑھنے سے، والدین کے ساتھ نیکی واحسان کرنے سے، نادار ہمسایوں، مسکینوں، مقروض اور یتیموں کا خاص خیال رکھنے سے، ہمیشہ سچ بولنے سے، تلاوت قرآن کرنے سے، خیر بات کہنے کے علاوہ زبان کو قابو میں رکھنے سے اور اپنے قبیلہ میں سب سے زیادہ امانتدار ہونے کے ذریعہ سے ہی ان کی

---

[۱] وسائل الشیعہ، ج۱، ص۱۷۰

پہچان وشناخت ہو سکے گی۔

اس روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے سچے محبین اور واقعی شیعیانِ آلِ محمدؐ کی سترہ نشانیوں کو بیان فرمایا ہے۔ جن کی زندگی میں یہ سترہ صفات ونشانیاں پائی جائیں وہ حقیقی معنوں میں اہل بیتؑ کے سچے چاہنے اور ماننے والوں میں شامل ہیں۔

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: كَيْفَ مَنِ انْتَحَلَ قَوْلَ الشِّيعَةِ وَ أَحَبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَوَ اللهِ مَا شِيعَتُنَا إِلاَّ مَنِ اتَّقَى اللهَ وَ أَطَاعَهُ وَ مَا كَانُوا يُعْرَفُونَ يَا جَابِرُ إِلاَّ بِالتَّوَاضُعِ وَ التَّخَشُّعِ وَ الإِنَابَةِ وَ كَثْرَةِ ذِكْرِ اللهِ وَ الصَّوْمِ وَ الصَّلاَةِ وَ الْبِرِّ بِالْوَالِدَيْنِ وَ تَعَاهُدِ الْجِيرَانِ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَ ذَوِي الْمَسْكَنَةِ وَ الْغَارِمِينَ وَ الأَيْتَامِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ تِلاَوَةِ الْقُرْآنِ وَ كَفِّ الأَلْسُنِ عَنِ النَّاسِ إِلاَّ مِنْ خَيْرٍ وَ كَانُوا أُمَنَاءَ عَشَائِرِهِمْ فِي الأَشْيَاءِ» [۷۷۰]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے بھی اپنے سچے ماننے اور چاہنے والوں کی پانچ علامات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات میں ہم آلِ محمدؐ کو چنا ہے اور ہمارے لئے ہمارے چاہنے والے پیروکاروں کو چنا ہے کہ جو ہمیشہ ہماری مدد ونصرت کرتے ہیں، ہماری خوشیوں میں خوشحال ہوتے ہیں، ہمارے غم میں غمگین ومحزون ہوتے ہیں، اپنے مال اور اپنی جان کو ہم آلِ محمدؐ کی راہ میں قربان کرتے ہیں، پس یہی لوگ ہم میں سے ہیں اور قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہوں گے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اطَّلَعَ إِلَى الأَرْضِ فَاخْتَارَنَا وَ اخْتَارَ لَنَا شِيعَةً يَنْصُرُونَنَا وَ يَفْرَحُونَ بِفَرَحِنَا وَ يَحْزَنُونَ لِحُزْنِنَا وَ يَبْذُلُونَ أَمْوَالَهُمْ وَ أَنْفُسَهُمْ فِينَا أُولَئِكَ مِنَّا وَ إِلَيْنَا» [۷۷۱]

---

[۷۷۰] السرائر، ج۳، ص۶۳۶

[۷۷۱] بحار الانوار، ج۶۵، ص۱۷

اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرنے کا معیار یہ ہے کہ انسان زندگی کے تمام میدانوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرے اور ان کی رضا و خوشنودی کے ساتھ زندگی گزارنا اور ان ہستیوں کو اپنی زندگی میں سب سے محبوب ترین و عزیز ترین قرار دینا اور انہی کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی ہر چیز کو قربان کر دینا ہی ان کے ساتھ محبت کرنے کا عملی ثبوت ہے، ان ہستیوں کو اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز و محبوب رکھنا جہاں پر ان کے ساتھ محبت کا اظہار ہے وہاں پر یہ رسولِ خداؐ کا حکم اور معیارِ محبت بھی ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرنے کا معیار بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کوئی بھی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ خود سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے، جب تک کہ میری عترتؑ کو اپنی عترت سے زیادہ عزیز و محبوب نہ رکھے، جب تک کہ میری اہل بیتؑ کو اپنی اہل بیتؑ سے زیادہ محبوب نہ رکھے اور جب تک کہ میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لاَ يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَ يَكُونَ عِتْرَتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ وَ يَكُونَ أَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَ تَكُونَ ذَاتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهِ» [۶۶۶]

---

[۶۶۶] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۸۶

محبتِ حضرت امیر المؤمنینؑ کے آثار و فوائد

وہ ہستی کہ جس کی محبت دنیاو آخرت دونوں میں کامیابی وسعادت کی ضمانت ہے اور جس کی محبت کے بغیر دین وایمان کامل نہیں ہے اور وہ ہستی کہ جس کی محبت وولایت اور معرفت کی تاکید وسفارش کرتے ہوئے سرورِ کائنات ﷺ کی پوری زندگی گزری ہے وہ حضرت امیر المؤمنین ، امام المتقین، یعسوب الدین علی ابن ابی طالبؑ کی ذاتِ گرامی ہے، مولائے کائناتؑ کی محبت کی اہمیت وفضیلت اور اس کے عظیم آثار و فوائد کے حوالہ سے قرآنِ مجید کی آیات اور فریقین کی کتابوں میں بے شمار روایات ہیں، کہ جن میں سے چند روایات کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین کے چاہنے والے تین مقامات پر خوشحال ہوں گے

روایات میں اس بات کا ذکر ہے کہ تمام انسانوں کے لئے چند مقامات انتہائی پریشان کن اور نہایت دشوار ہیں، جن میں سے تین مقام بہت ہی حساس وخطرناک ہیں کہ جہاں پر وہی انسان نجات پانے میں کامیاب ہوں گے جن کے دل میں امیر المؤمنین کی محبت ہوگی، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے:

اے علیؑ! آپ کے چاہنے والے تین مقامات پر بہت خوشحال ہوں گے:

۱) جان کنی کی حالت میں آپ ان کے سامنے حاضر ہوں گے (کہ جو بہت خطرناک مرحلہ ہے اور وہ تمہیں دیکھ کر خوشحال ہو جائیں گے)۔

۲) قبر میں سوال وجواب کے وقت آپ ان کو تلقین سکھائیں گے (یعنی منکر ونکیر کے سوالوں کے جواب سکھائیں گے)۔

۳) قیامت کے دن اللہ کے حضور میں آپ اپنے شیعوں کو پہچانیں گے۔ (قیامت کے دن مولا اپنے شیعوں کو پہچان کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے)۔

«عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا عَلِيُّ، إِنَّ مُحِبِّيكَ يَفْرَحُونَ فِي ثَلَاثِ مَوَاطِنَ، عِنْدَ خُرُوجِ أَنْفُسِهِمْ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تَشْهَدُهُمْ وَ عِنْدَ الْمُسَائَلَةِ فِي الْقُبُورِ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تُلَقِّنُهُمْ وَ عِنْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللهِ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تَعْرِفُهُمْ» [۷۷۳]

واقعی خوش بخت وکامیاب انسان

دنیا میں بہت سارے ایسے افراد ہیں جو کامیابی وکامرانی کی سعادت کو حاصل کرتے ہیں، لیکن حقیقی و واقعی کامیاب انسان وہ ہے جس کی کامیابی وکامرانی کی سند رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی مل جائے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدانِ عرفات میں تمام حجاج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ، یہ جبرائیلؑ امین ہے جو خدا کی جانب سے یہ پیغام لایا ہے کہ اللہ نے فرمایا: بے شک واقعی و حقیقی کامیاب وسعادت مند وہ شخص ہے جو علیؑ کے ساتھ محبت کرے چاہے علیؑ کی زندگی میں یا ان کی رحلت کے بعد اور بے شک حقیقی و واقعی شقی ترین وبد بخت ترین شخص وہ ہے جو علیؑ کے ساتھ بغض رکھے چاہے علیؑ کی زندگی میں یا ان کی رحلت کے بعد۔

«أَلَا إِنَّ هَذَا جَبْرَائِيلَ يُخْبِرُنِي عَنْ رَبِّي عَزَّ وَ جَلَّ أَنَّ السَّعِيدَ حَقَّ السَّعِيدِ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً فِي حَيَاتِهِ أَوْ بَعْدَ وَفَاتِهِ. وَ إِنَّ الشَّقِيَّ حَقَّ الشَّقِيِّ مَنْ أَبْغَضَ عَلِيّاً فِي حَيَاتِهِ أَوْ بَعْدَ وَفَاتِهِ» [۷۷۴]

دنیا و آخرت میں امیر المؤمنین کی محبت کے آثار و فوائد

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ محبت کرنے کے دنیا و آخرت دونوں میں بہت سارے آثار و فوائد کو روایات میں بیان کیا گیا ہے، جن میں سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک طولانی روایت ہے کہ

---

[۷۷۳] فصول المہمہ، ج۱، ص ۳۲۳

[۷۷۴] شرح الاخبار، ج۱، ص ۲۰۹

جو رسولِ اکرم ﷺ نے جنابِ عمر ابن خطاب کے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی کہ جب جنابِ عمر نے رسولِ اکرم ﷺ سے امیر المؤمنین علیؑ کی شان و منزلت کے بارے میں سوال کیا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے غضبناک ہو کر جواب میں ارشاد فرمایا: یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس شخص کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جن کی شان و منزلت خدا کے نزدیک میری شان و منزلت کے برابر ہے سوائے اس کے کہ میرے پاس نبوت ہے اور اس کے پاس نبوت نہیں۔

پھر آپؐ نے امیر المؤمنینؑ کی محبت کے دنیا و آخرت دونوں میں آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آگاہ رہو! کہ جس نے بھی علیؑ سے محبت کی؛

۱) اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس سے اللہ راضی ہوا اور جس سے اللہ راضی ہوا اس کا مقام جنت ہے۔

۲) اس کیلئے ملائکہ استغفار کرتے ہیں۔

۳) اس کیلئے جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں گے جس در سے چاہے جنت میں بغیرِ حساب داخل ہو جائے۔

۴) اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۵) اس کا حساب و کتاب بہت آسان اور انبیاء کی مانند لیا جائے گا۔

۶) وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک کہ دنیا میں ہی حوضِ کوثر سے سیر اب نہ ہو جائے۔

۷) اس وقت تک دنیا سے نہیں جائے گا جب تک کہ دنیا میں ہی شجرہ طوبیٰ کا پھل نہ کھالے۔

۸) اس وقت تک دنیا سے نہیں جائے گا جب تک کہ وہ دنیا میں ہی جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔

۹) اس کے لئے موت (جان کنی) کی سختی کو اللہ تعالیٰ آسان کر دے گا۔

۱۰) اس کی قبر کو اللہ تعالیٰ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دے گا۔

۱۱) اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن کی ہر رگ کے عوض حور العین عطا کرے گا۔

۱۲) وہ اپنے عزیز و رشتہ داروں میں سے اسی ۸۰ افراد کی شفاعت کرے گا۔

۱۳) اللہ تعالیٰ اس کے بدن کے ہر بال کے عوض جنت میں ایک شہر عطا کرے گا۔

۱۴) اللہ تعالیٰ اس کی طرف ملک الموت کو اس طرح بھیجتا ہے جیسے اپنے انبیاء کی طرف بھیجتا ہے۔

۱۵) اللہ تعالیٰ اس سے منکر و نکیر کے خوف کو دور کر دے گا۔

۱۶) اس کی قبر کو نورانی کر دے گا۔

۱۷) اس کی قبر کو ستر سال کی مسافت کے برابر کشادہ و وسیع کرے گا۔

۱۸) قیامت کے دن اس کے چہرے کو روشن و نورانی کرے گا۔

۱۹) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے تحت میں صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جگہ عطا کرے گا۔

۲۰) قیامت کے ہولناکی و پریشانی اور خوف وہراس سے امان میں رکھے گا۔

۲۱) اللہ اس کی نیکیوں کو قبول کرے گا اور اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

۲۲) وہ جنت میں حضرت حمزہؑ سید الشہداء کا رفیق و دوست ہو گا۔

۲۳) اللہ تعالیٰ حکمت کے چشموں کو اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری کرے گا۔

۲۴) اللہ تعالیٰ اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

۲۵) زمین میں اس کا نام اللہ کا قیدی قرار پائے گا، یعنی اللہ کا فرمانبردار و مطیع ہو گا۔

۲۶) اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ اور عرش کے اٹھانے والوں کے سامنے اس پر فخر و مباہات کرے گا۔

۲۷) اس کو عرش کے تحت سے ایک منادی ندا دے گا کہ اے خدا کے بندے تیرے سب گناہ معاف ہو گئے ہیں اب تم نئے سرے سے اپنے عمل کو شروع کرو۔

۲۸) وہ قیامت کے دن اس حال میں وارد ہو گا کہ اس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی مانند روشن و چمکدار ہو گا۔

۲۹) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے سر پر کرامت و بزرگی کا تاج رکھے گا۔

۳۰) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عزت کا لباس کا پہنائے گا۔

۳۱) وہ پل صراط سے بجلی کی رفتار سے گزرے گا اور پل صراط سے گزرنے میں کسی قسم کی مشکل کا سامنا نہیں کرے گا۔

۳۲) اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کی آگ سے اور نفاق سے برائت نامہ تحریر کرے گا۔

۳۳) اللہ تعالیٰ اس کیلئے صراط کے گزرنے کا پروانہ اور عذاب سے امان نامہ تحریر کرے گا۔

۳۴) اس کے اعمال نامہ کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے عیاں نہیں کیا جائے گا۔

۳۵) اس کے اعمال کو تولا نہیں جائے گا، یعنی اس کا حساب و کتاب نہیں ہو گا۔

۳۶) اس سے کہا جائے گا کہ بغیرِ حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

۳۷) اس کے ساتھ ملائکہ مصافحہ کریں گے۔

۳۸) انبیاء کی ارواح اس کی زیارت واستقبال کریں گی۔

۳۹) اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجات کو بر آوردہ کرے گا۔

۴۰) وہ باایمان ہو کر دنیا سے جائے گا۔

۴۱) اس کی جنت کا میں ضامن ہوں۔

مزید آپؐ نے علیؑ اور آلِ محمدؐ سے بغض کرنے والوں کا بدترین انجام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
آگاہ رہو کہ جو شخص بھی بغضِ آلِ محمدؐ میں مرے گا؛

۱) وہ کفر کی حالت میں مرے گا۔

۲) وہ خدا کی رحمت سے مایوس ومحروم ہو گا۔

۳) وہ جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

۴) وہ سیاہ چہرے کے ساتھ اپنی قبر سے نکلے گا۔

وعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَغَضِبَ وَ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَذْكُرُونَ مَنْ لَهُ مَنْزِلَةٌ عِنْدَ اللهِ كَمَنْزِلَتِي وَ مَقَامٌ كَمَقَامِي إِلاَّ النُّبُوَّةَ (أَلاَ وَ مَنْ) أَحَبَّ عَلِيّاً فَقَدْ أَحَبَّنِي وَ مَنْ أَحَبَّنِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ مَنْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَافَأَهُ بِالْجَنَّةِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً اِسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْمَلاَئِكَةُ وَ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ بِغَيْرِ حِسَابٍ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً أَعْطَاهُ اللهُ كِتَابَهُ

بِيَمِينِهِ وَ حَاسَبَهُ [حِسَاباً يَسِيراً] حِسَابَ الْأَنْبِيَاءِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً لاَ يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَشْرَبَ مِنْ [حَوْضِ] الْكَوْثَرِ وَ يَأْكُلَ مِنْ شَجَرَةِ طُوبَى وَ يَرَى مَكَانَهُ مِنَ الْجَنَّةِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً هَوَّنَ اللهُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَ جَعَلَ قَبْرَهُ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً أَعْطَاهُ اللهُ فِي الْجَنَّةِ بِكُلِّ عِرْقٍ فِي بَدَنِهِ حَوْرَاءَ وَ شَفَّعَهُ فِي ثَمَانِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ [عَلَى بَدَنِهِ] مَدِينَةٌ فِي الْجَنَّةِ الاَ وَ مَنْ (عَرَفَ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ أَحَبَّهُ) بَعَثَ اللهُ إِلَيْهِ مَلَكَ الْمَوْتِ كَمَا يَبْعَثُ إِلَى الْأَنْبِيَاءِ وَ رَفَعَ عَنْهُ أَهْوَالَ مُنْكَرٍ وَ نَكِيرٍ وَ نَوَّرَ قَبْرَهُ وَ فَسَّحَهُ مَسِيرَةَ سَبْعِينَ عَاماً وَ بَيَّضَ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَظَلَّهُ اللهُ فِي [ظِلِّ] عَرْشِهِ مَعَ الصِّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ وَ آمَنَهُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَ أَهْوَالِ [يَوْمِ] الصَّاخَّةِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْهُ حَسَنَاتِهِ وَ تَجَاوَزَ عَنْ سَيِّئَاتِهِ وَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ رَفِيقَ حَمْزَةَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَثْبَتَ اللهُ الْحِكْمَةَ فِي قَلْبِهِ وَ أَجْرَى عَلَى لِسَانِهِ الصَّوَابَ وَ فَتَحَ اللهُ لَهُ أَبْوَابَ الرَّحْمَةِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ سُمِّيَ أَسِيرَ اللهِ فِي الْأَرْضِ وَ بَاهَى اللهُ بِهِ مَلاَئِكَتَهُ وَ حَمَلَةَ عَرْشِهِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ نَادَاهُ مَلَكٌ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يَا عَبْدَ اللهِ اِسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ فَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ الذُّنُوبَ كُلَّهَا الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَضَعَ اللهُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجَ الْكَرَامَةِ وَ أَلْبَسَهُ حُلَّةَ الْعِزِّ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَرَّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَ لَمْ يَرَ صُعُوبَةَ الْمُرُورِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَتَبَ اللهُ لَهُ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَةً مِنَ النِّفَاقِ وَ جَوَازاً عَلَى الصِّرَاطِ وَ أَمَاناً مِنَ الْعَذَابِ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلاَمُ لاَ يُنْشَرُ لَهُ دِيوَانٌ وَ لاَ يُنْصَبُ لَهُ مِيزَانٌ وَ قِيلَ لَهُ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ الاَ وَ مَنْ أَحَبَّ (آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) أَمِنَ مِنَ الْحِسَابِ وَ الْمِيزَانِ وَ الصِّرَاطِ الاَ

وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَافَحَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَ زَارَتْهُ أَرْوَاحُ الْأَنْبِيَاءِ وَ قَضَى اللهُ لَهُ كُلَّ حَاجَةٍ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى الَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَاتَ كَافِراً الَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ [مَاتَ عَلَى الْإِيمَانِ وَ كُنْتُ] أَنَا كَفِيلَهُ بِالْجَنَّةِ [أَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ (جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ هَذَا آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ الَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمْ يَشَمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ الَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَخْرُجُ مِنْ قَبْرِهِ أَسْوَدَ الْوَجْهِ»[۳۳۳]

محبت امیر المومنینؑ کے بغیر کسی کے لئے نجات ممکن نہیں

اسی طرح ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے امیر المومنینؑ کی محبت کو نجات پانے اور جنت میں جانے کا وسیلہ اور ان کے ساتھ دشمنی کو یقیناً جہنم میں جانے کا سبب قرار دیا ہے، جیسا کہ جنابِ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم ﷺ سے اس عمل کے بارے میں پوچھا کہ جس کے ذریعہ سے جنت میں داخل ہو سکے۔

تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم فرض نمازوں کو ادا کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، جنابت کا غسل کرو اور علی ابن ابی طالبؑ کی محبت (وولایت) کو دل میں رکھو پھر جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

مجھے قسم ہے اس ذاتِ حق کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر تم ایک ہزار سال نمازیں پڑھو، ایک ہزار سال روزے رکھو، ایک ہزار حج کرو، ایک ہزار جنگوں میں شرکت کر کے جہاد کرو، ایک

---

[۳۳۳] مائۃ منقبۃ من مناقب امیر المومنین، ص ۲۶

ہزار غلاموں کو آزاد کرو، تورات وانجیل وقرآن کو پڑھو، تمام انبیاء کے ملاقات کرو اور ہر نبی کے ساتھ ایک ایک ہزار سال عبادت کرتے رہو اور ان انبیاء کے ساتھ مل کر ایک ہزار جہاد کرو، ان انبیاء کے ساتھ مل کر ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہزار حج انجام دو پھر تم اس حالت میں مر جاؤ کہ تمہارے دل میں علیؑ اور اولادِ علیؑ کی محبت (وولایت) نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں منافقین کے ساتھ جہنم میں ڈالے گا۔

مزید آپؐ نے مولائے کائناتؑ کی محبت وولایت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: آگاہ رہو! تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غائبین تک میرے اس پیغام کو پہنچائے جو میں نے علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں بیان کیا ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: بے شک یہ جو کچھ میں نے علیؑ کے بارے میں کہا ہے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ یہ مجھے جبرائیلؑ نے کہا اور جبرائیلؑ نے بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہا۔

اور بے شک جبرائیلؑ نے دنیا میں کسی کو اپنا بھائی قرار نہیں دیا سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے، پس اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد جو چاہے علیؑ سے محبت کرے اور جو چاہے تو بغض رکھے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ لازم وواجب قرار دیا ہے کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ کے دشمنوں کو ہر گز جہنم سے باہر نہیں نکالے گا۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَنْ عَمَلٍ يَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَلِّ الْمَكْتُوبَاتِ وَ صُمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ اغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ أَحِبَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أُدْخُلِ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ بَابٍ شِئْتَ فَوَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَوْ صَلَّيْتَ الْفَ عَامٍ وَ صُمْتَ الْفَ عَامٍ وَ حَجَجْتَ الْفَ حَجَّةٍ وَ غَزَوْتَ الْفَ غَزْوَةٍ وَ أَعْتَقْتَ الْفَ رَقَبَةٍ وَ قَرَأْتَ التَّوْرَاةَ وَ الْإِنْجِيلَ وَ الزَّبُورَ وَ الْفُرْقَانَ وَ لَقِيتَ الْأَنْبِيَاءَ كُلَّهُمْ وَ عَبَدْتَ اللهَ تَعَالَى مَعَ كُلِّ نَبِيٍّ الْفَ عَامٍ وَ جَاهَدْتَ مَعَهُمْ الْفَ غَزْوَةٍ وَ حَجَجْتَ

مَعَ كُلِّ نَبِيٍّ الفَ حَجَّةٍ ثُمَّ مِتَّ وَ لَمْ يَكُنْ فِي قَلْبِكَ حُبُّ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ أَوْلاَدِهِ أَدْخَلَكَ اللهُ النَّارَ مَعَ الْمُنَافِقِينَ الاَ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنكُمُ الغَائِبَ قَوْلِي فِي عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَإِنِّي لَمْ أَقُلْ فِي عَلِيٍّ إِلاَّ بِأَمْرِ جَبْرَائِيلَ وَ جَبْرَائِيلُ لاَ يُخْبِرُنِي إِلاَّ عَنِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ إِنَّ جَبْرَائِيلَ لَمْ يَتَّخِذْ أَخاً فِي الدُّنْيَا إِلاَّ عَلِيّاً الاَ مَنْ شَاءَ فَلْيُحِبَّ وَ مَنْ شَاءَ فَلْيُبْغِضْ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ حَتَمَ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لاَ يُخْرِجَ مُبْغِضَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنَ النَّارِ أَبَداً» [۶۶۱]

ایک اور فیصلہ کن روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے ذاتِ حق کی قسم کھا کر فرمایا: اگر تم میں سے کوئی بھی شخص ستر انبیاء کی عبادت و عمل کو انجام دے تو بھی اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرے اس بھائی علیؑ اور ان کی معصومؑ اولاد کے ساتھ محبت نہ کرے۔

مزید آپؐ نے فرمایا: بے شک اللہ کا وہ مقام و مرتبہ ہے کہ جسے میرے اور علیؑ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، بے شک میرا وہ مقام و مرتبہ ہے کہ جسے خدا اور علیؑ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور علی کا وہ مقام و مرتبہ ہے کہ جسے میرے اور خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلَ سَبْعِينَ نَبِيّاً لَمْ يَدْخُلِ الجَنَّةَ حَتَّى يُحِبَّ هَذَا أَخِي عَلِيّاً وَ وُلْدَهُ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنَّ للهِ حَقّاً لاَ يَعْلَمُهُ إِلاَّ أَنَا وَ عَلِيٌّ وَ إِنَّ لِي حَقّاً لاَ يَعْلَمُهُ إِلاَّ اللهُ وَ عَلِيٌّ وَ لَهُ حَقٌّ لاَ يَعْلَمُهُ إِلاَّ اللهُ وَ أَنَا» [۶۶۲]

محبت علیؑ، انبیاءؑ کے ساتھ بالاترین درجہ پر فائز ہونے کا سبب

قیامت کے دن بالاترین درجہ انبیاء، اولیاء اور آلِ محمد علیہم السلام کا ہے، ان سے بلند مقام و مرتبہ کسی کا نہیں ہے، واقعی خوش بخت و خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو روزِ قیامت انبیاءؑ کے ساتھ بلند ترین

---

[۶۶۱] ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۲۵۳

[۶۶۲] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۱۹۶

درجات پر فائز ہوں گے، انہی خوش بخت وخوش نصیب لوگوں میں سے وہ لوگ بھی جو امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے سچے چاہنے والے محبین و پیروکاروں میں سے ہیں، جیسا کہ سردرِ کائنات ﷺ نے مولا علیؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! جس نے تجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن انبیاءؑ کے ساتھ ان کے درجہ پر فائز ہوگا اور جو بھی اس حال میں مرے کہ تجھ سے بغض و نفرت رکھتا ہو تو اس کیلئے فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ (یعنی جو علیؑ سے دشمنی و نفرت کی حالت میں مرتا ہے وہ مسلمان ہو کر نہیں مرتا بلکہ وہ یہودی یا نصرانی کی موت مرتا ہے۔)

«قَالَ رَسُـولُ اللهِ (ص): مَن أحبّك يا عليّ كان مع النّبيّين في درجتهم يوم القيامة، ومن مات يبغضك فلا يُبالي ماتَ يهوديّاً أو نَصرانياً» [۷۷۷]

[۷۷۷] ینابیع المودۃ، ص ۲۵۱

محبتِ حضرتِ فاطمہ زہراءؑ کے آثار و فوائد

اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک عظیم ہستی کہ جس کے مقام و منزلت کو سرورِ کائنات ﷺ زندگی بھر اپنی امت کیلئے بیان کرتے رہے اور اس ہستی کی معرفت و محبت کی تاکید و سفارش فرماتے رہے، وہ صدیقہ کونین، مادرِ حسنین، تمام عورتوں کی سردار، شفیعہ روزِ جزاء، صدیقہ کُبریٰ حضرتِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا کی ذاتِ گرامی ہے۔

حضرتِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا کے بہت سارے فضائل و مناقب ہیں جن کو قرآن وروایات میں بیان کیا گیا ہے لیکن ہم اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف چند روایات پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں حضرتِ زہراء سلام اللہ علیھا کے ساتھ محبت کرنے کی فضیلت اور دنیاو آخرت دونوں میں اس محبت کے آثار وبرکات کو بیان کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے نہ صرف اپنی امت کو جنابِ زہراء سلام اللہ علیھا کے مقام و منزلت سے آگاہ و آشنا کیا، بلکہ آپؐ نے اپنی لختِ جگر، شریکِ کارِ رسالت اور بضعۃ النبی کی محبت کو دنیاو آخرت دونوں کی کامیابی وسعادت کی ضمانت اور جنت کو پانے کا بہترین وسیلہ وذریعہ قرار دیا ہے، حضور ﷺ نے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیھا سے محبت رکھنے اور ان کو چاہنے والوں کو جنت کی بشارت دی ہے۔

جیسا کہ جنابِ سلمان فارسیؓ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے سلمان! جو شخص بھی فاطمہؑ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جس نے اس سے بغض رکھا وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔

مزید آپؐ نے دنیاو آخرت دونوں میں جنابِ سیدہ سلام اللہ علیھا کی محبت کے آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے سلمان! فاطمہؑ کی محبت ایک سو ۱۰۰ مقامات پر فائدہ پہنچائے گی اور نجات

دلوائے گی، جن میں سے اہم ترین مقامات درج ذیل ہیں؛

۱) جان کنی کی حالت میں۔ ۲) قبر کی تاریکی میں۔

۳) مقام میزان میں۔ ۴) میدانِ حشر میں۔

۵) پُل صراط سے گزرتے وقت۔ ۶) حساب وکتاب کے وقت۔

ان مقامات پر جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی محبت باعثِ نجات بنے گی۔

مزید آپؐ نے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی رضا و خوشنودی کو اللہ و رسولؐ کی رضا و خوشنودی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اے سلمان! جس پر میری بیٹی فاطمہؑ راضی ہے اس پر میں راضی ہوں اور جس پر میں راضی ہوں اس پر اللہ بھی راضی ہے، جس پر میری بیٹی فاطمہؑ ناراض و غضبناک ہے اس پر میں ناراض و غضبناک ہوں اور جس پر میں ناراض و غضبناک ہوں اس اللہ بھی ناراض و غضبناک ہے۔

مزید آپؐ نے جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا پر ظلم کرنے والوں کو جہنمی قرار دیتے ہوئے فرمایا: اے سلمان! ویل (جہنم کا پست ترین طبقہ) ہے اس شخص کیلئے جو جنابِ زہراء، ان کے شوہر امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب اور ان کی ذریت و آل سلام اللہ علیہم اور ان کے شیعوں پر ظلم کرے گا۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا سَلْمَانُ مَنْ أَحَبَّ فَاطِمَةَ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ مَعِي وَ مَنْ أَبْغَضَهَا فَهُوَ فِي النَّارِ يَا سَلْمَانُ حُبُّ فَاطِمَةَ يَنْفَعُ فِي مِائَةٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ أَيْسَرُ۔ تِلْكَ الْمَوَاطِنِ الْمَوْتُ وَ الْقَبْرُ وَ الْمِيزَانُ وَ الْحَشْرُ وَ الصِّرَاطُ وَ الْمُحَاسَبَةُ فَمَنْ رَضِيَتْ عَنْهُ ابْنَتِي رَضِيتُ عَنْهُ وَ مَنْ رَضِيتُ عَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ مَنْ غَضِبَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ غَضِبْتُ عَلَيْهِ وَ مَنْ غَضِبْتُ عَلَيْهِ غَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَ وَيْلٌ لِمَنْ يَظْلِمُهَا وَ يَظْلِمُ بَعْلَهَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيّاً عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَ وَيْلٌ لِمَنْ يَظْلِمُ ذُرِّيَّتَهَا وَ شِيعَتَهَا» [٧٧٩]

جنابِ زہراؑ قیامت کے دن اپنے چاہنے والوں کو نجات دلائیں گی

حضرتِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا بزرگ ترین شفیعہ روزِ جزاء ہیں، قیامت کے دن آلِ محمدؐ کے ماننے والے اپنے چاہنے والوں کی شفاعت کر کے انہیں جنت میں پہنچائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کی خطاؤں اور گناہوں کو بخشوانے کے لئے سفارش کریں گی، اللہ تعالیٰ بھی جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی شفاعت کو قبول کرتے ہوئے ان کے چاہنے والے، ماننے والے اور پیروکاروں کو جنت عطا کرے گے، جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی شفاعت اور قیامت کے دن اپنے چاہنے والوں کو نجات دلانے کے حوالہ سے بہت ساری روایات ہیں، جن میں سے نمونہ کے طور پر صرف تین روایات ذکر کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کا نام فاطمہؑ رکھنے کی علت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میری بیٹی کا نام فاطمہؑ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے چاہنے والوں کو جہنم سے دور و محفوظ رکھا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّمَا سُمِّيَتْ ابْنَتِي فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى فَطَمَهَا وَ فَطَمَ مَنْ أَحَبَّهَا مِنَ النَّارِ» [٧٨٠]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں اپنے چاہنے والوں کیلئے جنابِ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی شفاعت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: روزِ قیامت جب میری بیٹی بارگاہِ الٰہی میں وارد ہوں گی تو خدا کی طرف سے آواز آئے گی: اے فاطمہ! جو چاہو مجھ سے طلب کرو اور جو

---

[٧٧٩] ارشاد القلوب، ج۲، ص ۲۹۳

[٧٨٠] صحیفہ امام رضاؑ، ص ۴۵؛ بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ، ج۱، ص ۱۳۱

تیری تمنا وخواہش ہے اس کا مجھ سے تقاضا کرو آج میں آپ کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔

جنابِ زہراء سلام اللہ علیھا بارگاہِ الٰہی میں ادب کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فرمائیں گی: اے میرے پروردگار! میری خواہش اور تمنا تیری رضا وخوشنودی ہے اور تیری رضا ہی تمام خواہشات سے بالاتر خواہش ہے۔

پھر بارگاہِ الٰہی میں تقاضا کریں گی کہ: اے میرے پروردگار! میں تجھ سے تقاضا کرتی ہوں کہ میرے چاہنے والے اور میری عترت وذریت کے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی: اے فاطمہ! مجھے اپنی عزت وجلالت اور رفعت وبلندی کی قسم میں آسمان وزمین کی خِلقت سے دو ہزار سال قبل قسم کھا رکھی ہے کہ تیرے چاہنے والے اور تیری ذریت کے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھوں اور انہیں نجات دوں۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: فَيُوحِي اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهَا يَا فَاطِمَةُ سَلِينِي أُعْطِكِ وَ تَمَنَّيْ عَلَيَّ أُرْضِكِ فَتَقُولُ إِلَهِي أَنْتَ الْمُنَى وَ فَوْقَ الْمُنَى أَسْأَلُكَ أَنْ لاَ تُعَذِّبَ مُحِبِّي وَ مُحِبِّي عِتْرَتِي بِالنَّارِ فَيُوحِي اللهُ إِلَيْهَا يَا فَاطِمَةُ وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي وَ ارْتِفَاعِ مَكَانِي لَقَدْ آلَيْتُ عَلَى نَفْسِي مِنْ قَبْلِ أَنْ أَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَ الأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْ لاَ أُعَذِّبَ مُحِبِّيكِ وَ مُحِبِّي عِتْرَتِكِ بِالنَّارِ»[۷۸۱]

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرتِ شفیعہ روزِ جزاء قیامت کے دن اپنے تمام چاہنے والوں کی شفاعت کریں گی اور ان کو جنت میں پہنچائیں گی اور ان کے جنت میں جانے کا فیصلہ پروردگارِ عالَم نے کائنات کی خِلقت سے دو ہزار سال پہلے کر رکھا ہے۔

---

[۷۸۱] بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۳۹

روزِ قیامت جنابِ سیدہؑ اور ان کے چاہنے والوں کا مقام و مرتبہ

روزِ قیامت نہ صرف حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے چاہنے والوں کی شفاعت کریں گی بلکہ بی بی کے چاہنے والے سچے پیروکار اور واقعی جنابِ سیدہ کی معرفت رکھنے والوں کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ وہ بھی قیامت کے دن مقامِ شفاعت پر فیض ہوں گے اور اپنے عزیز و اقارب اور جاننے والوں کی شفاعت کریں گے۔

اور جنابِ سیدہؑ کا مقام و مرتبہ اور شفاعت کا یہ عالَم ہوگا کہ تین گروہ (توحید ور رسالت و ولایت میں شک کرنے والے، کافر، منافق) کے علاوہ باقی سب لوگ بی بیؑ کی شفاعت کے ذریعہ سے جنت میں چلے جائیں گے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کی ایک مفصل روایت آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ جس میں جنابِ جابرؓ حضرت امام محمد باقرؑ سے ان کی جدہ سید فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی فضیلت کا سوال کرتے ہیں اور امام باقرؑ نے ان کے جواب میں تفصیل کے ساتھ روزِ قیامت بی بی فاطمہؑ اور ان کے چاہنے والوں کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: میرے والد نے رسولِ خدا ﷺ سے یہ خبر مجھ تک پہنچائی ہے کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو تمام انبیاء ور سولوں کیلئے نور کے منبر لگیں گیں، پس میرا منبر ان تمام منبروں سے بلند و بالا ہو گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمدؐ خطبہ بیان کرو، تو میں ایک ایسا خطبہ بیان کروں گا کہ جو نہ کسی نبی نے سنا ہو گا اور نہ ہی کسی رسول نے۔ پھر تمام انبیاء کے اوصیاء کے لئے نور کے منبر لگیں گے کہ جن کے وسط میں اور سب سے بلند میرے وصی امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کا منبر ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ علیؑ سے فرمائے گا کہ اے علیؑ خطبہ بیان کرو، تو علیؑ ایسا خطبہ بیان کریں گے کہ جو کسی وصی نے بھی نہ سنا ہو گا۔

پھر تمام انبیاء و مرسلین کی اولاد کیلئے نور کے منبر نصب کئے جائیں گے جن میں سے دو نوری منبر میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ کے بھی ہوں گے،... اتنے میں بارگاہِ الٰہی سے آواز آئے گی اے اہلِ محشر آج کے دن بزرگی و بادشاہی کس کے لئے ہے؟

اس آواز پر حضور ﷺ، مولائے کائناتؑ امام حسنؑ، امام حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ جواب دیں گے کہ آج تمام بزرگی و بادشاہی، سلطنت و حکومت اس ذات کے لئے ہے جو یکتا و تنہا اور ہر شی پر غالب ہے۔

پھر اللہ کی طرف سے آواز آئے گی: اے اہلِ محشر آگاہ رہو کہ آج میں نے بزرگی و کرامت محمدؐ، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہؑ کو عطا کر دی ہے، اتنے میں جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی سواری نہایت شکوہ و جلال کے ساتھ میدانِ حشر میں آئے گی اور خدا کی طرف سے یہ آواز آئے گی: اے اہلِ محشر اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھوں کو بند کر لو کیونکہ فاطمہؑ کی سواری آ رہی ہے، ایک لاکھ فرشتے اس سواری کے دائیں جانب اور ایک لاکھ فرشتے بائیں جانب اپنے پروں پر اٹھا کر جنت کے دروازے پر پہنچائیں گے۔

جب جنابِ سیدہؑ کی سواری جنت کے دروازہ پر پہنچے گی تو بی بیؑ دروازہ پر رُک جائیں گی، پروردگار کی طرف سے آواز آئے گی: اے میرے حبیب کی بیٹی میں نے تجھے جنت میں جانے کا کہہ دیا ہے تو پھر رُک کیوں گئی ہو؟

جنابِ سیدہؑ بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گی کہ: اے میرے پروردگارا! میں چاہتی ہوں کہ آج میری قدر و منزلت کو پہچنوایا جائے اور لوگوں کو میری شان بتائی جائے، تو اللہ کی طرف سے آواز آئے گی: اے میرے حبیب کی بیٹی! صحرائے محشر میں پلٹ جاؤ اور دیکھ لو کہ جس کے دل میں بھی تیری اور تیری اولاد میں سے کسی کی محبت ہو تو اس کا ہاتھ تھام لو اور اسے جنت میں داخل کر دو۔

پھر امام باقرؑ نے فرمایا: اے جابر مجھے قسم ہے اللہ کی! اس دن ہماری جدہ سیدہ فاطمہؑ اپنے شیعوں اور محبوں کو محشر میں لوگوں کی بھیڑ میں سے ایسے چُن لیں گی جیسے پرندہ اپنے کھانے کے لئے اچھے دانہ کو برے اور خراب دانوں سے الگ کر کے چُن لیتا ہے، جب ان کے شیعہ ان کے ساتھ جنت کے دروازہ پر پہنچ جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ ڈالے گا کہ رُک جائیں۔ تو وہ رُک جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھے گا اے میرے چاہنے والو تم کیوں رُک گئے ہو؟ جبکہ میں نے تمہارے حق میں اپنے حبیب کی بیٹی فاطمہؑ کی شفاعت کو قبول کر لیا ہے اور تمہیں جنت میں جانے کی اجازت بھی دے دی ہے۔

تو بی بیؑ کے چاہنے والے سچے عاشقین و محبین، خدا کی بارگاہ میں یہ کہیں گے: اے پروردگارا! ہم چاہتے ہیں کہ آج کے دن ہماری قدر و منزلت بھی لوگوں کے سامنے بیان و آشکار کی جائے (تاکہ اہل محشر کو پتا چل جائے کہ زہراء سلام اللہ علیہا کے چاہنے والوں کا کیا مقام و مرتبہ ہے)۔

خدا کی طرف سے آواز آئے گی: اے میرے چاہنے والو تم بھی صحرائے محشر میں پلٹ جاؤ اور دیکھو کہ کس کس نے فاطمہؑ کی محبت میں تمہارے ساتھ محبت کی، تمہیں کھانا کھلایا، تمہیں لباس پہنایا، تمہیں پانی پلایا اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارا دفاع کرتے رہے، پس جس جس نے فاطمہؑ کی محبت میں تمہارے ساتھ ایسا نیک برتاؤ کیا، تم بھی ان کا ہاتھ تھام لو اور اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔

پھر امام باقرؑ نے قسم کھا کے فرمایا: اے جابر! مجھے قسم ہے خدا کی کہ روزِ قیامت جنابِ فاطمہؑ اور ان کے محبین اور سچے پیروکاروں کی شفاعت کے ذریعہ سے تمام لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور کوئی بھی باقی نہیں بچے گا سوائے تین قسم کے لوگوں کے:

۱) توحید، رسالت اور امامت وولایت میں شک کرنے والے۔

۲) کافر۔ یعنی توحید و رسالت اور امامت کا انکار کرنے والے۔

۳) منافق۔ یعنی منافقانہ کردار کے ساتھ زندگی گزارنے والے۔

پھر جب یہ تین گروہ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو حسرت و ندامت کے ساتھ فریاد کرتے ہوئے یہ جملے کہیں گے جن جملوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانی قرآن میں بیان فرمایا ہے: ہائے حسرت وندامت کہ آج کے دن ہماری شفاعت کرنے والا کوئی نہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی سچا دوست و غمخوار ہے۔ پھر وہ یہ کہیں گے کہ: اگر ہمیں دنیا میں پلٹا دیا جائے تو ہم مؤمنین (علی و فاطمہ اور آلِ علی و فاطمہ کے چاہنے والوں) میں شامل ہو جائیں گے۔

مزید امام باقرؑ نے فرمایا: افسوس افسوس کہ ان کی یہ تمنا و حسرت کبھی پوری نہیں ہو پائے گی۔ اور (اگر بفرضِ محال ان کی یہ حسرت و تمنا پوری کی جائے اور ان کو دنیا میں بھیجا بھی جائے تو وہ مؤمنین میں شامل نہیں ہوں گے، جیسا کہ قرآنِ مجید نے یہ اعلان کیا ہے) اگر ان کو دوبارہ دنیا میں پلٹایا بھی جائے تو جن چیزوں سے ان کو روکا گیا ہے یہ پھر بھی وہی انجام دیں گے کیونکہ بے شک یہ لوگ اپنی اس حسرت و ندامت میں جھوٹے ہیں۔ (یعنی اگرچہ یہ کہتے تو ہیں کہ ہمیں دنیا میں پلٹایا گیا تو ہم مؤمن بن جائیں گے لیکن یہ کبھی بھی مؤمن بننے والے نہیں ہیں یہ اپنے اس دعویٰ اور بات میں جھوٹے ہیں)۔

۵عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ جَابِرٌ لِأَبِي جَعْفَرٍ [عَلَيْهِ السَّلَامُ] جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ حَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ فِي فَضْلِ جَدَّتِكَ فَاطِمَةَ [عَلَيْهَا السَّلَامُ] إِذَا أَنَا حَدَّثْتُ بِهِ الشِّيعَةَ فَرِحُوا بِذَلِكَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نُصِبَ لِلْأَنْبِيَاءِ وَ الرُّسُلِ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ فَيَكُونُ مِنْبَرِي أَعْلَى مَنَابِرِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ يَا مُحَمَّدُ اُخْطُبْ فَأَخْطُبُ بِخُطْبَةٍ [خُطْبَةً] لَمْ يَسْمَعْ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَ الرُّسُلِ بِمِثْلِهَا ثُمَّ يُنْصَبُ لِلْأَوْصِيَاءِ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ وَ

يُنْصَبُ لِوَصِيِّي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي أَوْسَاطِهِمْ مِنْبَرٌ مِنْ نُورٍ فَيَكُونُ مِنْبَرُهُ [مِنْبَرُ عَلِيٍّ] أَعْلَى مَنَابِرِهِمْ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ [يَقُولُ لَهُ] يَا عَلِيُّ اُخْطُبْ فَيَخْطُبُ بِخُطْبَةٍ [خُطْبَةً] لَمْ يَسْمَعْ أَحَدٌ مِنَ الْأَوْصِيَاءِ بِمِثْلِهَا ثُمَّ يُنْصَبُ لِأَوْلَادِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِينَ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ فَيَكُونُ لِابْنَيَّ وَ سِبْطَيَّ وَ رَيْحَانَتَيَّ أَيَّامَ حَيَاتِي منبر [مِنْبَرَانِ] مِنْ نُورٍ ثُمَّ يُقَالُ لَهُمَا اُخْطُبَا فَيَخْطُبَانِ بِخُطْبَتَيْنِ لَمْ يَسْمَعْ أَحَدٌ مِنْ أَوْلَادِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِينَ بِمِثْلِهِمَا ثُمَّ يُنَادِي الْمُنَادِي [مُنَادٍ] وَ هُوَ جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْنَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ أَيْنَ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أَيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ أَيْنَ آسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ أَيْنَ أُمُّ كُلْثُومٍ أُمُّ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا فَيَقُمْنَ فَيَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَا أَهْلَ الْجَمْعِ لِمَنِ الْكَرَمُ الْيَوْمَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَ عَلِيٌّ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ [وَ فَاطِمَةُ] ﴿لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ فَيَقُولُ اللهُ جَلَّ جَلَالُهُ [تَعَالَى] يَا أَهْلَ الْجَمْعِ إِنِّي قَدْ جَعَلْتُ الْكَرَمَ لِمُحَمَّدٍ وَ عَلِيٍّ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ فَاطِمَةَ يَا أَهْلَ الْجَمْعِ طَأْطِئُوا الرُّءُوسَ وَ غُضُّوا الْأَبْصَارَ فَإِنَّ [إِنَّ] هَذِهِ فَاطِمَةُ تَسِيرُ إِلَى الْجَنَّةِ فَيَأْتِيهَا جَبْرَئِيلُ بِنَاقَةٍ مِنْ نُوقِ الْجَنَّةِ مُدَبَّجَةَ الْجَنْبَيْنِ خِطَامُهَا مِنَ اللُّؤْلُؤِ الْمُحَقَّقِ الرَّطْبِ عَلَيْهَا رَحْلٌ مِنَ الْمَرْجَانِ فَتُنَاخُ بَيْنَ يَدَيْهَا فَتَرْكَبُهَا فَيَبْعَثُ إِلَيْهَا مِائَةَ الف مَلَكٍ فَيَصِيرُوا عَلَى يَمِينِهَا وَ يَبْعَثُ إِلَيْهَا مِائَةَ الف مَلَكٍ يَحْمِلُونَهَا عَلَى أَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يُصَيِّرُوهَا [يُسَيِّرُوهَا] عِنْدَ [عَلَى] بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا صَارَتْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ تَلْتَفِتُ فَيَقُولُ اللهُ يَا بِنْتَ حَبِيبِي مَا الْتِفَاتُكِ وَ قَدْ أَمَرْتُ بِكِ إِلَى جَنَّتِي [الْجَنَّةِ] فَتَقُولُ يَا رَبِّ أَحْبَبْتُ أَنْ يُعْرَفَ قَدْرِي فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ فَيَقُولُ اللهُ [تَعَالَى] يَا بِنْتَ حَبِيبِي ارْجِعِي فَانْظُرِي مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ حُبٌّ لَكِ أَوْ لِأَحَدٍ مِنْ ذُرِّيَّتِكِ خُذِي بِيَدِهِ فَأَدْخِلِيهِ الْجَنَّةَ . قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ وَ اللهِ . يَا جَابِرُ إِنَّهَا ذَلِكَ الْيَوْمَ لَتَلْتَقِطُ شِيعَتَهَا وَ مُحِبِّيهَا كَمَا يَلْتَقِطُ الطَّيْرُ الْحَبَّ الْجَيِّدَ مِنَ الْحَبِّ الرَّدِيِّ فَإِذَا صَارَ شِيعَتُهَا مَعَهَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ يُلْقِي اللهُ فِي قُلُوبِهِمْ أَنْ يَلْتَفِتُوا فَإِذَا الْتَفَتُوا يَقُولُ [فَيَقُولُ] اللهُ يَا أَحِبَّائِي مَا الْتِفَاتُكُمْ وَ قَدْ

شَفَعَتْ فِيكُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حَبِيبِي فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ أَحْبَبْنَا أَنْ يُعْرَفَ قَدْرُنَا فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ فَيَقُولُ اللهُ يَا أَحِبَّائِي ارْجِعُوا وَ انْظُرُوا مَنْ أَحَبَّكُمْ لِحُبِّ فَاطِمَةَ انْظُرُوا مَنْ أَطْعَمَكُمْ لِحُبِّ فَاطِمَةَ انْظُرُوا مَنْ كَسَاكُمْ لِحُبِّ فَاطِمَةَ انْظُرُوا مَنْ سَقَاكُمْ شَرْبَةً فِي حُبِّ فَاطِمَةَ انْظُرُوا مَنْ رَدَّ عَنْكُمْ غِيبَةً فِي حُبِّ فَاطِمَةَ خُذُوا بِيَدِهِ وَ أَدْخِلُوهُ الْجَنَّةَ. قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ وَ اللهِ لَا يَبْقَى فِي النَّاسِ إِلَّا شَاكٌّ أَوْ كَافِرٌ أَوْ مُنَافِقٌ فَإِذَا صَارُوا بَيْنَ الطَّبَقَاتِ نَادَوْا كَمَا قَالَ اللهُ [تَعَالَى] ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ` وَ لَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ﴾ فَيَقُولُونَ ﴿فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ مُنِعُوا مَا طَلَبُوا ﴿وَ لَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ "[۷۸۲].

جنابِ فاطمہؑ کی معرفت لیلۃ القدر کو پانے کا سبب

حضرتِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی معرفت و محبت وہ عظیم سرمایہ ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی کو نصیب ہو جائے تو گویا اس نے حقیقت میں لیلۃ القدر کو پانے کی سعادت حاصل کر لی ہے، جیسا کہ سورہ قدر کی تفسیر میں حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: لیل سے مراد حضرتِ فاطمہؑ ہیں اور قدر سے مراد اللہ کی ذات ہے، پس جس نے حضرتِ فاطمہؑ کی واقعی معرفت حاصل کر لی تو اس نے حقیقت میں لیلۃ القدر کو پالیا۔ مزید آپؑ نے فرمایا: جنابِ فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کی حقیقی معرفت پانے سے عاجز و دور ہیں۔

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ اللَّيْلَةُ فَاطِمَةُ وَ الْقَدْرُ اللهُ فَمَنْ عَرَفَ فَاطِمَةَ حَقَّ مَعْرِفَتِهَا فَقَدْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَ إِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةَ لِأَنَّ الْخَلْقَ

---

[۷۸۲] تفسیر فرات کوفی، ج۱، ص۲۹۸

فُطِمُوا عَنْ مَعْرِفَتِهَا» [۷۰۳]

[۷۰۳] بحار الانوار ج ۴۳، ص ۶۵

ولایت اہل بیتؑ کی اہمیت و فضیلت

ولایت کی اہمیت آیات کی روشنی میں

دین اسلام کی اساس و بنیاد تین ولایتوں پر رکھی گئی ہے اور پورے اسلام کا نظام و دارومدار یہی تین ولایتیں ہیں، جب تک یہ تین ولایتیں نہ ہوں تو نہ عبادات و اعمال قبول ہیں اور نہ ہی دنیا و آخرت دونوں میں سعادت و خوش بختی ممکن اور نہ ہی خدا کی رضا و خوشنودی کا حصول ممکن ہے۔

وہ ولایت کہ جو دین اسلام کی اساس و بنیاد ہے اس ولایت کا معنٰی یہ ہے کہ مولٰی کو زندگی کے تمام امور میں حاکمیت، سرپرستی، اولی بالتصرف اور اپنی ذات سے زیادہ صاحب اختیار و مالک قرار دینا اور بلا چوں وچرا اس مولٰی کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس حکم پر عمل کرنا ہے۔

اسی معنٰی میں قرآن پاک نے تمام انسانوں کیلئے تین ولایتوں کی معرفی کی ہے؛

۱) پروردگار کی ولایت: یعنی اللہ کو اپنی زندگی کا سرپرست، حاکم و مالک قرار دینا اور بلا چوں وچرا اس حکم الٰہی پر عمل کرنا ہے۔

۲) رسول اللہ کی ولایت: یعنی رسولِ اکرم ﷺ کو اپنی زندگی کا سرپرست، حاکم و مالک قرار دینا اور بلا چوں وچرا اس حکم الٰہی پر عمل کرنا ہے۔

۳) آلِ محمدؑ کی ولایت جن میں سے سب سے پہلے امیر المؤمنینؑ کی ولایت ہے: یعنی امیر المؤمنینؑ کو اپنی زندگی کا سرپرست، حاکم و مالک قرار دینا اور بلا چوں وچرا اس حکم الٰہی پر عمل کرنا ہے۔

جیسا کہ سورہ مائدہ میں ان تین ولایتوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا اعلان ہے: (اے ایمان والو! تمہارا حاکم و سرپرست اللہ ہے۔ اس کا رسول ہے اور وہ صاحبان ایمان ہیں۔ جو نماز پڑھتے ہیں

اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔)

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (المائدة/ ۵۵)

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت و سرپرستی، پھر رسولِ خدا ﷺ کی ولایت و سرپرستی اور پھر مولائے کائنات کی ولایت و سرپرستی کو بیان کیا ہے۔

فریقین کی کتب میں متعدد ایسی روایات ہیں جن میں اس بات کو مسلّم قرار دیا گیا ہے کہ یہ آیت جس طرح خدا اور رسولؐ خدا کی ولایت کو تمام صاحبانِ ایمان کیلئے ضروری و لازم قرار دیتی ہے اسی طرح امیر المؤمنین، امام المتقین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کی امامت و ولایت کو بھی لازم و ضروری قرار دیتی ہے اور یہ آیت امیر المؤمنین کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب مولائے کائناتؑ نے رکوع کی حالت میں زکات ادا کی۔

جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: یہ آیت ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ ...﴾ امیر المؤمنین علیؑ اور ان کی معصوم اولاد کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب امیر المؤمنینؑ نے حالتِ رکوع میں سائل کو وہ انگوٹھی صدقہ و زکات میں عطا کی جس کی قیمت اس زمانہ میں ایک لاکھ دینار تھی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثٍ: أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُونَ نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أَوْلَادِهِ، وَ أَنَّهُ تَصَدَّقَ وَ هُوَ رَاكِعٌ بِحُلَّةٍ قِيمَتُهَا أَلْفُ دِينَارٍ»[۳۸۳]

ولایت دینِ مقدسِ اسلام میں وہ مرکزی نقطہ کمال اور معراجِ دین ہے جہاں پر تمام کفار مایوس ہو

---

[۳۸۳] اثبات الهداة ج ۳، ص ۳

جاتے ہیں اور ان کو شکست مل جاتی ہے اور دین کامل ہو جاتا ہے اور خدا کی نعمتیں تمام ہو جاتی ہیں اور پروردگار بھی اس دین سے راضی وخوشنود ہو جاتا ہے، غدیرِ خُم میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے مولائے کائناتؑ کی ولایت کا اعلان کرتے ہوئے جب یہ فرمایا:

«مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ»

(جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے کفار کی مایوسی و شکست، دین کی تکمیل، نعمتوں کے اتمام اور اپنی رضا کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (آج کافر لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، پس تم ان (کافروں) سے نہیں مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا، پس جو شخص گناہ کی طرف مائل ہوئے بغیر بھوک کی وجہ سے (ان حرام چیزوں سے پرہیز نہ کرنے پر) مجبور ہو جائے تو اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا، مہربان ہے۔)

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة/ ۳)

اس آیت کے غدیرِ خُم میں نازل ہونے کے سلسلہ میں متعدد روایات ہیں جن میں سے ایک روایت جنابِ ابو سعید خُدری سے ہے فرماتے ہیں کہ: غدیرِ خُم کے روز جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو منصوب بولایت کیا تو جبرائیلؑ امین آیت تکمیل دین لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں تشریف لائے اور دین کے کامل ہونے، نعمتوں کے تمام ہونے اور خدا کا دینِ اسلام سے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: لَمَّا نَصَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ فَنَادَى لَهُ بِالْوَلَايَةِ هَبَطَ جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: اَلْيَوْمَ

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ۶۸۰

جب غدیرِ خُم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنینؑ کی ولایت کا اعلان کیا تو وہاں پر موجود اصحاب اور حاجی تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

جیسا کہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جب غدیرِ خُم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنینؑ کی ولایت کا اعلان کیا تو وہاں پر موجود اصحاب اور حاجی تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے:

۱) ایک گروہ نے کہا کہ (معاذ اللہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمراہ ہو گئے۔

۲) ایک گروہ نے کہا کہ (معاذ اللہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہک گئے۔

۳) ایک گروہ نے کہا کہ (معاذ اللہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچازاد کے سلسلہ میں خواہش نفس کے اسیر ہو گئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان تین گروہوں کو جواب دیتے ہوئے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان کو حکمِ الٰہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: (قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ ڈوبنے لگے۔ کہ تمہارا یہ ساتھی (پیغمبر اسلام (ص) نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا ہے۔ اور نہ ہی وہ (اپنی) خواہش نفس سے بات کرتا ہے (اور نہ ہی وہ اپنی خواہش سے کوئی کام کرتا ہے)۔ وہ تو بس وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ ان کو ایک زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے۔)

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: لَمَّا نَصَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

۶۸۰ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۸۹

عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَلِيّاً ، وَ قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلاهُ، اِفْتَرَقَ اَلنَّاسُ فِي ذَلِكَ ثَلاثَ فِرَقٍ، فِرْقَةٌ قَالُوا: ضَلَّ مُحَمَّدٌ ، وَ فِرْقَةٌ قَالُوا: غَوَى، وَ فِرْقَةٌ قَالُوا: قَالَ مُحَمَّدٌ فِي اِبْنِ عَمِّهِ بِهَوَاهُ. فَأَنْزَلَ اَللهُ تَعَالَى: ﴿وَ اَلنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ، مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوَىٰ، وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ اَلْهَوَىٰ ، إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحىٰ ، عَلَّمَهُ شَدِيدُ اَلْقُوىٰ﴾ (النجم/ ۱-۵) [۷۸۱]

جب امامت وولایت کے اعلان کرنے کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم الہی کے بغیر اجازت نہیں ہے تو امت کو خلیفہ وامام بنانے کا حق کہاں سے ملا؟!! جبکہ قرآن واضح لفظوں میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ روئے زمین پر خلیفہ وامام بنانے والا خدا کی ذات ہے۔

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرة/ ۳۰)

ولایت کی اہمیت روایات کی روشنی میں

جس طرح قرآنِ پاک کی آیات میں امامت وولایت کا عظیم مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے اور ولایت کو دین اسلام کی اساس وبنیاد قرار دیا گیا ہے، اسی طرح روایات میں بھی ولایت کی اہمیت وعظمت کو بیان کرتے ہوئے ولایت ہی کو دین اسلام کی اساس اور دین کی بقاء وحفاظت کا راز قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد واساس پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے؛

۱) نماز۔ ۲) زکات۔ ۳) روزہ۔ ۴) حج۔ ۵) ولایت۔

اور جتنی تاکید ولایت کی گئی ہے اتنی کسی اور چیز کی نہیں گئی اور (باوجود ولایت کی اتنی تاکید کے) لوگوں نے باقی چار چیزوں کو اہمیت دی لیکن ولایت کو ترک کر دیا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: بُنِيَ اَلْإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى اَلصَّلاَةِ وَ اَلزَّكَاةِ وَ

---

[۷۸۱] شرح الاخبار، ج۱، ص ۲۴۳

اَلصَّوْمِ وَ الْحَجِّ وَ الْوَلَايَةِ وَ لَمْ يُنَادَ بِشَيْءٍ كَمَا نُودِيَ بِالْوَلَايَةِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِأَرْبَعٍ وَ تَرَكُوا هَذِهِ يَعْنِي الْوَلَايَةَ» [۷۸۲]

ولایت، خدا کی ایک عظیم نعمت

دینِ مقدسِ اسلام میں تین نعمتیں تمام نعمتوں کی اساس و بنیاد ہیں اور انہی تین نعمتوں کے ذریعہ سے دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں انسان کو نصیب ہوتی ہیں؛

۱) نعمتِ توحید اور ربوبیتِ پروردگار۔ ۲) سرورِ کائنات ﷺ کی رسالت و نبوت کی نعمت۔

۳) آلِ محمدؑ کی ولایت و امام کی نعمت۔

اور اسی نعمت کو پروردگارِ عالَم نے قرآنِ پاک میں نعیم سے تعبیر کیا ہے اور قیامت کے دن ہر انسان سے اس نعمت کے بارے میں سوال ہو گا اور جو شخص اس نعمت کی قدر کرے گا اور اس نعمت کا حق ادا کرے گا وہی جنت کو پانے میں کامیاب ہو گا۔

جیسا کہ تفسیر عیاشی میں روایت ہے کہ: (اہل سنت کے امام) ابو حنیفہ نے امام صادقؑ سے اس آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (التکاثر / ۸) (قیامت کے دن تم سے نعیم کے بارے میں ضرور بالضرور سوال ہو گا) کے بارے میں پوچھا کہ مولا اس میں نعیم سے مراد کیا ہے؟

تو مولاؑ نے فرمایا: اے نعمان تم بتاؤ تمہارے نزدیک نعیم سے مراد کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: کھانے کی چیزیں اور ٹھنڈا پانی۔

---

[۷۸۲] الکافی، ج ۲، ص ۱۸

مولاؑ نے فرمایا: اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں مقام حساب میں کھڑا کر دے اور ایک ایک لقمہ کھانے اور ایک ایک گھونٹ پانی کا حساب کرے تو خدا کی نعمتیں تو اس قدر زیادہ ہیں کہ قیامت کے دن تیرا حساب بہت طولانی ہوگا۔

ابو حنیفہ نے امامؑ سے پوچھا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپ ہی بتائیے کہ پھر نعیم سے مراد کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: نعیم سے ہم اہل بیتؑ اور ہماری ولایت مراد ہے کہ ہمارے ہی ذریعہ سے اللہ نے لوگوں پر ساری نعمتیں عطا کی ہیں، ہم آلِ محمدؑ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اُلفت ومحبت ڈال دی جبکہ یہ لوگ ایک دوسرے سے دور اور ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہمارے ہی ذریعہ سے اللہ نے انہیں دین اسلام کی ہدایت عطا کی اور یہی وہ نعمت ہے جو ابدی ودائمی ہے اور قیامت کے دن اللہ اسی نعمت کے بارے میں سوال کرے گا۔ مزید آپؑ نے فرمایا: پیغمبر اکرم ﷺ اور اُن کی پاک آل ہی تمام نعمتوں کے حصول کا سبب ہیں۔

«رَوَى الْعَيَّاشِيُّ بِإِسْنَادِهِ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ قَالَ: سَأَلَ أَبُو حَنِيفَةَ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ فَقَالَ لَهُ مَا النَّعِيمُ عِنْدَكَ يَا نُعْمَانُ قَالَ الْقُوتُ مِنَ الطَّعَامِ وَ الْمَاءُ الْبَارِدُ فَقَالَ لَئِنْ أَوْقَفَكَ اللهُ بَيْنَ يَدَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَسْأَلَكَ عَنْ أَكْلَةٍ أَكَلْتَهَا أَوْ شَرْبَةٍ شَرِبْتَهَا لَيَطُولَنَّ وُقُوفُكَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَمَا النَّعِيمُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ نَحْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ النَّعِيمُ الَّذِي أَنْعَمَ اللهُ بِنَا عَلَى الْعِبَادِ وَ بِنَا ائْتَلَفُوا بَعْدَ أَنْ كَانُوا مُخْتَلِفِينَ وَ بِنَا أَلَّفَ اللهُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَ جَعَلَهُمْ إِخْوَاناً بَعْدَ أَنْ كَانُوا أَعْدَاءً وَ بِنَا هَدَاهُمُ اللهُ لِلْإِسْلَامِ وَ هِيَ النِّعْمَةُ الَّتِي لَا تَنْقَطِعُ وَ اللهُ سَائِلُهُمْ عَنْ حَقِّ النَّعِيمِ الَّذِي أَنْعَمَ بِهِ عَلَيْهِمْ وَ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ

عِتْرَتُهُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ» [۸۸۸]

---

[۸۸۸] بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۳۱۵

ولایت اہل بیتؑ کے آثار و فوائد

روایات کی روشنی میں ولایت اہل بیتؑ کے دنیاو آخرت دونوں میں عظیم آثار و فوائد بیان کیے گئے ہیں، ولایت ہی کے صدقہ میں دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیاں اور نعمتیں انسان کو نصیب ہوتی ہیں۔روایات میں ولایتِ اہل بیتؑ کے جو آثار بیان کیے گئے ہیں وہ انسان کے حساب و شمار سے بہت زیادہ ہیں، لیکن ہم انہی آثار و فوائد میں سے چند آثار کو ذیل میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ولایت ہزار شہیدوں کی مثل اجر وثواب پانے کا سبب

حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا: جو شخص ہمارے قائم کی غیبت کے زمانہ میں ہماری ولایت پر قائم و ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ اُسے بدر و اُحد کے ایک ہزار شہیدوں کی مثل اجر عطا کرے گا۔

«قَالَ سَيِّدُ العَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: مَنْ ثَبَتَ عَلَى وَلاَيَتِنَا فِي غَيْبَةِ قَائِمِنَا أَعْطَاهُ اللهُ أَجْرَ الفِ شَهِيدٍ مِثْلِ شُهَدَاءِ بَدْرٍ وَ أُحُدٍ»[۷۸۹]

ولایت اہل بیتؑ تمام اعمال کی قبولیت کا سبب

جنابِ عمار ساباطی سے روایت ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: قیامت کے خدا کے سامنے بندہ سے جس چیز کا سوال ہو گا، وہ واجب نمازیں، زکات، واجب روزے، حج اور ہم اہل بیتؑ کی ولایت کے بارے میں ہو ہو گا۔ پس جس نے دنیا میں ہماری ولایت کا اقرار کیا ہو پھر اسی ولایت پر ہی اس دنیا سے رحلت کر جائے تو اس سے اس کی نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کو بھی قبول کیا جائے گا اور جس نے ہماری

---

[۷۸۹] بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۲۵

ولایت کا اقرار نہیں کیا تو اس کے کسی عمل کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

«عَنْ عَمَّارٍ اَلسَّابَاطِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: أَوَّلُ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ اَلْعَبْدُ إِذَا وَقَفَ بَيْنَ يَدَيِ اَللهِ عَزَّ وَ جَلَّ اَلصَّلَوَاتُ اَلْمَفْرُوضَاتُ وَ عَنِ اَلزَّكَاةِ وَ عَنِ اَلصِّيَامِ اَلْمَفْرُوضِ وَ عَنِ اَلْحَجِّ وَ عَنْ وَلاَيَتِنَا أَهْلَ اَلْبَيْتِ فَإِنْ أَقَرَّ بِوَلاَيَتِنَا ثُمَّ مَاتَ عَلَيْهَا قُبِلَتْ مِنْهُ صَلاَتُهُ وَ صَوْمُهُ وَ زَكَاتُهُ وَ حَجُّهُ فَإِنْ لَمْ يُقِرَّ بِوَلاَيَتِنَا بَيْنَ يَدَيِ اَللهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ شَيْئاً مِنْ أَعْمَالِهِ» [290]

ولایت اہل بیتؑ جہنم سے محفوظ رہنے کا سبب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اور میرے اہل بیتؑ کی ولایت جہنم سے امان نامہ ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : وَلاَيَتِي وَ وَلاَيَةُ أَهْلِ بَيْتِي أَمَانٌ مِنَ اَلنَّارِ» [291]

زیارتِ جامعہ کی روشنی میں ولایت کے آثار و فوائد

زیارتِ جامعہ ایک ایسی زیارت ہے جو پوری کی پوری فضائل و مناقب اہل بیتؑ سے بھرپور ہے، اس زیارت میں اہل بیتؑ کی ولایت کے عظیم آثار و فوائد کو بیان کیا گیا ہے، جن میں سے ہم صرف چند جملوں کو نمونے کے طور پر ذکر کرتے ہیں؛

اے اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ولایت ہی کے ذریعہ سے خدا کا کلمہ (دین) تمام ہوا اور نعمت کو عظمت ملی اور متفرق لوگ و قلوب متحد ہوئے اور آپؑ کی ولایت ہی کے ذریعہ سے اعمال قبولیت کی سند پاتے ہیں اور آپ ہی کی محبت و مودت کو واجب قرار دیا گیا ہے اور بلند و رفیع درجات، مقام محمود اور وہ مکان

---

[290] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۱۶۷

[291] امالی صدوق، ج ۱، ص ۴۷۳

کہ جو فقط خدا کے علم میں ہے آپؑ کی ولایت ہی کی وجہ سے نصیب ہوتے ہیں اور عظیم جاہ و جلال بزرگ شان آپؑ کی شفاعت کی وجہ سے نصیب ہوتے ہیں اور آپؑ ہی کی شفاعت بارگاہِ حق میں مقبول ہے۔

«وَ بِمُوالاتِکُمْ تَمَّتِ الْکَلِمَةُ وَعَظُمَتِ النِّعْمَةُ وَ ائْتَلَفَتِ الْفُرْقَةُ ، وَ بِمُوالاتِکُمْ تُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَـةُ ، وَ لَکُمُ الْمَوَدَّةُ الْواجِبَةُ وَ الدَّرَجاتُ الرَّفِیعَةُ وَ الْمَقامُ الْمَحْمُودُ وَ الْمَکانُ الْمَعْلُومُ عِنْدَ اللهِ عز و جل وَ الْجاهُ الْعَظِیمُ وَ الشَّأْنُ الْکَبِیرُ وَ الشَّفاعَةُ الْمَقْبُولَةُ»

ولایت اہل بیتؑ قبر میں نجات کا سبب

قبر کی تاریکی، وحشت و پریشانی، تنہائی و بے چینی حق ہے، اسی وجہ سے قبر کی تاریکی و پریشانیوں کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، روایات میں قبر کی تمام پریشانیوں اور مشکلات سے نجات پانے کیلئے بہت ساری چیزوں کو مؤثر قرار دیا گیا ہے، جن میں سے تمام فرائض کی ادائگی، خصوصاً نماز، روزہ، زکات، حج وعمرہ وغیرہ سب شامل ہیں، لیکن ان سب سے زیادہ قبر میں انسان کی نجات کا مؤثر ترین عامل اہل بیتؑ کی معرفت، ولایت اور محبت ہے۔

جیسا کہ جنابِ ابو بصیرؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جب کسی مؤمن کا انتقال ہوتا ہے اور پھر اس کو دفنایا جاتا ہے تو اس مؤمن کے ساتھ چھ نورانی صورتیں بھی قبر میں داخل ہو جاتی ہیں، جن میں سے ایک اس مؤمن کے دائیں جانب، ایک بائیں، ایک پیچھے کی جانب، ایک آگے کی طرف، ایک پیروں کے پاس اور ایک سر کی جانب داخل ہو کر بیٹھ جاتی ہیں۔

پھر اگر اس مؤمن کے دائیں جانب سے کوئی مشکل آنا چاہے تو دائیں جانب والی صورت اُسے روک لیتی ہے۔

اسی طرح ہر طرف سے آنے والی مشکل کو اس طرف بیٹھی ہوئی حسین و جمیل صورت روکتی رہتی

ہے۔

جب ہر طرف سے ہر مشکل کو روکنے والی صورتیں روک لیتی ہیں۔ تو پھر سر کی طرف بیٹھنے والی صورت اس سے پوچھتی ہے کہ جو دائیں جانب ہوئی ہے کہ تم کون تم کون ہو اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے؟

تو وہ صورت کہے گی: میں اس کی پڑھی ہوئی نماز ہوں۔

پھر بائیں جانب والی سے پوچھیں گی تم کون ہو؟ تو وہ کہے گی میں اس کی دی ہوئی زکات ہوں۔

پھر سامنے والی سے پوچھیں گی کہ تم کون ہو؟ تو کہے گی میں اس کا روزہ ہوں۔

پھر پیچھے والی سے پوچھیں گی کہ تم کون ہو؟ تو کہے گی میں اس کا حج وعمرہ ہوں۔

پھر پاؤں کی طرف والی سے پوچھیں گی کہ تم کون ہو؟ تو کہے گی میں اس کا صلہ رحم ہوں جو یہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ انجام دیتا تھا۔

پھر سر کی طرف والی سے پوچھیں گی کہ تم کون ہو کہ جو حسین ترین چہرہ کی مالک، سب سے زیادہ خوشبو اور سب سے زیادہ رُعب ومرتبہ کی مالک ہو؟ تو وہ کہے گی: میں آلِ محمد علیہم السلام کی ولایت ہوں۔ جو قبر میں صاحبِ ولایت کو نجات دینے کیلئے تم سب کے ساتھ آئی ہوں۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ دَخَلَ مَعَهُ قَبْرَهُ سِتَّةُ صُوَرٍ مِنْهُنَّ صُورَةٌ حَسَنَةٌ أَحْسَنُهُنَّ وَجْهاً [وَ أَبْهَاهُنَّ هَيْئَةً] وَ أَطْيَبُهُنَّ رِيحاً، وَ أَنْظَفُهُنَّ صُورَةً، فَيَكُونُ مِنْهُنَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَ الْأُخْرَى عَنْ يَسَارِهِ، وَ الْأُخْرَى خَلْفَهُ، وَ الْأُخْرَى قُدَّامَهُ، وَ الْأُخْرَى عِنْدَ رِجْلَيْهِ. [وَ تَقِفُ] الَّتِي هِيَ أَحْسَنُهُنَّ عِنْدَ رَأْسِهِ. فَإِنْ أَتَى عَنْ يَمِينِهِ مَنَعَتْهُ الَّتِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ كَذَلِكَ تَمْنَعُهُ مِنْ جَمِيعِ الْجِهَاتِ السِّتِّ، فَيَقُولُ

لِأَحْسَنِهِنَّ صُورَةً، وَ هِيَ الَّتِي عِنْدَ رَأْسِهِ: مَنْ أَنْتَ جَزَاكُنَّ اللهُ خَيْراً؟ فَتَقُولُ الَّتِي عَنْ يَمِينِهِ: أَنَا الصَّلَاةُ. وَ تَقُولُ الَّتِي عَنْ يَسَارِهِ: أَنَا الزَّكَاةُ. وَ تَقُولُ الَّتِي بَيْنَ يَدَيْهِ: أَنَا الصِّيَامُ. وَ تَقُولُ الَّتِي مِنْ خَلْفِهِ: أَنَا الْحَجُّ وَ الْعُمْرَةُ. وَ تَقُولُ الَّتِي عِنْدَ رِجْلَيْهِ: أَنَا [بِرُّ مَنْ] وَصَلْتَ إِخْوَانَكَ. ثُمَّ [يَقُولُ] لِلَّتِي عِنْدَ رَأْسِهِ: مَنْ أَنْتِ؟ فَأَنْتِ [أَحْسَنُهُنَّ وَجْهاً] وَ أَطْيَبُهُنَّ رِيحاً وَ أَبْهَاهُنَّ هَيْئَةً. فَتَقُولُ: أَنَا الْوَلَايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ»[۴۴۳]

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح قبر و حشر میں تمام اعمال و عبادات انسان کی نجات کیلئے مؤثر ہیں اسی طرح انسان کا عقیدہ اور ولایت سب سے زیادہ انسان کی نجات میں مؤثر ہے۔

ولایت آلِ محمدؐ دونوں جہاں کی زینت

عبداللہ ابن سنان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام صادقؑ سے سنا وہ انہوں نے فرمایا: کہ تین چیزیں مؤمن کیلئے فخر ہیں اور مؤمن کی دنیا و آخرت دونوں کی زینت ہیں؛

۱) رات کے آخرت حصہ میں نمازِ شب (نمازِ تہجد) پڑھنا۔

۲) جو چیز لوگوں کے پاس ہے اس پر نظر نہ کرنا۔ (لوگوں کی پاس موجود چیزوں کی حسرت نہ کرنا بلکہ جو اپنے پاس ہے اسی پر قناعت کرنا)۔

۳) محمد و آلِ محمدؐ کی ولایت کو تسلیم کرنا۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ الصَّادِقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ هُنَّ فَخْرُ الْمُؤْمِنِ وَ زِينَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ الصَّلَاةُ فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَ يَأْسُهُ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ وَ

---

[۴۴۳] شرح الاخبار، ج۳، ص۴۵۸

وَلَایَةُ اَلْإِمَامِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ» [۷۴۳]

ولایت اہل بیتؑ، تکامل نبوت انبیاءؑ

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا میں کسی بھی نبیؑ کی نبوت کو تکامل و کمال حاصل نہیں ہوا، یہاں تک کہ ان پر میری اور میرے اہل بیتؑ کی ولایت پیش کی گئی اور ولایت کو ان کے سامنے مجسم کیا گیا پس جس جس نے میری اور میرے اہل بیتؑ کی ولایت و اطاعت کا اقرار کیا ان کی نبوت کو تکامل و کمال حاصل ہوا۔

«قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اَللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ : مَا تَكَامَلَتِ اَلنُّبُوَّةُ لِنَبِیٍّ فِي اَلْأَظِلَّةِ حَتّٰی عُرِضَتْ عَلَیْهِ وَلَایَتِي وَ وَلَایَةُ أَهْلِ بَیْتِي وَ مُثِّلُوا لَهُ فَأَقَرُّوا بِطَاعَتِهِمْ وَ وَلَایَتِهِمْ» [۷۴۴]

ولایت اہل بیتؑ، انبیاء کو رسالت اور شیعوں کو جنت ملنے کا سبب

ایک اور مقام حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کیلئے ہیں، اللہ نے تمام مخلوقات پر علیؑ، فاطمہؑ اور ان کی ذریت کی محبت کو پیش کیا، پس جس جس نے سب سے پہلے ان کی محبت کو قبول کیا اور اقرار کیا اللہ نے انہیں رسول قرار دیا اور جنہوں نے ان کے بعد اقرار کیا تو اللہ نے انہیں شیعہ قرار دیا اور بے شک اللہ ان سب (رسولوں، شیعوں اور آلِ محمدؐ) کو جنت میں ایک ساتھ جمع کرے گا۔

«قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّی اَللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ : إِنَّ اللّٰهَ لَهُ الْحَمْدُ، عَرَضَ حُبَّ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ، وَ ذُرِّیَّتِهِمَا عَلَی الْبَرِیَّةِ فَمَنْ بَادَرَ مِنْهُمْ بِالْإِجَابَةِ جَعَلَ اللّٰهُ مِنْهُمُ الرُّسُلَ، وَ مَنْ أَجَابَ بَعْدَ

---

[۷۴۳] امالی صدوق، ج ۱، ص ۵۴۴

[۷۴۴] بصائر الدرجات، ج ۱، ص ۷۳

ذٰلِکَ جَعَلَ مِنهُمُ الشِّيعَةَ وَ إِنَّ اللهَ جَمَعَهُمْ فِي الجَنَّةِ»

ولایت اہل بیتؑ، کمالِ دین

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہماری ولایت کا اقرار کرنا اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی دین کے کمال و تکامل کا ذریعہ ہے۔

«رُوِيَ عَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: كَمَالُ الدِّينِ وَلاَيَتُنَا وَ الْبَرَاءَةُ مِنْ عَدُوِّنَا»

ولایت اہل بیتؑ روزِ قیامت نجات کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ ابو عبد اللہ جدلی امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولاؑ نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ کیا میں تجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مَنْ جاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْها وَ هُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ * وَ مَنْ جاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلاَّ ما كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ کے بارے میں خبر دوں کہ اس آیت میں حسنہ سے کیا مراد ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں اے امیر المؤمنین میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔

تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: وہ حسنہ اور نیکی جو قیامت کے دن نجات کا سبب ہے اس سے مراد ہم اہل بیتؑ کی معرفت، ولایت اور محبت ہے۔ اور وہ سیئہ (برائی) جو قیامت کے دن اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جانے کا سبب ہے وہ ہم اہل بیتؑ کی ولایت کا انکار کرنا اور ان سے بغض و عداوت رکھنا ہے۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلاَمُ) : دَخَلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيُّ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (عَلَيْهِ

احقاق الحق، ج۹، ص۱۹۱

بحار الانوار، ج۲۷، ص۵۸

السَّلامُ)، فَقالَ لَهُ: یا أبا عَبْدِ اللهِ، ألاٰ أُخْبِرُكَ بِقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ﴿مَنْ جاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْها وَ هُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ * وَ مَنْ جاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلاّ ما كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾؟ قالَ: بَلَى - یا أمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ - جُعِلْتُ فِداكَ. فَقالَ: اَلْحَسَنَةُ مَعْرِفَةُ الْوَلايَةِ، وَ حُبُّنا أهْلَ الْبَيْتِ، وَ السَّيِّئَةُ إِنْكارُ الْوَلايَةِ، وَ بُغْضُنا أهْلَ الْبَيْتِ»[۳۳]

ولایت اہل بیتؑ، کائنات میں ہر چیز کی برتری وفضیلت کا راز

ہر چیز کی روح وجان اور برتری وفضیلت کا رمز وراز ولایت اہل بیتؑ کو قبول کرنا ہے، ولایت ہی کے ذریعہ سے کائنات میں ہر چیز کو فضیلت و برتری عطا ہوئی ہے، جیسا کہ حضرتِ امام رضاؑ نے فرمایا: پروردگارِ عالَم نے آلِ محمدؐ کی ولایت کو آسمانوں پر پیش کیا تو سب سے پہلے ساتویں آسمان نے قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے عرشِ الٰہی سے زینت دی۔ پھر چوتھے آسمان نے ولایت کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بیت المعمور سے زینت دی۔ پھر آسمانِ دنیا نے ولایت آلِ محمدؐ کو قبول کیا تو اسے چاند وستاروں کی روشنی سے زینت دی۔

پھر ولایت کو زمینوں پر پیش کیا گیا تو سب سے پہلے سرزمین مکہ نے قبول کیا تو اسے کعبۃ اللہ سے زینت بخشی۔ پھر سرزمین مدینہ نے ولایت کو قبول کیا تو اسے سرورِ کائنات ﷺ کے وجود (پیغمبر اکرم ﷺ کے روضہ مبارکہ) سے زینت بخشی۔ پھر سرزمین کوفہ نے قبول کیا تو اسے امیر المؤمنینؑ کے وجود (امیر المؤمنینؑ کے روضہ مبارکہ) سے زینت دی۔

پھر اللہ نے ولایت کو پہاڑوں پر پیش کیا تو سب سے پہلے تین پہاڑوں نے آلِ محمدؐ کی ولایت کو قبول کیا؛

۱) عقیق۔ ۲) فیروزہ۔ ۳) یاقوت۔

---

[۳۳] الکافی، ج ۱، ص ۱۸۵

جس کے نتیجہ میں ان تینوں پہاڑوں کو سب پہاڑوں پر فضیلت و برتری ملی۔ پھر دوسرے پہاڑوں نے آلِ محمدؐ کی ولایت کو قبول کیا تو انہیں سونے، چاندی اور قیمتی جواہرات کے مخزن قرار دیئے۔ اور جس پہاڑ نے قبول نہیں کیا وہ کسی بھی نباتات کے اُگنے قابل نہ ٹھہرے۔

پھر ولایت آلِ محمدؐ کو پانی پر پیش کیا تو سب سے پہلے جس پانی نے ولایت کو قبول کیا اللہ نے اسے میٹھا اور ٹھنڈا پانی قرار دیا اور جس نے قبول نہیں کی اسے کھارا و کڑوا قرار دے دیا۔

پھر اللہ نے ولایت کو نباتات پر پیش کیا تو سب سے پہلے جس سبزی نے قبول کیا اسے میٹھا و مفید قرار دیا اور جس نے قبول نہیں کڑوا قرار پایا۔

پھر اللہ نے ولایت پرندوں پر ولایت کو پیش کیا تو جس پرندے نے بھی قبول کیا اسے شکل و صورت کے اعتبار سے خوبصورت اور آواز کے لحاظ دلنشین آواز قرار دیا۔

«عَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي خَبَرٍ طَوِيلٍ فِي فَضْلِ يَوْمِ الْغَدِيرِ قَالَ: وَ فِي يَوْمِ الْغَدِيرِ عَرَضَ اللّٰهُ الْوَلَايَةَ عَلَى أَهْلِ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ فَسَبَقَ إِلَيْهَا أَهْلُ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَزَيَّنَ بِهَا الْعَرْشَ ثُمَّ سَبَقَ إِلَيْهَا أَهْلُ السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَزَيَّنَهَا بِالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ثُمَّ سَبَقَ إِلَيْهَا أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَزَيَّنَهَا بِالْكَوَاكِبِ ثُمَّ عَرَضَهَا عَلَى الْأَرَضِينَ فَسَبَقَتْ إِلَيْهَا مَكَّةُ فَزَيَّنَهَا بِالْكَعْبَةِ ثُمَّ سَبَقَتْ إِلَيْهَا الْمَدِينَةُ فَزَيَّنَهَا بِالْمُصْطَفَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثُمَّ سَبَقَتْ إِلَيْهَا الْكُوفَةُ فَزَيَّنَهَا بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ عَرَضَهَا عَلَى الْجِبَالِ فَأَوَّلُ جَبَلٍ أَقَرَّ بِذَلِكَ ثَلَاثَةُ أَجْبَالٍ الْعَقِيقُ وَ جَبَلُ الْفَيْرُوزَجِ وَ جَبَلُ الْيَاقُوتِ فَصَارَتْ هَذِهِ الْجِبَالُ جِبَالَهُنَّ وَ أَفْضَلَ الْجَوَاهِرِ وَ سَبَقَتْ إِلَيْهَا جِبَالٌ أُخَرُ فَصَارَتْ مَعَادِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ مَا لَمْ يُقِرَّ بِذَلِكَ وَ لَمْ يَقْبَلْ صَارَتْ لَا تُنْبِتُ شَيْئاً وَ عُرِضَتْ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ عَلَى الْمِيَاهِ فَمَا قَبِلَ مِنْهَا صَارَ عَذْباً وَ مَا أَنْكَرَ صَارَ مِلْحاً أُجَاجاً وَ عَرَضَهَا فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ عَلَى النَّبَاتِ فَمَا قَبِلَهُ صَارَ حُلْواً طَيِّباً وَ

ما لَمْ يَقْبَلْ صَارَ مُرّاً ثُمَّ عَرَضَهَا فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ عَلَى الطَّيْرِ فَمَا قَبِلَهَا صَارَ فَصِيحاً مُصَوِّتاً وَ مَا أَنْكَرَهَا صَارَ أَخْرَسَ أَلْكَنَ إِلَى آخِرِ الْخَبَرِ»[۲۶۶]

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ولایت کا قبول کرنا اور پھر ولایت کے مطابق زندگی بسر کرنا نہ صرف انسانوں کی فضیلت و برتری کا رمز وراز ہے بلکہ کائنات کی ہر مخلوق اور ہر شئی کو جو فضیلت ملی ہے وہ خدا کی توحید، پیغمبر اکرم ﷺ کی رسالت اور آلِ محمدؐ کی ولایت کے اقرار کرنے کے طفیل میں نصیب ہوئی ہے۔

ولایت آلِ محمدؐ جنت کے آٹھ دروازوں کے کھلنے کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جس شخص نے؛

۱) اللہ کے تمام فرائض وواجبات کو انجام دیا۔

۲) جن کاموں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان سے اجتناب کیا۔

۳) اہل بیتِ نبی ﷺ کی ولایت کو بہترین طریقہ سے تسلیم کیا۔

۴) اور اللہ کے دشمنوں سے تبراء وبیزاری کا اعلان کیا۔

تو اللہ تعالیٰ جنت کے آٹھوں دروازے اس کیلئے کھول دیتا ہے پھر جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَقَامَ فَرَائِضَ اللَّهِ أَوِ اجْتَنَبَ مَحَارِمَ اللَّهِ وَ أَحْسَنَ الْوَلَايَةَ لِأَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ تَبَرَّأَ مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَلْيَدْخُلْ

---

[۲۶۶] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۲۶۲

مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ»[1]

[1] بشارۃ المصطفیٰ، ج۱، ص۱۷۶

ولایت امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی اہمیت

جس طرح ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ دین اسلام کی اساس وبنیاد تین ولایتوں پر قائم ہے، سب سے پہلی اللہ کی ولایت، پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور پھر امیر المؤمنین مولائے کائنات کی ولایت۔ اور جس طرح کوئی شخص خدا کی توحید اور پیغمبر کی رسالت کا انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر کی موت دنیا سے چلا جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص مولائے کائناتؑ کی ولایت وامامت کا انکار کرے تو وہ بھی دین سے خارج ہو کر کفر کی موت مرتا ہے۔

ولایت علیؑ کا منکر کافر ہے

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنا، میری نبوت کا انکار کرنا اور علیؑ کی ولایت کا انکار کرنا کفر ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: جُحُودُ نِعْمَةِ اَللَّهِ كُفْرٌ، وَ جُحُودُ نُبُوَّتِي كُفْرٌ، وَ جُحُودُ وَلاَيَةِ عَلِيٍّ كُفْرٌ» ***

ولایت علیؑ کا تمام صحف انبیاء میں ذکر

محمد ابن فضیلؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: علیؑ کی ولایت وہ چیز ہے جو تمام انبیاء کے صحیفوں میں درج کی گئی ہے اور اللہ نے ہر گز کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر جس جس نے محمدؐ کی نبوت اور محمدؐ کے وصی علیؑ کی ولایت کا اقرار کیا ہے صرف انہیں مبعوث فرمایا۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْفُضَيْلِ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: وَلاَيَةُ عَلِيٍّ مَكْتُوبٌ فِي جَمِيعِ

*** اثبات الهداة ج ۳ ص ۲۱۹

صُحُفِ الْأَنْبِيَاءِ وَ لَنْ يَبْعَثَ اللهُ نَبِيّاً إِلاَّ بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ وَ وَلاَيَةِ وَصِيِّهِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ» [۵۰۱]

معراج پر اللہ کی طرف سے بار بار سرورِ کائناتؐ کو ولایت علیؑ کی سفارش کرنا

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: حضور ﷺ نے ایک سو بیس ۱۲۰ مرتبہ معراج کی اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو فرائض وواجبات سے زیادہ علیؑ اور آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی وصیت وتاکید کرتا رہا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: عَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِائَةً وَ عِشْرِينَ مَرَّةً مَا مِنْ مَرَّةٍ إِلاَّ وَ قَدْ أَوْصَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِالْوَلاَيَةِ لِعَلِيٍّ وَ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ أَكْثَرَ مِمَّا أَوْصَاهُ بِالْفَرَائِضِ» [۵۰۲]

قیامت کے دن ولایت علیؑ کے بارے میں سوال کا ہونا

قبر میں اور میدانِ حشر میں ہر مقام پر ہر انسان سے خدا کی توحید، پیغمبر کی رسالت اور امیر المؤمنین علیؑ کی ولایت کے بارے میں ضرور سوال ہو گا اور ان تمام مقامات پر وہی شخص کامیاب ہو گا جس کے دل میں خدا کی توحید، پیغمبر کی رسالت اور امیر المؤمنین کی معرفت ہو، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: شرق وغرب اور بحر وبر میں کوئی بھی شخص مرنے والا ایسا نہیں ہے جس سے منکر ونکیر قبر میں خدا کی ربوبیت، میری رسالت اور علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال نہ ہو۔ ہر شخص سے پوچھا جائے گا: تیرا رب، تیرا دین، تیرا نبی اور تیرا امام کون ہے؟

«رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: ... وَ لاَ يَبْقَى مَيِّتٌ فِي شَرْقٍ وَ لاَ

---

[۵۰۱] بصائر الدرجات، ج۱، ص ۷۲

[۵۰۲] الخصال، ج۲، ص ۶۰۰

غَرْبٍ، وَ لاَ بَرٌّ وَ لاَ بَحْرٌ، إِلاَّ وَ مَلَكَا اَلْقَبْرِ يَسْأَلاَنِهِ عَنْ وَلاَيَةِ عَلِيٍّ بَعْدَ اَلْمَوْتِ فَيَقُولاَنِ: مَنْ رَبُّكَ، وَ مَا دِينُكَ، وَ مَنْ نَبِيُّكَ، وَ مَنْ إِمَامُكَ؟» ۸۰۳

ولایت علیؑ معیارِ حق وباطل

ابو ایوب انصاریؓ جو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت ہی قریبی وباوفا صحابی ہیں روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ عمار یاسر سے خطاب کر کے فرمارہے تھے: اے عمار! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اس حال میں کہ تم حق کے ساتھ ہو گے اور حق تمہارے ساتھ ہو گا۔

اے عمار! جب ایسا زمانہ آئے کہ سب لوگ ایک راستے پر چلیں اور علیؑ ایک راستے پر تو تم علیؑ کے ساتھ ہو جانا اور دوسرے لوگوں کو چھوڑ دینا کیونکہ علیؑ تمہیں کبھی کسی گمراہی میں نہیں ڈالیں گے اور کبھی بھی تجھے ہدایت سے خارج نہیں کریں گے۔

اے عمار! جس نے اپنے گلے میں ایسی تلوار لٹکائی جس کے ذریعہ سے علیؑ کی مدد کرے اور علیؑ کے دشمن سے لڑے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں موتیوں کا ہار پہنائے گا اور جس نے اپنے گلے میں ایسی تلوار لٹکائی جس کے ذریعہ سے علیؑ کے دشمن کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن میں آگ کا ہار ڈالے گا۔

«عَنْ أَبِي أَيُّوبَ اَلْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ تَقْتُلُكَ اَلْفِئَةُ اَلْبَاغِيَةُ وَ أَنْتَ مَعَ اَلْحَقِّ وَ اَلْحَقُّ مَعَكَ يَا عَمَّارُ إِذَا رَأَيْتَ عَلِيّاً سَلَكَ وَادِياً وَ سَلَكَ اَلنَّاسُ وَادِياً غَيْرَهُ فَاسْلُكْ مَعَ عَلِيٍّ وَ دَعِ اَلنَّاسَ إِنَّهُ لَنْ يُدْلِيَكَ فِي رَدًى وَ لَنْ يُخْرِجَكَ مِنَ اَلْهُدَى يَا عَمَّارُ إِنَّهُ مَنْ تَقَلَّدَ سَيْفاً أَعَانَ بِهِ عَلِيّاً عَلَى عَدُوِّهِ قَلَّدَهُ اَللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ

---

۸۰۳ اثبات الھداۃ، ج ۳، ص ۲۳۲

اَلْقِيَامَةِ وِشَاحاً مِنْ دُرٍّ وَ مَنْ تَقَلَّدَ سَيْفاً أَعَانَ بِهِ عَدُوَّ عَلِيٍّ قَلَّدَهُ اللّٰهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِشَاحاً مِنْ نَارٍ»[۸۰۴]

اسی طرح ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا: علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے، حق ادھر ہی جاتا ہے جہاں علیؑ جاتا ہے۔ مزید آپؐ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ حق کو علی کے ساتھ اسی طرف پھیر جہاں علیؑ پھرے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ، يَدُورُ مَعَهُ حَيْثُ مَا دَارَ، وَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ كَيْفَمَا دَارَ»[۸۰۵]

---

[۸۰۴] بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۳۲

[۸۰۵] اثبات الهداة، ج ۳، ص ۳۸۷

ولایت امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے آثار و فوائد

ولایت علی ابن ابی طالبؑ انسان کیلئے وہ عظیم قیمتی سرمایہ ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں سعادت و خوش بختی اور کامیابی و نجات کی ضمانت ہے، سرورِ کائنات ﷺ کی تعلیمات اور آئمہ اطہارؑ کی روایات میں ولایتِ علی ابن ابی طالبؑ کے دنیا و آخرت دونوں میں عظیم آثار و فوائد ذکر کئے گئے ہیں کہ جن کو شمار کرنا ایک مختصر کتاب میں ممکن نہیں ہے، لیکن صرف چند اہم آثار و فوائد کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے، تاکہ (الاشارة یکفی للعاقل) کا مصداق بن جائے۔

ولایت علیؑ، گناہوں کی مغفرت اور سعادتِ ابدی کی ضمانت

امیر المؤمنینؑ کی ولایت گناہگار شیعوں کیلئے مغفرت اور آخرت میں جہنم کی آگ سے نجات اور سعادتِ ابدی کی ضمانت ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک علیؑ کی ولایت ایک ایسی نیکی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی برائی اور گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اگر علیؑ کی ولایت رکھنے والے گناہوں میں مبتلا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دنیا کی سختیوں، مصائب و آلام کے ذریعہ سے اور پھر عالم برزخ و عالم آخرت کی سختیوں و پریشانیوں کے ذریعہ سے ان کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور پھر یہ شیعہ آئمہ طاہرینؑ کی شفاعت پا کر سعادتِ ابدی اور جنت کو پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

وقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ وَلَايَةَ عَلِيٍّ حَسَنَةٌ لَا يَضُرُّ مَعَهَا شَيْءٌ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَ إِنْ جَلَّتْ إِلَّا مَا يُصِيبُ أَهْلَهَا مِنَ التَّطْهِيرِ مِنْهَا بِمِحَنِ الدُّنْيَا وَ بَعْضِ الْعَذَابِ فِي الْآخِرَةِ، إِلَى أَنْ يَنْجُوَ مِنْهَا بِشَفَاعَةِ مَوَالِيهِمُ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ، إِلَى أَنْ قَالَ فِي وَصْفِ الْمُذْنِبِ مِنَ الشِّيعَةِ: فَإِنْ كَانَتْ ذُنُوبُهُ أَعْظَمَ وَ أَكْثَرَ، طُهِّرَ مِنْهَا بِشَدَائِدِ عَرَصَاتِ يَوْمِ

اَلْقِيَامَةِ فَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ وَ أَعْظَمَ، طَهُرَ مِنْهَا فِي الطَّبَقِ الْأَعْلَى مِنْ جَهَنَّمَ وَ هٰؤُلَاءِ أَشَدُّ مُحِبِّيْنَا عَذَاباً وَ أَعْظَمُهُمْ ذُنُوباً»[۸۰۶]

ولایت علیؑ، جنت میں رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ اعلیٰ ترین مرتبہ پانے کا سبب

ربیعہ ابن کعب سرورِ کائنات ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے جس نے سات سال سرورِ کائنات ﷺ کی غلامی و خدمت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، جب ربیعہ ابن کعب نے سات سال سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت کرلی تو حضور ﷺ نے ربیعہ سے فرمایا: اے ربیعہ! تو نے سات سال میری خدمت انجام دی ہے، میں تمہیں اس خدمت کا صلہ دینا چاہتا ہوں، بتا تو کیا چاہتا ہے؟

ربیعہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے سوچنے کا موقع دیجئے، میں سوچ کر بتاؤں گا کہ مجھے کیا چاہئے۔

ربیعہ نے جاکر بہت غور و فکر کی کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کس چیز کا سوال کروں، بہت غور و فکر کرنے کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ کے ساتھ جنت چاہئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تجھے یہ کس نے تعلیم دیا۔

ربیعہ نے عرض کی: مجھے کسی نے یہ تعلیم نہیں دی، بلکہ جب میں نے خوب غور و فکر کی کہ اگر مال کا تقاضا کروں تو مال تو فنا ہونے والی چیز ہے، پھر خیال آیا کہ لمبی زندگی کا تقاضا کروں تو زندگی تو بالآخر ختم ہو کر رہے گی اور ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا حق ہے، پھر خیال آیا کہ ایسی چیز ہو جو ابدی و دائمی نعمت ہو اس کا سوال کرنا چاہئے اور وہ صرف جنت ہے، اور جنت میں بھی اعلیٰ درجہ ہو تو وہ صرف آپ کے ہمراہ

---

[۸۰۶] الفصول المہمہ، ج۱، ص ۳۷۷

ہے، اسی وجہ سے میں نے آپ کی ہمراہی میں جنت کا تقاضا کیا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیعہ ابن کعب سے فرمایا: میں تمہاری اس تمنا و خواہش کو پورا کروں گا، لیکن اس کی دو شرطیں ہیں:

۱) ہمیشہ عبادت و بندگی کرتے ہوئے کثرت سے سجدوں کو انجام دو۔

۲) امیر المومنین علیؑ کی ولایت و محبت پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہو، اس لئے کہ میرے بعد زمانہ میں بہت سارے فتنے برپا ہوں گے، پس ان فتنوں میں نجات کا وسیلہ صرف علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت و محبت ہے، ان کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔

«عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ لِي ذَاتَ يَوْمٍ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا رَبِيعَةُ خَدَمْتَنِي سَبْعَ سِنِينَ أَ فَلَا تَسْأَلُنِي حَاجَةً فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمْهِلْنِي حَتَّى أُفَكِّرَ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ وَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ قَالَ لِي يَا رَبِيعَةُ هَاتِ حَاجَتَكَ فَقُلْتُ تَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يُدْخِلَنِي مَعَكَ الْجَنَّةَ فَقَالَ لِي مَنْ عَلَّمَكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا عَلَّمَنِي أَحَدٌ لَكِنِّي فَكَّرْتُ فِي نَفْسِي وَ قُلْتُ إِنْ سَأَلْتُهُ مَالاً كَانَ إِلَى نَفَادٍ وَ إِنْ سَأَلْتُهُ عُمُراً طَوِيلاً وَ أَوْلَاداً كَانَ عَاقِبَتُهُمُ الْمَوْتَ قَالَ رَبِيعَةُ فَنَكَسَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَأْسَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَفْعَلُ ذَلِكَ فَأَعِنِّي بِكَثْرَةِ السُّجُودِ. ... سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَتَكُونُ بَعْدِي فِتْنَةٌ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَالْتَزِمُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ» [۸۰۲]

اسی طرح ابی لیلیٰ غفاری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد ایک فتنہ برپا ہو گا، پس جب ایسا ہو تو تم سب پر لازم و واجب ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب کے ساتھ رہو کیونکہ علیؑ ہی

---

[۸۰۲] بحار الانوار، ج۶۶، ص۴۰۷

حق وباطل میں فرق کرنے والے ہیں۔

«عَنْ أَبِي لَيْلَى الْغِفَارِيِّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : سَتَكُونُ مِنْ بَعْدِي فِتْنَةٌ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَالْزَمُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهُ الْفَارُوقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ»[808]

ولایت علیؑ کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں

رسولِ اکرم ﷺ نے مولائے کائنات کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے علی اگر کوئی بندہ خدا آدم جتنی زندگی پائے اور پوری زندگی خدا کی عبادت کرتا رہے اور اس کی ملکیت میں اُحد کے پہاڑ جتنا سونا ہو اور اسے راہِ خدا میں خرچ کردے اور ہمیشہ حج کرتا ہو یہاں تک کہ ایک ہزار پیدل حج کئے ہوں پھر اُسے بے دردی اور مظلومیت کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان قتل بھی کردیا جائے لیکن اے علیؑ اگر تمہاری محبت وولایت اس کے دل میں نہ ہو تو وہ نہ تو جنت کی خوشبو سونگھ پائے گا اور نہ ہی جنت میں داخل ہوسکے گا۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: يَا عَلِيُّ لَوْ أَنَّ عَبْداً عَبَدَ اللهَ مِثْلَ مَا دَامَ نُوحٌ فِي قَوْمِهِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَباً فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ مُدَّ فِي عُمْرِهِ حَتَّى حَجَّ أَلْفَ عَامٍ عَلَى قَدَمَيْهِ ثُمَّ قُتِلَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ مَظْلُوماً ثُمَّ لَمْ يُوَالِكَ يَا عَلِيُّ لَمْ يَشَمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ لَمْ يَدْخُلْهَا!»[809]

ستر انبیاءؑ کی عبادت بھی ہو تو ولایت کے بغیر قابل قبول نہیں

حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام ﷺ خطبہ دینے کیلئے کھڑے

---

[808] المناقب، ج۳، ص۹۱

[809] المناقب، ج۳، ص۱۹۸

ہوئے، خدا کی حمد وثناء کی پھر (اپنے اصحاب وسامعین سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب بھی ان کے سامنے آلِ ابراہیمؑ وآلِ عمران کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ومسرور ہو جاتے ہیں اور جب بھی ان کے سامنے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ٹیڑے ہو جاتے ہیں، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمدؐ کی جان ہے کہ اگر کوئی شخص قیامت کے دن ستر انبیاءؑ کے اعمال کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں آئے تو بھی اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہو گا جب تک کہ وہ خدا کے ساتھ میری اور میرے اہلِ بیتؑ کی ولایت کو تسلیم کرتے ہوئے ملاقات نہ کرلے۔ (یعنی اگر کسی شخص کے نامہ اعمال ستر انبیاءؑ کی عبادتوں کے برابر اعمال درج ہوں لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک آلؑ کی ولایت اس کے دل میں نہ ہو اور ولایت کو تسلیم نہ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل بھی قبول نہیں فرمائے گا۔)

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَحَمِدَ اللهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ إِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُمْ آلُ إِبْرَاهِيمَ وَ آلُ عِمْرَانَ فَرِحُوا وَ اسْتَبْشَرُوا وَ إِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُمْ آلُ مُحَمَّدٍ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُهُمْ وَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ عَبْداً جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِعَمَلِ سَبْعِينَ نَبِيّاً مَا قَبِلَ اللهُ ذَلِكَ مِنْهُ حَتَّى يَلْقَى اللهَ بِوَلَايَتِي وَ وَلَايَةِ أَهْلِ بَيْتِي» [۱]

ولایت علیؑ قلعہ خدا ہے

حضرت امام علی رضاؑ نے اپنے والدِ بزرگوار سے انہوں نے اپنے آباء واجداد سے انہوں نے مولائے کائنات علی ابن ابیطالبؑ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے جنابِ جبرائیلؑ سے انہوں نے

[۱] مستدرک الوسائل، ج۱، ص ۱۵۰

جنابِ میکائیلؑ سے انہوں نے جنابِ اسرافیلؑ سے انہوں نے لوح سے اور انہوں نے قلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے اور جو بھی میرے اس قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امان پا گیا۔ (یعنی جس نے بھی علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کو تسلیم کیا تو گویا وہ خدا کے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو خدا کے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ عذابِ جہنم سے نجات پا گیا۔)

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَنْ جَبْرَئِيلَ عَنْ مِيكَائِيلَ عَنْ إِسْرَافِيلَ عَنِ اللَّوْحِ عَنِ الْقَلَمِ قَالَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَلَايَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي» [۸۱۱]

ولایتِ علیؑ ولایتِ خدا

جنابِ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت اللہ کی ولایت ہے، علیؑ کی محبت خدا کی عبادت ہے، علیؑ کی اتباع و پیروی کرنا خدا کی طرف سے فریضہ ہے، علیؑ کے دوست خدا کے دوست ہیں، علیؑ کے دشمن خدا کے دشمن ہیں، علیؑ کے ساتھ جنگ کرنا خدا کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور علیؑ کے ساتھ صلح کرنا خدا کے ساتھ صلح کرنا ہے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَلَايَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَايَةُ اللهِ وَ حُبُّهُ عِبَادَةُ اللهِ وَ اتِّبَاعُهُ فَرِيضَةُ اللهِ وَ أَوْلِيَاؤُهُ أَوْلِيَاءُ اللهِ وَ أَعْدَاؤُهُ أَعْدَاءُ اللهِ وَ حِزْبُهُ حِزْبُ اللهِ وَ سِلْمُهُ سِلْمُ اللهِ» [۸۱۲]

---

[۸۱۱] عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۳۶

[۸۱۲] بشارۃ المصطفیٰ، ج۱، ص۱۵

انبیاءؑ جیسی حیات اور شہداء جیسی موت پانے کا سبب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ طیبہ جیسی حیات پائے، شہداء کی طرح موتِ شہادت پائے، ان جنتوں میں سکونت اختیار کرے جو اللہ نے ان کو بنایا ہے تو اُسے چاہئے کہ علی علیہ السلام کی ولایت کو تسلیم کرے اور علیؑ کو دوست رکھے، علیؑ کے دوستوں کو دوست رکھے اور علیؑ کے بعد آئمہ طاہرینؑ کی اقتداء کرے، کیونکہ یہی میری عترت ہیں جنکو میری طینت سے خلق کیا گیا ہے۔

مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے اللہ! ان کو میرا فہم و میرا علم عطا فرما، ویل (جہنم) ہو میری امت سے ان لوگوں کیلئے جو ان کے مخالفین ہیں۔ اے اللہ! میری شفاعت ان کو نصیب نہ کرنا۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اَلسَّلاَمُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَحْيَى حَيَاةً تُشْبِهُ حَيَاةَ اَلْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ اَلسَّلاَمُ، وَ يَمُوتَ مِيتَةً تُشْبِهُ مِيتَةَ اَلشُّهَدَاءِ، وَ يَسْكُنَ اَلْجِنَانَ اَلَّتِي غَرَسَهَا اَلرَّحْمَانُ، فَلْيَتَوَلَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ لْيُوَالِ وَلِيَّهُ، وَ لْيَقْتَدِ بِالْأَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهِ، فَإِنَّهُمْ عِتْرَتِي، خُلِقُوا مِنْ طِينَتِي، اَللَّهُمَّ اُرْزُقْهُمْ مِنْ فَهْمِي وَ عِلْمِي، وَ وَيْلٌ لِلْمُخَالِفِينَ لَهُمْ مِنْ أُمَّتِي، اَللَّهُمَّ لاَ تُنِلْهُمْ شَفَاعَتِي» [۸۱۳]

محبت وولایت امیر المؤمنینؑ افضل ترین عبادت

دینِ مقدسِ اسلام میں بہت ساری عبادتیں ہیں جن کو انجام دینے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے، لیکن انہی عبادات میں سے کچھ عبادتیں ایسی بھی ہیں جن کیلئے افضل ترین عبادت ہونے کی سند دی

---

[۸۱۳] الکافی، ج۱، ص۲۰۸

گئی ہے، انہی افضل ترین عبادتوں میں لوگوں کی خدمت کرنا، پیاسوں کو پانی پلانا، محمد و آلِ محمدؐ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجنا اور علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ محبت رکھنا اور ان کی ولایت کو تسلیم کرنا ہے۔

جیسا کہ جنابِ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے عالَم خواب (مکاشفہ) میں اپنے چچا جنابِ حمزہؑ ابن عبد المطلب اور اپنے بھائی جعفر طیار ابن ابی طالبؑ کو دیکھا کہ دونوں کے سامنے جنت کی نعمتیں موجود ہیں اور وہ دونوں ان نعمتوں سے تناول کر رہے ہیں۔

تو میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ: آپ دونوں نے موت کے بعد سب سے افضل ترین کس عمل و عبادت کو پایا؟۔

تو دونوں نے جواب دیا کہ: اے اللہ کے رسولؐ ہم اپنے آباء واجداد کے ساتھ آپ پر قربان جائیں، ہم نے افضل ترین اعمال تین چیزوں کو پایا؛

۱) آپ اور آپ کی آل پر کثرت کے ساتھ درود پڑھنا۔

۲) خدمتِ خلق کرتے ہوئے لوگوں کو پانی پلانا۔

۳) علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ محبت کرنا اور انکی ولایت کو تسلیم کرنا۔

«عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : رَأَيْتُ فِيمَا يَرَى اَلنَّائِمُ عَمِّي حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اَلْمُطَّلِبِ وَ أَخِي جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا طَبَقٌ مِنْ نَبِقٍ فَأَكَلاَ سَاعَةً فَتَحَوَّلَ اَلنَّبِقُ عِنَباً فَأَكَلاَ سَاعَةً فَتَحَوَّلَ اَلْعِنَبُ لَهُمَا رُطَباً فَأَكَلاَ سَاعَةً فَدَنَوْتُ مِنْهُمَا وَ قُلْتُ بِأَبِي أَنْتُمَا أَيَّ اَلْأَعْمَالِ وَجَدْتُمَا أَفْضَلَ قَالاَ فَدَيْنَاكَ بِالْآبَاءِ وَ اَلْأُمَّهَاتِ وَجَدْنَا أَفْضَلَ اَلْأَعْمَالِ

اَلصَّلاَةَ عَلَیْكَ وَ سَقْيَ اَلْمَاءِ وَ حُبَّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلاَمُ»[۸۱۱]

ولایت علیؑ، پل صراط سے گزرنے کا پروانہ

جنابِ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب جہنم کے اوپر پل صراط کو نصب کیا جائے گا تو اس پر سے کوئی بھی نہیں گزر پائے گا مگر وہ لوگ کہ جن کے پاس پل صراط سے گزرنے کیلئے علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا پروانہ ہو۔ اور اسی حقیقت کو پروردگارِ عالَم نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ: ان کو روکو ان سے سوال کیا جائے گا۔ (یعنی ان سے ولایت علی ابن ابیطالبؑ کے بارے میں سوال کیا جائے گا پھر جن کے پاس ولایت کا پروانہ موجود ہو وہ پل صراط سے گزر جائیں گے اور جن کے پاس ولایتِ علیؑ کا پروانہ نہیں ہو گا انہیں وہیں سے جہنم میں دھکیلا جائے گا۔)

«اِبْنُ عَبَّاسٍ وَ أَنَسٌ عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ اَلْقِيَامَةِ وَ نُصِبَ اَلصِّرَاطُ عَلَى جَهَنَّمَ لَمْ يَجُزْ عَلَيْهِ إِلاَّ مَنْ مَعَهُ جَوَازٌ فِيهِ وَلاَيَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَ قِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْؤُلُونَ﴾»[۸۱۲]

اسی طرح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مولائے کائناتؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ جب قیامت کے دن ہو گا تو میں، آپ اور جبرائیل پل صراط پر کھڑے ہوں گے، پھر کوئی بھی شخص پل صراط سے نہیں گزر پائے گا مگر وہ شخص کہ جس کے پاس آپ کی ولایت کا پروانہ ہو۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : يَا عَلِيُّ إِذَا كَانَ يَوْمُ اَلْقِيَامَةِ أَقْعُدُ أَنَا وَ أَنْتَ وَ جَبْرَئِيلُ عَلَى اَلصِّرَاطِ فَلَمْ يَجُزْ أَحَدٌ إِلاَّ مَنْ كَانَ مَعَهُ كِتَابٌ

---

[۸۱۱] مستدرک الوسائل ج ۵، ص ۳۳۱

[۸۱۲] بحار الانوار ج ۳۹ ص ۲۰۲

فِيهِ بَرَاءَةٌ بِوَلَايَتِكَ» [۸۱۶]

علیؑ کی محبت، پل صراط سے گزرنے کا پاسپورٹ

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کیلئے ایک پاسپورٹ ہے اور پل صراط سے گزرنے کا پاسپورٹ علی ابن ابیطالب کی محبت وولایت ہے۔

«حَدَّثَنِي أَبِي شَهْرَآشُوبُ بِإِسْنَادِ لَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : لِكُلِّ شَيْءٍ جَوَازٌ وَ جَوَازُ الصِّرَاطِ حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ» [۸۱۷]

منکرینِ ولایت کا بدترین انجام

دشمنانِ ومنکرینِ ولایت علی ابن ابیطالبؑ کیلئے دنیاو آخرت دونوں میں بدترین انجام وعاقبت ہے، یہ لوگ دنیا میں خدا کی رحمت سے دور اور آخرت میں جنت سے محروم رہیں گے، کوئی بھی شخص جان بوجھ کر عداوت ودشمنی کی وجہ سے امیر المؤمنینؑ کی ولایت وامامت سے انکار کر دے تو وہ دشمنانِ خدا میں شامل ہو جاتا ہے اور دین اسلام سے خارج ہو کر دنیا سے چلا جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: علیؑ کی ولایت کو ترک کرنے والے، علیؑ کی فضیلت کا انکار کرنے والے اور علیؑ سے دشمنی کا اظہار کرنے والے دین اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں اگر اپنے اسی عقیدے پر دنیا سے چلے جائیں تو۔ (یعنی اگر اپنے اس عقیدے سے توبہ کرلیں اور ولایت کو تسلیم کرلیں، فضیلت کا اقرار کرلیں اور دشمنی کے بجائے محبت واُلفت کا اظہار کریں تو پھر ان کی دین اسلام میں داخل ہونے کی گنجائش باقی ہے۔)

---

[۸۱۶] معانی الاخبار، ج ۱، ص ۳۵

[۸۱۷] المناقب، ج ۲، ص ۱۵۶

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : اَلتَّارِكُونَ وَلاَيَةَ عَلِيٍّ اَلْمُنْكِرُونَ لِفَضْلِهِ اَلْمُظَاهِرُونَ أَعْدَاءَهُ خَارِجُونَ عَنِ اَلْإِسْلاَمِ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ عَلَى ذَلِكَ»[818]

جنابِ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے حدیث قدسی کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تمام کے تمام لوگ علیؑ کی ولایت پر جمع ہو جاتے (علیؑ کی ولایت کو تسلیم کر لیتے) میں جہنم کو خلق ہی نہ کرتا۔

«عَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : قَالَ اَللَّهُ جَلَّ جَلاَلُهُ: لَوِ اِجْتَمَعَ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ عَلَى وَلاَيَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَا خَلَقْتُ اَلنَّارَ»[819]

غدیرِ خم میں انکارِ ولایت پر حارث ابن نعمان فہری کا بدترین انجام

منکرِ ولایتِ علی ابن ابیطالبؑ کا انجام غدیرِ خم میں ہی تمام لوگوں کو پتا چل گیا تھا کہ جب حارث ابن نعمان فہری نے مولا کی ولایت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی اس پر عذاب نازل کر کے دنیا والوں کو سمجھا دیا کہ ولایتِ علیؑ کے منکر کی عاقبت اور اس کا انجام کیا ہے۔

جیسا کہ حسین ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے سفیان ابن عُیینہ سے قرآن کی اس آیت ﴿سَأَلَ سَائِلٌ﴾ کے بارے میں پوچھا کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

تو انہوں نے کہا: تم نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے بارے میں کسی نے بھی مجھ سے آج تک سوال نہیں کیا۔ اور میں نے یہی سوال حضرتِ امام صادقؑ سے کیا تھا تو امامؑ نے فرمایا:

---

[818] بحار الانوار، ج۳۹، ص ۳۰۲

[819] امالی صدوق، ج۱، ص ۶۵۷

مجھے میرے والدِ بزرگوار نے انہوں نے اپنے آباء واجداد سے اور انہوں نے جنابِ عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ غدیرِ خُم کے روز جب رسولِ اکرم ﷺ نے مولائے کائنات علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ پھر یہ دعا فرمائی: اے اللہ تو اُسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُسے دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے، تو مولائے کائناتؑ کی ولایت کا اعلان ہوتے ہی حارث ابن نعمان فہری سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپؐ نے ہمیں خدا کی عبادت کا حکم دیا تو ہم نے خدا کی عبادت کی، آپؐ نے ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا تو ہم نے نماز پڑھی، جب آپؐ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو ہم نے روزہ رکھا، آپؐ نے حج کرنے کا حکم دیا تو ہم نے حج کیا۔ اور اب آپؐ نے علیؑ کی ولایت کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرمادیا کہ: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔

کیا یہ اعلانِ ولایت خود آپؐ کی جانب سے ہے یا خدا کے حکم سے؟

سرورِ کائنات ﷺ نے اس کے جواب میں تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ: علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا اعلان میں نے خود نہیں بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے۔

اس بدبخت حارث ابن نعمان فہری نے زبانِ وحی وزبانِ رسالت پر اعتماد ویقین کرنے کے بجائے خدا کی بارگاہ میں عذاب کا چیلنج کردیا اور یہ جملہ کہا کہ: اگر یہ اعلانِ ولایت اسی طرح حق ہے جس طرح رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے تو اے اللہ مجھ پر ابھی اسی وقت آسمان سے پتھر کا عذاب نازل فرما۔

پروردگارِ عالَم نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کی صداقت وسچائی اور اس اعلانِ ولایت کی تصدیق کرتے ہوئے حارث ابن نعمان فہری کے اس جگہ سے ہلنے سے پہلے اس کے سر پر پتھر کا عذاب نازل کردیا اور وہ بدبخت اسی وقت اسی مقام پر واصلِ جہنم ہوگیا۔

جب یہ واقعہ رونما ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ایک سائل نے عذاب کے واقع ہونے کا تقاضا کیا ٭ جس عذاب کو کفار سے دور کرنے والا کوئی نہیں ٭ وہ عذاب صاحب مرتبہ وجلال پروردگار کی جانب سے ہے۔

حارث ابن نعمان فہری کا بدترین انجام کائنات کے تمام منکرین ولایت علی ابن ابیطالبؑ کیلئے ایک درس عبرت بن گیا۔

«عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَأَلْتُ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ سَأَلَ سائِلٌ فِيمَنْ نَزَلَتْ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ لَقَدْ سَأَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مِثْلِ الَّذِي قُلْتَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَدِيرِ خُمٍّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ خَطِيباً فَأَوْجَزَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ دَعَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخَذَ بِضَبْعَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ بِيَدَيْهِ حَتَّى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ وَ قَالَ لِلنَّاسِ أَلَمْ أُبَلِّغْكُمُ الرِّسَالَةَ أَلَمْ أَنْصَحْ لَكُمْ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ قَالَ فَفَشَتْ هَذِهِ فِي النَّاسِ فَبَلَغَ ذَلِكَ الْحَارِثَ بْنَ نُعْمَانَ الْفِهْرِيَّ فَرَحَلَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَيْهَا وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِذْ ذَاكَ بِالْأَبْطَحِ فَأَنَاخَ نَاقَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِنَّكَ دَعَوْتَنَا إِلَى أَنْ نَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَوْتَنَا إِلَى أَنْ نَقُولَ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَفَعَلْنَا وَ فِي الْقَلْبِ مَا فِيهِ ثُمَّ قُلْتَ لَنَا صَلُّوا فَصَلَّيْنَا ثُمَّ قُلْتَ لَنَا صُومُوا فَصُمْنَا ثُمَّ قُلْتَ لَنَا حُجُّوا فَحَجَجْنَا ثُمَّ قُلْتَ لَنَا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ فَهَذَا عَنْكَ أَمْ عَنِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ بَلْ عَنِ اللَّهِ فَقَالَهَا ثَلَاثاً فَنَهَضَ وَ إِنَّهُ لَمُغْضَبٌ وَ إِنَّهُ لَيَقُولُ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ حَقّاً فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ نَقِمَةً فِي أَوَّلِنَا وَ آيَةً فِي آخِرِنَا وَ إِنْ كَانَ مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ كَذِباً فَأَنْزِلْ بِهِ

نِقمتكَ ثُمَّ أَثَارَ نَاقَتَهُ وَ اِسْتَوَى عَلَيْهَا فَرَمَاهُ اللهُ بِحَجَرٍ عَلَى رَأْسِهِ فَسَقَطَ مَيِّتاً فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِنَ اللهِ ذِي الْمَعَارِجِ» [۸۲۰]

---

[۸۲۰] تاویل الآیات، ج۱، ص۶۹۷

عزاداری کرنے کی اہمیت وفضیلت

ہماری معاشرتی واجتماعی وظائف وذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری معاشرے میں اہل بیت کا مقام ومرتبہ بیان کرنا، ان کی شان وشوکت اور عظمت وفضیلت کو بیان کرنا، لوگوں کی ان کی شناخت کرانا، ان کے مصائب اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بیان کرنا، ان کے غم اور ان کی عزاداری میں مجالس برپا کرنا، فرشِ عزاء بچھانا، گریہ کرنا، ماتم داری کرنا، جلوس نکالنا وغیرہ وغیرہ شامل ہیں، تاکہ لوگوں کے سامنے اہل بیت کا مقام ومرتبہ روشن وواضح ہو اور اسی طرح ان پر ڈھائے جانے والے مظالم بھی بیان کئے جائیں تاکہ لوگ جہاں پر اہل بیتؑ کی معرفت حاصل کریں وہیں پر ان کے دشمنوں کو بھی پہچان لیں اور ان کے بُرے کردار سے بھی آشنا ہو جائیں، تاکہ اہل بیتؑ کے ساتھ محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کا اظہار کریں۔

اہل بیتؑ کی خوشی میں جشن ومحفل کے پروگرام منعقد کرنا اور ان کی شہادت وعزاداری کے ایام میں مجالس وعزاداری کرتے ہوئے فرشِ عزا بچھانا، ان کی تعلیمات کو معاشرے میں عام کرنا اور پھیلانا، پھر ان کی تعلیمات پر خود بھی عمل کرنا اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دینا اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کرنے کا بہترین اظہار ہے۔

روایات کی روشنی میں عزاداری کی تاکید وسفارش

دینِ مقدسِ اسلام کی ایک عظیم ترین عبادت، مکتبِ اہل بیتؑ کی بقاودوام کا سبب اور تعلیمات اہل بیتؑ کے نشرواشاعت کی ایک عظیم درس گاہ آلِ محمدؐ کی عزاداری کو قائم رکھنا ہے، عزاداری وہ عظیم عبادت ہے جس کو ہمارے بزرگ علماء وفقہاء نے اعظم العبادات وافضل القربات کے عنوان سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ عزاداری اگر ایک طرف سے دین کی بقاوتحفظ کا بہترین سبب ووسیلہ ہے تو دوسری جانب

یہی عزاداری تمام انسانوں کی مغفرت و نجات اور دونوں جہانوں کی عظیم ترین سعادت و خوشبختی کا ذریعہ بھی ہے۔

عزاداری کرنا آلِ محمدؐ کے دشمنوں کی شکست ونابودی اور ان کے ناپاک عزائم کے خاک میں ملنے کا سبب بھی ہے، عزاداری رمز بقائے مکتبِ اہل بیتؑ اور رمز احیائے اسلام ہے، اسی وجہ سے خود آئمہ طاہرینؑ اپنے اپنے زمانہ میں عزاداری امام حسینؑ کو برگزار کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے، فرشِ عزاء بچھاتے رہے، ذاکرین اہل بیتؑ کو دعوت دے کر فضائل و مصائب آلِ محمدؐ بیان کراتے رہے، اپنے زمانہ کے مؤمنین واصحاب کو ان مجالس میں شرکت کرنے کی دعوت دیتے رہے اور پھر ان مجالس میں شرکت کرنے، عزاداری کرنے اور غم آلِ محمدؐ میں رونے ورلانے والوں کے لئے عظیم اجر وثواب اور جنت کی بشارت دیتے تھے۔

جیسا کہ حضرتِ امام رضاؑ نے فرمایا: جو شخص ہم آلِ محمدؐ کے مصائب کو بیان کرے، خود روئے اور دوسرے کو رولائے تو قیامت کے دن وہ شخص ہم آلِ محمدؐ کے ساتھ جنت میں عظیم درجات پر فائز ہوگا اور جس دن تمام آنکھیں رورہی ہوں گی اس کی آنکھیں خوشحال ہوں گی اور جو شخص اس مجلس میں بیٹھے جس میں آلِ محمدؐ کے فضائل و مصائب سے دلوں کو زندہ کیا جاتا ہو تو اس شخص کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن تمام دل مردہ ہو جائیں گے۔

«قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ تَذَكَّرَ مُصَابَنَا وَ بَكَى لِمَا ارْتُكِبَ مِنَّا كَانَ مَعَنَا فِي دَرَجَتِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ ذُكِّرَ بِمُصَابِنَا فَبَكَى وَ أَبْكَى لَمْ تَبْكِ عَيْنُهُ يَوْمَ تَبْكِي الْعُيُونُ وَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِساً يُحْيَا فِيهِ أَمْرُنَا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ»[۸۲۱]

---

[۸۲۱] امالی صدوق، ص ۷۳؛ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۷۸

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے مجالسِ امام حسینؑ میں فرشِ عزاء بچھانے کی تاکید و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے اپنے ایک بزرگ صحابی جنابِ فضیلؓ سے خطاب کر کے فرمایا: اے فضیلؓ! کیا تم مجالس منعقد کرتے ہو اور ان مجالس میں ہماری حدیثوں کو بیان کرتے ہو؟

جنابِ فضیلؓ نے جواب دیا: اے مولاؑ میں آپؑ پر قربان جاؤں، جی بالکل کرتے ہیں۔

پھر امامؑ نے فرمایا: بے شک میں انہی مجالس کو دوست رکھتا ہوں، پس اے فضیلؓ (ان مجالس کے ذریعہ سے) ہماری تعلیمات کو زندہ رکھو۔

پھر امامؑ نے ان مجالس میں اہلِ بیتؑ کی تعلیمات کو زندہ رکھنے والوں کیلئے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرے اس شخص پر جو ہماری تعلیمات کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

پھر امامؑ نے ان مجالس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے فضیلؓ جو ہمارا ذکرِ مصیبت کرے یا اس کے پاس ہمارا ذکرِ مصیبت ہو جس کے نتیجہ میں اس کی آنکھ سے مچھر کے پَر کے برابر بھی آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا، اگرچہ کہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لِفُضَيْلٍ تَجْلِسُونَ وَ تُحَدِّثُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، جُعِلْتُ فِدَاكَ. قَالَ: إِنَّ تِلْكَ الْمَجَالِسَ أُحِبُّهَا، فَأَحْيُوا أَمْرَنَا يَا فُضَيْلُ، فَرَحِمَ اللهُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَنَا. يَا فُضَيْلُ، مَنْ ذَكَرَنَا أَوْ ذُكِرْنَا عِنْدَهُ فَخَرَجَ مِنْ عَيْنِهِ مِثْلُ جَنَاحِ الذُّبَابِ، غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ وَ لَوْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ» [822]

مولاؑ کے اس فرمان میں جہاں مجالسِ عزاء منعقد کرنے کی تاکید کی گئی ہے وہاں پر مجالس برگزار

[822] قرب الاسناد، ج ۱، ص ۳۶؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۰

کرنے والوں کے لئے دعا اور گریہ و عزاداری کرنے والوں کو گناہوں کی مغفرت و بخشش کی بشارت دی گی ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے عزاداری کی فضیلت اور قیامت کے دن عزاداروں کا مقام و مرتبہ بیان کیا، جیسا کہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب اپنی بیٹی فاطمہ زہراء سلام اللہ کو ان کے فرزند امام حسینؑ کی شہادت اور واقعاتِ کربلا کے مصائب کی خبر سنائی تو بی بیؑ شدت سے گریہ کرنے لگیں۔

پھر بی بیؑ نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا: اے بابا جان! یہ واقعہ کب رونما ہو گا؟

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ وہ زمانہ ہو گا جس میں نہ میں ہوں گا نہ آپ ہوں گی اور نہ ہی علیؑ ہوں گے۔ (یعنی ہم سب خدا کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہوں گے)، یہ سُن کر بی بیؑ کا گریہ اور شدید ہو گیا۔

اور پھر بی بیؑ نے پوچھا: اے بابا جان! تو پھر کون ہو گا جو میرے اس لختِ جگر پر گریہ کرے گا اور کون ہو گا جو ان کے عزاء میں فرشِ عزاء بچھائے گا؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی فاطمہؑ! میری امت کی عورتیں میرے اہل بیتؑ کی عورتوں پر گریہ کریں گی، میری امت کے مرد میرے اہل بیتؑ کے مردوں پر گریہ کریں گے اور یہ سلسلہ نسل در نسل تا قیامِ قیامت چلتا رہے گا۔ پھر جب روزِ قیامت ہو گا تو آپؑ ان گریہ کرنے والی عورتوں کی شفاعت کریں گی اور میں گریہ کرنے والے مردوں کی شفاعت کروں گا۔

مزید آپؐ نے گریہ کرنے والے عزاداروں کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہر وہ شخص کہ جو حسینؑ کی مصیبت و غم میں عزاداری اور گریہ کرے گا تو قیامت کے دن ہم اس کا ہاتھ تھامیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔ اے فاطمہؑ! قیامت کے دن (قیامت کے ہولناک و درد بھرے مناظر اور

گناہوں کی وجہ سے) ہر آنکھ رو رہی ہو گی مگر وہ آنکھ کہ جو دنیا میں تیرے فرزند حسینؑ کے غم و مصائب پر روئی ہو گی وہ خوشحال و مسرور ہو گی اور ان کو جنت کی بشارت مل چکی ہو گی۔

«رُوِيَ: أَنَّهُ لَمَّا أَخبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اِبْنَتَهُ فَاطِمَةَ بِقَتْلِ وَلَدِهَا الْحُسَيْنِ وَ مَا يَجْرِي عَلَيْهِ مِنَ الْمِحَنِ بَكَتْ فَاطِمَةُ بُكَاءً شَدِيداً وَ قَالَتْ يَا أَبَهْ مَتَى يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ فِي زَمَانٍ خَالٍ مِنِّي وَ مِنْكِ وَ مِنْ عَلِيٍّ فَاشْتَدَّ بُكَاؤُهَا وَ قَالَتْ يَا أَبَهْ فَمَنْ يَبْكِي عَلَيْهِ وَ مَنْ يَلْتَزِمُ بِإِقَامَةِ الْعَزَاءِ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ يَا فَاطِمَةُ إِنَّ نِسَاءَ أُمَّتِي يَبْكُونَ عَلَى نِسَاءِ أَهْلِ بَيْتِي وَ رِجَالَهُمْ يَبْكُونَ عَلَى رِجَالِ أَهْلِ بَيْتِي وَ يُجَدِّدُونَ الْعَزَاءَ جِيلاً بَعْدَ جِيلٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ فَإِذَا كَانَ الْقِيَامَةُ تَشْفَعِينَ أَنْتِ لِلنِّسَاءِ وَ أَنَا أَشْفَعُ لِلرِّجَالِ وَ كُلُّ مَنْ بَكَى مِنْهُمْ عَلَى مُصَابِ الْحُسَيْنِ أَخَذْنَا بِيَدِهِ وَ أَدْخَلْنَاهُ الْجَنَّةَ يَا فَاطِمَةُ كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلاَّ عَيْنٌ بَكَتْ عَلَى مُصَابِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّهَا ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ بِنَعِيمِ الْجَنَّةِ» [۸۲۳]

اسی طرح مولائے کائناتؑ نے عزاداری کی اہمیت اور عزاداروں کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات میں ہم آلِ محمدؐ کو چُنا ہے اور ہمارے لئے ہمارے چاہنے والے پیروکاروں کو چُنا ہے کہ جو ہمیشہ ہماری مدد و نصرت کرتے ہیں، ہماری خوشیوں میں خوشحال ہوتے ہیں، ہمارے غم میں (فرشِ عزاء بچھاتے ہوئے) غمگین و محزون ہوتے ہیں اور اپنے مال اور اپنی جان کو ہم آلِ محمدؐ کی راہ میں قُربان کرتے ہیں۔

مزید آپؑ نے اپنے ماننے والوں اور عزاداروں کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: پس یہی لوگ ہم میں سے ہیں اور قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہوں گے۔

---

[۸۲۳] بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۲

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اِطَّلَعَ إِلَى الْأَرْضِ فَاخْتَارَنَا وَ اِخْتَارَ لَنَا شِيعَةً يَنْصُرُونَنَا وَ يَفْرَحُونَ بِفَرَحِنَا وَ يَحْزَنُونَ لِحُزْنِنَا وَ يَبْذُلُونَ أَمْوَالَهُمْ وَ أَنْفُسَهُمْ فِينَا أُولَئِكَ مِنَّا وَ إِلَيْنَا» [۸۲۴]

اس روایت میں مولائے کائناتؑ نے شیعیانِ آلِ محمدؐ کی سیرت و نشانیوں میں سے ایک اہم ترین نشانی آلِ محمدؐ کی خوشی کے ایام میں جشن اور آلِ محمدؐ کی مصیبت میں مجلس و عزاداری کرنے کو قرار دیا ہے۔

---

[۸۲۴] بحار الانوار ج ۶۵، ص ۱۷

عزاداری کرنے کے آثار وفوائد

جس طرح متعدد روایات میں عزاداری کی تاکید وسفارش بیان کی گئی ہے اسی طرح عزاداری کے دنیا وآخرت دونوں میں عظیم آثار وفوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے اور انہی آثار وفوائد کی خاطر ہر معصومؑ نے اپنے اپنے زمانہ میں فرشِ عزاء بچھا کر مظلومِ کربلا امام حسینؑ کیلئے مجالسِ عزاء منعقد کیں اور اپنے کردار و سیرت کے ذریعہ عزاداری کی اہمیت وفضیلت اور اس کے عظیم آثار وبرکات سے کائنات کے تمام انسانوں کو آگاہ وروشناس کیا، تو جہاں پر ہر معصومؑ نے اپنے زمانہ میں مجالسِ امام حسینؑ برپا کر کے عزاداری کو باقی رکھنے کی تاکید کی ہے وہاں پر عزاداری کرنے کے دنیا وآخرت دونوں میں عظیم آثار و فوائد اور عزاداروں کے مقام ومرتبہ کو بھی بیان کیا ہے۔

ویسے تو آلِ محمدؐ کے غم میں مجالس برپا کرنا اور عزاداری کرنے کے روایات میں بہت سارے آثار و فوائد کو ذکر کیا گیا ہے، ہم ان تمام روایات کو تو ذکر نہیں کر سکتے چونکہ کتاب کے طولانی ہونے کا سبب بنے گا، اگر کوئی تفصیل سے دیکھنا چاہتا ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جو عزاداری وزیارات کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، جیسے بحار الانوار اور کامل الزیارات وغیرہ وغیرہ، لیکن ان میں سے چند روایات کو تبرک کے عنوان سے بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱) عزاداری مکتبِ اہلِ بیتؑ کے احیاء اور تقویت کا سبب

جہاں پر عزاداری کے اور کئی آثار وفوائد ہیں وہاں پر ایک اثر مکتبِ اہلِ بیتؑ کے احیاء، تقویت اور علومِ آلِ محمدؐ کے نشر واشاعت کا وسیلہ بھی ہے اور آلِ محمدؐ کی تعلیمات ہی حیاتِ واقعی اور دنیا وآخرت دونوں کی سعادت وخوش بختی کے پانے کا سبب ہیں، عزاداری دنیا میں واحد وبزرگترین درسگاہ وتربیت گاہ ہے جس کا تمام انسانوں کی بیداری اور عقل وشعور کے تکامل میں بہت بڑا کردار ہے، اسی لئے

دشمنانِ مذہبِ اہل بیتؑ عزاداری کے برپا کرنے سے خوف کھاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ عزاداری کے خلاف مختلف قسم کے پروپگنڈے اور مختلف اقسام کے حملے وغیرہ کرتے ہیں، دشمنوں کے یہ پروپگنڈے اور مختلف قسم کے حربے وحملے سے یہ بات بالکل واضح وروشن ہو جاتی ہے کہ اس عزاداری سے لوگوں کو علم وشعور حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان بیدار ہوتے ہیں اور حق وباطل کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پھر حق کو سمجھ کر حقداروں کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں اور ظالموں سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور یہی چیز دشمن کے گلہ میں کانٹا بن کر چبھنے والی ہے اور ہر دور کے یزید کے لئے اس کے تخت وتاج کے تاراج کرنے میں اس کے ظلم کی دیواروں کو گرانے میں عزاداری کا سب سے عظیم کردار رہا ہے، ہر قوم وملت کی بیداری اور ان کے جذبہ ایثار وفداکاری اور ان کے عزم وہمت اور قوت ارادی کو مضبوط کرنے میں بھی عزاداری وکربلا کا تمام مکاتبِ فکر پر گہرا اثر رہا ہے، کیونکہ عزاداری وکربلا ہی حقیقت میں علومِ آلِ محمدؐ کے نشر واشاعت اور مکتبِ اہل بیتؑ کے احیاء کا وہ بہترین وسیلہ ہے کہ جو لوگوں میں بیداری اور ان کے عقل وشعور میں تکامل کا بہترین سبب ہے۔

اسی وجہ سے مجالس ومحافل کے ذریعہ سے علومِ آلِ محمدؐ کو سیکھنے وسکھانے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اس شخص پر جو ہماری تعلیمات کو زندہ کرتا ہے، تو راوی نے پوچھا: مولا کوئی شخص کیسے آپ کی تعلیمات کو زندہ کر سکتا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: وہ ہماری تعلیمات کو سیکھتا ہے پھر دوسروں کو سکھاتا ہے کیونکہ لوگ اگر ہمارے کلام کے حُسن وزیبائی کو دیکھ لیں تو ضرور بالضرور ہماری اتباع کرنے لگیں گے۔

وعَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ صَالِحٍ الْهَرَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: رَحِمَ اللهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا فَقُلْتُ لَهُ فَكَيْفَ يُحْيِي أَمْرَكُمْ قَالَ يَتَعَلَّمُ عُلُومَنَا وَ يُعَلِّمُهَا النَّاسَ

نَّ النَّاسَ لَوْ عَلِمُوا مَحَاسِنَ كَلَامِنَا لَاتَّبَعُونَا»[۹۲۸]

چونکہ عزاداری تحت اہل بیتؑ کے احیاء و تقویت اور علوم آلِ محمدؐ کے نشر و اشاعت کا بہترین وسیلہ ہے، اسی وجہ سے آئمہ طاہرینؑ نے اپنے اپنے دولت سراء میں مجالس کا اہتمام کیا، فرشِ عزاء بچھایا اور زمانہ کے بزرگترین شعراء و ذاکرین کو بلا کر آلِ محمدؐ کے فضائل و مصائب بیان کراتے تھے۔

جیسا کہ شاعرِ آلِ محمدؐ جنابِ دِعبل خُزاعی فرماتے ہیں: کہ میں ایک دفعہ محرم کے ایام میں حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ مولاؑ ایسے بیٹھے ہیں جیسے کوئی غمگین و غمزدہ انسان بیٹھا ہوتا ہے اور ان کے اردگرد اصحاب کا جھرمٹ تھا، پس جیسے ہی مولاؑ کی نگاہِ کرم مجھ پر پڑی تو فرمایا: اے دعبلؒ مرحبا، خوشا بحال اس کے جو ہماری مدد کرتا ہے اپنے ہاتھ و زبان سے۔ پھر انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا: اے دعبل! یہ ہمارے اہل بیتؑ کے غم و اندوہ اور حزن و مصیبت کے دن ہیں تم کچھ مصائب کے شعر پڑھو۔

پھر مزید آپؑ نے مجلس و گریہ کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے دعبل! جو بھی ہماری مصیبت میں روئے یا کسی ایک شخص کو رولائے تو اس کا اجر خدا پر ہے (اس کا اجر صرف خدا جانتا ہے)، اے دعبل! جس شخص کی ہمارے مصائب میں آنکھ نم ہو جائے اور رو پڑے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ہمارے ساتھ محشور فرمائے گا۔

پھر آپؑ نے بالخصوص امام حسینؑ کے مصائب پر رونے والوں کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے دعبل! جو شخص بھی میرے جدّ حسینؑ کے مصائب پر گریہ کرنے تو یقیناً ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

---

[۹۲۸] معانی الاخبار، ج ۱، ص ۱۸۰

پھر مولاؑ نے دعبل سے عزاداری امام حسینؑ میں مرثیہ پڑھنے اور مصائب کو بیان کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اے دعبل! جب تک زندہ ہو غم حسینؑ میں مرثیہ پڑھتے رہو اور اس طریقہ سے ہماری مدد و نصرت کرتے رہو اور اس بات میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔

«حَكَى دِعْبِلُ الْخُزَاعِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى سَيِّدِي وَ مَوْلَايَ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْأَيَّامِ فَرَأَيْتُهُ جَالِساً جِلْسَةَ الْحَزِينِ الْكَئِيبِ وَ أَصْحَابُهُ مِنْ حَوْلِهِ فَلَمَّا رَآنِي مُقْبِلاً قَالَ مَرْحَباً بِكَ يَا دِعْبِلُ مَرْحَباً بِنَاصِرِنَا بِيَدِهِ وَ لِسَانِهِ ثُمَّ إِنَّهُ وَسَّعَ لِي فِي مَجْلِسِهِ وَ أَجْلَسَنِي إِلَى جَانِبِهِ ثُمَّ قَالَ لِي يَا دِعْبِلُ أُحِبُّ أَنْ تُنْشِدَنِي شِعْراً فَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ حُزْنٍ كَانَتْ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَ أَيَّامُ سُرُورٍ كَانَتْ عَلَى أَعْدَائِنَا خُصُوصاً بَنِي أُمَيَّةَ يَا دِعْبِلُ مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى عَلَى مُصَابِنَا وَ لَوْ وَاحِداً كَانَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ يَا دِعْبِلُ مَنْ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ عَلَى مُصَابِنَا وَ بَكَى لِمَا أَصَابَنَا مِنْ أَعْدَائِنَا حَشَرَهُ اللهُ مَعَنَا فِي زُمْرَتِنَا يَا دِعْبِلُ مَنْ بَكَى عَلَى مُصَابِ جَدِّيَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ الْبَتَّةَ ثُمَّ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهَضَ وَ ضَرَبَ سِتْراً بَيْنَنَا وَ بَيْنَ حَرَمِهِ وَ أَجْلَسَ أَهْلَ بَيْتِهِ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ لِيَبْكُوا عَلَى مُصَابِ جَدِّهِمُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ وَ قَالَ يَا دِعْبِلُ ارْثِ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَنْتَ نَاصِرُنَا وَ مَادِحُنَا مَا دُمْتَ حَيّاً فَلَا تُقَصِّرْ عَنْ نَصْرِنَا مَا اسْتَطَعْتَ قَالَ دِعْبِلُ فَاسْتَعْبَرْتُ وَ سَالَتْ عَبْرَتِي وَ أَنْشَأْتُ أَقُولُ الْأَبْيَاتَ»[۸۲۶]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: تم ایک دوسرے کی زیارت کیا کرو کیونکہ تمہارا ایک دوسرے کی زیارت کرنا تمہارے دلوں کے زندہ ہونے اور ہماری تعلیمات کے بیان ہونے کا سبب ہے اور ہماری تعلیمات و احادیث تمہیں ایک دوسرے پر مہربان و رحمدل بنا دیتی ہیں، اگر تم لوگ

[۸۲۶] مستدرک الوسائل، ج۱۰، ص۳۸۶

ہماری تعلیمات کو حاصل کروگے اور ان پر عمل کروگے تو یقیناً نجات پا جاؤگے اور اگر ہماری تعلیمات سے روگردانی اور لاپروائی کروگے تو گمراہ وہلاک ہو جاؤگے، پس ہماری تعلیمات کو ضرور بالضرور حاصل کرو اور اس پر عمل کرو تو اس صورت میں مَیں تمہاری نجات کی ضمانت دیتا ہوں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: تَزَاوَرُوا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِكُمْ إِحْيَاءً لِقُلُوبِكُمْ وَ ذِكْراً لِأَحَادِيثِنَا وَ أَحَادِيثُنَا تَعْطِفُ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فَإِنْ أَخَذْتُمْ بِهَا رَشَدْتُمْ وَ نَجَوْتُمْ وَ إِنْ تَرَكْتُمُوهَا ضَلَلْتُمْ وَ هَلَكْتُمْ فَخُذُوا بِهَا وَ أَنَا بِنَجَاتِكُمْ زَعِيمٌ» [۸۲۷]

۲)عزاداری گناہوں کی مغفرت کا سبب

تمام گناہگار انسانوں کی مغفرت و بخشش اور خدا کی رضا و خوشنودی کو پانے کیلئے بہت سارے اسباب و عوامل اور اعمال و عبادات دین اسلام میں موجود ہیں، انہی اعمال و عبادات میں سے جو گناہگاروں کی مغفرت و بخشش اور خدا کی رضا و خوشنودی کو پانے میں سب سے زیادہ مؤثر ہے وہ آلِ محمدؐ کی اور بالخصوص مظلوم کربلا امام حسینؑ کی عزاداری ہے، گریہ و عزاداری گناہوں کی مغفرت اور خدا کی خوشنودی کو پانے کا عظیم وسیلہ ہے، متعدد روایات میں عزاداری کو گناہوں کی مغفرت و بخشش کا بہترین و مؤثرترین وسیلہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: وہ شخص جس کے سامنے ہمارا ذکرِ مصیبت ہو اور اس کے نتیجہ میں اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اگرچہ وہ آنسو مچھر کے پر کے برابر ہی کیوں نہ ہو تو اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جائے گا اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ ذُكِرْنَا عِنْدَهُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَ لَوْ مِثْلَ جَنَاحِ

---

[۸۲۷] وسائل الشیعہ، ج۷، ۲، ص۸۷

الذُّبَابِ غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَ لَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ»[٨٢٨]

اسی طرح حضرتِ امام رضاؑ نے مظلوم کربلا پر گریہ و عزاداری کرنے کو بڑے بڑے گناہوں کی مغفرت و بخشش کا وسیلہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک محرم وہ مہینہ ہے جس میں جاہلیت کے زمانہ میں بھی قتل وخونریزی کو حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اسی مہینہ میں ہم اہل بیتؑ کے خون کو حلال سمجھا گیا، ہم آلِ محمدؐ کی حرمت کو پامال کیا گیا، ہماری اولادِ اطہار اور مخدرات کو قیدی بنایا گیا، ہمارے خیموں کو آگ لگا کر جلایا گیا، پھر انہیں لوٹا گیا اور غارت کیا گیا، ذرہ برابر بھی رسولِ خدا ﷺ کی حرمت کا خیال نہیں رکھا گیا، بے شک یوم حسینؑ (روزِ عاشور) نے ہماری آنکھوں کو مجروح کیا، ہمارے آنسوؤں کو جاری کر دیا، عزیزِ آلِ محمدؐ (حسینؑ) کی تحقیر و توہین کی گئی، کربلا و عاشور نے ہمیں قیامت تک کیلئے عزادار بنا دیا، پس جس کو رونا ہے اور عزاداری کرنی ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ حسینؑ اور حسینؑ جیسے پر روئے اور آنسو بہائے کیونکہ بے شک حسینؑ پر رونا و گریہ کرنا بڑے بڑے گناہوں کو بخشوا دیتا ہے اور مٹا دیتا ہے۔

«قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ الْمُحَرَّمَ شَهْرٌ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يُحَرِّمُونَ الْقِتَالَ فِيهِ فَاسْتُحِلَّتْ فِيهِ دِمَاؤُنَا وَ هُتِكَتْ فِيهِ حُرْمَتُنَا وَ سُبِيَ فِيهِ ذَرَارِيُّنَا وَ نِسَاؤُنَا وَ أُضْرِمَتِ النِّيرَانُ فِي مَضَارِبِنَا وَ انْتُهِبَ مَا فِيهَا مِنْ ثِقْلِهَا وَ لَمْ تُرْعَ لِرَسُولِ اللهِ حُرْمَةٌ فِي أَمْرِنَا إِنَّ يَوْمَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ أَقْرَحَ جُفُونَنَا وَ أَسْبَلَ دُمُوعَنَا وَ أَذَلَّ عَزِيزَنَا أَرْضُ كَرْبَلَاءَ أَوْرَثَتْنَا الْكَرْبَ وَ الْبَلَاءَ إِلَى يَوْمِ الِانْقِضَاءِ فَعَلَى مِثْلِ الْحُسَيْنِ فَلْيَبْكِ الْبَاكُونَ فَإِنَّ الْبُكَاءَ عَلَيْهِ يَحُطُّ الذُّنُوبَ الْعِظَامَ»[٨٢٩]

---

[٨٢٨] مستدرک الوسائل، ج۱۰، ص۳۱۲

[٨٢٩] روضۃ الواعظین، ج۱، ص۱۶۹

۳) عزاداری جہنم سے نجات کا سبب

عزاداری جس طرح گناہوں کی مغفرت و بخشش کا وسیلہ اسی طرح جہنم کی آگ سے نجات پانے کا بھی بہترین وسیلہ ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: وہ شخص جس کے سامنے ہمارا ذکرِ مصیبت ہو اور اس کے نتیجہ میں اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دے دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَنْ ذُكِرْنَا عِنْدَهُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ حَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ عَلَى النَّارِ»[۸۳۰]

۴) عزاداری روزِ قیامت خوشحالی و سرور کا سبب

قرآنِ مجید اور روایاتِ معصومینؑ میں گریہ وزاری کرنا اور رونا ایک مذموم چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ چند ایسے مقام ہیں جہاں پر رونا و گریہ کرنا مذموم نہیں بلکہ اس کی اس قدر فضیلت ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں خوشحالی کا سبب بھی ہے۔ ان میں مقامات میں سے تین مقام یہ ہیں؛

۱) خوفِ خدا میں رونا۔

۲) اپنے گناہوں کو یاد کر کے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرتے ہوئے گریہ وزاری کرنا۔

۳) غمِ حسینؑ میں عزاداری کرتے ہوئے رونا۔

ان تین مقامات پر رونا دنیا و آخرت دونوں کی مسرت و خوشیوں کو پانے میں بہت زیادہ مؤثر ہے، جو لوگ دنیا میں رو لے لیتے ہیں وہ قیامت کی خوشیوں کو پا لیتے ہیں، خصوصاً غمِ حسینؑ میں رونے والوں کیلئے

---

[۸۳۰] کامل الزیارات، ج ۱، ص ۱۰۴

قیامت کے دن خوشیوں کی بشارت وخوشخبری دی گئی ہے، جیسا کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: جو شخص عاشور کے دن عزاداری کرتے ہوئے اپنے تمام معاملات وکاروبار اور کاموں کو ترک کردے اور عاشور کے دن امام حسینؑ کی عزاداری کیلئے وقف کردے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی دنیاو آخرت دونوں کی حوائج کو برآوردہ کرتا ہے اور قیامت کہ جو انتہائی مصیبت واندوہ کا دن ہے لیکن اللہ اس شخص کیلئے خوشی و سرور کا دن قرار دیتا ہے اور قیامت کے دن ہماری زیارت اس شخص کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشحالی کا باعث بنے گی۔

«عَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ تَرَكَ السَّعْيَ فِي حَوَائِجِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ قَضَى اللهُ لَهُ حَوَائِجَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَنْ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمَ مُصِيبَتِهِ وَ حُزْنِهِ وَ بُكَائِهِ جَعَلَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ فَرَحِهِ وَ سُرُورِهِ وَ قَرَّتْ بِنَا فِي الْجِنَانِ عَيْنُهُ» [۸۳۱]

۵) عزادار کا ہر سانس تسبیح کا درجہ رکھتا ہے

روایات میں آیا ہے کہ چند مقامات پر سانس لینا بھی تسبیح و تہلیل پروردگار انجام دینے کا درجہ رکھتا ہے، جن میں سے ایک رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں سانس لینا تسبیح کا اور سو جانا عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں سانس لینا تسبیح، سو جانا عبادت، اس میں ہر نیک عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول اور اس کی دعا مستجاب ہے۔

«أَنْفَاسُكُمْ فِيهِ تَسْبِيحٌ وَ نَوْمُكُمْ فِيهِ عِبَادَةٌ وَ عَمَلُكُمْ فِيهِ مَقْبُولٌ وَ دُعَاؤُكُمْ فِيهِ مُسْتَجَابٌ» [۸۳۲]

اسی طرح عزاداری بھی ایک عظیم عبادت ہے اور عزادار فرشِ عزاء پر جو سانس لیتا ہے وہ تسبیح کا

[۸۳۱] بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۴

[۸۳۲] فضائل الاشہر الثلاثہ، ج ۱، ص ۷۷

درجہ رکھتا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: ہمارے غم میں عزادار کا سانس لینا تسبیح ہے، ہماری عزاداری عبادت ہے اور دشمنوں سے ہمارے اسرار و علوم کی حفاظت کرنا اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔

پھر مزید آپؑ نے اپنی اس حدیث کی قدر و منزلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ حدیث اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ اس حدیث کو سونے سے لکھا جانا چاہیے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: نَفَسُ الْمَهْمُومِ لِظُلْمِنَا تَسْبِيحٌ وَ هَمُّهُ لَنَا عِبَادَةٌ وَ كِتْمَانُ سِرِّنَا جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجِبُ أَنْ يُكْتَبَ هَذَا الْحَدِيثُ بِالذَّهَبِ» [۳۳]

۶) عزاداری و مرثیہ خوانی جنت کو پانے کا سبب

عزاداری، مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی انتہائی عظیم عبادت ہے اور آئمہ طاہرینؑ نے عزاداری و مرثیہ خوانی کی بہت زیادہ فضیلت بیان کرتے رہے اور اس کی باربار تاکید کرتے رہے اور اپنے اپنے زمانہ کے شعراءوذاکرین کو مرثیہ و نوحہ پڑھنے کی دعوت دیتے رہے، اور پھر عزاداری کرنے والوں، مرثیہ پڑھنے والوں اور نوحہ خوانی کرنے والوں کو مغفرت و جنت کی بشارت دیتے رہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جو شخص بھی امام حسینؑ کی مصیبت میں ایک شعر کہئے اور اس پر گریہ کرے اور دس لوگوں کو رولائے تو اس رولانے اور رونے والوں میں سے ہر ایک کیلئے جنت واجب ہے اور جو شخص امام حسینؑ کی مصیبت میں ایک شعر کہے اور روئے اور نو لوگوں کو رولائے تو ان کیلئے بھی جنت واجب ہے۔ یہاں تک کہ امامؑ نے فرمایا: جو شخص امام حسینؑ کی مصیبت میں ایک شعر کہے اور روئے (راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں امام نے فرمایا روئے) یا رونے کی شکل بنائے تو اس کیلئے بھی جنت واجب ہے۔

---

[۳۳] بشارۃ المصطفیٰ، ج ۱، ص ۲۵۷

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ أَنْشَدَ فِي الْحُسَيْنِ بَيْتاً مِنْ شِعْرٍ فَبَكَى وَ أَبْكَى عَشَرَةً فَلَهُ وَ لَهُمُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ أَنْشَدَ فِي الْحُسَيْنِ بَيْتاً فَبَكَى وَ أَبْكَى تِسْعَةً فَلَهُ وَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَلَمْ يَزَلْ حَتَّى قَالَ وَ مَنْ أَنْشَدَ فِي الْحُسَيْنِ بَيْتاً فَبَكَى وَ أَظُنُّهُ قَالَ أَوْ تَبَاكَى فَلَهُ الْجَنَّةُ» [۸۲۳]

اسی طرح ایک اور حدیث میں امام صادقؑ نے فرمایا: جو شخص بھی ہم آلِ محمدؐ کی شان میں یا مصیبت میں ایک بیت (شعر) کہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس شخص کیلئے اس کے عوض ایک بیت (گھر) بنائے گا۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ قَالَ فِينَا بَيْتَ شِعْرٍ بَنَى اللهُ تَعَالَى لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ» [۸۲۴]

۷) عزاداری میں رونا اور رولانا جنت کی ضمانت

آلِ محمدؐ کے غم میں رونا اور رولانا تاریخ کے ہر دور میں ایک عظیم عبادت شمار رہی ہے، آلِ محمدؐ کے غم میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ کائنات کے ایک ایک ذرہ نے گریہ کیا ہے، متعدد روایات میں ہے کہ آلِ محمدؐ کے غم اور بالخصوص امام حسینؑ کی شہادت کے موقع پر آسمان، زمین، چرند و پرند یہاں تک کہ کائنات کے ایک ایک ذرہ نے گریہ کیا اور بعض روایات میں تو یہ ہے کہ مغرب کی طرف جو مغرب کے وقت آسمان کی سُرخی ہے یہ عاشور سے پہلے نہیں ہوتی تھی بلکہ عاشور کے بعد غم امام حسینؑ میں یہ سُرخی نمودار ہوئی جس نے امام حسینؑ پر گریہ کرنے کا اظہار کیا اور اب تک یہ گریہ باقی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ آلِ محمدؐ کے غم میں اور بالخصوص امام حسینؑ کے غم میں گریہ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے اور بعض روایات میں گریہ کرنے والوں کو آلِ محمدؐ نے جنت کی صرف بشارت ہی نہیں بلکہ جنت کی ضمانت دی ہے، جیسا کہ روایت میں ہے کہ: جو شخص ہماری مصیبت اور ہمارے غم میں روئے یا ایک سو ۱۰۰ آدمیوں کو رولائے تو خدا اسے جنت دلانے کیلئے ہم اس کے ضامن ہیں اور جو روئے

[۸۲۳] کامل الزیارات، ص ۱۰۶؛ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۹

[۸۲۴] وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۵۹۷

یا پچاس ۵۰ آدمیوں کو رولائے اس کیلئے بھی جنت واجب ہے اور جو روئے یا تیس ۳۰ آدمیوں کو رولائے اس کیلئے بھی جنت واجب ہے اور جو روئے اور دس ۱۰ آدمیوں کو رولائے اس کیلئے بھی جنت واجب اور جو روئے اور ایک آدمی کو رولائے اس پر بھی جنت واجب ہے اور (یہاں تک کہ فرمایا) جو صرف رونے کی شکل بھی بنائے اس کیلئے بھی جنت واجب ہے۔

«عَنْ آلِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُمْ قَالُوا: مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى فِينَا مِائَةً ضَمِنَّا لَهُ عَلَى اللهِ الْجَنَّةَ وَ مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى خَمْسِينَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى ثَلَاثِينَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى عِشْرِينَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى عَشَرَةً فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ بَكَى أَوْ أَبْكَى وَاحِداً فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ تَبَاكَى فَلَهُ الْجَنَّةُ» [۸۳۶]

۸) عزاداری، حق اہل بیتؑ کی ادائیگی کا سبب

اہل بیتؑ کا حق امت پر اس قدر زیادہ ہے کہ کسی کیلئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اہل بیتؑ کے حق کو ادا کر سکے، ہر انسان کو اپنی بساط و قدرت کے مطابق کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اہل بیتؑ کے حق کو ادا کرے اور ان کی رضا و خوشنودی کو پانے کی کوشش کرے، لیکن اہل بیتؑ کی نگاہ میں عزاداری اس قدر محبوب و پسندیدہ ہے کہ جو شخص اہل بیتؑ کی عزاداری میں فرشِ عزاء بچھائے اور عزاداری کے نظام کو رائج کرے پھر عزاداری کے ذریعہ سے پیغام آلِ محمدؑ کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی کوشش کرے تو ایسے شخص کیلئے حضرت امام صادقؑ نے یہ خوشخبری دی ہے کہ اس شخص نے اہل بیتؑ کے حق کو ادا کر دیا۔

جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ نے اپنے باوفا صحابی جنابِ زرارہؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے زرارہ! خدا کے نزدیک اس آنکھ سے زیادہ کوئی آنکھ محبوب نہیں ہے جو غمِ آلِ محمدؑ میں روئے اور اس

---

[۸۳۶] اللہوف، ص ۱۰

آنسو سے زیادہ کوئی آنسو محبوب نہیں ہے جو غمِ آلِ محمدؐ میں ٹپکے۔

مزید آپؑ نے عزاداری کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی نے بھی گریہ نہیں کیا مگر یہ کہ اُس نے زہراؑ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشحال کر دیا اور ہم آلِ محمدؐ کا حق ادا کر دیا۔ اور قیامت کے دن ہر شخص روتا ہوا محشور ہو گا سوائے وہ لوگ کہ جنہوں نے دنیا میں میرے جد حسینؑ پر گریہ کیا ہو وہ خوشحال و مسرور ہو کر محشور ہوں گے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا زُرَارَةُ ... وَ مَا مِنْ عَيْنٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ وَ لَا عَبْرَةٍ مِنْ عَيْنٍ بَكَتْ وَ دَمَعَتْ عَلَيْهِ وَ مَا مِنْ بَاكٍ يَبْكِيهِ إِلَّا وَ قَدْ وَصَلَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَ أَسْعَدَهَا عَلَيْهِ وَ وَصَلَ رَسُولَ اللهِ وَ أَدَّى حَقَّنَا وَ مَا مِنْ عَبْدٍ يُحْشَرُ إِلَّا وَ عَيْنَاهُ بَاكِيَةٌ إِلَّا الْبَاكِينَ عَلَى جَدِّيَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ...»[۱۰۳۶]

۹) جنت میں آلِ محمدؐ کے ساتھ عظیم درجات پر فائز ہونے کا سبب

قیامت کے دن سب سے عظیم مقام و مرتبہ انبیاء، اولیاء اور ان سے بھی بڑھ کر آلِ محمدؐ کا ہے، لیکن خوشبخت و خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے کردار و اعمال اور آلِ محمدؐ کی ولایت، محبت اور ان کی عزاداری کی وجہ سے آلِ محمدؐ کے ساتھ عظیم درجات پر فائز ہوں گے، وہ خوش نصیب افراد کہ جو ان عظیم درجات پر فائز ہوں گے وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں آلِ محمدؐ کے عزادار ہیں۔ جیسا کہ حضرتِ امام رضاؑ نے فرمایا: جو شخص ہم آلِ محمدؐ کے مصائب کو بیان کرے، خود روئے اور دوسرے کو رلائے تو قیامت کے دن وہ شخص ہم آلِ محمدؐ کے ساتھ جنت میں عظیم درجات پر فائز ہو گا اور جس دن تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی اس کی آنکھیں خوشحال ہوں گی اور جو شخص اس مجلس میں بیٹھے جس میں آلِ محمدؐ کے فضائل و مصائب سے

۱۰۳۶۔ کامل الزیارات، ص ۸۰

دلوں کو زندہ کیا جاتا ہو تو اس شخص کا دل اس دن مردہ نہ ہو گا جس دن تمام دل مردہ ہو جائیں گے۔

«قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ: مَنْ تَذَكَّرَ مُصَابَنَا وَ بَكَى لِمَا ارْتُكِبَ مِنَّا كَانَ مَعَنَا فِي دَرَجَتِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ ذُكِّرَ بِمُصَابِنَا فَبَكَى وَ أَبْكَى لَمْ تَبْكِ عَيْنُهُ يَوْمَ تَبْكِي الْعُيُونُ وَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِساً يُحْيَا فِيهِ أَمْرُنَا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ»[۸۲۸]

۱۰) عزاداری، آلِ محمدؐ کے ساتھ محشور ہونے کا سبب

عزاداری وہ عظیم عبادت ہے جس کو انجام دینا نہ صرف آلِ محمدؐ کی رضا و خوشنودی کا سبب ہے بلکہ عزاداری اور آلِ محمدؐ کے غم رونا و گریہ کرنا قیامت کے دن آلِ محمدؐ کے ساتھ محشور ہونے کا سبب بھی ہے، اسی طرح اس کے علاوہ ایک روایت میں امام رضاؑ نے اپنے صحابی جنابِ ریان ابن شبیبؒ سے آلِ محمدؐ کی عزاداری اور ان کی زیارت کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے پانچ چیزوں کی بشارت وخوشخبری دی ہے، جیسا کہ جنابِ ریان ابن شبیبؒ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ محرم کے ایام میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو... امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن شبیبؒ اگر تمھیں کسی چیز پر رونا ہو تو پھر حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام کے غم میں رو لو، کیونکہ حسینؑ ابن علیؑ کو اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح کسی گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے... اور جب میرے جدّ حسینؑ کو قتل کیا گیا تو زمین و آسمان نے خون کے آنسو برسائے۔

مزید امام رضاؑ نے جنابِ ریان ابن شبیبؒ کو پانچ دستورالعمل تعلیم دیئے اور ان کے ساتھ پانچ بشارتیں بھی بیان کیں؛

۱) اے فرزندِ شبیبؒ! اگر تم بھی حسینؑ پر گریہ کرو یہاں تک کہ تمہارا ایک آنسو بھی تمہارے رُخسار

---

[۸۲۸] امالی صدوق، ص ۷۳

وں پر گر پڑے تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو بخش دے گا۔

۲) اے فرزندِ شبیبؒ! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرو کہ تمہارے نامہ اعمال نامہ میں کوئی بھی گناہ نہ ہو تو حسینؑ ابن علیؑ کی زیارت کرو۔

۳) اے فرزندِ شبیبؒ! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن ان غرفوں اور مقامات میں سکونت اختیار کرو کہ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بنائے گئے ہیں تو حسینؑ ابن علیؑ کے قاتلوں پر لعنت کرو۔

۴) اے فرزندِ شبیبؒ! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے نامہ اعمال میں وہ ثواب درج کیا جائے جو ثواب ان شہداء کیلئے ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ شہید کئے گئے ہیں تو جب بھی حسینؑ ابن علی کو یاد کرو تو یہ جملہ اپنی زبان سے ادا کرو: ﴿يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزاً عَظِيماً﴾ اے کاش میں بھی کربلا میں ان شہداء کے ساتھ ہوتا تو اس عظیم کامیابی کو پالیتا۔

۵) اے فرزندِ شبیبؒ! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم بھی جنت کے اعلیٰ درجات پر ہمارے ساتھ رہو تو ہمارے حزن و غم کے ایام میں غمگین رہو اور ہماری خوشی کے ایام میں خوشحال رہو۔

مزید آپؑ نے فرمایا: اے فرزندِ شبیبؒ! تم پر ہم آلِ محمدؐ کی ولایت کو تسلیم کرنا اور ہماری محبت کو دل میں رکھنا واجب و ضروری ہے، کیونکہ بے شک اگر کوئی شخص کسی پتھر سے بھی محبت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ضرور بالضرور اُسے اُسی پتھر کے ساتھ ہی محشور کرے گا۔

«عَنِ الرَّيَّانِ بْنِ شَبِيبٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ ... يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ كُنْتَ بَاكِياً لِشَيْءٍ فَابْكِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ ذُبِحَ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ ... أَنَّهُ لَمَّا قُتِلَ جَدِّي الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ دَماً وَ تُرَاباً أَحْمَرَ يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ بَكَيْتَ عَلَى الْحُسَيْنِ حَتَّى تَصِيرَ دُمُوعُكَ عَلَى خَدَّيْكَ غَفَرَ اللهُ لَكَ كُلَّ

ذَنْبٍ أَذْنَبْتَهُ صَغِيراً كَانَ أَوْ كَبِيراً قَلِيلاً كَانَ أَوْ كَثِيراً يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ سَرَّكَ أَنْ تَلْقَى اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لاَ ذَنْبَ عَلَيْكَ فَزُرِ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ سَرَّكَ أَنْ تَسْكُنَ الْغُرَفَ الْمَبْنِيَّةَ فِي الْجَنَّةِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَالْعَنْ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ سَرَّكَ أَنْ يَكُونَ لَكَ مِنَ الثَّوَابِ مِثْلَ مَا لِمَنِ اسْتُشْهِدَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقُلْ مَتَى ذَكَرْتَهُ ﴿يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزاً عَظِيماً﴾ يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ سَرَّكَ أَنْ تَكُونَ مَعَنَا فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلَى مِنَ الْجِنَانِ فَاحْزَنْ لِحُزْنِنَا وَ افْرَحْ لِفَرَحِنَا وَ عَلَيْكَ بِوَلاَيَتِنَا فَلَوْ أَنَّ رَجُلاً أَحَبَّ حَجَراً لَحَشَرَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ مَعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[۷۹]

۱۱) عزاداری کا اجر وثواب خدا کے علاوہ کوئی حساب نہیں کر سکتا

ہر عبادت کے لئے پروردگارِ عالَم نے مخصوص اجر وثواب قرار دیا ہے، لیکن کچھ عبادات ایسی ہیں جن کا اجر وثواب اس قدر زیادہ ہے کہ جس کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، مثلاً نمازِ جماعت کا ثواب، روزہ کا ثواب، نمازِ شب کا ثواب، خدمتِ خلق کا ثواب اور انہی اعمال وعبادات میں سے کہ جس کا اجر و ثواب خدا کے علاوہ کوئی نہیں شمار کر سکتا آلِ محمدؐ کے غم میں گریہ وعزاداری کرنا بھی ہے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: ہر عبادت کے لئے اللہ نے مخصوص اجر وثواب معین کر دیا ہے مگر ہمارے غم میں آنسو بہانا کہ جس کا ثواب خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: لِكُلِّ شَيْءٍ ثَوَابٌ إِلاَّ الدَّمْعَةَ فِينَا»[۸۰]

۱۲) امام حسینؑ کی عزاداری، تمام امتوں پر برتری وفضیلت کا راز

قرآنِ پاک کی آیات اور معصومینؑ کی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات

---

[۷۹] بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۵۸؛ عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱، ص ۲۹۹

[۸۰] وسائل الشیعہ، ج ۱۳، ص ۵۹۷

ہی تمام انبیاء و مرسلینؑ کی سردار ہے اور کائنات میں آپؐ سے افضل کوئی بھی شخص نہیں اسی آپؐ ہی کی وجہ سے آپؐ کی امت بھی تمام انبیاءؑ کی امتوں سے افضل و برتر ہے، سرورِ کائنات کی امت کو یہ برتری و فضیلت ملنے کی بہت سارے اسرار و اسباب ہیں جن میں سے ایک آلِ محمدؐ کے غم میں معرفت و محبت کے ساتھ عزاداری کرنا ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے: مقامِ مناجات میں حضرتِ موسیٰؑ نے پروردگار سے سوال کیا اے میرے پروردگارا! آپ نے امتِ محمدیؐ ہی کو ساری امتوں پر کیوں فضیلت و برتری عطا کی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جنابِ موسیٰؑ کے اس سوال کے جواب میں فرمایا: میں دس صفات و خوبیوں کی وجہ سے امتِ محمدیؐ کو تمام امتوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

پھر جنابِ موسیٰؑ نے پوچھا: وہ دس صفات و خوبیاں کیا ہیں کہ جن کو وہ انجام دیتے ہیں تاکہ میں بھی اپنی امت کو ان خوبیوں کے انجام دینے کا حکم دوں؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز، زکات، روزہ، حج، جہاد، نمازِ جمعہ، نمازِ جماعت، قرآن، علم اور عاشوراء۔

تو حضرتِ موسیٰؑ نے پوچھا: پروردگارا! یہ عاشوراء کیا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (عاشوراء وہ دن ہے جس میں امتِ محمدیؐ) محمد ﷺ کے نواسہ پر گریہ و عزاداری کرتے ہیں اور فرزندِ مصطفیٰ ﷺ کی مصیبت پر مرثیہ پڑھتے ہیں اور غم مناتے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے یوم عاشوراء امام حسینؑ کے مصائب پر گریہ و عزاداری کرنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے موسیٰؑ: اس دن میرے بندوں میں سے جو گریہ کرے یا گریہ کرنے کی کوشش بھی کرے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان کے فرزند کی تعزیت و تسلیت پیش کرے تو ان کیلئے جنت معین ہے اور جو شخص بھی اپنے مال و دولت میں سے بنتِ رسول ﷺ کے فرزند کی محبت میں کسی کو

کھانا کھلائے یا ایک درہم خرچ کرے تو دنیا میں اس کے مال میں برکت عطا کرتے ہوئے ایک درہم کے بدلہ ستر درہم عطا کروں گا اور آخرت میں بغیر حساب کے جنت میں داخل کروں گا اور ان کے گناہوں کو بخش دوں گا۔

اور مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم ہے کہ جو بھی مرد یا عورت فرزند رسول ﷺ کی مصیبت میں گریہ کرے اور اس کی آنکھ سے اگرچہ آنسو کا ایک ہی قطرہ جاری ہو جائے، چاہے وہ عاشور کے دن ہو یا کسی اور دن تو اس کے نامہ اعمال میں ایک سو (۱۰۰) شہیدوں کا اجر و ثواب لکھا جائے گا۔

«وَ فِي حَدِيثِ مُنَاجَاةِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ قَدْ قَالَ يَا رَبِّ لِمَ فَضَّلْتَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى فَضَّلْتُهُمْ لِعَشْرِ خِصَالٍ قَالَ مُوسَى وَ مَا تِلْكَ الْخِصَالُ الَّتِي يَعْمَلُونَهَا حَتَّى آمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَعْمَلُونَهَا قَالَ اللهُ تَعَالَى الصَّلاَةُ وَ الزَّكَاةُ وَ الصَّوْمُ وَ الْحَجُّ وَ الْجِهَادُ وَ الْجُمُعَةُ وَ الْجَمَاعَةُ وَ الْقُرْآنُ وَ الْعِلْمُ وَ الْعَاشُورَاءُ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا رَبِّ وَ مَا الْعَاشُورَاءُ قَالَ الْبُكَاءُ وَ التَّبَاكِي عَلَى سِبْطِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ الْمَرْثِيَةُ وَ الْعَزَاءُ عَلَى مُصِيبَةِ وُلْدِ الْمُصْطَفَى يَا مُوسَى مَا مِنْ عَبْدٍ مِنْ عَبِيدِي فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ بَكَى أَوْ تَبَاكَى وَ تَعَزَّى عَلَى وُلْدِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلاَّ وَ كَانَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ثَابِتاً فِيهَا وَ مَا مِنْ عَبْدٍ أَنْفَقَ مِنْ مَالِهِ فِي مَحَبَّةِ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّهِ طَعَاماً وَ غَيْرَ ذَلِكَ دِرْهَماً إِلاَّ وَ بَارَكْتُ لَهُ فِي الدَّارِ الدُّنْيَا الدِّرْهَمَ بِسَبْعِينَ دِرْهَماً وَ كَانَ مُعَافاً فِي الْجَنَّةِ وَ غَفَرْتُ لَهُ ذُنُوبَهُ وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي مَا مِنْ رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ سَالَ دَمْعُ عَيْنَيْهِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَ غَيْرِهِ قَطْرَةً وَاحِدَةً إِلاَّ وَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ»[1]

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۳۱۸

۱۴) عزاداری، موت کے وقت آئمہؑ کے حاضر ہونے کا سبب

عزاداری کے دنیا و آخرت میں متعدد فوائد ہیں جن میں سے ایک اہم ترین فائدہ یہ بھی ہے کہ عزادار انسان پر جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے اور جان کنی کی حالت میں ہوتا ہے تو اس عزاداری کے سبب سے کہ جو وہ کرتا تھا آئمہ طاہرینؑ اس کے سرہانے پہنچ جاتے ہیں اور ملک الموت کو اس عزادار کی سفارش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ملک الموت ایک مہربان ماں سے بھی زیادہ اس عزادار پر مہربان ہوتا ہے اور آسانی کے ساتھ اس کی روح کو قبض کرتا ہے پھر اسے جنت، رحمت اور مغفرت کی بشارت بھی دیتا ہے۔

جیسا کہ مسمع ابن عبد الملکؒ جو کہ امام صادقؑ کے نہایت قریبی اصحاب میں سے ہیں سے یہ روایت منقول ہے کہ: امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اے مسمع تم عراق کے رہنے والے ہو تو کیا تم امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کیلئے بھی جاتے ہو؟

مسمع کہتے ہیں: کہ میں بصرہ میں ایک مشہور و معروف آدمی ہوں مجھے سب جانتے ہیں اور میرے اطراف میں خلیفہ وقت کے بہت زیادہ جاسوس ہیں جو کہ ہمارے (شیعوں کے) دشمن اور ناصبی ہیں اور اہل بیتؑ کے چاہنے والے ان سے امان میں نہیں ہیں کیونکہ وہ اہل بیتؑ کے چاہنے والوں کو نقصان پہنچانے کے بہانہ میں رہتے ہیں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ انہیں کوئی بہانہ ملے اگر میں زیارت کیلئے جاؤں تو وہ خلیفہ وقت سلیمان کے سامنے میری شکایت کریں گے اور وہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرے گا کہ میں ایک عبرتناک مثال بن کر رہ جاؤں گا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: کیا تم امام حسینؑ پر ڈھائے گئے مصایب کو یاد کر کے عزاداری کرتے ہو؟

مسمع کہتے ہیں: جی ہاں، قسم بخدا میں اُن کے مصائب کو یاد کرتا ہوں اور اُن کے مصائب پر گریہ کرتا

ہوں، یہاں تک کہ گریہ کے آثار میرے چہرہ پر نمایاں ہو جاتے ہیں اور میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہوں۔

پھر امامؑ نے یہ سُن کر ان کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے مسمع! اللہ تعالیٰ تمہارے ان آنسوؤں کے طفیل تجھ پر رحمت نازل کرے۔ اور جان لو کہ تم ان لوگوں میں شامل ہو جو ہمارے لئے عزاداری کرتے ہیں اور ہماری خوشیوں میں خوشی مناتے ہیں اور ہمارے غم میں عزاداری کرتے ہیں اور ہماری ہی وجہ سے تم دشمن سے خوفزدہ ہو۔

اے مسمع! آگاہ رہو کہ ہماری محبت و عزاداری کی وجہ سے تمہاری موت کے وقت میرے اباء واجدا (آئمہ طاہرینؑ) کو اپنے حضور میں پاؤ گے، کہ جو ملک الموت سے تمہارے لئے سفارش کریں گے اور موت کے وقت ملک الموت تمہیں جو بشارت دے گا وہ کائنات کی ہر چیز سے افضل ہے اور ملک الموت تمہارے لئے مہربان ماں سے بھی زیادہ مہربان ہو جائے گا۔

پھر جنابِ مسمعؒ نے کہا: یہ بات کر کے امام صادقؑ نے گریہ کیا اور میں بھی اُن کے ساتھ گریہ کرنے لگ گیا، پھر امامؑ نے یہ جملے اپنی مبارک زبان سے ادا کئے: حمد و ثناء ہے اس پروردگار کی جس نے ہم آلِ محمدؐ کو پوری مخلوق پر فضیلت و برتری عطا کی ہے اور ہم اہل بیتؑ کو ہی اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کیا۔

پھر امامؑ نے جنابِ مسمعؒ سے فرمایا: اے مسمع! جب امیر المؤمنینؑ کی شہادت ہوئی تو آسمان و زمین اور ملائکہ نے اُن کے غم میں گریہ کیا اور ملائکہ نے سب سے زیادہ گریہ کیا، فرشتے ہمیشہ آلِ محمدؐ کے غم میں عزاداری کرتے رہتے ہیں اور کبھی ان کے آنسو نہیں رکے اور جو بھی (چاہے وہ فرشتہ ہو یا انسان) ہم آلِ محمدؐ پر گریہ کرے تو اس کے آنسو نکلنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی خاص رحمت نازل کرتا ہے اور جب آنسو آنکھ سے نکل کر اس کے رُخسار پر جاری ہو جائے اگرچہ کہ وہ ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو اور اگر آنسو کا وہی ایک قطرہ (کہ جو ہم آلِ محمدؐ کے غم میں آنکھ سے نکلا ہے) جہنم میں گر جائے تو جہنم کی آگ

اور اس کی تپش ختم ہو جائے گی اور وہ اتنی ٹھنڈی ہو جائے گی کہ جہنم کی کوئی حرارت ہی محسوس نہیں کی جائے گی۔

پھر امامؑ نے عزاداری کی تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک جس کا دل غم آلِ محمدؐ میں عزادار ہو جائے تو وہ اپنی موت کے وقت ہماری زیارت سے اس قدر خوشحال ہو جائے گا کہ اسی خوشی میں وہ حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کرے گا۔»

«عَنْ مِسْمَعِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ كِرْدِينٍ الْبَصْرِيِّ قَالَ : قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مِسْمَعُ أَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ أَ مَا تَأْتِي قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَا أَنَا رَجُلٌ مَشْهُورٌ عِنْدَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَ عِنْدَنَا مَنْ يَتْبَعُ هَوَى هَذَا الْخَلِيفَةِ وَ عَدُوُّنَا كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْقَبَائِلِ مِنَ النُّصَّابِ وَ غَيْرِهِمْ وَ لَسْتُ آمَنُهُمْ أَنْ يَرْفَعُوا حَالِي عِنْدَ وُلْدِ سُلَيْمَانَ فَيُمَثِّلُونَ بِي قَالَ لِي أَ فَمَا تَذْكُرُ مَا صُنِعَ بِهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتَجْزَعُ قُلْتُ إِي وَ اللهِ وَ أَسْتَعْبِرُ لِذَلِكَ حَتَّى يَرَى أَهْلِي أَثَرَ ذَلِكَ عَلَيَّ فَأَمْتَنِعُ مِنَ الطَّعَامِ حَتَّى يَسْتَبِينَ ذَلِكَ فِي وَجْهِي قَالَ رَحِمَ اللهُ دَمْعَتَكَ- أَمَا إِنَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُعَدُّونَ مِنْ أَهْلِ الْجَزَعِ لَنَا وَ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ لِفَرَحِنَا وَ يَحْزَنُونَ لِحُزْنِنَا وَ يَخَافُونَ لِخَوْفِنَا وَ يَأْمَنُونَ إِذَا أَمِنَّا أَمَا إِنَّكَ سَتَرَى عِنْدَ مَوْتِكَ حُضُورَ آبَائِي لَكَ - وَ وَصِيَّتَهُمْ مَلَكَ الْمَوْتِ بِكَ وَ مَا يَلْقَوْنَكَ بِهِ مِنَ الْبِشَارَةِ أَفْضَلُ وَ لَمَلَكُ الْمَوْتِ أَرَقُّ عَلَيْكَ وَ أَشَدُّ رَحْمَةً لَكَ مِنَ الْأُمِّ الشَّفِيقَةِ عَلَى وَلَدِهَا قَالَ ثُمَّ اسْتَعْبَرَ وَ اسْتَعْبَرْتُ مَعَهُ - فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى خَلْقِهِ بِالرَّحْمَةِ وَ خَصَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِالرَّحْمَةِ يَا مِسْمَعُ إِنَّ الْأَرْضَ وَ السَّمَاءَ لَتَبْكِي مُنْذُ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَحْمَةً لَنَا وَ مَا بَكَى لَنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَكْثَرُ - وَ مَا رَقَأَتْ دُمُوعُ الْمَلَائِكَةِ مُنْذُ قُتِلْنَا وَ مَا بَكَى أَحَدٌ رَحْمَةً لَنَا وَ لِمَا لَقِينَا إِلَّا رَحِمَهُ اللهُ - قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ الدَّمْعَةُ مِنْ عَيْنِهِ فَإِذَا سَالَتْ دُمُوعُهُ عَلَى خَدِّهِ فَلَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنْ دُمُوعِهِ سَقَطَتْ فِي جَهَنَّمَ لَأَطْفَأَتْ حَرَّهَا حَتَّى لَا يُوجَدَ لَهَا حَرٌّ وَ إِنَّ الْمُوجَعَ لَنَا قَلْبُهُ لَيَفْرَحُ يَوْ

يرانَا عِندَ مَوْتِهِ فَرْحَةً لاَ تَزَالُ تِلْكَ الفَرْحَةُ فِي قَلْبِهِ حَتَّى يَرِدَ عَلَيْنَا الحَوْضَ»[۸۱۲]

۱۴) عزاداری، آئمہؑ کی دعا کو پانے کا سبب

متعدد روایات میں یہ بات ثابت ہے کہ آئمہ طاہرینؑ کے زائرین، عزاداروں اور ان محبین کا خدا کی بارگاہ میں اس قدر مقام ومرتبہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ان کیلئے دعا کرتی ہے اور اِن سے بڑھ کر خود آئمہ طاہرینؑ بھی اپنے محبین، زائرین اور عزاداروں کیلئے دنیا وآخرت دونوں کی سعادت وخوشبختی، درجات کی بلندی، گناہوں کی مغفرت، جنت اور خدا کی رضا وخوشنودی کے حصول کی، بارگاہِ رب العزت میں گڑ گڑا کر اور سجدوں کی حالت میں دعا کرتے رہے ہیں۔

جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کے ایک باوفا صحابی جناب معاویہ ابن وہبؓ سے منقول ہے کہ: ایک مرتبہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ امامؑ مصلائے عبادت پر نماز ادا کر رہے ہیں اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو سجدہ میں چلے گئے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ مناجات کرنے لگے، میں نے غور سے سُنا تو مولاؑ یہ دعا فرما رہے تھے:

اے وہ ذات کہ جس نے ہمیں کرامت وبزرگی عطا کی، ہمیں مقام شفاعت پر فائز کیا، ہمیں رسالت عطا کی، ہمیں تمام انبیاء کا وارث قرار دیا، ہم پر تمام امتوں کا اختتام فرمایا، ہمیں تمام علم وحکمت کا محور و مرکز قرار دیا، لوگوں کے دلوں کو ہماری طرف پھیر دیا اور ہماری محبت کو ان کے دلوں میں ڈال دیا۔

مولاؑ نے خداوندِ متعال کی حمد وثناء کے بعد اپنے عزیز واقارب اور امام حسینؑ ابن علیؑ کی قبر کی زیارت کرنے والوں اور اہل بیتؑ کی عزاداری کرنے والوں کیلئے متعدد دعائیں کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں؛

---

[۸۱۲] کامل الزیارات، ص ۱۰۱

اے پروردگارا!

۱) اِغْفِرْ لِي وَ لِإِخْوَانِي وَ زُوَّارِ قَبْرِ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، مجھے، میرے عزیزواقارب اور حسینؑ ابن علیؑ کی قبر کی زیارت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔

اس جملہ کے بعد مولاؑ نے اپنے شیعوں اور اپنے ماننے والوں کی چند صفات بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں؛ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ہم آلِ محمدؐ کی محبت میں اور تیری رضا و خوشنودی کی امید میں اور تیرے نبی ﷺ کو خوشحال وراضی کرنے کی خاطر اور ہمارے دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے اور ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں۔

پھر امامؑ نے اپنے شیعوں، زائرین اور عزاداروں کیلئے سجدے کی حالت میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

پروردگارا!

۲) وَ اِكْلَأْهُمْ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، ان کی دن ورات میں تو ہی (ان کے دشمنوں سے اور ہر شر سے) حفاظت فرما۔

۳) وَ اُخْلُفْ عَلَى أَهَالِيهِمْ وَ أَوْلَادِهِمْ، ان کے اہل وعیال کی بہترین سرپرستی فرما۔

۴) وَ اِصْحَبْهُمْ وَ اِكْفِهِمْ شَرَّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، ان کا ساتھی بن کر انہیں ہر جبار وظالم کے شر سے محفوظ فرما۔

۵) وَ أَعْطِهِمْ أَفْضَلَ مَا أَمَّلُوا مِنْكَ فِي غُرْبَتِهِمْ عَنْ أَوْطَانِهِمْ، وہ غریب الوطنی میں جس چیز کی تجھ سے امید رکھتے ہیں اس سے افضل چیز عطا فرما۔

۶) فَارْحَمْ تِلْكَ الْوُجُوهَ الَّتِي غَيَّرَتْهَا الشَّمْسُ، ان چہروں پر رحم فرماجن کے رنگت سورج کی تپش سے متغیر ہوگئے۔

۷) وَ ارْحَمْ تِلْكَ الْخُدُودَ الَّتِي تُقَلَّبُ عَلَى قَبْرِ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ان رخساروں پر رحم فرماجو امام حسینؑ کی قبر پر مضطرب ومنقلب ہوئے۔

۸) وَ ارْحَمْ تِلْكَ الْأَعْيُنَ الَّتِي جَرَتْ دُمُوعُهَا رَحْمَةً لَنَا، ان آنکھوں پر رحم فرماجن آنکھوں سے ہم آلِ محمدؐ کے غم میں آنسو جاری ہوئے۔

۹) وَ ارْحَمْ تِلْكَ الْقُلُوبَ الَّتِي جَزِعَتْ وَ احْتَرَقَتْ لَنَا، ان دلوں پر رحم فرماجو ہم آلِ محمدؐ کے غم جلے اور محزون وغمگین ہوئے۔

۱۰) وَ ارْحَمْ تِلْكَ الصَّرْخَةَ الَّتِي كَانَتْ لَنَا، انکی فریادوں اور چیخ وپکاروں پر رحم فرماجو ہم آلِ محمدؐ کے غم میں بلند ہوئیں۔

۱۱) اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ تِلْكَ الْأَنْفُسَ وَ تِلْكَ الْأَبْدَانَ حَتَّى تُرَوِّيَهُمْ مِنَ الْحَوْضِ يَوْمَ الْعَطَشِ، اے پروردگار! میں تیری بارگاہ میں سپرد کرتاہوں ان کے جسم وجان کو یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر ہم سے ان کی ملاقات ہو۔

اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ: امامؑ مسلسل سجدے کی حالت میں یہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ جب دعا سے فارغ ہوئے تو مجھ سے خطاب کرکے فرمایا: اے معاویہ ابن وہب وہ لوگ جو آسمانوں میں ہمارے عزاداروں اور زواروں کیلئے دعا کرتے ہیں وہ ان سے کئی گنا زیادہ ہیں جو زمین پر دعا کرتے ہیں اور تم کسی بھی خوف وخطرہ کی وجہ سے امام حسینؑ کی زیارت کو ترک نہ کرنا اس لئے کہ قیامت کے دن

زیارتِ امام حسینؑ کو ترک کرنے والوں کو بہت زیادہ حسرت ہوگی کہ اے کاش ہم بھی زیارت کرتے۔

اے معاویہ ابن وہب! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو جائے جن کیلئے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے اور جن سے ملائکہ مقربین قیامت کے دن مصافحہ کریں گے اور جن کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ باقی نہ رہے اور جن سے قیامت کے دن خود رسولِ خدا ﷺ مصافحہ کریں گے۔

(یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا شمار ان خوش نصیب افراد میں ہو جائے تو قبر امام حسینؑ کی زیارت کرتے رہو اور ہم آلِ محمدؐ کے غم میں عزاداری کرتے رہو، جس کے نتیجہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اس قدر پاک و پاکیزہ ہو جاؤ گے کہ اللہ کے مقرب ترین فرشتے اور رسول اللہ ﷺ تم سے مصافحہ کریں گے۔)

«عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ هُوَ فِي مُصَلاَّهُ فَجَلَسْتُ حَتَّى قَضَى صَلاَتَهُ فَسَمِعْتُهُ وَ هُوَ يُنَاجِي رَبَّهُ وَ يَقُولُ يَا مَنْ خَصَّنَا بِالْكَرَامَةِ وَ وَعَدَنَا الشَّفَاعَةَ وَ حَمَّلَنَا الرِّسَالَةَ وَ جَعَلَنَا وَرَثَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَ خَتَمَ بِنَا الْأُمَمَ السَّالِفَةَ وَ خَصَّنَا بِالْوَصِيَّةِ وَ أَعْطَانَا عِلْمَ مَا مَضَى وَ عِلْمَ مَا بَقِيَ وَ جَعَلَ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْنَا اِغْفِرْ لِي وَ لِإِخْوَانِي وَ زُوَّارِ قَبْرِ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ الَّذِينَ أَنْفَقُوا أَمْوَالَهُمْ وَ أَشْخَصُوا أَبْدَانَهُمْ رَغْبَةً فِي بِرِّنَا وَ رَجَاءً لِمَا عِنْدَكَ فِي صِلَتِنَا وَ سُرُوراً أَدْخَلُوهُ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ إِجَابَةً مِنْهُمْ لِأَمْرِنَا وَ غَيْظاً أَدْخَلُوهُ عَلَى عَدُوِّنَا أَرَادُوا بِذَلِكَ رِضْوَانَكَ فَكَافِهِمْ عَنَّا بِالرِّضْوَانِ وَ اِكْلَأْهُمْ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ اُخْلُفْ عَلَى أَهَالِيهِمْ وَ أَوْلاَدِهِمُ الَّذِينَ خُلِّفُوا بِأَحْسَنِ الْخَلَفِ وَ اِصْحَبْهُمْ وَ اِكْفِهِمْ شَرَّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَ كُلِّ ضَعِيفٍ مِنْ خَلْقِكَ أَوْ شَدِيدٍ وَ شَرَّ شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَ الْجِنِّ وَ أَعْطِهِمْ أَفْضَلَ مَا أَمَّلُوا مِنْكَ فِي غُرْبَتِهِمْ عَنْ أَوْطَانِهِمْ وَ مَا آثَرُونَا عَلَى أَبْنَائِهِمْ وَ أَهَالِيهِمْ وَ قَرَابَاتِهِمْ اللَّهُمَّ إِنَّ

أَعْدَاءَنَا عَابُوا عَلَيْهِمْ خُرُوجَهُمْ فَلَمْ يَنْهَهُمْ ذَلِكَ عَنِ النُّهُوضِ وَ الشُّخُوصِ إِلَيْنَا خِلَافاً عَلَيْهِمْ فَارْحَمْ تِلْكَ الْوُجُوهَ الَّتِي غَيَّرَتْهَا الشَّمْسُ وَ ارْحَمْ تِلْكَ الْخُدُودَ الَّتِي تَقَلَّبُ عَلَى قَبْرِ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ ارْحَمْ تِلْكَ الْأَعْيُنَ الَّتِي جَرَتْ دُمُوعُهَا رَحْمَةً لَنَا وَ ارْحَمْ تِلْكَ الْقُلُوبَ الَّتِي جَزِعَتْ وَ احْتَرَقَتْ لَنَا وَ ارْحَمْ تِلْكَ الصَّرْخَةَ الَّتِي كَانَتْ لَنَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ تِلْكَ الْأَنْفُسَ وَ تِلْكَ الْأَبْدَانَ حَتَّى تُرَوِّيَهُمْ مِنَ الْحَوْضِ يَوْمَ الْعَطَشِ فَمَا زَالَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ وَ هُوَ سَاجِدٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ لَوْ أَنَّ هَذَا الَّذِي سَمِعْتُهُ مِنْكَ كَانَ لِمَنْ لَا يَعْرِفُ اللهَ لَظَنَنْتُ أَنَّ النَّارَ لَا تَطْعَمُ مِنْهُ شَيْئاً أَبَداً وَ اللهِ لَقَدْ تَمَنَّيْتُ أَنِّي كُنْتُ زُرْتُهُ وَ لَمْ أَحُجَّ فَقَالَ لِي مَا أَقْرَبَكَ مِنْهُ فَمَا الَّذِي يَمْنَعُكَ مِنْ زِيَارَتِهِ يَا مُعَاوِيَةُ لَا تَدَعْ ذَلِكَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَلَمْ أَدْرِ أَنَّ الْأَمْرَ يَبْلُغُ هَذَا كُلَّهُ فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ وَ مَنْ يَدْعُو لِزُوَّارِهِ فِي السَّمَاءِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْعُو لَهُمْ فِي الْأَرْضِ لَا تَدَعْهُ لِخَوْفٍ مِنْ أَحَدٍ فَمَنْ تَرَكَهُ لِخَوْفٍ رَأَى مِنَ الْحَسْرَةِ مَا يَتَمَنَّى أَنَّ قَبْرَهُ كَانَ بِيَدِهِ أَ مَا تُحِبُّ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَرَى اللهُ شَخْصَكَ وَ سَوَادَكَ فِيمَنْ يَدْعُو لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَ مَا تُحِبُّ أَنْ تَكُونَ غَداً مِمَّنْ تُصَافِحُهُ الْمَلَائِكَةُ أَ مَا تُحِبُّ أَنْ تَكُونَ غَداً فِيمَنْ يَأْتِي وَ لَيْسَ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فَيُتْبَعَ بِهِ أَ مَا تُحِبُّ أَنْ تَكُونَ غَداً فِيمَنْ يُصَافِحُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ»[۴۳]

غم حسینؑ میں تمام کائنات کی عزاداری

امام حسینؑ وہ ہستی ہیں جن کے غم میں پوری کائنات اور کائنات کے ہر ذرہ نے گریہ کیا اور ہر مخلوق نے یہاں تک کہ ہر دور کے تمام انبیاءؑ نے امام حسینؑ پر عزاداری کرتے ہوئے اشک بہائے ہیں، کائنات میں ایسی کوئی چیز نہیں جس نے غم حسینؑ میں عزاداری نہ کی ہو، آسمان وزمین اور ہر وہ مخلوق جو آسمانوں

---

[۴۳] مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۲۳۰؛ ثواب الاعمال، ص ۹۳

میں ہے اور جو زمینوں میں ہے سب نے امام حسینؑ کے غم میں عزاداری کی ہے، یہاں تک کہ صحراء کے جانور ودرندے اور دریا کی مچھلیوں نے بھی غم امام حسینؑ میں عزاداری کی ہے۔

جیسا کہ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے خطاب کر کے فرمایا: اے حسینؑ! آپ وہ مظلوم شخصیت ہیں جس پر آسمان وزمین اور کائنات کی ہر شئی یہاں تک کہ صحراء کے جانور ودرندے اور دریا کی مچھلیاں بھی گریہ کریں گی۔ اے حسینؑ تمہارے دن (عاشوراء) سے بڑھ کر مظلومیت و غربت کا کوئی دن نہیں۔ اے حسینؑ! تمہارے قتل وخونریزی کیلئے اور آلِ محمدؐ کی ہتکِ حُرمت کیلئے تیس ہزار ۳۰۰۰۰ لوگ جمع ہو جائیں گے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلائیں گے اور تیرے خون کو بہانا اپنے لئے حلال سمجھیں گے۔

«عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ: أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ دَخَلَ يَوْماً إِلَى الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهِ بَكَى فَقَالَ لَهُ مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ قَالَ أَبْكِي لِمَا يُصْنَعُ بِكَ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنَّ الَّذِي يُؤْتَى إِلَيَّ سَمٌّ يُدَسُّ إِلَيَّ فَأُقْتَلُ بِهِ وَ لَكِنْ لاَ يَوْمَ كَيَوْمِكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ يَزْدَلِفُ إِلَيْكَ ثَلاَثُونَ أَلْفَ رَجُلٍ يَدَّعُونَ أَنَّهُمْ مِنْ أُمَّةِ جَدِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ يَنْتَحِلُونَ دِينَ الْإِسْلاَمِ فَيَجْتَمِعُونَ عَلَى قَتْلِكَ وَ سَفْكِ دَمِكَ وَ انْتِهَاكِ حُرْمَتِكَ وَ سَبْيِ ذَرَارِيِّكَ وَ نِسَائِكَ وَ انْتِهَابِ ثَقَلِكَ فَعِنْدَهَا تَحِلُّ بِبَنِي أُمَيَّةَ اللَّعْنَةُ وَ تُمْطِرُ السَّمَاءُ رَمَاداً وَ دَماً وَ يَبْكِي عَلَيْكَ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى الْوُحُوشُ فِي الْفَلَوَاتِ وَ الْحِيتَانُ فِي الْبِحَارِ» [۸۲۳]

اسی طرح امام صادقؑ نے ایک اور روایت میں فرمایا: امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ان پر سات آسمانوں اور سات زمینوں نے اور جو کچھ بھی ان سات آسمانوں اور سات زمینوں میں اور ان کے درمیان میں ہے ان سب سے گریہ وعزاداری کی ہے، یہاں تک کہ جنت و جہنم اور وہ مخلوق جو نظر آنے

---

[۸۲۳] امالی صدوق، ص ۱۱۵

والی ہے اور جو نظر آنے والی نہیں ہے ان سب نے بھی امام حسینؑ کی مظلومیت پر گریہ و عزاداری کی ہے۔

اس حدیث کی کسی اردو شاعر نے بہت خوب ترجمانی کی ہے کہ؛

حسینؑ غم میں تیرے کائنات روتی ہے　　　نکل کے روتا ہے دن چھپ کے رات روتی ہے

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ الْحُسَیْنَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ لَمَّا قُضِیَ، بَکَتْ عَلَیْهِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَ الأَرَضُونَ السَّبْعُ وَ مَا فِیهِنَّ وَ مَا بَیْنَهُنَّ وَ مَنْ یَنْقَلِبُ فِي الْجَنَّةِ وَ النَّارِ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا وَ مَا یُرَی وَ مَا لاَ یُرَی»[۳۸۰]

---

[۳۸۰] اصول الکبریٰ ج ۳ ص ۳۱۲

عزاداری کرنا سنت انبیاءؑ و سیرتِ اہل بیتؑ

عزاداری کرنا تمام انبیاءؑ و مرسلین کی سنت اور تمام آئمہ طاہرینؑ و اہل بیتؑ کی سیرت ہے، حضرتِ آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک ہر نبی مرسل نے امام حسینؑ کے غم میں عزاداری و گریہ کیا ہے۔ اور اسی طرح مولائے کائناتؑ سے لے کر امام زمانہؑ تک ہر امامؑ نے اپنے اپنے زمانہ میں فرشِ عزاء بچھایا اور لوگوں کو عزاداری میں شرکت کرنے کی دعوت دی اور غمِ حسینؑ میں عزاداری کرتے رہے اور دوسروں کو بھی عزادری کی تلقین کرتے رہے۔ اور پھر عزاداری کی فضیلت و اس کے عظیم آثار و برکات سے بھی لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

نمونہ کے طور پر انبیاءؑ میں سے ابوالبشر حضرتِ آدمؑ کی عزاداری اور آئمہ طاہرینؑ میں سے حضرت امام صادقؑ کی عزاداری کو ذکر کرتے ہیں کہ یہ کس طرح اپنے زمانہ عزاداری کرتے تھے اور لوگوں کو عزاداری کی تاکید کرتے تھے۔

جنابِ حضرتِ آدمؑ کی عزاداری:

حضرت امام حسینؑ کے تاریخ بشریت میں سب سے پہلے عزادار حضرت ابوالبشر، خدا کے سب سے پہلے نبی، خدا کی سب سے پہلی حجت، جنابِ حضرتِ آدمؑ ہیں اور تاریخ عالم میں سب سے پہلے ذاکرِ حسینؑ کہ جنہوں نے روئے زمین پر پہلی مرتبہ داستانِ کربلا کو حضرتِ آدمؑ کے سامنے بیان کیا اور اس مظلومیت پر دونوں نے مل کر گریہ کیا اور عزاداری کی وہ خدا کے مقرب ترین فرشتہ، فرشتوں کے سردار، امین وحی جنابِ حضرتِ جبرائیلؑ ہیں۔

جیسا کہ صاحب در الثمین نے اس آیت ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ (حضرتِ آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات کو پایا اور ان کلمات کا واسطہ دے کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو مستجاب کیا۔)

کی تفسیر میں یہ روایت بیان کی ہے کہ:

کلمات سے مراد پنجتن پاک کے اسمائے گرامی ہیں جن کو حضرتِ جبرائیل امینؑ نے حضرتِ آدمؑ کے سامنے بیان کیا، پھر جنابِ آدمؑ نے ایک ایک کر کے پنجتن پاک کا واسطہ دے کر خدا کی بارگاہ میں دعا کی یہاں تک کہ جب حضرتِ امام حسین کا نام آیا تو جنابِ آدمؑ دل شکستہ ہوئے اور آنکھوں سے اچانک آنسو جاری ہوئے۔

جنابِ آدمؑ نے جنابِ جبرائیلؑ سے سوال کیا: اے میرے بھائی جبرائیل! حسینؑ کے نام میں بڑا غم پوشیدہ ہے ان کا نام لیتے ہی میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور دل میں ایک غم کا طوفان برپا ہوا، اس کا کیا سبب ہے؟

جنابِ جبرائیلؑ نے فرمایا: اے آدمؑ! آپ کا یہ فرزند ایک ایسی عظیم مصیبت میں گرفتار و مبتلا ہو گا کہ جس کے سامنے دنیا کے تمام مصائب چھوٹے پڑ جائیں گے، یعنی یہ مصیبت کائنات کی سب سے عظیم مصیبت ہوگی۔

جنابِ آدمؑ نے فرمایا: اے بھائی! وہ کون سی مصیبت ہوگی جس میں میرا یہ فرزند مبتلا ہو گا؟

جنابِ جبرائیلؑ نے فرمایا: وہ مصیبت یہ ہے کہ تیرے اس فرزند کو بھوکا، پیاسا، غریب الوطنی میں اکیلا و تنہا قتل کیا جائے گا، کہ جس کا نہ کوئی ناصر ہو گا اور نہ ہی مددگار اور وہ اپنی مدد کیلئے پکارتا رہے گا لیکن کوئی مدد کرنے والا نہیں ہو گا۔ اے آدمؑ! اس وقت اگر آپ ان کو دیکھتے کہ وہ کس طرح پیاس کی شدت کی وجہ سے ہائے پیاس ہائے پیاس کی صدائیں بلند کر رہے ہوں گے کہ: ہائے میرا کوئی ناصر و مددگار نہیں۔

اے آدمؑ! آپ کے فرزند پر اس قدر پیاس کا غلبہ ہو گا کہ حسینؑ کو پیاس کی شدت کی وجہ سے آسمان

وزمین کے درمیان صرف دھواں ہی دھواں نظر آئے گا۔

اے آدمؑ! باوجود اس غربت اور پیاس کے غلبہ کے ان کے استغاثہ پر کوئی جواب دینے والا نہیں ہو گا، مگر تلواریں ہوں گی کہ جوان کے استغاثہ کے جواب میں ان کے بدن پر چلیں گی۔

اے آدمؑ! انہیں اس طرح ذبح کیا جائے گا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے، پھر اس کے قاتل اسی پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ ان کے عزیز واقارب کو لوٹا جائے گا، ان کے سروں کو نوکِ نیزہ پر بلند کیا جائے گا اور ان کے اہل وعیال کو اسیر بنا کر شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرایا جائے۔

اے آدمؑ! یہ ایک ایسا مسلّم واقعہ ہے جو علمِ خدا میں موجود ہے۔

جنابِ جبرائیلؑ کی زبانی امام حسینؑ کی اس غمناک و دردناک داستانِ کربلا کو سُننے کے بعد جنابِ آدمؑ و جنابِ جبرائیلؑ نے مل کر اس طرح گریہ کیا جس طرح کوئی بوڑھی ماں اپنے کڑیل وجوان بیٹے کی لاش پر گریہ کرتی ہے۔

«رَوَى صَاحِبُ الدُّرِّ الثَّمِينِ: فِي تَفْسِيرِ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ أَنَّهُ رَأَى سَاقَ الْعَرْشِ وَ أَسْمَاءَ النَّبِيِّ وَ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَلَقَّنَهُ جَبْرَئِيلُ قُلْ يَا حَمِيدُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ يَا عَالِي بِحَقِّ عَلِيٍّ يَا فَاطِرُ بِحَقِّ فَاطِمَةَ يَا مُحْسِنُ بِحَقِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ مِنْكَ الْإِحْسَانُ فَلَمَّا ذَكَرَ الْحُسَيْنَ سَالَتْ دُمُوعُهُ وَ انْخَشَعَ قَلْبُهُ وَ قَالَ يَا أَخِي جَبْرَئِيلُ فِي ذِكْرِ الْخَامِسِ يَنْكَسِرُ- قَلْبِي وَ تَسِيلُ عَبْرَتِي قَالَ جَبْرَئِيلُ وَلَدُكَ هَذَا يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ تَصْغُرُ عِنْدَهَا الْمَصَائِبُ فَقَالَ يَا أَخِي وَ مَا هِيَ قَالَ يُقْتَلُ عَطْشَاناً غَرِيباً وَحِيداً فَرِيداً لَيْسَ لَهُ نَاصِرٌ وَ لَا مُعِينٌ وَ لَوْ تَرَاهُ يَا آدَمُ وَ هُوَ يَقُولُ وَا عَطَشَاهْ وَا قِلَّةَ نَاصِرَاهْ حَتَّى يَحُولَ الْعَطَشُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ كَالدُّخَانِ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ إِلَّا بِالسُّيُوفِ وَ شُرْبِ الْحُتُوفِ فَيُذْبَحُ ذَبْحَ الشَّاةِ مِنْ قَفَاهُ وَ يَنْهَبُ رَحْلَهُ أَعْدَاؤُهُ وَ تُشْهَرُ رُءُوسُهُمْ هُوَ وَ أَنْصَارُهُ فِي الْبُلْدَانِ وَ مَعَهُمْ

النَّسْوَانُ كَذَٰلِكَ سَبَقَ فِي عِلْمِ الْوَاحِدِ الْمَنَّانِ فَبَكَى آدَمُ وَ جَبْرَئِيلُ بُكَاءَ الثَّكْلَىٰ»[۸۱۶]

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عزاداری کی تاریخ کیا ہے اور تاریخ عالم میں سب سے پہلے عزادار کون سی ہستیاں ہیں۔ انبیاءؑ میں سے ابوالبشر، مسجودِ ملائکہ روئے زمین پر خدا کی اولین خلیفہ جنابِ حضرتِ آدمؑ امام حسینؑ کے عزادار ہیں اور ملائکہ میں سے سید الملائکہ، خدا کا مقرب ترین فرشتہ جنابِ جبرائیل امینؑ نہ صرف امام حسینؑ کے عزادار ہیں بلکہ ذاکرِ حسینؑ بھی ہیں کہ جنہوں نے روئے زمین پر سب سے پہلے امام حسینؑ کی مجلس پڑھی۔ (ذاکرِ حسینؑ سید الملائکہؑ ہیں تو ذکر سُننے والے ابوالانبیاءؑ ہیں)۔ لہٰذا ذکرِ حسینؑ کا سُننا اور سُنانا انبیاءؑ اور فرشتوں کی سنّت و سیرت ہے۔

حضرتِ امام صادقؑ کی عزاداری؛

حضرتِ امام صادقؑ اپنے زمانہ میں ہمیشہ فرشِ عزاء بچھاتے تھے اور اپنے اصحاب اور ذاکرینِ امام حسینؑ کو اپنے دولت سراء پر مجلس عزاء میں شرکت کرنے کی دعوت دیتے تھے، جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کے باوفا صحابی جنابِ زید شحام روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں جعفر ابن عفانؒ جو کہ اپنے زمانہ کا بہترین شاعر و ذاکرِ امام حسینؑ تھے داخل ہوئے۔ امامؑ نے انہیں اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا: اے جعفر! میں نے سُنا ہے کہ تم امام حسینؑ کے غم میں بہترین مرثیہ پڑھتے ہو؟۔

جعفرؒ نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، جی بالکل میں مرثیہ پڑھتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: تم غمِ حسینؑ میں مرثیہ پڑھو۔

---

[۸۱۶] بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۲۵؛ عوالم العلوم، ج ۱۷، ص ۱۰۴

جعفر نے امام حسینؑ کے غم میں مرثیہ پڑھا تو امام صادقؑ نے اور جو بھی امامؑ کے ساتھ اس مجلس میں اصحاب وشیعہ موجود تھے سب نے گریہ کیا، یہاں تک کہ ان سب کے آنسو جاری ہوئے کہ جن سے ان چہرے اور داڑھی تر ہوگئی۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اے جعفرؒ! قسم بخدا کہ یہاں پر اس مجلس میں خدا کے مقرب ملائکہ نے شرکت کی ہے اور انہوں نے تیری اس مجلس کو سنا ہے کہ جو تم نے امام حسینؑ کے غم میں پڑھی ہے اور انہوں نے بھی اسی طرح گریہ کیا جس طرح ہم نے گریہ کیا بلکہ ہم سے زیادہ انہوں نے گریہ کیا۔

اے جعفرؒ! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اسی وقت جنت کو واجب کر دیا اور تیرے تمام گناہوں کو بخش دیا ہے۔ اے جعفرؒ! کیا اس سے زیادہ بھی میں آپ کو بشارت دوں؟

جعفرؒ! نے کہا: اے میرے سید و سردار جی بالکل فرمایئے۔

امامؑ نے فرمایا: جو شخص بھی امام حسینؑ کے غم میں شعر و مجلس و مرثیہ پڑھے پھر روئے اور رولائے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کو واجب قرار دیتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

«عَنْ زَيْدٍ الشَّحَّامِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ وَ نَحْنُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْكُوفِيِّينَ فَدَخَلَ جَعْفَرُ بْنُ عَفَّانَ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فَقَرَّبَهُ وَ أَدْنَاهُ ثُمَّ قَالَ يَا جَعْفَرُ قَالَ لَبَّيْكَ جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَقُولُ الشِّعْرَ فِي الْحُسَيْنِ وَ تُجِيدُ فَقَالَ لَهُ نَعَمْ جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ قَالَ قُلْ فَأَنْشَدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ فَبَكَى وَ مَنْ حَوْلَهُ حَتَّى صَارَتِ الدُّمُوعُ عَلَى وَجْهِهِ وَ لِحْيَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جَعْفَرُ وَ اللهِ لَقَدْ شَهِدَتْ مَلَائِكَةُ اللهِ الْمُقَرَّبُونَ هَاهُنَا يَسْمَعُونَ قَوْلَكَ فِي الْحُسَيْنِ ع لَقَدْ بَكَوْا كَمَا بَكَيْنَا وَ أَكْثَرَ وَ لَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى لَكَ يَا جَعْفَرُ فِي سَاعَتِهِ الْجَنَّةَ بِأَسْرِهَا غَفَرَ اللهُ لَكَ فَقَالَ يَا جَعْفَرُ أَ لَا أَزِيدُكَ قَالَ نَعَمْ يَا سَيِّدِي قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ قَالَ فِي الْحُسَيْنِ

شِعْراً فَبَکَی وَ أَبْکَی بِهِ إِلَّا أَوْجَبَ اللهُ لَهُ الْجَنَّةَ وَ غَفَرَ لَهُ»[۸۲۰].

---

[۸۲۰] بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۴، ح ۲۱، رجال الکشی، ص ۲۸۹

محافل ومجالس برپا کرنے کی اہمیت وفضیلت

اہل بیتؑ کی خوشی میں جشن ومحفل کے پروگرام منعقد کرنا اور ان کی شہادت وعزاداری کے ایام میں مجالس وعزاداری کرتے ہوئے فرشِ عزا بچھانا، ہماری معاشرتی واجتماعی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری ہے، تعلیماتِ اہل بیتؑ میں محافل ومجالس برگزار کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے کیونکہ ان محافل ومجالس کو برگزار کرنا مکتبِ اہل بیتؑ کی تقویت اور ان کی تعلیمات کے نشرو اشاعت کا بہترین وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور ہر وہ مقام جہاں ذکرِ آلِ محمدؐ قائم ہو اور ان کے فضائل ومصائب کو بیان کیا جائے وہ ان افضل ترین مقامات میں شامل ہو جاتا ہے جہاں ملائکہ مقربین نازل ہوتے ہیں اور آلِ محمدؐ کے ذکر کی خوشبو سے خود کو معطر کرتے ہیں اور اپنے لئے ان مجالس میں شرکت کرنا فضیلت وبرتری کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

ذکرِ آلِ محمدؐ سے فرشتوں کا معطر ہونا

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جب اور جہاں بھی مؤمنین جمع ہو کر علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے فضائل ومناقب کا ذکر کریں تو وہاں آسمان سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور وہ ان مؤمنین میں شامل ہو جاتے ہیں، پھر جب مؤمنین متفرق ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔

پھر آسمان میں موجود دیگر فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے وجود میں ایک ایسی خوشبو پاتے ہیں جس سے پاکیزہ خوشبو ہم نے آج تک نہیں پائی۔

پھر یہ فرشتے اس خوشبو کا راز بیان کرتے ہوئے جواب میں کہتے ہیں کہ: یہ خوشبو مجالس وفضائل آلِ محمدؐ کی خوشبو ہے ہم وہاں سے آرہے ہیں جہاں مؤمنین مجلس میں جمع تھے اور محمد وآلِ محمد کا ذکر کر رہے تھے اور ہم بھی ان کے درمیان اس مجلس میں موجود تھے کہ جس کی وجہ سے ہم اس خوشبو سے معطر

ہوئے ہیں۔

پھر وہ فرشتے کہتے ہیں: کہ ہمیں بھی وہاں لے جاؤ جہاں سے تم نے یہ خوشبو پائی ہے۔

تو یہ فرشتے جواب میں کہتے ہیں: وہ مؤمنین جو ذکرِ آلِ محمدؐ کر رہے تھے وہ متفرق ہو گئے ہیں اور مجلس ختم ہو گئی ہے۔

پھر وہ فرشتے کہتے ہیں: وہ جگہ کہ جہاں پر مجلس برگزار ہوئی تھی اسی جگہ پر ہمیں لے چلو تا کہ ہم اس جگہ سے خود کو اس خوشبو سے معطر کریں۔

«عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ فَضْلَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا هَبَطَتْ عَلَيْهِمْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ حَتَّى تَحُفَّ بِهِمْ فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجَتِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَقُولُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّا نَشَمُّ مِنْ رَائِحَتِكُمْ مَا لَا نَشَمُّهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَلَمْ نَرَ رَائِحَةً أَطْيَبَ مِنْهَا فَيَقُولُونَ كُنَّا عِنْدَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ مُحَمَّداً وَ أَهْلَ بَيْتِهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ فَعَلِقَ عَلَيْنَا مِنْ رِيحِهِمْ فَتَعَطَّرْنَا فَيَقُولُونَ اهْبِطُوا بِنَا إِلَيْهِمْ فَيَقُولُونَ تَفَرَّقُوا وَ مَضَى۔ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَقُولُونَ اهْبِطُوا بِنَا حَتَّى نَتَعَطَّرَ بِذَلِكَ الْمَكَانِ» [۴۳۸]

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ذکرِ آلِ محمدؐ کے طفیل مؤمنین گناہوں کی آلودگی اور بدبو سے پاکیزہ ہو جاتے ہیں اور ان کے وجود میں محبت وولایت اہل بیتؑ کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے، یعنی جس طرح ذکرِ آلِ محمدؐ نے فرشتوں کے وجود کو خوشبو سے معطر کیا ہے اسی طرح مؤمنین کے باطن کو نورانیت اور وجود کو بھی معطر کرتا ہے۔

---

۴۳۸ بشارۃ المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۱۰

ذکرِ آلِ محمدؐ، احیائے مکتبِ اہل بیت کا سبب

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے محافل و مجالس کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے اپنے صحابی جنابِ داؤد ابن سرحان سے فرمایا: اے داؤد! ہمارے چاہنے والوں کو میرا سلام پہنچاؤ اور میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ میں ان لوگوں کیلئے خدا کی رحمت کی دعا کرتا ہوں جو ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور ہمارے ذکر کی محافل و مجالس برگزار کرتے ہیں، بے شک اگر وہ دو مؤمن ہوں تو تیسرا ان کے ساتھ وہ فرشتہ بھی شریک ہوتا ہے جو ان دونوں مؤمنین کیلئے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے اور تم جب بھی اجتماع کرو تو اس میں آلِ محمدؐ کا ذکر کیا کرو کیونکہ تمہارا اپنی محافل و مجالس میں آلِ محمدؐ کا ذکر کرنا ہمارے مکتب کے احیاء و تقویت کا سبب ہے۔

مزید آپؑ نے فرمایا: ہمارے بعد تم لوگوں میں افضل ترین شخص وہ ہے جو ہمارے ذکر کو قائم کرے اور لوگوں کو ہمارے ذکر (محافل و مجالس) میں شریک ہونے کی دعوت دے۔

«عَنْ مُعَتِّبٍ مَوْلَى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ لِدَاوُدَ بْنِ سِرْحَانَ يَا دَاوُدُ أَبْلِغْ مَوَالِيَّ عَنِّي السَّلَامَ وَ إِنِّي أَقُولُ رَحِمَ اللّٰهُ عَبْداً اِجْتَمَعَ مَعَ آخَرَ فَتَذَاكَرَ أَمْرَنَا فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا مَلَكٌ يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا وَ إِنِ اجْتَمَعْتُمْ فَاشْتَغِلُوا بِالذِّكْرِ فَإِنَّ فِي اجْتِمَاعِكُمْ وَ مُذَاكَرَتِكُمْ إِحْيَاءً لِأَمْرِنَا وَ خَيْرُ النَّاسِ مِنْ بَعْدِنَا مَنْ ذَاكَرَ بِأَمْرِنَا وَ دَعَا إِلَى ذِكْرِنَا» [۸۴۱]

ذکرِ آلِ محمدؐ، تمام بیماریوں کی شفاء اور دردوں کی دوا

ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے ذکرِ آلِ محمدؐ کو تمام بیماریوں کی شفاء اور دردوں کی دوا قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہم اہل بیتؑ کا ذکر تمام بیماریوں کی شفاء، دردوں کی دوا اور ہر قسم کے وسوسہ اور

---

[۸۴۱] بحار الانوار ج ۷۱، ص ۳۵۳

شک سے نجات کا سبب ہے۔ اور ہماری راہ کا انتخاب کرنا پروردگار کی رضا و خوشنودی کا باعث ہے اور جو ہماری تعلیمات پر عمل کرتا ہے وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ بزرگترین مقام پر فائز ہوگا اور جو شخص ہمارے امر (امام زمانہ) کا منتظر رہے گا تو اس کا مقام و مرتبہ اس شخص کی طرح ہے جو راہِ الٰہی میں اپنے خون میں رنگین ہو چکا ہو۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ذِكْرُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ شِفَاءٌ مِنَ الْعِلَلِ وَ الْأَسْقَامِ وَ وَسْوَاسِ الرَّيْبِ وَ جِهَتُنَا رِضَا الرَّبِّ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الْآخِذُ بِأَمْرِنَا مَعَنَا غَداً فِي حَظِيرَةِ الْقُدْسِ وَ الْمُنْتَظِرُ لِأَمْرِنَا كَالْمُتَشَحِّطِ بِدَمِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» ***

محافل ومجالس سے امام صادقؑ کا خوش ہونا

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادقؑ نے مجالسِ امام حسینؑ میں فرشِ عزاء بچھانے کی تاکید و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے اپنے ایک بزرگ صحابی جناب فضیلؓ سے خطاب کر کے فرمایا: اے فضیل! کیا تم مجالس منعقد کرتے ہو اور ان مجالس میں ہماری حدیثوں کو بیان کرتے ہو؟

جنابِ فضیلؓ نے جواب دیا: اے مولاؑ میں آپؑ پر قربان جاؤں، جی بالکل کرتے ہیں۔

پھر امامؑ نے فرمایا: بے شک میں انہی مجالس کو دوست رکھتا ہوں، پس اے فضیلؓ (ان مجالس کے ذریعہ سے) ہماری تعلیمات کو زندہ رکھو۔

پھر امامؑ نے ان مجالس میں اہل بیتؑ کی تعلیمات کو زندہ رکھنے والوں کیلئے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرے اس شخص پر جو ہماری تعلیمات کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

*** الخصال، ج ۲، ص ۶۱۰

پھر امامؑ نے ان مجالس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے فضیلؒ جو ہمارا ذکرِ مصیبت کرے یا اس کے پاس ہمارا ذکرِ مصیبت ہو جس کے نتیجہ میں اس کی آنکھ سے مچھر کے پَر کے برابر بھی آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا، اگرچہ کہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ لِفُضَيْلٍ تَجْلِسُونَ وَ تُحَدِّثُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، جُعِلْتُ فِدَاكَ. قَالَ: إِنَّ تِلْكَ الْمَجَالِسَ أُحِبُّهَا، فَأَحْيُوا أَمْرَنَا يَا فُضَيْلُ، فَرَحِمَ اللهُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَنَا. يَا فُضَيْلُ، مَنْ ذَكَرَنَا أَوْ ذُكِرْنَا عِنْدَهُ فَخَرَجَ مِنْ عَيْنِهِ مِثْلُ جَنَاحِ الذُّبَابِ، غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ وَ لَوْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ»[۱۸۱]

ان روایات کی روشنی میں چند چیزوں کی وضاحت ہوتی ہے؛

۱) آئمہ طاہرینؑ ان مجالس سے راضی وہ خوشنود ہوتے ہیں جن میں آلِ محمدؐ کا ذکر ہو۔

۲) آئمہ طاہرینؑ نے ان مجالس برپا کرنے کا خود حکم دیا ہے لہٰذا مجلس برپا کرنا سنتِ و سیرتِ آئمہؑ ہے۔

۳) یہ مجالس مکتبِ اہل بیتؑ کے احیاء اور اس کی تقویت کا سبب ہیں۔

۴) یہ مجالس تعلیماتِ اہل بیتؑ کے نشر واشاعت کا بہترین وسیلہ ہیں۔

۵) مجالس میں شرکت کرنے والے مومنین کیلئے خود آئمہ طاہرینؑ دعا کرتے ہیں۔

۶) مجالس میں گریہ کرنے والے مومنین کو آئمہؑ کی طرف سے مغفرت اور جنت کی بشارت ملتی ہے۔

---

[۱۸۱] قرب الاسناد، ج۱، ص۳۶؛ وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۲۰

۷) ان مجالس میں ملائکہ مقربین شرکت کرتے ہیں اور اس شرکت کو اپنے لئے فضیلت کا سبب سمجھتے ہیں۔

۸) ملائکہ مقربین مجلس میں شرکت کرنے والے مؤمنین کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

۹) یہ محافل ومجالس اور ذکرِ آلِ محمدؐ فرشتوں کے وجود کو معطر کرنے کا سبب ہیں۔

۱۰) یہ مجالس تمام بیماریوں سے شفاء، دردوں کی دوا اور ہر قسم کے شک وریب سے نجات کا باعث ہے۔

۱۱) مجالس برگزار کرنے والے لوگ آئمہ اہل بیتؑ کے بعد سب سے افضل ترین لوگ ہیں۔

۱۲) مجالس برگزار کرنا اور مجالس میں لوگوں کو شرکت کی دعوت دینا آلِ محمدؐ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

یہ ساری خصوصیات وفضیلتیں اس وقت حاصل ہوں گی جب ان مجالس میں صحیح معنوں میں سیرت و تعلیماتِ اہل بیتؑ کو بیان کیا جائے کہ جس کے ذریعہ سے لوگوں کے افکار و کردار کی تربیت ہو اور لوگوں کیلئے ہر قسم کی ضلالت وگمراہی سے نجات کا باعث ہو۔

اہل بیتؑ کی زیارت کرنے کی اہمیت وفضیلت

ہماری معاشرتی واجتماعی وظائف وذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری اہل بیتؑ کی زیارت کرنا خصوصاً عتباتِ عالیات اور آئمہ طاہرینؑ کے مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہو کر ان کی بارگاہ میں عقیدت، محبت اور خلوص کے ساتھ زیارت کرنا اور ان کو سلام پیش کرنا ہے، زیارت وہ عظیم عبادت ہے جس کی روایات میں بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے اور زیارت کرنے والوں کیلئے قیامت کے دن تمام سختیوں وپریشانیوں سے نجات اور جنت میں عظیم مقام پانے کی خوشخبری دی گئی ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ امام حسینؑ نے حضورِ اکرم ﷺ سے زائرینِ آلِ محمدؐ کے مقام ومرتبہ کے بارے میں سوال کیا تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میرے فرزند! جو شخص بھی میری زیارت کرے چاہے میری زندگی میں یا میری زندگی کے بعد، یا آپ کے والد کی زیارت کرے چاہے ان کی زندگی میں یا ان کی زندگی کے بعد، یا آپ کے بھائی کی زیارت کرے چاہے ان کی زندگی میں یا ان کی زندگی کے بعد اور یا آپ کی زیارت کرے چاہے آپ کی زندگی میں یا زندگی کے بعد تو مجھ پر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی زیارت کروں اور اُسے قیامت کی سختیوں سے اور اس کے گناہوں سے نجات دو اور اس کو جنت میں داخل کروں۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ قَالَ: قَالَ الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ يَا أَبَتَاهْ مَا لِمَنْ زَارَنَا قَالَ يَا بُنَيَّ مَنْ زَارَنِي حَيّاً وَ مَيِّتاً وَ مَنْ زَارَ أَبَاكَ حَيّاً وَ مَيِّتاً وَ مَنْ زَارَ أَخَاكَ حَيّاً وَ مَيِّتاً وَ مَنْ زَارَكَ حَيّاً وَ مَيِّتاً كَانَ حَقِيقاً عَلَيَّ أَنْ أَزُورَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أُخَلِّصَهُ مِنْ ذُنُوبِهِ وَ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»

بحار الانوار، ج ۹۷، ص ۱۲۱

اسی طرح حضرت امام رضاؑ نے ہر امام کی زیارت کو تمام مومنین کیلئے ضروری اور آلِ محمدؐ سے وفا کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: ہر امام کا اپنے دوستوں اور شیعوں کی گردن میں ایک عہد وپیمان ہے اور یہ عہد وپیمان اس وقت تمام وکامل ہو جاتا ہے جب وہ آئمہ طاہرینؑ کی قبور کی شوق ورغبت کے ساتھ زیارت کریں اور پھر وہ ان چیزوں کی تصدیق بھی کریں جن کی طرف وہ رغبت رکھتے ہیں، (اگر اس طرح اپنے عہد وپیمان کو نبھائیں گے) تو ان کے آئمہ قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْوَشَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ لِكُلِّ إِمَامٍ عَهْداً فِي عُنُقِ أَوْلِيَائِهِ وَ شِيعَتِهِ وَ إِنَّ مِنْ تَمَامِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَ حُسْنِ الْأَدَاءِ زِيَارَةَ قُبُورِهِمْ فَمَنْ زَارَهُمْ رَغْبَةً فِي زِيَارَتِهِمْ وَ تَصْدِيقاً بِمَا رَغِبُوا فِيهِ كَانَتْ أَئِمَّتُهُمْ شُفَعَاءَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۶۰

زیارتِ امام حسینؑ کی فضیلت

زیارتِ امام حسینؑ وہ عظیم عبادت ہے جس کی ہر معصومؑ نے تاکید و سفارش کی ہے اور امام حسینؑ کی زیارت کرنے والوں کیلئے اللہ کی رحمت، مغفرت اور جنت میں عظیم درجات کی خوشخبری دی ہے، زیارتِ امام حسینؑ کی فضیلت و اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ انسان اس کی فضیلت و اہمیت کو بیان کرنے سے عاجز و قاصر ہے، امام حسینؑ کی زیارت صرف انسانوں کیلئے ہی زیارتگاہ نہیں ہے بلکہ یہ وہ مزار ہے جہاں پر خدا کے خاص فرشتوں کی ہر وقت رفت و آمد رہتی ہے اور انبیاء و مرسلینؑ اور خود آئمہ طاہرینؑ بھی امام حسینؑ کی زیارت کیلئے تشریف لاتے ہیں اور پھر یہ سب معصوم اور خدا کی منتخب ہستیاں اور ملائکہ مقربین زائرین امام حسینؑ کیلئے دعا بھی کرتے ہیں، امام حسینؑ کی زیارت کی اہمیت و فضیلت اور اجر و ثواب کا اندازہ انسان کو اُس وقت ہو گا جب قیامت کے دن زائرین امام حسینؑ کے مقام و مرتبہ کا مشاہدہ کرے اور پھر اس کے حسرت و افسوس کے ساتھ زبان پر یہ جملے جاری ہوں گے کہ: اے کاش ہم بھی زائرین امام حسینؑ میں شامل ہوتے تو آج یہ مقام و مرتبہ ہمیں بھی نصیب ہوتا۔

جیسا کہ ایک مفصل و طولانی روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے حضرتِ امام حسینؑ کی زیارت کی فضیلت و اہمیت اور امام حسینؑ کی زیارت کے چند اہم ترین و عظیم ترین آثار و فوائد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو زیارتِ امام حسینؑ کی فضیلت و عظمت کا علم ہو جائے تو لوگوں کے جسموں سے ان کی روحیں زیارتِ امام حسینؑ کے شوق میں پرواز کر جاتیں۔

راوی نے کہا مولا جو شخص امام حسینؑ کی زیارت کو شوق سے انجام دیتا ہے تو خدا کی بارگاہ میں اس کا کیا اجر و صلہ ہے؟

توامامؑ نے فرمایا: جو شخص بھی شوق کے ساتھ امام حسینؑ کی زیات کیلئے آئے گا تو اللہ تعالیٰ؛

۱)اس کیلئے ایک ہزار مقبول حج۔

۲)ایک ہزار مقبول عمرے۔

۳)ایک ہزار شہدائے بدر۔

۴)ایک ہزار روزہ داروں۔

۵)ایک ہزار مقبول صدقے۔

۶)ایک ہزار غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے۔

کا اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔

۷)اور زائر نے جس سال میں زیارت کی ہے اس سال میں ہر شیطانی حربے اور آفت سے محفوظ رہے گا۔

۸)اس کیلئے ایک فرشتہ معین کیا جاتا ہے جو اس کو ہر جہت سے آنے والے مصائب و شدائد سے محفوظ رکھتا ہے۔

اگر زائر نے جس سال زیارت کی ہے اسی سال میں فوت ہو جائے تو؛

۹)اس کے جنازے میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں؛

۱۰)اُسے غسل وکفن دیتے ہیں۔

۱۱)اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

۱۲)استغفار کی دعا کے ساتھ قبر تک اس کی تشییع جنازہ کرتے ہیں۔

۱۳) اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو تا حدِ نگاہ وسیع بنا دے گا۔

۱۴) اللہ اُسے قبر کی وحشت سے نجات عطا کرے گا۔

۱۵) اللہ تعالیٰ منکر و نکیر سے اس کے ساتھ نرمی ورعایت کا حکم دے گا۔

۱۶) اس کیلئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔

۱۷) اس کا نامہ اعمال اُسے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۱۸) قیامت کے دن اُسے ایسا نور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی وضیاء سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن و منور ہو جائے گی۔

۱۹) ندا دینے والا ندا دے گا کہ یہ حسین ابن علی علیہما السلام کا زائر ہے۔

۲۰) حسینؑ ابن علیؑ کے زائر کی اس شان و شوکت کو دیکھ کر قیامت کے دن کوئی بھی شخص ایسا باقی نہیں بچے گا جو یہ تمنا نہ کرے کہ اے کاش میں بھی حسین ابن علی علیہما السلام کا زائر ہوتا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي زِيَارَةِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مِنَ الْفَضْلِ لَمَاتُوا شَوْقاً ... قُلْتُ وَ مَا فِيهِ قَالَ مَنْ أَتَاهُ تَشَوُّقاً كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفَ حَجَّةٍ مُتَقَبَّلَةٍ وَ أَلْفَ عُمْرَةٍ مَبْرُورَةٍ وَ أَجْرَ أَلْفِ شَهِيدٍ مِنْ شُهَدَاءِ بَدْرٍ وَ أَجْرَ أَلْفِ صَائِمٍ وَ ثَوَابَ أَلْفِ صَدَقَةٍ مَقْبُولَةٍ وَ ثَوَابَ أَلْفِ نَسَمَةٍ أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ وَ لَمْ يَزَلْ مَحْفُوظاً سَنَتَهُ مِنْ كُلِّ آفَةٍ أَهْوَنُهَا الشَّيْطَانُ وَ وُكِّلَ بِهِ مَلَكٌ كَرِيمٌ يَحْفَظُهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ وَ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ وَ مِنْ فَوْقِ رَأْسِهِ وَ مِنْ تَحْتِ قَدَمِهِ فَإِنْ مَاتَ سَنَتَهُ حَضَرَتْهُ مَلاَئِكَةُ الرَّحْمَةِ يَحْضُرُونَ غُسْلَهُ وَ أَكْفَانَهُ وَ الاِسْتِغْفَارَ لَهُ وَ يُشَيِّعُونَهُ إِلَى قَبْرِهِ بِالاِسْتِغْفَارِ لَهُ وَ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ وَ يُؤْمِنُهُ اللهُ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ وَ مِنْ مُنْكَرٍ وَ نَكِيرٍ أَنْ يُرَوِّعَاهُ وَ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ

إِلَى ٱلْجَنَّةِ وَ يُعْطَى كِتَابُهُ بِيَمِينِهِ وَ يُعْطَى لَهُ يَوْمَ ٱلْقِيَامَةِ نُوراً يُضِيءُ لِنُورِهِ مَا بَيْنَ ٱلْمَشْرِقِ وَ ٱلْمَغْرِبِ وَ يُنَادِي مُنَادٍ هَذَا مِنْ زُوَّارِ ٱلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ شَوْقاً إِلَيْهِ فَلاَ يَبْقَى أَحَدٌ يَوْمَ ٱلْقِيَامَةِ إِلاَّ تَمَنَّى يَوْمَئِذٍ أَنَّهُ كَانَ مِنْ زُوَّارِ ٱلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ»

كامل الزيارات، ص ۱۳۲

زیارتِ امام حسینؑ کے آثار فوائد

اعمال و عبادات میں سے سب سے زیادہ فضیلت اور سب سے زیادہ آثار و فوائد زیارتِ امام حسینؑ کے ہیں، زیارتِ امام حسینؑ کے آثار و فوائد دنیا میں بھی بے شمار ہیں اور آخرت میں بھی بے حساب، دنیا و آخرت دونوں کی سعادت و خوش بختی اور کامیابی میں زیارتِ امام حسینؑ سب سے زیادہ موثر و مفید ہے، زیارتِ امام حسینؑ کے اس قدر آثار و فوائد کو روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ جس پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، لیکن ہم اختصار کے مد نظر ان عظیم آثار و فوائد میں سے چند اہم ترین آثار کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

زیارتِ امام حسینؑ حوادث و بلاؤں کی دوری کا سبب

حضرتِ امام محمد باقرؑ نے اپنے اصحاب کو زیارتِ امام حسینؑ کی تاکید اور زیارت کے آثار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم ہمارے شیعوں کو امام حسینؑ کی زیارت کا حکم دو کیونکہ امام حسینؑ کی زیارت منہدم ہونے، غرق ہونے، آگ میں جل جانے اور درندوں کا لقمہ بن جانے سے بچاتی ہے۔ مزید آپؑ نے فرمایا: امام حسینؑ کی زیارت وہ عمل ہے جو ہر اس شخص پر ضروری و لازم ہے جو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ امام حسینؑ کی امامت خدا کی طرف سے ہے۔

«عَنِ الْإِمَامِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مُرُوا شِيعَتَنَا بِزِيَارَةِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَإِنَّ زِيَارَتَهُ تَدْفَعُ الْهَدْمَ وَ الْغَرَقَ وَ الْحَرْقَ وَ أَكْلَ السَّبُعِ، وَ زِيَارَتُهُ مُفْتَرَضَةٌ عَلَى كُلِّ مَنْ أَقَرَّ لَهُ بِالْإِمَامَةِ مِنَ اللهِ» [۱]

---

[۱] زاد المعاد، ج ۱، ص ۵۰۵

رزق میں وسعت اور زندگی میں برکت کا سبب

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنے اصحاب کو زیارتِ امام حسینؑ کی فضیلت و آثار سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے شیعوں کو امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرنے کی سفارش کرو، کیونکہ امام حسینؑ کی زیارت رزق میں وسعت و فراوانی اور زندگی میں برکت کا سبب ہے اور زیارتِ امام حسینؑ ناگہانی حوادث سے بچاتی ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مُرُوا شِيعَتَنَا بِزِيَارَةِ قَبْرِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ ، فَإِنَّ إِتْيَانَهُ يَزِيدُ فِي اَلرِّزْقِ وَ يَمُدُّ فِي اَلْعُمُرِ وَ يَدْفَعُ مَدَافِعَ اَلسَّوْءِ ...»[٩٩٦]

زیارتِ امام حسینؑ سعادتِ ابدی کے حصول کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے زیارتِ امام حسینؑ کی فضیلت اور آثار کو بیان کرتے ہوئے اپنے صحابی عبد الملکؓ سے فرمایا: اے عبد الملک! کبھی بھی زیارتِ امام حسینؑ کو ترک نہ کرنا اور اپنے دوست واحباب کو بھی زیارتِ امام حسینؑ کی تاکید کرتے رہو، کیونکہ امام حسینؑ کی زیارت زندگی میں برکت، رزق میں وسعت اور سعادتِ ابدی کے حصول کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: يَا عَبْدَ اَلْمَلِكِ لاَ تَدَعْ زِيَارَةَ اَلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ مُرْ أَصْحَابَكَ بِذَلِكَ يَمُدُّ اَللَّهُ فِي عُمُرِكَ وَ يَزِيدُ اَللَّهُ فِي رِزْقِكَ وَ يُحْيِيكَ اَللَّهُ سَعِيداً وَ لاَ تَمُوتُ إِلاَّ سَعِيداً [شَهِيداً] وَ يَكْتُبُكَ سَعِيداً»[٩٩٧]

---

[٩٩٦] وسائل الشیعہ ج ١٤، ص ٤٤٣

[٩٩٧] کامل الزیارات، ص ١٥١

زیارتِ امام حسینؑ جنت اور خوشحالی کے حصول کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: تم امام حسینؑ کی زیارت کرتے رہو اگرچہ سال میں ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ جو شخص بھی امام حسینؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ ان کی زیارت کرے گا تو اس کا صلہ جنت کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا اور اس کے رزق میں برکت و فراوانی عطا ہو گی اور اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ہی خوشحالی عطا کرے گا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: زُورُوا الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ لَوْ كُلَّ سَنَةٍ فَإِنَّ كُلَّ مَنْ أَتَاهُ عَارِفاً بِحَقِّهِ غَيْرَ جَاحِدٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ عِوَضٌ غَيْرُ الْجَنَّةِ وَ رُزِقَ رِزْقاً وَاسِعاً وَ آتَاهُ اللهُ مِنْ قِبَلِهِ بِفَرَحٍ [بِفَرَجٍ] عَاجِلٍ» ***

زائرِ امام حسینؑ کا قیامت میں شفاعت کرنا

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: قیامت کے دن منادی حق نداء دے گا کہ کہاں ہیں زائرین امام حسینؑ، اس نداء پر لبیک کہتے ہوئے لوگوں کی کثیر تعداد کھڑی ہو جائے گی، ان سے کہا جائے گا کہ زیارتِ امام حسینؑ کے طفیل آج تمہیں شفاعت کرنے کا حق دیا گیا ہے، لہٰذا تم جس جس کو لائق شفاعت سمجھتے ہو ان کی شفاعت کرو اور ان کو لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ، پس جب زائر امام حسینؑ لوگوں کی شفاعت کریں گے تو کچھ دوسرے لوگ بھی آگے بڑھیں گے، ان میں سے ایک ایک آدمی اس زائرِ امام حسینؑ سے التجا کرتے ہوئے کہے گا، اے زائرِ امام حسینؑ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے ہو، میں وہ شخص ہوں جو تمہارے احترام کی خاطر فلاں مقام پر کھڑا ہوا تھا وغیرہ وغیرہ باتیں کر کے اس کو اپنی معرفی و شناخت کرائے گا، تو زائرِ امام حسینؑ اس کا ہاتھ بھی پکڑے گا اور اسے اپنے ساتھ جنت میں داخل کرنے گا اور

*** بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۴۷

اس زائرِ امام حسینؑ کو اس کام سے نہ کوئی روکنے والا ہوگا اور نہ ہی کوئی منع کرنے والا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ ... أَيْنَ زُوَّارُ قَبْرِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَيَقُومُ أُنَاسٌ كَثِيرٌ فَيُقَالُ لَهُمْ خُذُوا بِيَدِ مَنْ أَحْبَبْتُمْ وَ اِنْطَلِقُوا بِهِمْ إِلَى اَلْجَنَّةِ فَيَأْخُذُ اَلرَّجُلُ مَنْ أَحَبَّ حَتَّى إِنَّ اَلرَّجُلَ مِنَ اَلنَّاسِ يَقُولُ لِرَجُلٍ يَا فُلاَنُ أَ مَا تَعْرِفُنِي أَنَا اَلَّذِي قُمْتُ لَكَ يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا فَيُدْخِلُهُ اَلْجَنَّةَ لاَ يُدْفَعُ وَ لاَ يُمْنَعُ»[969]

ایک ہزار حج مقبولہ اور مغفرت کا سبب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جو شخص بھی معرفت کے ساتھ قبر امام حسینؑ کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک ہزار حج مقبولہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اس کے تمام گزشتہ و آئندہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي حَدِيثٍ قَالَ: وَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَارِفاً بِحَقِّهِ كَتَبَ اَللَّهُ لَهُ ثَوَابَ أَلْفِ حَجَّةٍ مَقْبُولَةٍ وَ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ»[970]

زائرِ امام حسینؑ کے ہر قدم پر ایک نیکی کا لکھا جانا اور گناہ کا مٹ جانا

جنابِ ابان ابن تغلب سے روایت ہے کہ مجھے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اے ابان! جو شخص بھی امام حسینؑ کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے تمام گزشتہ و آئندہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اے ابان! بے شک کہ امام حسینؑ کو جب قتل کیا گیا تو ان کی قبر پر ستر ہزار ملائکہ نازل ہوئے کہ جو

---

[969] مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۲۴۷

[970] وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۴۴۵

عزاداری و نوحہ کرتے ہوئے قیامت تک روتے رہیں گے۔

«عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ قَالَ : قَالَ لِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَا أَبَانُ ... مَنْ زَارَ اَلْحُسَيْنَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ كَتَبَ اَللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَا عَنْهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَيِّئَةً وَ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ يَا أَبَانُ لَقَدْ قُتِلَ اَلْحُسَيْنُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَهَبَطَ عَلَى قَبْرِهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ شُعْثٌ غُبْرٌ يَبْكُونَ عَلَيْهِ وَ يَنُوحُونَ عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ»[۸۶۱]

زائرِ امام حسینؑ کیلئے ستر ہزار فرشتوں کی نمازوں کا ثواب

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو امام حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب کی قبر پر مامور کر دیا ہے کہ جو عزاداری و نوحہ خوانی کرتے ہوئے قیامت تک روتے رہیں گے اور یہ فرشتے امام حسینؑ کی قبر کے پاس نماز پڑھتے رہتے ہیں، کہ جن کی ایک نماز انسانوں کی ایک ہزار نماز کے برابر درجہ رکھتی ہے، اور ان سب فرشتوں کی ان سب نمازوں کا ثواب ان کو عطا کیا جاتا ہے جو امام حسینؑ کی زیارت کرنے آتے ہیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: وَكَّلَ اَللَّهُ بِقَبْرِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ شُعْثاً غُبْراً يَبْكُونَهُ إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ يُصَلُّونَ عِنْدَهُ اَلصَّلاَةُ اَلْوَاحِدَةُ مِنْ صَلاَةِ أَحَدِهِمْ تَعْدِلُ أَلْفَ صَلاَةِ اَلْآدَمِيِّينَ يَكُونُ ثَوَابُ صَلاَتِهِمْ وَ أَجْرُ ذَلِكَ لِمَنْ زَارَ قَبْرَهُ»[۸۶۲]

امام حسینؑ کی زیارت کو ترک کرنے کا نقصان

جہاں پر امام حسینؑ کی زیارت کرنے کی فضیلت واہمیت اور آثار وبرکات بے حد و بے شمار ہیں تو وہاں

---

[۸۶۱] کامل الزیارات، ص ۳۳۱

[۸۶۲] بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۵۶

پر امام حسینؑ کی زیارت کو ترک کرنے کے نقصانات بھی بے شمار ہیں، جن نقصانات میں خیر کثیر سے محروم ہو جانا اور زندگی سے برکت کا اٹھ جانا بھی شامل ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جو شخص امام حسینؑ کی زیارت کو ترک کرتا ہے یقیناً وہ خیر کثیر سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی عمر میں کمی بھی واقع ہو جاتی ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ لَمْ يَزُرْ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ حُرِمَ خَيْراً كَثِيراً وَ نُقِصَ مِنْ عُمُرِهِ سَنَةٌ» [۸۱۳]

---

[۸۱۳] کامل الزیارات، ص ۱۵۱

زیارتِ امام حسینؑ کے آداب

جس طرح آئمہ طاہرین علیہم السلام نے زیارتِ امام حسینؑ کی بہت ساری فضیلتوں اور اس کے آثار وفوائد کو بیان کیا ہے، اسی طرح اس عظیم عبادت یعنی زیارتِ امام حسینؑ کے بہت سارے آداب کو بھی ذکر فرمایا ہے، زائرین امام حسینؑ کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان آداب کو سیکھیں اور زیارت کے مقام پر ان آداب کو انجام دینے کی بھرپور کوشش کریں، تاکہ زیارتِ امام حسینؑ کا مکمل فیض اور اجر وثواب کا کامل حصول ہو، یوں تو امام حسینؑ کی زیارت کے آداب بہت زیادہ بیان کئے گئے ہیں لیکن ہم یہاں پر حضرت امام صادقؑ سے آدابِ زیارتِ امام حسینؑ کے متعلق ایک جامع روایت کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ جس میں امام صادقؑ نے حج اور زیارتِ امام حسینؑ دونوں کے آداب کو ایک ساتھ فرمایا ہے۔

جیسا کہ محمد ابن مسلمؓ سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: جب ہم آپ کے والدِ بزرگوار (امام حسینؑ) کی زیارت کے قصد سے اپنے گھروں سے نکلیں تو کیا اس کیلئے بھی وہی آداب وشرائط ہیں جو حج پر جانے کے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں بالکل وہی آداب کہ جن کو حج کے موقع پر انجام دیا جاتا ہے، امام حسینؑ کی زیارت کے موقع پر بھی انجام دینا ضروری ہے۔

پھر میں نے عرض کیا: مولا تو آپ ہمیں یہ بتایئے کہ حج کے آداب کیا ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: (امامؑ نے حج اور زیارتِ امام حسینؑ کے جو مشترکہ آداب بیان فرمائے ہیں ہم انہیں فہرست وار ذکر کرتے ہیں)

۱) تمہارے لئے ضروری ہے کہ اپنے ہمسفروں کے ساتھ نیک اخلاق اور بہترین سلوک سے پیش آؤ۔

۲) دورانِ سفر خیر بات کے علاوہ خاموش رہو۔

۳) کثرت کے ساتھ خدا کے ذکر میں مشغول رہو۔

۴) پاکیزگی وطہارت کا خاص خیال رکھو اور اپنے لباس کو پاک وصاف رکھو۔

۵) حرم میں داخل ہونے سے پہلے غسل زیارت کرو۔

۶) خضوع وخشوع کا ہمیشہ خیال رکھو۔ (یعنی تکبر سے پرہیز کرو)۔

۷) کثرت کے ساتھ نماز پڑھتے رہو۔

۸) کثرت کے ساتھ آلِ محمدؐ پر درود بھیجتے رہو۔

۹) ایک دوسرے کی عزت وتوقیر کا خیال کرتے رہو۔

۱۰) اپنی آنکھوں کی ہمیشہ حفاظت کرتے رہو۔

۱۱) ضرورتمند لوگوں کی مدد کرتے رہو۔

۱۲) جن کو مالی مدد کی ضرورت ہے ان کی مدد کرنے سے دریغ نہ کرو۔

۱۳) جہاں تقیہ کرنے کی ضرورت ہو وہاں تقیہ اختیار کرو۔ اس لئے کہ تقیہ تمہارے دین کے قائم رہنے کا سبب ہے۔

۱۴) ہمیشہ تقویٰ وپرہیز گاری کو اپنا شعار قرار دو۔

۱۵) ہر قسم کی لڑائی وجھگڑے سے پرہیز کرو۔

۱۶) بہت زیادہ قسم کھانے اور بحث کرنے سے پرہیز کرو۔

پس جب تم ان آداب کے ساتھ حج وعمرہ اور زیارت کو انجام دوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ضرور بالضرور ہر وہ چیز عطا کرے گا جو تم نے اللہ سے طلب کیا ہے اور تم اپنے وطن میں اس حال میں پلٹوگے کہ خدا کی مغفرت ورحمت اور اس کی رضا تمہارے شامل حال ہوگی۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ إِذَا خَرَجْنَا إِلَى أَبِيكَ أَ فَلَسْنَا فِي حَجٍّ قَالَ بَلَى قُلْتُ فَيَلْزَمُنَا مَا يَلْزَمُ اَلْحَاجَّ قَالَ مَا ذَا قُلْتُ مِنَ اَلْأَشْيَاءِ اَلَّتِي تَلْزَمُ اَلْحَاجَّ قَالَ يَلْزَمُكَ حُسْنُ اَلصُّحْبَةِ لِمَنْ صَحِبَكَ وَ يَلْزَمُكَ قِلَّةُ اَلْكَلاَمِ إِلاَّ بِخَيْرٍ وَ يَلْزَمُكَ كَثْرَةُ ذِكْرِ اَللهِ وَ يَلْزَمُكَ نَظَافَةُ اَلثِّيَابِ وَ يَلْزَمُكَ اَلْغُسْلُ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَ اَلْحَائِرَ ، وَ يَلْزَمُكَ اَلْخُشُوعُ وَ كَثْرَةُ اَلصَّلاَةِ وَ اَلصَّلاَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ ، وَ يَلْزَمُكَ اَلتَّوْقِيرُ لِأَخْذِ مَا لَيْسَ لَكَ وَ يَلْزَمُكَ أَنْ تَغُضَّ بَصَرَكَ وَ يَلْزَمُكَ أَنْ تَعُودَ عَلَى أَهْلِ اَلْحَاجَةِ مِنْ إِخْوَانِكَ إِذَا رَأَيْتَ مُنْقَطِعاً وَ اَلْمُوَاسَاةُ وَ يَلْزَمُكَ اَلتَّقِيَّةُ اَلَّتِي هِيَ قِوَامُ دِينِكَ بِهَا وَ اَلْوَرَعُ عَمَّا نُهِيتَ عَنْهُ وَ اَلْخُصُومَةِ وَ كَثْرَةِ اَلْأَيْمَانِ وَ اَلْجِدَالِ اَلَّذِي فِيهِ اَلْأَيْمَانُ فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ تَمَّ حَجُّكَ وَ عُمْرَتُكَ وَ اِسْتَوْجَبْتَ مِنَ اَلَّذِي طَلَبْتَ مَا عِنْدَهُ بِنَفَقَتِكَ أَنْ تَنْصَرِفَ بِالْمَغْفِرَةِ وَ اَلرَّحْمَةِ وَ اَلرِّضْوَانِ»

۸۶۴

---

۸۶۴ وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۵۲۷